

# لُغَةُ الْقُرْآنِ

فہرست الفاظ



مکتبۃ المدینہ

اردو بازار ○ ایم اے جنات روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

إِنِّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّعَمَلٍ شَدِيدٍ

مُكْتَل

# لُغَاتُ الْعَرَبِ

مع فهرست الفاظ

جلد چہارم۔ ص ٭ تا ع

تالیف

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

آؤوہا راءم لہ جتاج روؤ  
2213768 کراچی پاکستان

دارالاشاعت

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں  
کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 3582

باہتمام : ضلیل اشرف عثمانی  
طباعت : اپریل ۲۰۰۰ء علی گرافکس

### قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی عمرانی  
کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم  
مقطع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

..... ملنے کے پتے .....

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور	ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت العلوم 20 ناہرہ روڈ لاہور	بیت القرآن اردو بازار کراچی
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور	بیت العلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال پاک پور کراچی
یونیورسٹی بک انجمنی خیبر بازار پشاور	بیت الکتاب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ گامی ۱۵۱۔ ایبٹ آباد	مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد
کتاب خانہ رشیدیہ۔ ۵۰ پتہ مارکیٹ راجہ بازار اوپنڈی	مکتبۃ المعارف محلہ جٹکی۔ پشاور

..... انگلینڈ میں ملنے کے پتے .....

ISLAMIC BOOKS CENTRE  
119-121, HALLIWELL ROAD  
BOSTON, BIRMINGHAM, U.K.

AZHAR ACADEMY LTD.  
54-68, LITTLE HILFORD LANE  
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

..... امریکہ میں ملنے کے پتے .....

DARUL-ULOOM AL-MADANIA  
182 SOBIESKI STREET  
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

# فهرست ابواب فصول لغات القرآن جلید چهارم

۵۳	فصل الباء الموحدة	صفحة	
"	فصل الحاء المهملة	۵	فصل الالف
۵۵	فصل الدال المهملة	۱۳	فصل الباء الموحدة
۵۶	فصل الزاء المهملة	۱۷	فصل الحاء المهملة
۶۰	فصل العين المهملة	"	فصل الخاء المعجمة
۶۴	فصل الفين المعجمة	"	فصل الدال
۶۵	فصل القاف	۲۳	فصل الزاء المهملة
"	فصل اللام	۲۸	فصل العين المهملة
۶۹	فصل النون	۳۱	فصل الفين المعجمة
"	فصل الميم	۳۲	فصل القاف
۷۳	باب الطاء المهملة	۳۳	فصل الكاف
"	فصل الالف	۳۴	فصل اللام
۸۷	فصل الباء الموحدة	۴۰	فصل اليم
۹۰	فصل الحاء المهملة	۴۳	فصل النون
۹۱	فصل الزاء المهملة	"	فصل الواو
۹۳	فصل الين المهملة	۴۹	فصل الهاء
"	فصل العين المهملة	۵۰	فصل الياء المشددة
۹۵	فصل الفين المعجمة	۵۱	باب الضاد المهملة
۹۷	فصل القاف	"	فصل الالف

٢٣٤	فصل الدال المحطة	٩٨	فصل اللام
٢٦١	فصل الذال المعجمة	١٠٠	فصل اليم
٢٦٦	فصل الزا والمحلة	١٠١	فصل الواو
٢٨٨	فصل الزا والمحلة	١١٩	فصل الهاء
٣٠٥	فصل الين المحطة	١٢٣	فصل الياء المثناة
٣١٣	فصل الشين المعجمة	١٢٦	باب الظاهر المعجم
٣١٤	فصل الصاد المحطة	"	فصل الالف
٣٢٣	فصل الصاد المعجمة	١٢٨	فصل العين
٣٢٥	فصل الطاء المحطة	١٢٩	فصل القاف
٣٢٤	فصل الطاء المعجمة	"	فصل اللام
٣٢٩	فصل القاف	١٣٩	فصل اليم
٣٣٣	فصل القاف	١٤٠	فصل النون
٣٣٠	فصل اللام	١٥١	فصل الهاء
٣٥٨	فصل اليم	١٥٨	باب العين المهملة
٣٦٣	فصل النون	"	فصل الالف
٣٤٣	فصل الواو	٢١٣	فصل الباء الموحدة
٣٤٥	فصل الهاء	٢٢٨	فصل التاء المثناة
٣٤٦	فصل الياء	٢٣٦	فصل الشاء المثناة
		٢٣٩	فصل الجيم المعجمة

## بَابُ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ

### فصل الالاف

ص - صاد حرف مقطعات میں سے ہے اور جس سورت کے ابتداء میں آیا ہے وہ بھی اسی نام سے موسوم ہے (ملاحظہ ہوا لای)

صا یروا - صبر کرنے والا، ٹھہرنے والا، جیلنے والا، سہارنے والا، صبر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہوا صبر اور صبر، ۱۵/۲۳)

صا یذات - صبر کرنے والی عورتیں، صبر سے اسم

فاعل کا صیغہ جمع مثنیٰ - صابرۃ کی جمع ۲۲

صا یروا - مقابہ میں مضبوط جیسے دھو - صابرۃ کی جمع ۲۲

جس کے معنی صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے

کے ہیں، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - امام راغب نے

اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ عبادت پر اپنے آپ کو جملائے

رکھو اور اپنی خواہشات سے جنگ کرتے رہو ۲۲

صا یروا - ثابت قدم رہنے والے، سہنے والے

۲۲

صبر کرنے والے، صبر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر

بہالت دفع - صابرۃ کی جمع ۱۱/۲۳

صا یروا - ثابت قدم رہنے والی، صبر کرنے والی

صبر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۱۱

صا یروا - صبر کرنے والی، ثابت قدم رہنے والی

صبر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بہالت نصب و

جز صابرۃ واحد ۲/۱۵

۱۱/۲۳

۲۲

صا یروا - فرقہ صابی - دین حنیف یعنی ملت

ابراہیم کے متبع یعنی خفا کے مقابل فرقہ کا نام ہے

صا یروا کی جمع بہالت دفع - اس لفظ کے عربی ہونے میں

اختلاف ہے، ام سیلی نے روض الالاف میں اس کو

عربی نام بتایا ہے، عربی ہونے کی صورت میں یہ صابا ہے

جس کے معنی صابی ہونے اور ایک یں سے دور ہے

دین یں ہونے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے، قاضی

۲۲

۱۱ علامہ مرقی بن عبدی نے تاج المعروس میں اپنے شیخ کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

شوکانی تفسیر فتح القدیر میں رقمطراز ہیں:

”صائبین صابی کی جمع ہے، اور بعض نے صاب کی جمع کہا ہے، اور تادل نے اس میں اختلاف کیا ہے چنانچہ جبرائیل کے سب سے پہلے اس کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، جو جس نے اسے ہمزہ پڑھا اس نے اسے صابات البقوم سے قرار دیا جو تادل کے طوع جوئے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جس نے ہمزہ نہیں کیا اس نے صابا یقبو سے قرار دیا جس کے معنی نائل ہونے اور جھکنے کے ہیں۔

لغت میں صابی دوم ہے جو ایک دین کے نکل کر دوسرے دین کی طرف نائل ہو۔ اسی لیے جب کوئی شخص اسلام لانا نخواستہ کفار عرب کہتے تھے قد صبا دوم دین سے پھر گیا، فرقہ صابہ اس نام سے اس لیے موسوم ہوا کہ وہ یہود و نصاریٰ کے دین سے نکل کر تبادلوں کی پرستش کرنے لگے۔ لہٰذا اور مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:-

”لفظ صابی کی لغوی تشریح بھی کسی قدر تفصیل طلب ہے۔ کہتے ہیں کہ صبا عبری لفظ صبیع کا آرا می لفظ ہے۔ صبیع عربی لفظ صبیغ کے ہم معنی ہے جس سے عربی میں دوسرا لفظ صلبا غ بنا ہے

اس کے اصل معنی نہانے دھونے کے ہیں اور اصطلاحاً پتھر کے معنی میں بولا جاتا ہے چونکہ یہ فرقہ مذہباً دین میں کسی مرتبہ غسل کرتا ہے اس لیے ان کا آرا می نام صابی پڑا اور اسی سے عربی میں آیا لیکن ہمارے سامنے ایک اور لغوی تشریح اس سے زیادہ سہل اور بامعنی موجود ہے اصل یہ ہے کہ ہماری زبانوں میں صبا کا لفظ تبادلوں کے مفہوم میں عام طور سے مستعمل ہے عبرانی میں اس کے معنی جماعت تبادلوں کے ہیں عربی میں صبا کے معنی تبادلوں کے معنی طوع جوئے ہونے اور جھکنے کے ہیں چنانچہ تاملانی ہضاری نے صابی کا اشتقاق اسی لفظ سے کیا ہے بیان ملک اس لفظ کی لغوی تشریح کا تعلق تھا باقی وہی تاریخی تشریح کہ صابین مگوئی تھے کہاں تھے اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ اس کے متعلق سید صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ:-

”علامہ ابن تیمیہ نے صابین کی تحقیق پر الزام علی المتفقین میں جو کچھ لکھا ہے وہ محققانہ ہم اسی کا لفظی ترجمہ کر دیتے ہیں۔

ان صابین کا خاص مرکز حوران تھا، حضرت

ابراہیم ہیں پیدا ہوئے تھے یا عراق سے  
یہاں آئے تھے، دونوں قول میں یہاں  
علت اولیٰ عقل اول اور نفس کلیہ کے ہیکل  
تھے۔ نیز زحل، مشتری، مریخ، قمر، زہرہ  
عطارد اور قمر کے ہیکل تھے۔ عیسائیت  
سے پہلے ان کا یہی مذہب تھا۔ عیسائیت  
کے بعد ان مشرک صائبین کی بقا کے ساتھ  
ساتھ ان میں عیسائیت پھیل، یہاں تک کہ  
اسلام آیا اور وہاں یہ صائبین اور فلاسفہ  
حکومت اسلامی میں آخر وقت تک  
موجود رہے انہی میں سے وہ صائبین تھے  
جو بغداد میں طبیب یا منشی تھے۔ ان میں  
سے بعض اسلام نہ لائے، چوتھی صدی میں  
فارابی جب حیران گیا ہے تو انہی سے فلسفہ  
سیکھا۔ اہل دشت وغیرہ کا مذہب بھی عیسائیت  
سے پہلے ہی تھا۔ ان کی نار کا قبلہ قطب  
شمال تھا، اسی لیے دشت میں بہت سی  
کہنہ مسجدیں ہیں جن کا ایک قبلہ قطب شمالی  
کی طرف بھی ہے۔ دشت کی جامع مسجد  
کے نیچے ایک بہت بڑا معبد ہے۔

نثار موصوف نے اس کے بعد صائبین  
کی خدمتیں لیں ایک موجدین یہ وہ میں جنہوں  
نے حضرت ابراہیم کی ملت کی بیروی کی ادوی  
جماعت وہ تھی جو مشرک تھی، قرآن شریف  
نے وہ شیتل سے صائبین کا ذکر کیا ہے ایک  
میں اول کا ذکر ہے اور دوسریں دوم کا۔

امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی الحاکم  
القرآن میں منہ ماتے ہیں:-

”صائبین کے بارے میں اختلاف ہے  
کہ آیا وہ اہل کتاب ہیں یا نہیں، امام ابو حنیفہ  
سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور امام  
ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے کہ اہل کتاب  
نہیں ہیں بلکہ ان کو کفری کہتے تھے کہ امام صاحب  
کے نزدیک جو صائبی اہل کتاب میں داخل  
ہیں وہ لوگ ہیں جو دین مسیح کے قائل ہیں اور انہیں  
کو ٹپتے ہیں۔ لیکن جو صائبی کہ تارہ  
پرست ہیں اور حیران کے اطراف میں  
یہی لوگ ہیں۔ وہ سب کے نزدیک اہل  
کتاب نہیں ہیں۔“

ابو بکر مصنف الحاکم القرآن کہتے ہیں کہ اس



وقت جو لوگ صائبین کے نام سے مشہور ہیں ان میں  
اہل کتاب نہیں ہیں، اور دراصل ان سب کا  
ذہب ایک ہے، میری مراد ان لوگوں سے ہے  
جو جو حرائی کے اطراف میں ہیں، نیز واسطہ کے معنائ  
میں شکستہ فی علاقہ میں ہیں۔ ان کے عقیدہ کی بنیاد  
سعدیہ راہ کی تعلیم، ان کی پرستش اور ان کو معبود  
قرار دینا ہے۔ یہ لوگ اصل میں بت پرست ہی ہیں  
مگر جب سے کہ اقلیم عراق پر اہل فارس کا غلبہ ہوا  
اور انہوں نے صائبین کی سلطنت کا کرخو جلی تھے  
شاخہ کڈا الا تو ظاہر میں یہ بت پرستی کی جزاوت نکلی کے  
کیوں کہ انہوں نے اس کی مخالفت کر دی تھی۔ اسی  
طرح رومی اور اہل شام اور اہل جزیرہ بھی صابی  
تھے۔ پھر جب سلطانین انصاری ہو گیا تو اس نے بڑے  
شمیران کو انصاریت کے قبول کرنے پر مجبور کیا  
اُس وقت سے بت پرستی تو معروف ہوئی اور یہ  
انصار انصاری کی جماعت میں آئے پر ہتھیارے اسی  
ذہب پر باقی رہے اور غلبہ بت پرستی کرتے رہے  
پھر جب اسلام پھیلا تو یہ بھی انصاری ہی کے زمرہ  
میں آگئے اور مسلمانان میں اور انصاری میں فرق  
ذکر کرنے کیوں کہ یہ خفیہ طور پر بت پرست تھے  
اور اصل اعتقاد کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ انسانی دنیا میں یہ

سب سے زیادہ اپنے اعتقاد کو چھپانے والے ہیں  
ان کے بچے جب سیانہ مورتے ہیں تو اپنے ذہب کے چھپا  
میران کے عجیب گروہ تھے ہیں۔ ان سے ہی فرقہ  
اسماعیلیہ کے کمان ذہب کا طریقہ اختیار کیا ہے اور ان  
کی حکومت بھی ان ہی کے ذہب پر چلنے ختم ہوتی ہے  
سب صائبیوں کا اصل الاصول سعدیہ راہ کو معبود  
بنانا، ان کی عبادت کرنا اور ان کے نام کے بت  
تیار کرنا ہیں۔ اس بارے میں ان کے انداز ہم کوئی  
اختلاف نہیں، علاقہ حران اور شکستہ فی علاقہ کے  
لوگوں میں اختلاف ہے وہ ان کے کچھ شرائع و رسوم  
و آئین مذہب کے متعلق ہے وہ ان میں اہل کتاب  
موجود نہیں ہیں۔

صائبین کے متعلق امام ابو حنیفہ کا جو قول ہے اس  
کے متعلق میرا ظن غالب یہ ہے کہ انہوں نے اس  
فرقہ کے ان لوگوں کو دیکھا ہوگا جو ترقیہ نگار ہیں اپنے کو  
انصاری کہتے، انجیل پڑھتے اور دین مسیحی کی طرف  
اپنی نسبت کرتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہر ایک بہت  
صفہ تھا اس قسم کے اعتقاد رکھنے والے ہمارے  
میں جزیرہ کے قائل نہیں۔ مادہ ہجر اسلام یا تمار کے  
ان کے متعلق اور کسی بات کو قبول نہیں کرتے وہ ہیں  
میں جس کا بھی یہ اعتقاد ہے جو ہم نے بیان

جس کے متعلق کہا ہے :-

لَمَّا خَبَّتْ عَنْ مَعْنَى لَامِبَتِ عَنْ قَلْبِي  
(اگر میری نظروں سے غائب ہے تو دل سے  
تو غائب نہیں)

اور عرف میں صاحب "صرف" اسی کو کہا جائیگا  
کہ جو کثرت کے ساتھ رہا ہو اور کسی شے کے مالک  
کو بھی صاحب کہہ دیا جاتا ہے اور اسی  
طرح اس کو بھی کہ جو اس شے میں تعریف کا  
مالک ہو۔

(ملاحظہ ہو ذوق، ۵/۲۱)

صَاحِبَتِۙ اس کے ساتھ والی اس کی بیوی  
صَاحِبَتِۙ مفاد ۴ ضمیمہ واحد مذکر غائب مفاد

الیہ (ملاحظہ ہو صاحبۃ، ۲۹/۳)

صَاحِبُکُمْ تہا را رفیق صاحب مفاد کُفْر  
ضمیمہ جمع مذکر حاضر مفاد الیہ یہاں کُفْر کا خطاب  
کفار کی جانب ہے اور صاحب سے ملو اس حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم میں راغب نے لکھا ہے کہ یہاں  
صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ تم ان کے  
ساتھ چکے ہو اور پھر یہ کہ چکے ہو اور ان کے ظاہر و باطن  
کو پہچان چکے ہو اور پھر یہی تم نے ان میں کوئی خرابی

کیا بیوں کے متعلق فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی  
اختلاف نہیں کہ وہ اہل کتاب ہیں اور نہ ان کا  
ذبحہ کھایا جاسکتا ہے اور نہ ان کی عورتوں سے  
نکاح ہو سکتا ہے۔ لہ

"صاحبین" کے معطلات اور ان کے نزدیک مسائل  
کے معلوم کرنے کے لیے ابن النیلم کی الفہرست  
امام ابن حزم کی الفہرست فی الملل والنحل اور علامہ  
عبد الکریم شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کا مطالعہ  
کرنا چاہیے یہ سب کتابیں مصر سے چھپ کر شائع  
ہو چکی ہیں۔ ۳۱

صَاحِبِیْنِ۔ صاحبین صاحبی کی جمع بالمت  
نصب وجر ۱/۱۴

صَاحِب۔ والا، ساتھی، رفیق۔ صاحبۃ سے  
جس کے معنی ساتھ رہنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ  
واحد مذکر۔ اصحاب اور صحابۃ جمع۔ امام راغب  
اصنافی لکھتے ہیں :-

"ساتھ رہنے والا صاحب ہے انسان ہو  
یا حیوان مکانی ہو یا زمان الیہ اس امر میں فرق  
نہیں کہ صاحبیت (باہم ساتھ رہنا) بدل سے  
ہو جو کہ اصل لفظ اکثر ہے بذریعہ غنیۃ بہمت کہ



۱۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع ہیات

رفع ۵ ۱۳ ۱۳ ۱۱ ۱۱ ۲۶ ۲۶ ۲۶

صَادِقَتَيْن۔ پچھروں پر بستے ملے صَدِیق

۲۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

ہیات نصب وجہ ۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱

۳۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۴۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۵۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۶۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۷۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۸۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۹۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۰۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۱۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۲۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۳۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۴۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۵۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۶۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۷۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۸۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۱۹۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

ارشاد ہے نَأْتِدُ فَنُحْمُ الشَّعْفَةُ دھڑکنا

۲۰۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۱۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۲۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۳۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۴۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۵۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۶۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۷۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۸۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۲۹۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۰۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۱۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۲۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۳۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۴۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۵۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۶۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۷۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۸۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۳۹۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۴۰۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

۴۱۔ اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر صَادِق کی جمع

صَافِرُونَ ۲۳ ۲۴ ۲۵

ذیل، نوار۔ صَافِرٌ سے اسم  
ناحل کا صیغہ جمع مذکر صَافِرُونَ کی جمع بہت رفیع،  
(ملاحظہ ہو صَافِرٌ) ۱۹ ۲۰ ۲۱

صَاغِرِينَ ۲۲ ۲۳ ۲۴  
ذیل بے عزت صَاغِرٌ کی جمع  
بہت لُغَب و جَز۔ ۲۵ ۲۶ ۲۷

صَفَاتٍ ۲۸ ۲۹ ۳۰  
پراہند سے صفت بہت صفت پراہند  
راہیں پر کھلے ہوئے۔ صَفٌّ سے اسم نازل  
کا صیغہ جمع مؤنث، صَفَاتٌ کی جمع (ملاحظہ ہو  
صَفٌّ) ۳۱ ۳۲ ۳۳

صَلَفَاتٍ ۳۴ ۳۵ ۳۶  
وہ گھڑے جو تین پاؤں پر کھڑے  
ہوں اور چوتھے پاؤں کے سہ کو موڑ کر اس پر ٹیک  
رکھتے ہوں۔ صَفْوَن سے جس کے معنی تین پاؤں  
پر کھڑے ہو کر چوتھے پاؤں کے کنارہ ہم پر ٹیک  
رکھنے کے ہیں۔ اسم نازل کا صیغہ جمع مؤنث، صَفَاةٌ  
کی جمع، واضح رہے کہ جو گھوڑا اس طرح کھڑا ہوتا  
ہے وہ نہایت ہی فربہ اور توانا ہوتا ہے۔ ۳۷

صَافُونَ ۳۸ ۳۹ ۴۰  
صفت پانچھنے والے، صَفٌّ سے  
اسم نازل کا صیغہ جمع مذکر صَافُونَ کی جمع (ملاحظہ  
ہو صَفٌّ) ۴۱ ۴۲ ۴۳  
صَالٍ ۴۴ ۴۵ ۴۶  
پنچھنے والا مثلاً سے اسم نازل کا صیغہ

واحد کر یہ اصل میں صَالٍ تھا، اسی آخر سے صَدَف  
ہو گئی ہے (ملاحظہ ہو صَافُونَ) ۴۷ ۴۸ ۴۹  
صَالِح ۵۰ ۵۱ ۵۲  
نیک، اچھا، صلاح، صلاح سے  
جس کے معنی نیک ہونے کے ہیں، اسم نازل کا صیغہ  
واحد مذکر صَالِحٌ جمع۔ امام راغب کہتے ہیں:-  
"صلاح فساد کی ضد ہے یہ دونوں اکثر

استعمال میں افعال کے ساتھ محض ص میں قمر کے  
میں صلاح، کہیں توفاد کے مقابل لا یا گیا  
ہے اور کہیں سیدھے کے۔ ارشاد ہے  
وَصَلَحُوا عَمَلَ صَالِحًا تَأْكُلْهُم مِّنْ ثَمَرِهِ  
اور انہوں نے ایک کام نیک اور درست کیا اور  
وَلَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا  
دست خرابی و فساد میں میں اس کی اصلاح  
کے بعد، اور الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
تو بہت مقامات پر ہے"

۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵

شود کہ طرف مبعوث ہوئے تھے حضرت ابو ذر رضی

اللہ عنہ کی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ چار پندرہ عرب

سے میں ہوا، صالح، انسب اور تبار سے نبی علیہم

الصلوٰۃ والسلام امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں

کس حج کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا گند وادی مسلمان پر ہوا تو آپ نے فرمایا

اے ابوبکر! کن سی وادی ہے؟ عرض کیا

وادی مسلمان اور شاد فرمایا یہاں سے ہوو اور

صالح علیہ السلام جو ان کا دشمن پر گزرتے ہیں

جن کی ہماری خرمائی چھال کی تھیں ان کی تہہ عیار

کے تھے وہ ان کی چادریں دھاری دار تھیں

بیک کھتے ہوئے غلہ کعبہ کا حج کرتے تھے، حافظ

ابن کثیر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ ۱۵

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

صلیحت: یہاں، اچھے کام، نیک عورتیں

صلح سے اسم فاعل کا صیغہ جمع تونث صالحات

کی جمع قرآن مجید میں صوف ایک مقام پر لفظ صلیحت

نیک عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے ارشاد ہے

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ رَاجِعٌ بَعْدَ عَذَابٍ نَّكَرٍ

صلحداریں اور باقی سب بگڑ چکیوں کے لیے آیا

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸

۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷

۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶

۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵

صلح: ایک مرد، نیک لوگ، صلح

سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر صالحوں کی جمع

صلح: ایک بندہ، صلح سے اسم

فاعل کا صیغہ جمع مذکر صالحوں کی جمع ہاں صلح

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸

۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷

صلح: اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، صالحوں کی جمع

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸

۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷

صلح: اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، صالحوں کی جمع

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸

۱۵ حدیث کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے ۱۵ البیان والنهاية ج ۱ ص ۱۳۹ طبع معمر ۱۳۲۵ھ

ذکر صائمہ کی جمع ۹

صَائِمَاتٍ روزہ دار عورتیں۔ صَوْمٌ اور صِیَامٌ سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مؤنث صائمتہ کی جمع

درا لحظہ ہو صوم اور صِیَام ۲۳

صَائِمِينَ روزہ دار مرد صَوْمٌ اور صِیَامٌ سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر ۲۲

## فصل الباب الموحدہ

صَبَّ - اُس نے بہایا۔ اُس نے اوپر سے ڈالا  
اَنْصَرَّ صَبَّ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

صَبَّآ - اوپر سے بہانا۔ اوپر سے بہنا جمع ہے

مستعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہے پہلی صورت میں بہانے کے معنی ہوں گے اور اس کا فعل باب اَنْصَرَّ

سے آئے گا۔ اور دوسری صورت میں بہنے کے اور فعل باب اَنْصَرَّ سے استعمال ہو گا۔ قرآن مجید میں

یہ مستعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ ۳۰

صَيَّاحٌ جمع۔ دن کا ابتدائی حصہ جب کہ کھارہ آفتاب سے اُنق مشرقی شرج رہتا ہے۔ اسم ہے

صَبَّ کی ضد ہے۔ ۲۴

صَبَّارٌ - بڑا صبر کرنے والا، بڑا تحمل کرنے والا  
بڑا قائم رہنے والا صَبْرٌ صبر بردوزن فاعل مبالغہ

کا صیغہ ہے۔ راغب لکھتے ہیں کہ صَبَّارٌ اُس وقت کہا جاتا ہے جب کہ اس میں ایک قسم کا تکلف اور

عجاب ہو، سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ -  
صبر کے پانچ درجے بتائے گئے ہیں۔

صَابِرٌ، مُصْطَفِرٌ، مُتَقَبِّرٌ، صَبَّارٌ  
سو صابر تو ان سب میں عام ہے اور مضطر

جو صبر کے عمل میں لگا ہو اور اُس میں  
قبلا ہو، اور متقبیر وہ جو بقوت صبر

کے کام لے اور اپنے آپ کو اس پر  
مجبور کرے، اور صبور جو بڑا صبر کرنے والا

ہو کہ اس کا صبر دوسروں سے بڑھ کر ہو  
اور صبار وہ کہ جو بلا کا صابر ہو۔ یہ مقدار

اور کیفیت کے اعتبار سے ہے اور صبور  
وصف اور کیفیت کے لحاظ سے ۳۱

۱۳ ۲۱ ۲۲ ۲۵

۱۳ ۱۳ ۸ ۵

صَبَّآ بہنے سے بہایا صَبَّ سے ماضی کا صیغہ

۱۔ ملاحظہ ہو تاج العروس فی فصل الصاد من الباب ۱۴۔ ۲۔ مطلب یہ کہ صبر میں نہ اتنا ہو مگر نہ دیر اپنے کو  
آہ و بیکہ کیا جائے ۳۔ تاج العروس فی فصل الصاد من الباب ۱۴۔

جمع شکم (ملاحظہ فرمائیے) ۱۰

صَبْرٌ - صبح فجر، صَبْرٌ کے ہم معنی ہے اَصْبَاحُ

جمع - ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

صَبْرٌ - صبح کو ان پر پڑا - صَبْرٌ تَفْصِيْلٌ

سے جس کے معنی صبح سویرے کسی پر پڑنے کے

میں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مَضَرٌ

جمع ذکر غائب - ۱۱

صَبْرٌ - صبر تحمل، سہنا، جسے دہانتگی میں رکھ

رکھنا - صَبْرٌ تَفْصِيْلٌ کا مصدر ہے - اہم ماضی

مفردات میں فدا مائے ہیں - ۱

صبر کے معنی ہیں اپنے جی کو اس طرح روک

رکھنا جس طرح کہ عقل اور شرع کا تقاضا ہے

یا عقل و شرع جس چیز سے نفس کو روکنے کے

مقتضیٰ ہیں اس سے روک دینا پس صبر ایک

عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے لغتاً

سے مختلف نام ہو جاتے ہیں چنانچہ اگر

کسی صیبت پر جی کو تھاں جارہا ہے تو یہ

صبر کے سوا اور کسی نام سے موسوم نہیں

ہوگا، اور جہزہ (گھبراہٹ)، اس

کی ضد ہوگا، اور اگر جنگ میں ہو تو شجاعت

سے موسوم ہوگا اور جُصْبُنْ (دُڑولی

اس کی ضد ہوگا، اور اگر کسی طول کر دینے والے

حادثہ میں ہوگا تو رَحْبٌ العَدْرُ

دکشاہ دلی سے موسوم ہوگا اور مَعْبَرٌ

دنگ دلی اس کی ضد ہوگا، اور اگر بائیکاٹ کے

رکھنے کے بارے میں ہوگا تو کُتْمَانٌ دھپانا

سے موسوم ہوگا اور مَدْلٌ دنگل ہو کر

فاش کر دینا اس کی ضد ہوگا اور حق تعالیٰ شانہ

نے ان سب بالذیل کو صبر سے موسوم فرمایا ہے

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

صَبْرٌ ۱ - ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

صَبْرٌ ۱۰ - اس نے سہا، اُس نے تحمل کیا۔ ۱۱

تھہرا رہا - صَبْرٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر

غائب ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

صَبْرٌ تَحْرٌ - تم نے صبر کیا، صَبْرٌ سے ماضی

کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

صَبْرٌ تَحْرٌ : تیرا صبر کرنا - صَبْرٌ مصدر

لش ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیه ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

صَبْرٌ تَحْرٌ - ہم نے صبر کیا، ہم جسے رہے

صَبْرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع شکم ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

صَبْرٌ تَحْرٌ - انہوں نے صبر کیا، صَبْرٌ سے

ماضی کا صیغہ جمع ذکر غائب ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰



۲۹ ۲۶ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

جسٹینج - روٹی ڈبڑا، سالن، ناخورش، ۱۱ م  
بنوی کہتے ہیں -۱-

جسٹینج اور صناع وہ سالن ہے کہ جب روٹی  
اس میں ڈوبی جائے تو وہ روٹی گورنگ دے  
اور روٹی رنگین ہو جائے اور ادا م ہر وہ  
سالن ہی جو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے خواہ  
نعلی اس سے رنگین ہو یا نہ ہو، ۱۱ م

اصل یہ جسٹینج کے معنی رنگنے اور ڈبڑنے کے ہیں  
اس سے ایسا سالن کہ جس میں روٹی ڈبڑنے سے رنگین  
ہو جائے جسٹینج کہلاتا ہے، یہ معنی مجازی ہیں  
انشاعاً جمع ۱۵

جسٹینج - رنگ، اہم مصدر ہے، رنگ کی  
بیت و کیفیت کو جسٹینج کہتے ہیں، جسٹینج سے  
مراد جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ  
عنہما نے فرمایا ہے اللہ کا دین ہے۔ دین  
جسٹینج اس سے مراد ہے کہ جس طرح رنگ کا  
اثر کپڑے پر ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح دنیلا پیرن  
کا اثر ظاہر ہوتا ہے یا جس طرح سے کہ کپڑے میں  
رنگ ہوتا ہے اسی طرح دنیلا کہ دین لازم ہے

کہ اس سے الگ نہیں ہوتا۔ ۱۱ م

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی اربع القرآن  
میں زیر آیت مَبْنُجَةُ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنْ اللّٰہِ مَبْنُجَةُ  
وَمَنْ اَحْسَنُ کہ مَبْنُجَةُ دُنِ دہم نے یارنگ اللہ کا  
اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر اور ہم اسی کی بندگی  
پڑیں، فرماتے ہیں -۱-

نعلی کے پاس کسٹور تاکہ جس کو اپنے  
دین میں داخل کرے ایک زرد رنگ بناتے  
اور اس کے کپڑے بھی رنگ دیتے اور اس  
پر ڈال بھی دیتے۔ بیان کے مقابل فرمایا -

صَبَّوْا - تم بہاؤ تم اوپر سے ڈالو جسٹینج سے  
اگر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۲۶

صَبَّيْنَا - بچا، لڑکا، صاحب ناموں نے جسٹینج  
کے معنی اس بچہ کے کپڑے ہیں کہ جس نے ابھی دودھ  
نہ چھوڑا ہو۔ اور راغب نے لکھا ہے کہ صبی وہ بچہ  
ہے جو بروج کو نہ پہنچا ہو۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے جسٹینج  
ہے جس کے معنی نادانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں  
برذلن قَبِيلٍ صفت مشبہ کا صیغہ ہے  
صَبَّيْنَا اور صَبَّيْنَا جمع ۱۶ م

## فصل الحاء المہملۃ

صحائف رکابیان۔ صَحَفٌ کی جمع۔ اتنی بڑی رکابی جس میں پانچ آدمی بیٹھ کر کتاب کھالیں۔ صَحَفٌ کہلاتی ہے۔ ۲۵

صَحُفٌ صیفہ کتابیں، نوشتہ اوراق، صَحِیفٌ کی جمع، واضح رہے کہ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فیصدہ کی جمع فعل پر نہیں آتی ہے۔ مذرت اور قیاس میں اس کی مثال صَغِيفَةٌ اور سُفُنٌ ہے۔  
 $\frac{16}{4} = \frac{24}{6} = \frac{32}{8} = \frac{40}{10} = \frac{48}{12} = \frac{56}{14} = \frac{64}{16} = \frac{72}{18} = \frac{80}{20} = \frac{88}{22} = \frac{96}{24} = \frac{104}{26} = \frac{112}{28} = \frac{120}{30} = \frac{128}{32} = \frac{136}{34} = \frac{144}{36} = \frac{152}{38} = \frac{160}{40} = \frac{168}{42} = \frac{176}{44} = \frac{184}{46} = \frac{192}{48} = \frac{200}{50} = \frac{208}{52} = \frac{216}{54} = \frac{224}{56} = \frac{232}{58} = \frac{240}{60} = \frac{248}{62} = \frac{256}{64} = \frac{264}{66} = \frac{272}{68} = \frac{280}{70} = \frac{288}{72} = \frac{296}{74} = \frac{304}{76} = \frac{312}{78} = \frac{320}{80} = \frac{328}{82} = \frac{336}{84} = \frac{344}{86} = \frac{352}{88} = \frac{360}{90} = \frac{368}{92} = \frac{376}{94} = \frac{384}{96} = \frac{392}{98} = \frac{400}{100}$

## فصل الخاء المعجمة

صَخْرٌ۔ سخت پتھر صَخْرَةٌ کی جمع ۲۳ صَخْرَةٌ۔ بڑا اور سخت پتھر صَخْرٌ اور صَخْرٌ جمع۔ ۱۵ ۲۱

## فصل الدال

مَدٌّ۔ رکتا۔ رکتا۔ مَدٌّ یَقْدُ کہلا ممدہ ہے پہلے معنی کے اعتبار سے لازم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے متعدی۔ راعب کہتے ہیں کہ مَدُّوْا اور مَدُّوْا سے پہلے کسی شے سے پہلے اور

دُک جانے کے ہوتے ہیں جیسے یَعْدُوْا دُک مَدُّوْا دُک بتا ہیں تیری طرف سے ہرگز، اور کبھی روکنے اور منع کرنے کے ہوتے ہیں جیسے وَرِیْنَ تَمَّوْا لَیْسَ لَیْسَ اِنَّمَا نَمَّوْا فَمَّوْا طَمَّوْا اَتَمَّوْا اور بجلے دکھائے ہیں شیطان نے اُن کو اُن کے کام پیر دکھا ہے اُن کو راہ ہے، یہاں اس کا استعمال دوسرے ہی معنی میں ہوا ہے۔ ۱۱ مَدَّ۔ وہ باز رہا، وہ ایک رہا، وہ رک رہا، اَلْغَرَّ مَدَّ اور مَدُّوْا سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس معنی میں یہ لازم ہے ۵ صَدَدٌ تَمَّوْا۔ تم نے دکھا۔ مَدَّ اور مَدُّوْا سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اس معنی فعل

متعدی ہے ۱۴ صَدَدٌ تَمَّوْا۔ ہم نے تم کو روک رکھا مَدُّوْا، مَدَّ اور مَدُّوْا سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ کُنْہ صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں بھی فعل متعدی ہی ہے۔ ۲۲

صَدْرًا۔ سینہ۔ مَدُّوْا جمع۔ راعب کہتے ہیں ہمیں حکم کیا بیان ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قلب کا ذکر فرمایا وہاں عقل و علم کی طرف اشارہ ہے اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٍ لِّیْنَ

كَانَ لَا تَقْلُبُ دَبَّ شَكِّ اس میں بغیبت ہے  
 اس کے لیے جس کے پاس دل ہوا اور جہاں صدقہ  
 کا ذکر کیا ہے وہاں عقل و علم کی طرف بھی اشارہ  
 ہے نیز شہوت، ہوائے نفس اور غضب وغیرہ  
 تمام قوی کی طرف بھی۔ اور رب استخرج  
 لَی صَدْرَی داسے میرے پردہ و گامیرا  
 سینہ کھول دے میں اپنے قوی کی اصلاح  
 ہی کا سوال ہے۔ اسی طرح آیہ وَیُثَبِّتُ  
 صُدُورَ قَوْمٍ تَوَّابِینَ (اور دل ٹھنڈے کے  
 مسلمانوں کے) اہل ایمان کی تشبیہ کی طرف  
 اشارہ ہے اور ارشاد ہے قَابِضًا لَا تَمْنَى  
 اَلْاَبْصَارُ لَیْکِنَ نَفْسُ اِنْفُسُوبِ اَلْاِیِّیْ فِی  
 النُّشُورِ (سو کچھ دیکھیں اندھی نہیں ہیں  
 پر اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں)  
 یعنی وہ عقلیں کہ جو تمام قوی میں گم سی ہو گئی  
 ہیں اور صحیح راہ پر نہیں ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِذٰلِکَ  
 صَدْرُکَ میرا سینہ صَدْرُ مضاف لَکَ ضمیر  
 واحد مذکر ماضی مضارع الیہ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵  
 صَدْرُہُ اس کا سینہ۔ صَدْرُ مضاف ۱۶  
 ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۱۷ ۱۸ ۱۹  
 صَدْرِی میرا سینہ۔ صَدْرِ مضاف ی ضمیر

واحد مکمل مضاف الیہ ۱۱ ۱۲ ۱۳  
 صَدْرُ شش ہونا۔ شکافتہ ہونا پٹنا صَدْرُ  
 یَصْدُرُ کا مصدر ہے۔ یہاں صدر سے مراد زمین  
 سے کھینٹ کا پھوٹ نکلنا ہے (ملاحظہ ہو صَدْرُ  
 ۳۰  
 صَدَقَ۔ وہ کہتا یا اُس نے سُنَّہ مولا (مغرب)  
 صَدَقَ سے جس کے معنی سخت رد و گردانی کرنے  
 کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے  
 صَدَقَیْنِ۔ پہاڑ کی دو پہاڑیں۔ پہاڑ کے  
 دونوں کنارے، صَدَقَ کا تثنیہ بحالت نصب  
 جبراً جس کے معنی کنارہ کر کے ہیں کہ جہاں جا کر  
 پہاڑ کا اوپر کا سرا تمام ہوتا ہے۔ ۲۰  
 صَدِیْق۔ راستی، سہاٹی، نام نیک۔ شنا۔  
 سچی بات۔ صَدِیْقُ یَصْدُقُ کا مصدر ہے۔ اس  
 کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے  
 کے ہیں اور چونکہ یہ ذکر خبر کا سبب ہے اس لیے مجازاً  
 نام نیک، شنا اور ذکر خبر کے معنی میں بھی اس کا استعمال  
 ہوتا ہے۔ اہم راعب فرماتے ہیں۔  
 صَدِیْقُ وَکَذِبُ اَصْلٌ مِّنْ قَوِیِّہِ مَدْلُوں  
 قول میں خواہ وہ ماضی ہو یا مستقبل وعدہ ہو  
 یا غیر وعدہ اور مراد اولیٰ میں یہ دونوں قول

کے علاوہ اور کسی کے لیے نہیں آتے اور  
 قول میں بھی صرف خبر میں ہی ہوتے ہیں اس  
 کے سوا اصناف کلام میں نہیں ہوتے  
 اسی لیے ارشاد ہے **وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ**  
**قِيلًا** اور اللہ سے کبھی کسی بات **إِنَّهُ كَانَ**  
**صَادِقًا** اور غیہ (وہ تھوڑا سا سچا) یا  
 بالمرض ضمنی طور پر دیگر انواع کلام مثلاً استفہام  
 امر اور دعا کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے  
 کہنے والے کا یہ کہنا کہ **اِذْ يَدْعُو الدَّارَ اِذَا**  
**زَيْدٌ فِيهَا** کہ اس کے ضمن میں اس بات کی  
 اطلاع ہے کہ وہ زید کے حال سے بے خبر ہے  
 اور اسی طرح جب کہا **فَاِجْعَلْ** اور تو میری  
 غم خوار کی کہ تو اس کے ضمن میں یہ آیا کہ وہ  
 موافقہ کا تاج ہے اور جب کہا **لَا تُوْذِ**  
**رَجُلًا** ایذا مت دے تو اس کے ضمن میں یہ  
 پتہ چلے کہ وہ اسے ایذا دیتا ہے اور صدق کے  
 معنی میں ضمیر یعنی دل اور خبر غرض و علیٰ جس کے  
 متعلق کہ خبر دی گئی ہے دونوں کے ساتھ قول  
 کا مطالبہ ہوتا۔ اگر ان میں سے ایک شرط میں  
 بھی فتور یا تاخیر صدق نام نہ رہے گا۔ بلکہ یا  
 مع جان و دل سے کسی کے ساتھ غم خوار کرنا

تو اس کو صدق سے موصوف ہی نہیں کیا جائے  
 گا اور یاد و منتفی حیثیتوں کے اعتبار سے  
 کبھی اس کو صدق سے متصف کریں گے اور کبھی  
 کذب سے۔ مثلاً کسی کا فرما کہ **رَسُولُ اللَّهِ**  
 کہنا جبکہ وہ بغیر اعتقاد کے کہے کہ اس کو صدق  
 کہنا بھی صحیح ہے کیوں کہ خبر غرض ایسے ہی ہیں بلہین  
 حضرت علیؑ اللہ علیہ وسلم واقع میں اللہ کے  
 رسول ہی میں، اور اس کو کذب کہنا بھی صحیح  
 ہے کیوں کہ اس کا یہ کہنا اس کے منہ کے خلاف  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو منافقین کی تکذیب فرمائی  
 ہے وہ دوسری ہی وجہ کی بنا پر ہے اس لیے  
 کہ انہوں نے کہا **تَا شَهِدْنَا بِكَ** کہ رسول  
 اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تم خدا کے  
 رسول ہو اور کبھی صدق، و کذب کا استعمال  
 ہر اس شے کے متعلق ہوتا ہے کہ جو اعتقاد میں  
 ثابت اور دو جہ پر جیسے **صَدَقَ قُلَيْبٌ** (میرا من  
 سچ نکلا یا کذب قُلَيْبٌ) (میرا من جوڑا ہاں یا نیرافلا  
 جو اس کے لیے بھی ان کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ  
 جب کوئی شخص جبکہ حاجت دار کو دے اور جو کچھ اس  
 پر واجب تھا یا جیسا کہ اس پر لازم تھا  
 کر دے کہ اسے تو کہا جاتا ہے **صَدَقَ بِي الْبَقَالُ**

دو جنگ میں بہار ہوا اور اگر اس کے خلاف ہو  
 تو کہا جاتا ہے "كَذَّبَ فِي الْقِتَالِ" دوہ جنگ میں  
 غلط رہا یعنی بود اثبات ہوا ارشاد ہے "يَحَالُ  
 صَدَقْنَا مَا عَاهَدُ اللَّهُ عَلَيْنَا" دیکھتے ہو  
 کہ انہوں نے سچ کر دیا جس پر قول کیا تھا اللہ  
 سے یعنی انہوں نے جو کارہائے ناپائیدار  
 دیئے ان کے ذریعہ اپنے عہد کو ثابت کر  
 دیا یا نیز یہ وہ فعل کہ جس میں غامبی یا بالینی  
 فضیلت ہو اسے صدق سے تعبیر کیا جاتا  
 ہے چنانچہ جو فعل اس صفت سے مراد  
 ہوتا ہے اس کو اس کی طرف مصافحہ کر دیا  
 جاتا ہے جیسے "يُفَقِّدُ صِدْقِي عِنْدَ بَنِيكَ"  
 "مقتدر" درجی مجلس میں قدرت والے بادشاہ  
 کے پاس اور اسی طرح "أَنْ لَقِيتُمْ قَوْمًا  
 صِدْقِي عَنْهُمْ زَيْبَمٌ" کہ ان کو بے پایا سچا  
 اپنے صلب کے پھل اور سازش ہے "أَوْ غُلْبَتِي  
 مَوْلَى صِدْقِي قَوْمًا خَسِرَ جَبِي مُخْرَجٌ"  
 صِدْقِي دیکھو داخل کہ اچھا داخل کرنا اور مجھ  
 کو نکال اچھا نکالنا اور "اجْعَلْ لِي  
 رِسَالًا صِدْقِي فِي الْآخِرِينَ" دار رکھ  
 میرا آخری سچوں میں کیوں کہ یہ اس امر کا سوال

ہے کہ اللہ تمہارے حال کو ایسا صالح بندہ کرے  
 کہ بعد کے لوگ جب ان کی شنا کریں تو وہ شن  
 غلط نہ ہو بلکہ ایسی ہو جیسا کہ شاعر نے کہا ہے  
 إِذَا تَحَنَّنَ أَشَيْنَا عَلَيْكَ بِصَالِحِ  
 نَأْتِ الْبَدِي غَنِي وَفَوْقَ الْبَدِي غَنِي

جب ہم کسی بات میں تیری شکر کرتے ہیں تو اس  
 تیری ہی شکر کرتے ہیں اور تو تو اس سے بھی  
 بالا ہے کہ جو ہم شکر کرتے ہیں

۱۱ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵

صِدْقًا

صَدَقَ - اس نے سچ کہا۔ اس نے سچ کر دیا یا  
 دُفِعَ صِدْقٌ سے ارضی کا صیغہ واحد مذکر نائب  
 آیہ کہ "لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوَقْءَ بِالْحَقِّ"  
 (میک اللہ نے سچا دیا تھا اپنے رسول کو خواب  
 واقع کے مطابق) صِدْقٌ باعتبار فعل ہے یعنی عمل  
 سے ثابت کر دینا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ان  
 کے خواب کو سچ کر دیا یا واضح رہے کہ صَدَقَ  
 کا تعدیہ کبھی دو مفعولوں کی طرف بھی ہوتا ہے جیسے  
 وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى عَبْدِهِ (اللہ اللہ

سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵

۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵

صَدَقَ - اس نے سچ کر دکھایا اس نے سچ دیا  
 وہ یقین لایا۔ تصدیق سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر  
 غائب ایک کریمہ والذی جاء بالصدق والی  
 صدقہ پیسہ اور جو لایا سچی بات اور سچ دیا اس کو  
 کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے ادا کیا اپنے  
 عمل سے اس کو ثابت بھی کرو یا ملاحظہ ہو تصدیق  

$$\frac{22}{8} \quad \frac{23}{6} \quad \frac{24}{1} \quad \frac{29}{18} \quad \frac{30}{16}$$
 صدقہ خیراتیں سکرانیں صدقہ کی جمع  
 (ملاحظہ ہو صدقہ)  $\frac{28}{11} \quad \frac{29}{12} \quad \frac{30}{13} \quad \frac{31}{14} \quad \frac{32}{15}$   
 صدقہ تم تمہاری خیراتیں تمہارے صدقہ  
 صدقہ مضاف کمنہ ضمیر جمع مذکر حاضر

مضاف الیہ یہ

صدقین ان کے ہر صدقہ مضاف  
 ہیں ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ صدقہ  
 صدقہ کی جمع ہے جس کے معنی ہر کے میں  
 صدقہ اس نے سچ کہا وہ سچ بولی  
 صدق سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب

$\frac{12}{13}$

صدقہ اس نے تصدیق کی اس نے  
 سچ مانا تصدیق سے ماضی کا صیغہ واحد  
 مؤنث غائب (ملاحظہ ہو تصدیق)  $\frac{29}{14}$

صدقہ تو نے سچ کہا صدق سے ماضی  
 کا صیغہ واحد مذکر حاضر  $\frac{11}{11}$   
 صدقہ تو نے سچ کر دکھایا تصدیق سے  
 ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر  $\frac{23}{13}$   
 صدقہ قسنا تو نے ہم کو سچ بتایا صدقہ  
 پریدہ ماضی نا ضمیر جمع متکلم  $\frac{11}{11}$   
 صدقہ قکم تو نے تم کو سچ کر دکھایا صدقہ  
 پریدہ ماضی کمنہ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے  $\frac{11}{11}$   
 صدقہ قنا اس نے ہم سے سچ کر دکھایا اس  
 میں نا ضمیر جمع متکلم ہے  $\frac{27}{17}$   
 صدقہ قنم ہم نے ان کو سچ کر دکھایا صدقہ  
 پریدہ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہم ضمیر جمع  
 مذکر حاضر ہے

صدقہ

صدقہ انہوں نے سچ کہا انہوں نے سچ  
 کہا صدق سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر  
 $\frac{24}{14} \quad \frac{25}{15} \quad \frac{26}{16} \quad \frac{27}{17} \quad \frac{28}{18}$

صدقہ خیرات زکوٰۃ اہم رابطہ  
 ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے  
 صدقہ وہ ہے جس کو انسان اپنے مال میں سے  
 خیرات نکالنا ہے جیسے کہ زکوٰۃ لیکن  
 زیادہ تر میں اعلیٰ خیرات کے لیے بولا جاتا ہے

اور زکوٰۃ واجب کے لیے، اور کبھی واجب کے  
صدقہ سے مرسوم کر دیا جاتا ہے جب کہ اس کا  
اداکر نہ والا اپنے فعل میں صدقہ کا ارادہ  
کرے ارشاد ہے **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**  
رہے ان کے مال میں سے زکوٰۃ، اور فرمایا  
**إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ** زکوٰۃ جو ہے  
سوق ہے غسوس کا۔

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اول تو یہ  
کہ زکوٰۃ انبیاء علیہم السلام پر بالاتفاق واجب  
نہیں ہے، مگر ابوالسعد نے اس کی وجہ لکھی ہے  
کہ یہ حضرات اپنے پاس کی چیز کو روایت جانتے  
تھے خرچ کے موقع پر اس کو صرف کر دیتے  
اور بے موقع خرچ سے روکتے تھے، دوسری وجہ  
یہ ہے کہ زکوٰۃ طہارت ہے اس شخص کے حق میں  
جو اودہ گناہ ہو، اور انبیاء علیہم السلام گناہوں  
سے معصوم ہیں۔ لہ

دوم یہ کہ زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ نہ نبی علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے لیے حلال تھا اور نہ نبی یا ان کے لیے  
بستہ دیگر انبیاء کے لیے بھی حلال تھا یا نہیں اس  
میں اختلاف ہے، بسو ملا میں مذکور ہے کہ ابی قتدہ

نقیہ انبیاء کے لیے حلال ہے تو ایک قول یہ ہے کہ  
مال جائز ہے اور خصوصیت ہی ہمارے نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم کی کہ ان کے لیے جائز نہیں ہے اور ایک  
قول یہ ہے کہ انبیاء کو حلال نہیں بلکہ ان کے اقربا کو حلال  
ہے تو یہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اقربا میں ان کے کلام اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی تعلیم کی بنا پر کہ ان کو صدقہ حلال نہیں ہے۔

۲۵ ۳۱ ۳۲ ۳۳  
**خُذْ قِطْرًا** ان کا پیچ، صدقہ مقدار  
منیر جمع مذکر غائب مضارع الیہ، یہ بشارت ہے  
**لَنُثْلِكَ الطَّيِّفِينَ عَنْ خُذْ قِطْرًا** دیکھا شد  
پوچھے پھول سے ان کا پیچ کا مطلب یہ ہے کہ  
جس نے اپنی زبان سے صدقہ کا اظہار کیا اس کے  
”صدقہ فعل“ سے اللہ تعالیٰ سوال فرمائے گا، یہ  
جنانا ہے کہ فعل کے ذریعہ طلب حق کیجے بغیر  
عمن اعترف حق کافی نہیں ہے۔ ۲۵ ۳۱ ۳۲ ۳۳  
**خُذُوا** انہوں نے روکا، **خُذُوا** اللہ صَدَقَاتُ  
سے منی کا صیغہ مذکر غائب ۲۵ ۳۱ ۳۲ ۳۳  
۲۵ ۳۱ ۳۲ ۳۳  
**خُذُوا** وہ روکے گئے صدقہ اور صدقات

ہر صد ۶

صدید - پیپ ۱۳

صدیق - دوست - جمع اصدقاء - قاضی

بیضادی نے کہا ہے کہ صدیق اصل میں صد

ہے جیسے کہ خنزیر اور ضعیف ہیں۔ واضح رہے

کہ یہ لفظ مفرد بھی آیا ہے اور جمع بھی، مذکورہ مثال

ہو ہے اور توشیحی راغب لکھتے ہیں کہ صدائے

کے معنی مروت میں صدق اعتقاد کے ہیں یعنی

سچی دوستی کے اور یہ انسان ہی کے ساتھ متعلق

ہے کسی اور کے لیے نہیں ۱۹

صدیق - بہت سچا - صدق سے ہر وزن

لَقِیْلٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے شاہ عبدالغفار صاحب

دہلوی فرماتے ہیں کہ صدیق وہ جو سچی بات

ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے ۲۰

امام ساطب قرطرا نے ہیں -

"صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق

ظاہر ہوا اور کہا گیا ہے بلکہ اس کو کہا جاتا ہے جو کبھی

جھوٹ نہیں بولتا اور بعض نے کہا ہے جس

سے سچائی کی عادت ڈال لینے کے سبب

سے ماضی جہل کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۳

صدوق - روکنا، روکدانی کرنا، بند مڑنا - صد

بصد کا مصدر ہے - لازم ہے - ۲۱

صدور - سینے - صدر کی جمع ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

صدور کلمہ تمہارے سینے - صدر و مضاف

کلمہ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

صدوق - انہوں نے تم کو روک دیا صدوق

صیغہ ماضی - کلمہ جمع مذکر حاضر ملاحظہ فرمادو

۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

صدھا - اس کو روک دیا - صد صیغہ ماضی

خا ضمیر واحد مؤنث غائب (ملاحظہ فرمادو)

۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

صدھم - اس نے ان کو روک دیا - صد

صیغہ ماضی - ہم ضمیر جمع مذکر غائب ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

صدھم - ان کو روکنا - صد مصدر ماضی

ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ (ملاحظہ

۱۔ تفسیر بیضاوی سورۃ شعرا - ج ۲ ص ۱۰۹ طبع مصر ۲۔ منتخب اللغات شاہجہانی باب المصادغ العاف  
 ۳۔ موضع الفراء سورۃ نساء - ناکہ آیت کما ولدتکم امم الذین انعم اللہ علیکم من التین و البقرۃ فقیل -



جبرئیل بن ہی نہ آیا ہو اور بعض کا بیان ہے  
بلکہ جبرئیل میں اور اعتقاد میں سچا ہو اور اپنے  
عمل سے اپنے صدق کو ثابت کرے اور اُٹھا  
ہے **وَ اِذَا كُنْزُ الْكِتَابِ**  
**اُنْزِلْنَاهُمْ اِنَّهٗ كَانَ صِدْقًا نَّبِيًّا** اور  
ذکر کرتے ہیں ابراہیم کا بے شک تبارہ تھا  
نبی اور فرمایا **وَ اِنَّهٗ صِدْقٌ بَعْدُ** اور اس  
کی ماں صدیقہ یعنی ولی ہوا اور فرمایا **مِثْرُ**  
**اسْتَقْبَلُوْا الصِّدْقَ نَبِيًّا وَ الشَّهَادَۃَ**  
انہی اور صدیق اور شہداء ہیں "صدیقین"  
وہ لوگ ہیں جو فضیلت میں انبیاء سے کچھ  
ہی کم ہیں جیسا کہ میں نے "الفہم الی مبارک  
الشرعیہ" میں بیان کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے  
ازالۃ الخلفاء میں مقام "صدیقیت" کی مزید  
تشریح فرمائی ہے جو درج ذیل ہے فرماتے ہیں  
آنحضرت مجروح استماع سخن پیغمبر ماحصل کار  
متنبہ شود و گوئیے واسطی میندیشل  
آنحضرت آئینہ از کتاب اثر پذیر گردد و نور خاص  
برآید و ہم این مقام صدیقیت است و اند

لوازم اور تصدیق پیغمبرست بجا کثرات و  
بدول طلب معجزہ و محبت و ائمہ بوصف  
فتا و ندا و تسلیم و رضا و اختیار و موافقت و  
ذکر مخالفت اگرچہ در ادنیٰ شے باشد اعنی  
حاشے کہ در عرف اہل عاشق مغرور گویند و  
یز از لوازم و تعبیر و قیاس و موافقت و  
پیغمبر قبل از آنکہ پیغمبر تشریح کردہ باشند  
**۱۲ صِدْقًا نَبِيًّا**

**صِدْقِيكُمْ**۔ تمہارا گہر و دست صدیق  
مصدق کُنْز خیر جمع ذکر حاضر و مضی الیہ

**صِدْقِيْلَوْن** صدیق ہے ایمان والے۔ صدیق  
کی جمع بحالت رفیع

**صِدْقِيْلَقِيْلَوْن** ایمان والی۔ صدیق  
کی مؤنث ہے۔

**صِدْقِيْلَقِيْلَوْن** صدیق ہے ایمان والے  
صدیق کی جمع بحالت نصب و جبر

## فصل الرایۃ المسلمۃ

**صِرْ**۔ شجرہ بالا۔ نو۔ بادِ سموم علامہ  
خانن لہجادی لکھتے ہیں ۱۔

در جہت میں دو چیزیں ہیں ۱۱۔ جو کہ اکثر مفسرین اور اہل لغت کا قول ہی یہ ہے کہ جہت سخت ٹھنڈ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قتادہ۔ سدسی اور ابن زید نے یہی کہا ہے (۲) یہ کہ وہ گرم ہو رہے جو کہ مہلک ہوتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اہل لغت میں سے ابن الانباری کا بھی یہی قول ہے **لی** قاضی بیضاوی نے لکھا ہے :-

اس کا اطلاق ہوا ہے سرد کے لیے شائع ہے جیسے کہ قمر صر ہے پس یہ حمل میں صر ہے جو بطور صفت مستعمل ہے یا صفت ہے کہ بطور مبالغہ برد اس سے موصوف ہے جیسے کہ برد بارڈ بولتے ہیں **لی**

**صرِ اط**۔ راہ راستہ۔ سیدھے اور آسان راستہ کو صراط کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ صراط اصل میں صراط ہے۔ اس میں ص کا ص سے تلب ہے کہہ المطابق میں ط کے مطابق ہو جاتے۔ اس کی اصل صرطت الطعائم سے ہے جس کا استعمال کھانے کے لکھنے کے لیے ہوتا ہے گویا صراط میں اس کا

تصور ہے کہ ہر در راہ کو نکل لیتا ہے یا راستہ ہر دو ٹپک جاتا ہے عربی کی مثل ہے قتل امرضا علیہا وقتل امرض جاہلہا زمین سے واقف نے تو زمیں کو ختم کیا اور اس سے واقف کو زمیں نے مار ڈالا اس کی جمع سُرط اور صُرط ہے جیسے کتاب کی جمع کُتُب ہے  $\frac{12}{13} \frac{13}{14} \frac{14}{15} \frac{15}{16} \frac{16}{17} \frac{17}{18} \frac{18}{19} \frac{19}{20} \frac{20}{21} \frac{21}{22} \frac{22}{23} \frac{23}{24} \frac{24}{25} \frac{25}{26} \frac{26}{27} \frac{27}{28} \frac{28}{29} \frac{29}{30} \frac{30}{31} \frac{31}{32} \frac{32}{33} \frac{33}{34} \frac{34}{35} \frac{35}{36} \frac{36}{37} \frac{37}{38} \frac{38}{39} \frac{39}{40} \frac{40}{41} \frac{41}{42} \frac{42}{43} \frac{43}{44} \frac{44}{45} \frac{45}{46} \frac{46}{47} \frac{47}{48} \frac{48}{49} \frac{49}{50} \frac{50}{51} \frac{51}{52} \frac{52}{53} \frac{53}{54} \frac{54}{55} \frac{55}{56} \frac{56}{57} \frac{57}{58} \frac{58}{59} \frac{59}{60} \frac{60}{61} \frac{61}{62} \frac{62}{63} \frac{63}{64} \frac{64}{65} \frac{65}{66} \frac{66}{67} \frac{67}{68} \frac{68}{69} \frac{69}{70} \frac{70}{71} \frac{71}{72} \frac{72}{73} \frac{73}{74} \frac{74}{75} \frac{75}{76} \frac{76}{77} \frac{77}{78} \frac{78}{79} \frac{79}{80} \frac{80}{81} \frac{81}{82} \frac{82}{83} \frac{83}{84} \frac{84}{85} \frac{85}{86} \frac{86}{87} \frac{87}{88} \frac{88}{89} \frac{89}{90} \frac{90}{91} \frac{91}{92} \frac{92}{93} \frac{93}{94} \frac{94}{95} \frac{95}{96} \frac{96}{97} \frac{97}{98} \frac{98}{99} \frac{99}{100}$

**صِرَاطًا**  $\frac{29}{30} \frac{30}{31} \frac{31}{32} \frac{32}{33} \frac{33}{34} \frac{34}{35} \frac{35}{36} \frac{36}{37} \frac{37}{38} \frac{38}{39} \frac{39}{40} \frac{40}{41} \frac{41}{42} \frac{42}{43} \frac{43}{44} \frac{44}{45} \frac{45}{46} \frac{46}{47} \frac{47}{48} \frac{48}{49} \frac{49}{50} \frac{50}{51} \frac{51}{52} \frac{52}{53} \frac{53}{54} \frac{54}{55} \frac{55}{56} \frac{56}{57} \frac{57}{58} \frac{58}{59} \frac{59}{60} \frac{60}{61} \frac{61}{62} \frac{62}{63} \frac{63}{64} \frac{64}{65} \frac{65}{66} \frac{66}{67} \frac{67}{68} \frac{68}{69} \frac{69}{70} \frac{70}{71} \frac{71}{72} \frac{72}{73} \frac{73}{74} \frac{74}{75} \frac{75}{76} \frac{76}{77} \frac{77}{78} \frac{78}{79} \frac{79}{80} \frac{80}{81} \frac{81}{82} \frac{82}{83} \frac{83}{84} \frac{84}{85} \frac{85}{86} \frac{86}{87} \frac{87}{88} \frac{88}{89} \frac{89}{90} \frac{90}{91} \frac{91}{92} \frac{92}{93} \frac{93}{94} \frac{94}{95} \frac{95}{96} \frac{96}{97} \frac{97}{98} \frac{98}{99} \frac{99}{100}$

**صِرَاطًا** تیرا راستہ۔ صراط مضاف لے ضمیر یاد مذکر حاضر مضاف الیہ **لی**

**صِرَاطًا** میرا راستہ صراط مضاف الی ضمیر ماضی متکلم مضاف الیہ **لی**

**صِرَاطًا** محل قصر ہر وہ مالی شان عمارت جس میں نقش و نگار ہوں صرغ کہلاتی ہے **صُرُوعًا** جمع  $\frac{29}{30} \frac{30}{31} \frac{31}{32} \frac{32}{33} \frac{33}{34} \frac{34}{35} \frac{35}{36} \frac{36}{37} \frac{37}{38} \frac{38}{39} \frac{39}{40} \frac{40}{41} \frac{41}{42} \frac{42}{43} \frac{43}{44} \frac{44}{45} \frac{45}{46} \frac{46}{47} \frac{47}{48} \frac{48}{49} \frac{49}{50} \frac{50}{51} \frac{51}{52} \frac{52}{53} \frac{53}{54} \frac{54}{55} \frac{55}{56} \frac{56}{57} \frac{57}{58} \frac{58}{59} \frac{59}{60} \frac{60}{61} \frac{61}{62} \frac{62}{63} \frac{63}{64} \frac{64}{65} \frac{65}{66} \frac{66}{67} \frac{67}{68} \frac{68}{69} \frac{69}{70} \frac{70}{71} \frac{71}{72} \frac{72}{73} \frac{73}{74} \frac{74}{75} \frac{75}{76} \frac{76}{77} \frac{77}{78} \frac{78}{79} \frac{79}{80} \frac{80}{81} \frac{81}{82} \frac{82}{83} \frac{83}{84} \frac{84}{85} \frac{85}{86} \frac{86}{87} \frac{87}{88} \frac{88}{89} \frac{89}{90} \frac{90}{91} \frac{91}{92} \frac{92}{93} \frac{93}{94} \frac{94}{95} \frac{95}{96} \frac{96}{97} \frac{97}{98} \frac{98}{99} \frac{99}{100}$

**صِرَاطًا** ہوا سے تند، سخت ٹھرا شائے کی ٹھنڈی ہوا راغب کہتے ہیں کہ لفظ صرصر صرصر صرصر سے جس کے معنی بانجھنے کے ہیں اور یہی بندش ہی کی طرف توجہ ہے کیوں کہ ٹھنڈ میں جمادینے کی

صفت ہے۔ قرار ہے جمع ۱۰ صَوْرًا ۳۳ ۱۰  
 صَوْرًا، چھوٹے ہستے۔ زمین پر گرے ہوئے  
 صَوْرًا کی جمع جو صَوْرًا ہے جس سے معزز زمین پر  
 پھرنے کے ہیں بدنزل فیلان بمعنی مفعول ہے ۱۰  
 صَوْرًا اس نے پھیر دیا۔ اس نے دور در کا اس  
 نے دفع کیا۔ صَوْرًا سے ماضی کا صیغہ واحد  
 مذکر غائب، آیہ کہ یہ تَنَاصَرُوا وَهَزَمَتِ اللّٰهُ  
 قُوْلَهُمْ ۱۰ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اُن کے  
 لیے بددعا ہو یعنی ”پھر وہ پائے پٹ دے اللہ  
 ان کے دل“ (ملاحظہ ہو صَوْرًا ۱۰) ۱۰  
 صَوْرًا، پھرنا، تَنَاصَرُوا یَصِرُّوا کا مصدر  
 ہے، آیہ کہ یَفْتَا یَسْطِیْعُوْنَ صَوْرًا وَلَا تَنْصَرُوا  
 ”ہم تم پھیر دے سکتے ہو نہ مدد کر سکتے ہو“ میں غائب  
 پھیر دینا بات پٹ ڈالنا مراد ہے۔ ۱۰  
 صَوْرًا، وہ پھیر گئی، صَوْرًا سے ماضی  
 مجہول کا صیغہ واحد صَوْرًا غائب ۱۰  
 صَوْرًا فَنَکَرُوا اس نے تم کو پھیرا۔ صَوْرًا صیغہ  
 ماضی، کُفَرُ صَیْرِجِ مَذْکُورِ مَاضِی ہے۔ ۱۰  
 صَوْرًا فَنَکَرُوا ہم نے پھیرا، ہم نے متوجہ کیا مرنے  
 سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۰  
 صَوْرًا فَنَکَرُوا ہم نے پھیر کر سمجھا، ہم نے طرح

طرح سے بیان کیا، تَقْرِیْب سے جس کے معنی پھیرنے  
 اور ظاہر کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔  
 امام باغلیب فرماتے ہیں:-  
 تَقْرِیْبٌ صَوْرًا ہی کی طرح ہے، البتہ تَنْشِیْطِ  
 مَرْتَبَیْ ہے کہ تَقْرِیْب کے معنی بہت پھیرنے  
 کے آتے ہیں۔ اور صَوْرًا کے معنی مرنے پھرنے  
 کے، اللہ زیادہ تمہارے کسی شے کے ایک حالت  
 سے دوسری حالت کی طرف اور ایک امر  
 دوسرے امر کی طرف پھرنے اور تبدیل کرنے کے  
 لیے بولا جاتا ہے اور تَقْرِیْبُ الرِّیَاحِ  
 کے معنی میں ہوائوں کا ایک حالت سے دوسری  
 حالت کی طرف لڑانا، ارشاد ہے وَهَزَمَتِ اللّٰهُ  
 قُوْلَهُمْ ”اور ہم نے پھیر کر ٹائیں باتیں، و  
 صَوْرًا فَنَکَرُوا مِنَ الْقَوَائِدِ“ (دو طرح طرح  
 پر اس میں نہادیئے ڈراوے) اور اسی سے  
 ہے تَقْرِیْبُ الْکَلَامِ ”بات کو پھیر کر بیان  
 کرنا، طرح طرح سے گفتگو کا بیان کرنا اور  
 تَقْرِیْبُ الدِّلِیْمِ“ (دو مجہول کا الٹ پٹ  
 کرنا) ۱۰ ۱۰  
 صَوْرًا فَنَکَرُوا ہم نے اُس کو تقسیم کیا، ہم نے اُس  
 کو طرح طرح بانٹا، ہم نے اُس کو پھیر کر بیان

کیا۔ مگر ناسل ماضی، لا منیر واحد مذکر غائب آیہ  
شرعیہ و تقدیر فتاۃ بینہم نے بعض نے  
توۃ منیر کا مرجع قول کو قرار دیا ہے یعنی ہم نے  
اس بات کو ان میں طرح طرح سے بیان کیا اور  
بعض نے پانی کو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے  
کہ ہم نے پانی کو ان میں طرح طرح سے بانٹا ہے  
صۃ جیح۔ زیادہ۔ انسانوں کی جماعت جو باہم  
پلی جلی ہو۔ راغب نے دونوں معنی لکھے ہیں۔

لیکن فریادی نے مجاہد سے اور ابن ابی حاتم نے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی  
تفسیر میں تفسیر کے معنی نقل کیے ہیں، ابو نعیم نے  
بھی "شدت العزت" یعنی زور کی آواز سے اس  
کی تفسیر کی ہے، اس معنی میں یہ صورتوں سے ماخوذ  
ہے جس کے معنی زور سے چھیننے کے ہیں اور  
دوسرے معنی میں جبر سے ماخوذ ہے جس کے  
معنی باز کرنے کے ہیں گویا ایسی جو عت کو جو باہم  
باز ہو گئی ہو۔

صُورَتِ تَوَانِ کُو ہا دِ لُفْصِ مِزْ مِزْ سے  
جس کے معنی ہلانے اور مائل کرنے کے ہیں اور  
صیغہ واحد مذکر حاضر مَوْضِعْ ضمیر جمع مشبہ تائب

وامنع ہے کہ یہ لفظ صا ز بصورۃ صا ز بصیرت  
دو نوں سے پڑھا گیا ہے اور لفظ شترک ہے بمعنی  
مائل کرنا اور ہلانا اور پارہ پارہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا  
اور بعض نے کہا ہے کہ باکسر بمعنی قطع کرنا اور باعتم  
یعنی مائل کرنا اور بعض نے کہا کہ باعتم تو دو نوں معنوں  
میں شترک ہے اور باکسر لفظ بمعنی قطع کرنا ہے

ابن ابی مائتہ نے دو طریقوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے معنی ہی نقل کیے ہیں اور متعدد طرق سے تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد اری قصصہ بنی زبان کا فطہ ہے اس کے معنی میں قَسَطَہُ یعنی اس کی شکل نفل کی ہے اور نیز ضحاک سے بھی اسی کی شکل نفل کیا ہے اور ابن المنذر صاحب بنیہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ کوئی سی زبان جو قرآن میں اس میں کا کچھ نہ کچھ جو دوسرے اس پر ان سے کہا گیا روی زبان کا کیا ہے؟ کہنے لگے قَصْرَہُ معنی قَطَعَتْ کے ہے

۱۵ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۷۱ طبع بیسنیه

۳۶ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۱۵۰-۱۵۱ ۳۷ الاتقان ج ۱ ص ۱۴ طبع مصر مبینہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

”صاحب ”مغرب“ نے ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ سریانی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ سبطی ہے لیکن سابق میں جو نقل ہوا وہ اس کو بتاتا ہے کہ یہ عربی ہے۔ والعم عند اللہ تعالیٰ لہ ۲۱

صِرَیحٌ فریاد کو پہنچنے والا۔ فریاد اس چیز پر کار فرماؤ، استفانہ۔ اقل معنی کے اعتبار سے صَرَخ سے جو کہ اضداد میں سے ہے اور جس کے معنی فریاد کرنے والے فریاد کو پہنچنے کے ہیں بمعنی فریاد کو پہنچنے کے بعد ذل فیئیل، بمعنی فاعل ہے اور صَرَخ جمع ہے اور دوسرے معنی میں صَرَخ یفصرخ کا مصدر جس کے معنی فریاد کرنے اور چلانے کے آتے ہیں

۲۳  
۲

صِرَیحٌ بڑا ہوا، ٹوٹا ہوا۔ صَرُخ سے جس کے معنی کاتے کے ہیں بر دزل فیئیل بمعنی مفعول یعنی مَفْرُوم ہے۔ واضح رہے کہ اصل معنی تو ”مریم“ کے یہی ہیں گناہ ہوا جبکہ کیا ہوا۔ پھر چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہوتی ہے اور رات صبح سے، اس لیے صَرِیم کا استعمال کسی صبح کے معنی میں ہوتا ہے اور کسی رات کے معنی میں بھی، اسی طرح اس ذرا ریگ کو

صَرِیم کہا جاتا ہے کہ جو تودہ ریگ سے جدا ہو گیا چنانچہ کاف صَرِیم کی تفسیر میں یہ سارے اقوال بیان کیے گئے ہیں کہ وہ باغ سوکھ کر ایسا پسید ہو گیا جیسا کہ دن ہوتا ہے یا جل کر اتنا سیاہ ہو گیا جیسی کہ رات ہوتی ہے، یا اس طرح ٹوٹ کر ذرہ ذرہ ہو گیا کہ جس طرح ذرہ ذرہ ہونے لگا تو تودہ ریگ سے اور کہ سنسٹر ہو جاتے ہیں نیز صَرِیم کی تفسیر مَفْرُوم سے بھی کی گئی ہے جیسے کہ قبیل بمعنی مَفْرُوم ہے ۲۱

## فصل العین المملیة

صَعَدَ اسخت نشان کہ جو معذب کے اوپر چھا جائے تا معنی میضاد ہی نے لکھا ہے کہ یہ مصدر ہے جو صفت واقع ہو رہے۔ ام راغب فرماتے ہیں :-

صَعَدَ، صَعِبَ اور صَعُوذٌ اصل میں ایک ہیں لیکن صَعُوذٌ اور صَعَدَ تو کھائی کے لیے بولا جاتا ہے، اولی طور استعارہ ہر امر شاق کے لیے آتا ہے۔ ارشاد ہو جو مَنْ یُشْرِی عَنْ ذَکْرِ رَبِّهِ یَسْلُکْهُ عَذَابًا صَعَدًا وادہ جو کوئی منہ مٹے سے اپنے رب کی یاد سے تو داخل کرے اس کو سخت عذاب میں یعنی

لہ ملاحظہ فرمائیے بخاری تفسیر سورۃ نون والتمیز تفسیر بیضاوی سورۃ مذکورہ -

جو کہ سخت شکن ہو۔ اور فرمایا **سَاَرَهُنَّ**  
**مَعْرُودًا** اب اس سے چڑھاؤ نکال بڑی چڑھائی  
 یعنی سخت گھاٹی اور صغیرہ رو سے زمین کو کہا  
 جاتا ہے۔ فرمایا **فَتَمَثَّلُوا صَعِيدًا اَهْلِيًّا**  
 (تو قسم کرو زمین پاک کا) اور بعض نے  
 کہا ہے کہ صغیرہ اس غبار کہ کہا جاتا ہے کہ  
 جو اوپر چڑھتا ہے **مَعْرُودًا** سے ماخوذ ہے اور  
 ان کے نزدیک اسی نتیجہ تکم کرنے والے کے  
 لیے ضروری ہے کہ اس کے ہاتھ میں غبار  
 لگ جاتے " ۲۹

**صَعِيقٌ** - وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مر گیا۔  
 (سبع صنف) سے جس کے معنی گرج کے منہ سے  
 بیہوش ہونے اور مرجانے کے آتے ہیں ماضی کا  
 صغیرہ واحد مذکر غائب - ۳۰

**وَعَقًا** - بے ہوش۔ صغیرہ سے صفت شبہ کا صغیرہ  
 ہے۔ ۳۱

**مَعْرُودًا** - بڑی چڑھائی۔ سخت گھاٹی اور زرخ کے  
 ایک پہاڑ کا نام، اصل میں **مَعْرُودًا** اس گھاٹی  
 کو کہتے ہیں کہ جس کی چڑھائی سخت ہو، جو سختیاں  
 و دشواریاں کہ پیش آتی ہیں ان کے لیے یہ لفظ

بظروء مثال متعل ہے۔ امام احمد اور ترمذی نے حضرت  
 ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے  
 کہ **مَعْرُودًا** آگ کا ایک پہاڑ ہے کہ جس پر ستر برس  
 تک چڑھایا جائیگا اور پھر وہاں سے گرا کر لپکا جائیگا  
 اور امام بغوی معالم التنزیل میں اپنی اسناد سے  
 حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں  
 کہ **مَعْرُود** دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے  
 کا فر پر زور دیا جائے گا کہ اس پر چڑھے سو جب وہ  
 اس پر ہاتھ رکھے گا گل جائے گا اور جب اٹھوایگا  
 تو پھر یکسو درست ہو جائے گا۔ اسی طرح جب  
 پاؤں رکھے گا تو گل جائے گا اور جب اٹھائے گا  
 تو پھر ویسا ہی ہو جائے گا۔ ۳۱

**صَعِيدًا** - زمین۔ خاک۔ **مَعْرُودًا** سے جن  
 کے معنی بلند ہونے کے ہیں بروزان فعیل صفت  
 کا صغیرہ ہے۔ اس کے معنی کے متعلق جو علما کا  
 اختلاف ہے وہ معنی کے ضمن میں امام راغب کے  
 بیان میں معلوم ہو کہ بعض نے اس کے معنی غبار کے  
 بھی لیے ہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔ علامہ  
 علی بن محمد خازن بغدادی، تفسیر باب التنازل  
 فی معانی التنزیل میں لکھتے ہیں -

قاضی ابوبکر بن العربی امام شافعی کا قول نقل  
کر کے فرماتے ہیں :-

وهذا تفسير فقهي : ان كل اپنے منصب کے  
على مذهب و مطابق فقہی تفسیر ہے  
الاول الذي قدمنا اور پہلے معنی جو ہم نے  
اصوب واجرى سابق میں بیان کیا ہے ۔  
على اللغة قال زیادہ صحیح اور لغت کے  
اللغة سبحانه زیادہ مطابق ہیں اللہ  
فَقُضِمَ صَعِيدًا بسانہ کا ارشاد ہے پھر  
ذَلَعًا ہے ہر جاسے وہ نہیں مٹا

اور زجاج نے جو لغت عربیت کے امام ہیں  
تفسیر کی ہے کہ :-

لا اعلم خلافاً میں اس بارے میں اہل  
بعين اهل اللغة لغت کے درمیان کوئی  
ان الصعيد وجه اختلاف نہیں جانتا کہ صعيد  
الارض سوا کے معنی روئے زمین  
كان عليها التراب کے ہیں خواہ اس پر مٹی  
ام لا ومنه قوله ہر جاتے ہوا سی سے

ربیع نے امام شافعی سے صعيد کی تفسیر  
میں نقل کیا ہے کہ اسم صعيد غبار والی مٹی  
کے علاوہ اور کسی معنی کے لیے نہیں آتا  
چنانچہ سنگرینہ پر بھی خواہ مڑا ہوا یا ایک  
صعيد کا لفظ واقع نہیں ہوتا اور اگر مٹی  
یاڑ صعيد سنگرینہ کے ساتھ اس طرح  
میں جاتے کہ اس پر غبار آجاتے تو صعيد  
وہ ہے جس کے ساتھ طلبہ امام شافعی  
نے فرمایا ہے کہ چونکہ اور سرمہ اور گیر سے  
تیم نہ کہے کہ یہ سب پتھر ہی ہیں ۔

خاندن لکھتے ہیں کہ صعيد کی تفسیر میں یہ امام  
شافعی کا کلام ہے کہ جو لغت میں مقتدا ہیں اور ان کا  
قول اس کے بارے میں مذہبے اور فرد اور  
الوجہ یہ ہے بھی اس بارے میں ان سے منافقت  
کی ہے کہ اس کے معنی مٹی ہی کے ہیں ۔ لہ

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ صعيد کی یہ  
لغوی تشریح نہیں بلکہ فقہی تفسیر ہے جو امام شافعی  
نے اپنے مسلک کے مطابق کر دی ہے چنانچہ امام حافظ

لہ تفسیر خازن ج ۱ ص ۸۰ مہم شیخ احمد قسطلانی نے بھار شاد الساری شرح صحیح البخاری کی یاد ہی لکھا ہے الاحظ  
ہر قسطلانی ج ۱ ص ۶۷ طبع نول کشور ۔

لہ عارضہ الاحوذی شرح اجماع للتفہیم از ابن العربی ج ۱ ص ۶۷ طبع نظامی ۱۲۹۶ھ مع مجموعہ شرح اربعہ تفسیری

## فصل الثمین المعجمہ

صَعَارٌ - ذلت، خواری، صَغْرٌ بَصْعَرٌ کاسعد

ہے جس کے معنی ذلیل ہونے کے ہیں نیز بطور

اسم بھی بمعنی ذلت و خواری متعل ہے پ

صَعَتْ - وہ جبکہ پڑی اور مائل ہو گئی

صَعُوٌّ اور صَعُوٌّ سے ماضی کا صیغہ مصدر ثنت

غائب۔ یہاں ثَوْبٌ کے فاعل ہونے کی بنا پر صیغہ

جمع کے معنی ہوں۔ یعنی جبکہ پڑے، مائل ہو

گئے دلائل حاضرہ ثبوت اور تفسنی ۲۵

صَغِيرٌ ۱۔ چھوٹا۔ صَغُرَ سے جس کے معنی چھوٹا

ہونے کے ہیں، بعد از ذی قبل صفت شبہ کا

صیغہ ہے صَغَارٌ اور صَغُرَ جمع ہے۔ امام

راغب نے لکھا ہے کہ۔

صَغْرٌ اور کثیر اسماء تنفادہ میں سے ہیں

جو بعض کے لیے بعض کے اعتبار سے بدلے

جاتے ہیں، پس ایک ہی شے ایک شے کی

نسبت سے صغیر ہوتی ہے اور دوسری کے

اعتبار سے کبیر اور کبھی زمانے کے اعتبار

بوتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ نلال صغیر

تعالیٰ صَعِيدًا ارشاد الہی ہے صَعِيدًا

جَزْدًا صَعِيدًا جَزْدًا (زمین چھانٹ کر)

ثَقَلًا رَاغِمًا صَعِيدًا اور صَعِيدًا زَلَقًا (زمین)

صَعِيدًا لانہا پیر۔ اور اس کا نام

نہایت مایعہد اصل ہے کہ وہ زمین کی

من الارض لہ سطح بالائی کی انتہا ہے

امام بخاری نے اپنی صحیح میں سورۃ نساء کی تفسیر

میں صَعِيدَ کے معنی "وجہ الارض" یعنی روئے

زمین کے ہی لکھے ہیں، اور حافظ ابن حجر نے فتح

الباری میں ابوسعیدہ کا یہی ہی قول نقل کیا ہے

اور اس کا بنا۔ پر ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے کہ زمین کی جنس

میں سے جس چیز سے بھی تیار کر لیا بشرطیکہ وہ پاک

کرنے والی ہو تو جائز ہے اگرچہ اس پر گرد و خرابہ ہو

زمین کی جنس سے وہ چیز مراد ہے جو نہ آگ سے پھلے

اور نہ جل کر رکھ ہو جائے۔ چنانچہ فقہ امام شافعی اور حنفیہ

اور مشرکہ اور دیگر اور ہر نال اور گندہ لگ اذیت

اور نہ بر جہاد غیر ذہ اعتس اور یہو اور پختہ لیٹ

کہ یہ سب مذہب کی جنس میں داخل ہیں اور پہاڑ

کے ٹک یعنی سینہ صافان میں دود و این میں

تیم جو از تیم پختہ ہے ۵ ۶ ۱۵



ہے اور ظلال کیسے جب کہ اس کی عدد دوسرے  
حکم ہو اور کبھی جہ کے لحاظ سے اور کبھی  
قدر و منزلت کے اعتبار سے کہتے ہیں آیات  
شریفہ کُلِّ صَغِيرَةٍ تَكْبِذٌ مُّسْتَكْبِرٌ وَلَا يُعَادِرُ  
صَغِيرَةً وَلَا كَثِيرَةً إِلَّا أَخْلَعَهَا وَلَا  
مَنْعَرَةً لَا أَكْبَرُ سَبَّ جَلَّ خَيْرٌ شَرِّ قَدْرٍ  
کے اعتبار سے ایک دوسرے کے نسبت  
سے صغیر و کبیر ملا ہیں ۱۱

۱۱ صَغِيرًا ۱۲

صَغِيرَةً۔ چوٹی۔ صَغِيرٌ کُثْرَتُهُ

۱۱ ۱۲

## فصل الفاء

صَفَا۔ ایک مشہور پہاڑی کا نام ہے جو مکہ شریف  
میں بدر حرام کے پاس ہے۔ امام لغوی لکھتے ہیں۔

صَفَا صَفَاءُ کی جمع ہے۔ صَفَاءُ اس حجت

چٹان کو کہتے ہیں جو صاف اور ہموار ہو کہا

جانا ہے صَفَاءُ اور صَفَا جیسے صَفَاءُ اور حَصَى

اور نَوَاءُ اور نَوَى۔ اور مَرَّةٌ نرم پتھر کو کہتے

ہیں اور اس کی جمع مروات آتی ہے اور جمع

کثرت مَرَّتْ ہے جیسے مَرَّتًا اور مَرَاتٍ اور مَرَّجٌ  
اور حق تعالیٰ شانہ کی صفا اور مردہ صفا و مکتہ  
معظمہ کی وہ دو مشہور پہاڑیاں ہیں جو سعی گاہ  
کے ہر دو جانب ہیں۔ ۱۳

نَجَب ہے کہ طہارہ سیوطی سے الاتقان فی  
علوم القرآن کی "النوع اتساع الاستنوں" میں  
جو ان اسماء کو کہتی اور القاب کے بیان میں ہے  
کہ جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے صفا اور مردہ کہ  
چھوٹ گیا۔ ۱۴

صَفَاً قطار صف یہ اصل میں صَفْ يَصِفُ

کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے

ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم متعل

ہے، مَصْفُوت جمع۔ راعب لکھتے ہیں کہ

رکسی ٹکے کو مثلاً آدمیوں یا درختوں کو کم ایک

خط مستوی پر کہہ دو اس کو صف کہتے ہیں

اور کبھی عیا کہ ابو علیہ نے تفسیر کی ہے

صَفٌّ بمعنی دھسم ناعل صَفَاتٌ (قطار

باندھنے والا) بھی آتا ہے حق تعالیٰ کے ارشاد

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَ فِي حَبِيبِهِ

صَفًّا اللہ چاہتا ہے ان کو جو بیعت کرنے میں اس

کی راہ میں تھارے بازو حکم اور تھم انش احصا  
 دیکھو کہ تھارے بازو حکم میں لفظ صفت مصدر  
 بھی ہو سکتا ہے اور اسم فاعل بھی بمعنی صاحبین  
 یعنی تھارے بازو نے مالوں کے اور تھم انش  
 القاتلون اور ہم جو میں سو ہم ہی میں تھارے  
 بازو نے رائے اور الصفت صفا و قسم  
 صفت بازو نے مالوں کی تھارے حکم میں  
 ملائکہ مراد ہیں۔

۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹  
 ۳۰ ۲۸ ۲۶ ۲۴ ۲۲  
 ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

صفت - کنارہ پڑنا - کنارہ کش ہونا - الزام سے  
 دو گزر کرنا۔ صغ یصغ کا مصدر ہے۔ راغب نے  
 لکھا ہے کہ :-

صغ کے معنی ترک تشریب یعنی الزام اور  
 الٹنا چھوڑ دینے کے ہیں اور یصغ سے زیادہ صغ  
 ہے اسی سے اشارہ ہے فاصغوا واصغوا یعنی  
 اللہ بآئندہ دوستم دو گزر کر دو اور خیال میں نہ  
 لاؤ جب تک بھیجے اللہ پنا حکم اور یہ واقعہ ہے  
 کہ کسی ہنسی معاف کر دیتا ہے مگر الزام دینا  
 نہیں چھوڑتا۔

۲۰ صفا ۲۱

صغ - زور و مضمر ہے جس کے معنی زد لگے

میں بروزن نقل صفت شبہ کا صیغہ جمع ہے  
 اصغر واحد مذکر اور مضمر واحد مؤنث ہے ۲۲  
 صغ - زور و مضمر سے بروزن مضمر  
 صفت شبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے راغب نے  
 لکھا ہے کہ :-

”یونکہ زدی سیاسی سے زیادہ قریب ہوتی ہے  
 اس لیے کہ صغ کی تفسیر صغرا سیاسی  
 سے بھی کی جاتی ہے چنانچہ صغ حسن بصری  
 نے ارشاد اپنی صغرا فائق تو نہ تھی  
 صغرا کی تفسیر صغرا سیاسی و رنگ والی  
 سے کی ہے اور بعض علامہ نے کہا ہے کہ صغرا  
 میں فاعل نہیں کہا جاتا بلکہ عائکہ کہتے ہیں

۱

صغ صفا - چیل میدان - ایسی ہمار زمین  
 کہ گویا اس کے اجزاء ایک ہی صغ ہیں صغ  
 کہلاتی ہے۔ اسم ہے مفعول۔

صغوان - سات چتر اس کا واحد صغوان  
 ہے۔

## فصل الکاف

صغت - اس نے پیٹ یا زخم خلت ہے



صَلَبُوهُ انہوں نے اس کو سولی دی (ضرب)  
 صَلَبٌ جس کے معنی سولی دینے اور دار پر کھینچ  
 کے ہیں، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ضمیر واحد  
 مذکر غائب ہے۔

صَلَحٌ صَلَحَ صَلَحْتُ مُصْلَحٌ سے جس کے معنی  
 آپس میں صلح کرنے کے ہیں، اسم ہے۔ واغلب  
 نے لکھا ہے کہ صلح لوگوں کی باہمی مسافرت کو دور  
 کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ صَلَحًا  
 صَلَحَ وہ نیک ہوا، نَصْرَفَ، نَصْرَفَ، نَصْرَفَ، نَصْرَفَ  
 اور صَلُوحٌ سے جس کے معنی نیک ہونے اور نیک کر  
 کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، امام غنیمت  
 فرماتے ہیں:-

صَلَحٌ صَلَحَ صَلَحْتُ کی ضد ہے یہ دونوں غالب  
 استعمال میں انھوں کے ساتھ مخصوص میں قرآن  
 میں کہیں تو صلاح کا فساد سے مقابلہ کیا  
 گیا ہے اور کہیں سبب سے۔ ارشاد  
 خَلَطُوا عَمَلَهُمْ شَرًّا وَالْآخِرُ سَيِّئًا انہوں  
 نے ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد اور وَلَا  
 تُغْنِيْكَ فِي الْآخِرِ مِنْ بَعْدِ اِصْلَاحٍ  
 اور ست خرابی چاہو نہ میں اس کے سوا  
 ۱۴ ۲۲

پہچے

صَلَدًا ۱۰۔ پٹا اور سخت پتھر جس پر کچھ  
 صَلَدٌ جمع۔ ۲۰  
 صَلَدٌ صَلَدٌ بعتی ہوئی مٹی کھکھاتی ہوئی  
 مٹی، خشک مٹی کہ جب اس پر ہانگی ماری جائے  
 تو بجے، اور کھکھانے کے مصلال کھاتی ہے اور  
 بعض نے اس کے معنی ٹری ہوئی مٹی کے بھی بیان  
 کیے ہیں۔ امام غنیمت لکھتے ہیں:-

اصل میں مصلال خشک چیز کے بجنے کا نام  
 ہے اسی سے مادہ ہے قَلَّ اِنْسَارٌ کہنہ ہو گیا  
 اور اس نے خشک مٹی مصلال سے موسوم  
 ہے کہ نہ نکدہ بہتی بجا ارشاد ہے مِنْ صَلْصَالٍ  
 كَالْعَمَّارِ کھکھاتی مٹی سے جیسے ٹیکرا اور  
 مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّتْسُوْنٍ کھکھاتی  
 مٹی گارے سے اور مصلَصَةً باقی ماندہ پانی

کا نام ہے جو شکیزہ میں ہٹنے کی کھڑکھڑاہٹ  
 سے مشابہ ہونے کی بنا پر اس نام سے موسوم  
 ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مصلال ٹری  
 ہوئی مٹی ہے۔ یہو کے مادہ سے الْعَمَّارُ مٹی  
 مٹ گیا ہے۔ مذہبے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کی  
 اصل مصلَل ہے ایب لام کو م سے بدل با  
 گیا ہے۔

قرآن بیان ہے کہ مصلیٰ وہی ہے جس میں ایک ہل ہوئی ہو اور اس طرح بچنے لگے جس طرح کرشمہ کی جوتی ہے اور جو عیدہ نے کہا ہے کہ مصلیٰ وہ خشک مٹی ہے جس کو کراچ نہ پہنچی ہو اور جب تم اس کو انگلی سے ٹوٹو تو بچنے لگے اور تم اس کو کنگھاؤ تو راد و ازب وہ آگ میں پکائی جائے تو فحار ہے نیز یہ وہ شے جو کنگھیں بڑے مصلیٰ ہے۔ طبری نے قتادہ سے بھی باسنا صحیح و باہری نقل کیا ہے اور باہر سے شری ہوئی کے معنی روایت کیے ہیں۔ کسائی نے بھی مبادی ہی کے قول کو اختیار کیا یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ صفت خلقت انسانی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے باب سے قرآن مجید میں مختلف عباریں مذکور ہیں کہیں ارشاد ہے مَن تَرَابِ اُمِّی سے کہیں فَرَزًا مِنْ طِیْنٍ لَا تَرِیْبَ دِجَکَے گارے سے کہیں لَکَورِی مِنْ حَمَآءِ مَسْکُوْرٍ دَسَے گارے سے کہیں وَاوَدَّہے مِنْ مَّصْلٰی کَالْفَحَّارِ کَالْمُکْنَسَا قِی مَٹّی سے جیسے ٹھیکرا تو واضح ہے کہ ان عبارات میں

حقیقت میں اختلاف نہیں ہے بلکہ مطلب یک ہی ہے کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اول مٹی سے پیدا کیا پھر کس میں پانی ملا تو عین اوست ہوئی یعنی اس میں چپک پیدا ہوئی اس کے بعد حامسون کہلائی کہ سیاہ ہو گئی اور مٹھ گئی پھر جب خشک ہوئی مصلیٰ کا لغتار سے موسوم ہوئی کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بونے لگی

۱۲۳ ۲۲۱ ۲۹

صَلُّوْا ۱۱۔ تم درود سمجھو تم رحمت بھیجو تفسیر سے امر کا صیغہ جمع ذکر حاضر ملاحظہ ہو تفسیر

اور صَلُّوْا ۲۲

صَلُّوْا ۱۱۔ جتیں شاہیں نمازیں دعائیں عبادت خانے صَلُّوْا کی جمع ہے ۱۱۔ ۱۱۔ ۱۱۔ صَلُّوْا تہجد۔ اپنی نمازیں۔ ان کی نمازیں صَلُّوْا معاف۔ حیدر صیر جمع ذکر غائب معاف ہے۔

صَلُّوْکَ تیری دعا، صَلُّوْا معاف کے صیر واحد ذکر حاضر مضاف الیہ ارفع ہے کہ لفظ صَلُّوْا ان دو مقامات پر موجود یک صیر

کی طرف مضاف ہے مگر واؤ کے ساتھ تر قہمت لک کے  
ساتھ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو قراتیں ہیں  
اس لیے اس کو صلوٰۃ غیر مضاف کی طرف لکھنا۔  
یا ہے۔ ۱۱

صلوٰۃ۔ نماز دعا، رحمت، قرآن مجید میں چہل  
بھی لفظ صلوٰۃ بغیر اضافت ہے واؤ کے ساتھ  
تر قہم ہے، یہ لفظ کے مخم ہونے کی بنا پر ہے جیسے  
ظہر کزۃ ہے صلوٰۃ، تفسیر سے ہم ہے امام  
راغب اصغمانی قنطر ازہیں۔ ۱۲

سبت سے اہل لغت کا بیان ہے کہ صلوٰۃ کے معنی  
دعا کرنے، برکت مانگنے اور بندگی سے دور کرنے  
کے ہیں، ابو لاجا تلم ہے صلیت علیہ یعنی ہم نے  
اس کے لیے دعا کی اور بندگی سے یاد کیا  
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۱۳  
دعایٰ احد کد لی طعام فلیسہ و  
کان صائما فلیصل وجہ یہ بھی عکسی ہے  
پر بلا ہمارے تر قبول کر لینا چاہیے۔

روزہ دار ہو تو دعا کرنا چاہیے، معنی روزہ  
دائے حق میں دعا کرے۔ اور وہ دعا  
ظہر ان صلاتک سنک لظہر اور  
دعا دے ان کو جیسے تیری دعا ان کے لیے

اسوگ ہے، یصلون علی الذین یاتینا الذین  
اقوا صلوا علیہ سیدوہ رحمت جیتے ہیں رسول  
پر اسے ایمان دالو رحمت بھیجنا اس پر کہ صلوا علیہ  
الذین یصلون (اللہ دعا میں یعنی رسول کی) اللہ تعالیٰ

کی طرف سے مسلمانوں پر صلوٰۃ کا طلب  
حقیقت میں ان کو سزا نہیں ہے۔ ارشاد ہے  
اوستک علیکم صلوٰۃ من تربیم ورحمتہ  
والیہ لوگوں پر ہی شاہدائیں ہیں لینے سب کی  
مہربانی اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کے

فرشتہ معنی میں جو زمین کی طرف سے صلوٰۃ  
کے ہیں یعنی دعا کرنا اور مغفرت چاہنا۔ ارشاد ہے  
اللہ و ملکک لیک یصلون علی السجۃ  
میں اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر

۱۴ عذۃ اگرچہ عبادت مخصوص ہے یعنی  
میں کی اصل بھی دعا ہی ہے جس طرح  
میں اس کے بعض اجزاء کے نام

۱۵ میں اس کے بعض اجزاء کے نام  
میں اس کے بعض اجزاء کے نام  
میں اس کے بعض اجزاء کے نام

۱۶ میں اس کے بعض اجزاء کے نام  
میں اس کے بعض اجزاء کے نام  
میں اس کے بعض اجزاء کے نام

یکے بعد دیگرے مختلف رہیں۔ اس لیے وارد ہے  
 اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا  
 مُّذَكِّرًا وَنَذِیْرًا یہ نصاب مسلمانوں پر  
 وقت باندھا حکم اور بعض علما نے کہا ہے کہ  
 صلوٰۃ کی اصل صلا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مصلیٰ  
 التوجہ کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص نے اس  
 عبادت کے ذریعہ صلا کو کہ جو حق تعالیٰ کی  
 طاعت کی ہوئی آگ ہے اپنے اوپر سے نفع کرا  
 اور ولی کی نام نہ کی طرح ہے کہ جواز الزم  
 کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہ عبادت خانہ کو بھی صلوٰۃ کہا جاتا ہے  
 چنانچہ کتابیں سیود دیودیوں کے عباد خانے  
 صلوٰۃ سے موسوم ہیں۔ ارشاد ہے تِلْکَیْنِ  
 صَوَابِیْمُ وَبِیْمُ وَصَلَوَاتُ وَصَلٰجِدُ  
 دُعا کے جاتے ہیں اور معنی اور عبادت  
 نماز ہے۔

وَبِیْمُ وَصَلَامٌ یہاں حق تعالیٰ نے  
 صلوٰۃ کے معنی بیان کیے ہیں۔  
 صلوٰۃ کے معنی ہیں نماز۔  
 صلوٰۃ کے معنی ہیں نماز۔

کُنْ وَاقِمُوا الصَّلٰوةَ (اور قائم کرو نماز)  
 اَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور قائم کریں نماز حالانکہ  
 مصلیٰ کے معنی ہیں نماز کے معنی ہیں نماز  
 چنانچہ زیادہ قَوْلِیْلَ الْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ مُدُّ  
 عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ دیکھو خاتمہ ہے  
 ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں اولاً  
 یَا تُرْنَ الصَّلٰوةَ (اور قائم کرو نماز)  
 تے نماز کو مگر جی ہاں سے لفظ اقامہ کو خاص  
 طور پر اس لیے لایا گیا کہ اس امر پر تنبیہ ہو جاتے  
 کہ نماز پڑھنے کا مقصد اس کے حقوق سرالط  
 کی بجا آوری ہے نہ کہ مجرد میت کذا فی کا ادا  
 کر دینا۔ اسی لیے مروی ہے کہ ان المصلین  
 کثروا للعجین قلیل (نمازی تو بہت ہیں  
 مگر ان کے حقوق و شرائط کے ادا کرنے والے  
 کم ہیں۔)

یہ عبادت خانہ کے معنی ہیں نماز  
 کے معنی ہیں نماز کے معنی ہیں نماز  
 کے معنی ہیں نماز کے معنی ہیں نماز

نماز کے معنی ہیں نماز کے معنی ہیں نماز  
 نماز کے معنی ہیں نماز کے معنی ہیں نماز  
 نماز کے معنی ہیں نماز کے معنی ہیں نماز

فرض ہوئی ہے اور معراج سے پہلے دو نماز پختہ  
ایک تو آنتاب نکلنے سے پہلے اور دوسری اس  
کے ڈوبنے سے پہلے۔ یہ علامہ شمس کا بیان ہے  
لیکن رمضان میں معراج کا ہر نماز ایک قول ہے اور  
دوسرا یہ ہے کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور

$$\begin{array}{r} \frac{1}{3} \quad \frac{2}{9} \quad \frac{1}{3} \\ \frac{1}{9} \quad \frac{2}{27} \quad \frac{1}{27} \end{array}$$

$$\begin{array}{r} \frac{5}{15} \quad \frac{4}{12} \quad \frac{3}{9} \quad \frac{2}{6} \quad \frac{1}{3} \\ \frac{1}{15} \quad \frac{1}{12} \quad \frac{1}{9} \quad \frac{1}{6} \quad \frac{1}{3} \end{array}$$

$$\begin{array}{r} \frac{10}{30} \quad \frac{9}{27} \quad \frac{8}{24} \quad \frac{7}{21} \quad \frac{6}{18} \quad \frac{5}{15} \quad \frac{4}{12} \quad \frac{3}{9} \quad \frac{2}{6} \quad \frac{1}{3} \\ \frac{1}{30} \quad \frac{1}{27} \quad \frac{1}{24} \quad \frac{1}{21} \quad \frac{1}{18} \quad \frac{1}{15} \quad \frac{1}{12} \quad \frac{1}{9} \quad \frac{1}{6} \quad \frac{1}{3} \end{array}$$

$$\begin{array}{r} \frac{22}{66} \quad \frac{20}{60} \quad \frac{18}{54} \quad \frac{16}{48} \quad \frac{14}{42} \quad \frac{12}{36} \quad \frac{10}{30} \quad \frac{8}{24} \quad \frac{6}{18} \quad \frac{4}{12} \quad \frac{2}{6} \quad \frac{1}{3} \\ \frac{1}{66} \quad \frac{1}{60} \quad \frac{1}{54} \quad \frac{1}{48} \quad \frac{1}{42} \quad \frac{1}{36} \quad \frac{1}{30} \quad \frac{1}{24} \quad \frac{1}{18} \quad \frac{1}{12} \quad \frac{1}{6} \quad \frac{1}{3} \end{array}$$

الصَّلَاةُ الْوُسْطَى - بیچ والی نماز اور مانی  
نماز شاہ عبدالقادر صاحب مفتح القرآن میں  
فرماتے ہیں :-

”بیچ والی نماز عصر ہے کہ دن اور رات کے  
بیچ میں ہے، اس کا تقید زیادہ کیا ہے  
واضح رہے کہ سلف میں صلوٰۃ وسطیٰ  
کی تعلیم میں اختلاف تھا کہ اس کو نسی نماز ملو  
ہے علامہ دومیاطی نے اس کے متعلق ایک  
مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں انیس اقوال ترجیح

میں اس رسالہ کا نام ”شذات لقطاع عن الصلوة  
الوسطیٰ“ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری  
میں اس پر ایک اور قول کا اضافہ کر کے پوسے  
بیش نقل کیے ہیں لیکن صحیح حدیثوں میں اس کی  
تفسیر نماز عصر سے مروی ہے چنانچہ ترمذی اور  
ابن حبار نے بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ  
عنه امام احمد نیز ترمذی نے بروایت سمرقانی  
اللہ عنہ اللہ ابن جریر نے بروایت ابو یزید اور  
ابو مالک شعمری رضی اللہ عنہما حضرت علی اللہ  
علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ  
صلوٰۃ عصر ہے چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد  
یہی قول ہے۔

جو لوگ عصر کی نماز کے علاوہ کسی اور نماز کو صلوٰۃ  
وسطیٰ کہتے ہیں ان کے دلائل کا حاصل یمن باتیں ہیں  
وال بعض صحابہ کے اقوال مگر وہ اور صحابہ کے اقوال کے  
معارض ہیں کہ جو عصر بیان کرتے ہیں اور قول عصر  
کی ترجیح نفس مزراح مروج سے ہوتی ہے، نیز جب  
متماثل اختلاف ہو تو ایک کا قول دوسرے کے مقابل  
حجت نہیں تو لہذا فقہ فروع کے دلیل اپنی جگہ باقی رہے گی

۱۔ علامہ خطہ ہدایہ المختار کتاب الصلوة - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۱ نقلاً



۲۲ حدیث فرما کا معارضہ ان روایتوں سے کرنا  
 سمجھیں میں عصر کی نماز کے علاوہ اور نمازوں کی تاکید  
 آئی ہے جیسے وہ روایت کہ جس میں صبح اور شام  
 کی پابندی پر رغبت دئی گئی ہے گمراہ اس روایت  
 کے معارض ہے کہ جو اس سے زیادہ قوی و جلی  
 میں نماز عصر کے چھوٹنے پر سخت وعید آئی ہے  
 ۲۳ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما  
 ہر ایک قرأت میں حافظو اعلیٰ الصلوات و  
 الصلوة الرشدی آیتہ وصلوة العصر بار  
 عطف وارد ہے اور عطف مضافت کا مقتضی ہے  
 مگر قرآن کا خبر واحد ثبات ہے جو منوع ہے  
 اور بجز خبر واحد اس کو تسلیم کرنا مختلف فیہ ہے  
 اور باغرض اگر اس کو خبر واحد تسلیم ہی کر لیا جائے  
 تب بھی مخصوص مریخ کا معارض نہیں ہو سکتا علو  
 ازیر عطف کا مقتضی مضافت ہونا بھی مریخ  
 نہیں کیوں کہ نفس مضافت میں عطف وارد ہے  
 جیسے ارشاد باری ہُوَ الَّذِیْ وَالْخِیْرُ وَالْقَاضِی  
 وَالْبَاطِنُ ہے۔ یہ حافظ صلاح الدین علائی  
 کے بیان کی تحفیں ہے۔ ۲۵  
 صلوٰۃ۔ اس کو داخل کر۔ صَلُّوْا بِخَلِیْلَہٗ

معاضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، کا منید واحد مذکر  
 غائب ہے  
 صلی۔ اس نے نماز پڑھی، تفسیر سے معاضی  
 کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اما ارغب لکے لکھ ہے  
 کہ آیت کریمہ فَلَاحْذَرُکَی وَلَا حَصلِ سوس نے نہ  
 تقدیر کی نہ نماز پڑھی، میں اس امر پر تنبیہ ہے  
 کہ وہ ان لوگوں میں نہ خاک جو نماز ادا کرتے ہیں،  
 یعنی نماز کے حقوق و شرائط تو درکنار اس کی  
 ظاہری ہیئت کو بھی ادا نہیں کرتا اتحاد ملاحظہ  
 نفسیہ اور صلوٰۃ، ۱۸ ۲۱ ۱۲  
 صلیتاً۔ آگ میں داخل ہونے والے آگ میں  
 داخل ہونا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے یہ ضالی کی  
 جنت ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے صلی نفسی  
 کا مصدر ہے جس کے معنی سوختہ ہونے اور آگ  
 میں داخل ہونے کے کہتے ہیں ملاحظہ ہو صال ۱۹  
 فصل المیم  
 صَمٌّ۔ پیرے۔ اَنَّمْ کی جمع ہے ملاحظہ ہو  
 اَنَّمْ اور صَمَّوْا ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲  
 صَمَّوْا ۲۵ ۱۵ ۱۹

صمد بنیاد۔ بے احتیاج۔ جو کما پاتا نہ ہو  
ماضیہ دے کہ صمد کے معنی میں خسر پر کلی اختلاف  
ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں :-

ابن عباس رضی اللہ عنہما، عباد حسن اور سعید  
بن جبر نے کہا ہے کہ صمد وہ ہے جس کے  
جوئی یعنی شک نہ ہو شعبی نے کہا یعنی جو نہ  
کھائے نہ پیئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا  
بالعکس کی تفسیر ہے، چنانچہ ہوا عالمی کی  
جی کہ صمد (رضی اللہ عنہ) سے راوی ہیں کہ

الصمد الذی لم یلد ولم یولد رحمہ ہے  
جس کو نہ کسی نے جنا نہ وہ کسی سے جنم لیا  
کیوں کہ جو پیدا ہو گا شتاب مرے گا اور جو  
دائمت ہو گا نہ سرا اس کی وارثت پائیگا انوار  
شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ "صمد" وہ سردار  
ہے جس پر سرداری ختم ہو گئی ہو۔ علی بن ابی

طالب کی بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک  
حدیث یہی ہے کہ صمد وہ سردار جو سیادت  
کی تمام انواع میں کامل ہو۔ نیز سعید بن جبیر سے  
مروی ہے کہ تین صفات و فائز میں کامل  
ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ سردار جو حلال  
میں مقصود ہو۔ سدی کا بیان ہے کہ وہ  
سردار جس کی طرف نعمتوں میں رخ کیا جائے  
اور مصیبتوں میں اس سے زیادہ کی جائے  
اہل عرب فقہ کرنے کے معنی میں بولتے ہیں  
صمد فذلنا اصمدہ صمد ابسکون بیم  
وہ صمد فتح بیم مقصود کہتے ہیں اور قتادہ  
کا قول ہے کہ صمد وہ ذات ہے جو اپنی  
خلق کے فنا ہو جانے کے بعد باقی ہے اور  
عکسہ نے کہا ہے کہ صمد وہ ہے جس کے اوپر  
کوئی نہ ہو اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے

عہ شاہ عبدالغادر صاحب نے بھی موضع قرآن میں یہی معنی اختیار کیے ہیں، چنانچہ اللہ العزیز کا ترجمہ لکھتے ہیں تراویح  
سہ یعنی کھانا پینا نہیں، امام اعظم نے لکھا ہے کہ اللہ العزیز نے سے مقصود اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ ان  
لوگوں نے جن کو معبود قرار دیا اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے برخلاف ہو، آیہ کریمہ مَا السَّامِیُّ خُزْنٌ مِّنْ رِّجْدٍ  
اِنَّ تَرْتَمِلُوْنَ اَجْرًا فَذُكِّرْتُمْ مِّنْ قَبْلِیْ الرُّسُلُ رَأٰتُ صِدْقًا کَانَ اٰیًا مِّمَّا کَانَ الظُّلُمَامُ  
اور کچھ نہیں میری طرف، مگر رسول ہو کر چکے اس سے پہلے بہت رسول اند اس کی مال دل ہے، دونوں کھاتے تھے  
کھانا، میں بھی اسی خفقت کی طرف اشارہ فرماتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تم جن کو معبود بناتے ہو وہ کھانے پینے کے محتاج  
میں اور اللہ تعالیٰ کو نہ کھانے کی حاجت نہ پینے کی۔ ۱۲۰

اور میں کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے جس پر انفس نہ اٹیں  
اور مقابل بن حیان نے کہا ہے کہ جس میں کوئی  
عیب نہ ہو

حدیث ملاحظہ فرمائی تواریخی خفی نے بحر الزمان میں شرح  
المحسن المحسن میں ان تمام معانی کا خلاصہ ان  
تفصیلات میں بیان کیا ہے :-

وحاصلہ الغنی حاصل یہ ہے کہ صمد وہ ذات  
المعنى الذی غنی معنی ہے جس پر کسی چیز  
لاحتیاج الی شئی کی طرف احتیاج نہیں اور  
ویحتاج الی کل اس کی طرف ایک کو  
احتیاج ہے۔

علامہ خازن بغدادی نے لکھا ہے کہ  
"اولیٰ یہ ہے کہ صمد کو ان تمام معانی پر عمل کیا  
جائے کہ جو اس کے متعلق بیان کیے گئے ہیں کیوں  
کہ وہ ہر ایک کا عمل ہے۔"

وضع رہے کہ جیسا سابق میں معلوم ہوا اصل میں

صمد کے معنی قصد کرنے کے ہیں اور صمد اسی  
سے ہر وزن فعل صیغہ صفت ہے بمعنی مفعول  
یعنی مقصود پس لغت و استقان کے اعتبار سے  
تو اس کے اصل معنی وہی ہیں جو اللہ لغت ابو  
عبیدہ و راغب اور خطابی نے بیان کیے ہیں کہ  
الصمد السید صمد وہ سرور ہے جس کی طرف  
الذی یصمد (حاجتوں) مصیبتوں اور تمام مسائل  
الیه میں قصد کیا جائے۔

صمدوا - وہ ہرے بن گئے (نسخ) صمد اور صمد  
سے جس کے معنی بہرا ہونے کے ہیں یا معنی کا صیغہ  
جمع و کغائب جو حتیٰ کی طرف منوجہ نہ ہو اور  
اسے قبول نہ کرے وہ اس صفت سے متصف  
کیا جائے گا۔ اور اس سے صمد بکم، صمدی، صمدی  
لکیر، صمدی و دیگر میں گونگے اندھے سورہ نہیں پڑھتے اور  
فرمایا والذین إذا ذکرُوا آیاتنا سرت علیهم کہ تجزوا  
علیہا مائتاً و عشیّاً اور جب ان کو سمجھائیے

لغة عالم التقریر ج ۷ ص ۲۶۵ مطبع مصر امام بیہقی نے بھی ان میں سے اکثر اقوال کو باسانید روایت کیا ہے ملاحظہ فرمائیے  
کتاب الاسماء والصفات ص ۳۲۴ مطبع انوار احمدی آباد ۱۳۵۷ھ مفعول از حواشی مولانا عبدالحی فرنگی علی  
چشم جمہ ص ۸۰ مطبع مصر ۱۳۳۷ھ باب التاویل معروف بہ تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۶۶ حوالہ ابو عبیدہ  
کا قول فتح مبارکی میں اور خطابی کا قول کتاب الاسماء والصفات میں مفعول ہے ابن خلدون نے اس معنی کیے کہا ہے  
یعنی جو کچھ بیان کیا جو ان میں بہتر ملاحظہ ہو کتاب لغز اللہ ص ۱۲۶ مفعول از حواشی مولانا عبدالحی فرنگی علی  
اس میں کہا ہے اس میں زیادہ درجہ وہی ہے جس کے لیے معنی اشتقاق شاید میں ملاحظہ ہوا اسامہ والصفات ص ۳۲۴

۳۰

صَوَان: جٹہ ہوتے ایک جٹہ کی ہوتی

شاخیں۔ جوتن کی جمع۔ صَوْنُ اس شاخ کو کہتے

ہیں جو درخت کی جڑ سے نکلی ہو، اس کا تشبیہ

صَوَان اور جمع صَوَان ہے۔ یہ امام راغب اصغری کا

بیان ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

”اصل میں صَوْن کے معنی مثل کے ہیں اور مراد

اس سے یہاں وہ شاخ ہے کہ اس کو اور

دوسری شاخ کو یا زبان شاخوں کو ایک ہی جڑ

گھیرے ہوئے ہو۔ اسی معنی میں حدیث ہے

عَنْ الرَّجُلِ صَوَابٍ (مرد کا چپا اپنے

باپ کی طرح ہے) کیوں کہ ان دونوں کو

ایک ہی اصل گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ ۳۱

## فصل الواد

صَوَابًا: ٹھیک بات، حق، راست اور

خطا کی ضد ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں

صَوَاب کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے، ایک

کسی شے کے اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے

جب کوئی شے فی نفسہ قمریت کے قابل ہو

ان کے سب کی باتیں نہ ہو پھر ان پر ہرے اندھی

وَقَبَسُوا اَنْ لَا تَكُوْنَ وَلَنْتَ فَعَمُوا وَصَمُوا

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْنِهِمْ ثُمَّ تَعَمُّوا وَصَمُوا اور خیال

کیا کہ پھر ابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور ہرے

پھر اللہ توبہ ہر حال پر پھر ہرے اللہ اندھے ہو گئے

۱۳

## فصل النون

صَنَعٌ: کاریگری، بنانا، اچھا کام کرنا۔ صَنَعٌ

بَصْنَعٌ کا مصدر ہے جس کے معنی کاریگری اور

نکوئی کرنے کے ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ صَنَعٌ

کے معنی ”عبادۃ فعل“ کام کو عملگی سے کرنے

کے ہیں پس ہر ”صنع“ فعل ہے لیکن ہر فعل ”صنع“

نہیں ہے نیز جس طرح کہ فعل کی نسبت جِرَآئِلُ

جہانات کی طرف ہوتی ہے صنع کی نہیں ہوتی

۱۴ صَنَعًا ۱۵

صَنَعُوا: انہوں نے کیا، انہوں نے بنایا

صَنَعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب کا

ہوا صَنَعُوا ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

صَنَعَةٌ: بنانا۔ یہی صَنَعٌ بَصْنَعٌ کا مصدر

اور عقل و شرع کے مقتضی کے مطابق پسندیدہ  
ہو تو کہا جاتا ہے عذاب جیسے تم کہتے  
ہو تو حری العدل صواب انصاف کو نظر  
لکھنا ٹھیک ہے اور الکرم صواب  
(سماعت عمدہ ہے)

دوسرے قاصد یعنی ارادہ کرنے والے کے  
اعتبار سے اس کا استعمال جونا ہے جبکہ  
وہ مقصود کو اپنے ارادہ کے مطابق پالے  
چنانچہ کہا جاتا ہے اصاب کذا یعنی جس  
کی طلب تھی اسے پالیا۔ جیسے تم کہتے ہو  
اصابہ بالسم (تیرے اس کو پالیا)  
اور اس کی مختلف صورتیں ہیں:-

(۱) یہ کہ جس چیز کا قصد کرنا مستحسن ہے اس  
کا قصد کرے اور اسے کڑا لے اور یہی صواب  
نام ہے کہ جس پر انسان کی مدح کی جاتی ہے  
(۲) یہ کہ جس چیز کا قصد کرنا مستحسن ہے قصد کرے  
اسی کا کہے گا اس شے کے علاوہ اور کوئی  
شے اس سے سزا دہو جائے کیوں کہ اس کا  
اجتناب کے بعد اپنے اندازہ میں وہی چیز صواب  
تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کل  
مجتہد مصیب فرمایا ہے اس سے یہی ارادہ

نیز مروی ہے المجتہد مصیب وان اخطأ  
فلذا لاجر (مجتہد صواب یہ ہے اور اگر اس  
نے خطا کی تو اس کو ایک اجر ہے جس طرح یہ  
روایت ہے کہ من اجتہد فاصاب فله  
اجران ومن اجتہد فخطأ فله اجر  
جس نے اجتہاد کیا اور ٹھیک کیا تو اس کو دو  
اجر ہیں اور جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی تو اس  
کو ایک اجر ہے) (۳) صواب کا قصد کیا مگر  
کسی خارجی سبب کی بناء پر خطا ہو گئی جیسے  
ایک شخص شکار پر تیر لگانا چاہتا تھا کہ انسان  
کو لگ گیا تو یہ معتذر ہے (۴) یہ کہ فعل  
قیح کا قصد کرنا تھا لیکن اس سے اپنے  
قصد کے خلاف واقع ہوا تو کہا جائیگا کہ اس  
نے اپنے قصد میں خطا کی اور جو اس نے پایا وہ

صواب یعنی درست ہے" نہ

صواعق پینے کا بڑا جام جس میں شراب پی  
جاتی ہے، نیز صاع "گو صواع کہتے ہیں جو  
ایک شہر پر پانا ہے حیثان جمع ام رائے کہ جس میں  
یہ ایک برتن تھا جس سے پیاسی جاتا تھا اور  
ناپاسی جاتا تھا۔ اسے صلح بھی کہا جاتا ہے  
یہ نگر اور کوشت دونوں طرح مستعمل ہے

چنانچہ تَفْعَلُ صَوَاعَ التِّلْكَ وہ نہیں پتہ  
بادشاہ کا پانہ کے بعد شاہ ہے کچھ استعرتھا  
اُس کو کہہ دے کہ تین نکالا

اس میں ہا حنیو اور نشت فاعل صَوَاع کی  
طرف راجع ہے (ملاحظہ ہو صیغاتیہ) ۱۳  
صَوَاعِیْ کُرْک بچلیاں۔ صَاعِقَہ کی جمع  
ہے (ملاحظہ ہو طبعیۃ) ۱۴

صَوَاتٌ۔ صفت بہتہ معنہ بانگی ہوئیں  
صَاۃ کی جمع جو صَوَاتٌ سے اسم فاعل کا صیغہ  
واحد توشبہ ہے۔ قافوس میں برزوم ہے۔

قرآن مجید میں فَاذْکُرُوا اَنْتُمْ اللّٰہِ عَلَیْہَا  
صَوَاتٌ رسول پر حوان پر نام اللہ کا قطار باندھ

کر میں صَوَاتٌ بمعنی مَصْنُوعٌ ۱۵ اسم  
مفعول کے معنی میں یعنی ایک قطار میں کل  
ہوئیں، فَوَاحِلُ بمعنی عَمَلٌ اور بعض نے  
معنی مَصْنُوعٌ ۱۶ اسم فاعل یعنی قطار باندھ

والیوں) بیان کیا ہے ۱۷

صَوَاعِیْغ۔ عیسائی راہبوں کے تکیے صَوَاعِیْغ  
کی جمع "صومعہ" ہر وہ عمارت ہے کہ جس کا اوپر کمر  
بام چڑھتا ہو جو عیسائی اپنے عبادت خانوں کی کمر  
بند اور بابک گاؤں بناتے ہیں اس لیے اس کو

صومعہ کہتے ہیں علامہ سیان جبل یح مسیح سے  
ناقل ہیں کہ:-

صَوَاعِیْغ، صَوَاعِیْغ کی جمع ہے۔ صومعۃ اس  
بند عمارت کو کہتے ہیں کہ جس کا بالائی حصہ  
محراب ہو، اور اس کا دروازہ کھلا ہے جیسے  
کہ ذقنہ ۱۸ ہے۔ اور یہ راہبوں کا عبادت خانہ ہے  
اور بعض نے کہا کہ راہبوں کا عبادت خانہ  
ہے۔ ۱۹

صَوَاتٌ۔ آواز۔ آواز نہ کرنا پہلے معنی کے اعتبار  
سے اسم ہے اور اس کی جن آفواٹ اور دیگر  
معنی کے لفظ سے صَوَاتٌ یَصْنُوتُ کا مصدر ہے  
لا غب لکھتے ہیں:-

"صوت وہ ہے کہ جو درجہوں کے ٹکرانے  
سے پہنچ جاتی ہے" اللہ اس کی قد میں ہیں  
ایک وہ آواز کہ جو کسی شے سے تنفس سائیں  
سائیں، سے خالی ہو، جیسے وہ آواز کہ جو  
(فضا میں) پھیلی ہوئی ہے دوسری وہ کہ جس  
میں کسی آواز کی سننا ہٹ موجود ہو، اس  
"صوت تنفس" کی بھی دو قسم ہیں:-

۱۔ الصوتات الالہیہ جو صیغہ تفسیر الجہا میں الفاتح  
المخفیہ از سیان جبل ج ۲ ص ۱۰۹ طبع مصر

۱۔ غیر اختیار سی جو کہ جمادات اور حیوانات سے  
صورت دہتا ہے (۲۔ دوم اختیار سی جو کہ انسان سے  
ملا ہر حوتی ہے۔ اور اس کی سبھی دو قسمیں ہیں۔

۱۱) جو باتوں کی حرکت سے پیدا ہو جیسے عود  
اداسی قسم کی استیاء کی آدائیں (۲) اور جو منہ  
سے نکلے اس کی بدعتیں ہیں لفظ اور غیر  
لفظ غیر لفظ جیسے بالسنری کی آواز ہے اور  
لفظ یا کلام مفرد اور کلام سبب

$$\frac{24}{12} \quad \frac{21}{11}$$

صَوْتِکِ - تیری آواز تیرا دوا کرنا، صَوْتِ  
مُصَنَّفِ - صغیر واحد مذکر حاضر مُصَنَّفِ ایہ

$$\frac{p1}{10} \quad \frac{10}{10}$$

صُور۔ صوڑ۔ نرسنگا۔ شیخ ابو القاسم صاحب  
قرشی رقمطراز ہیں۔

”صود بالغنم یعنی شاخ ہے، نیز وہ چیز کہ  
جسکو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو ماننے  
اور علانے کے لیے پھونکیں گے۔ ارشاد الہی ہے  
لَا تَمْسُكُنَّ فِي الصُّورِ (جس دن پھونکا جائیگا صُور)  
کھلی نے کہا ہے مجھے نہیں معلوم کہ صُور کیا ہے

نیز بیان کیا جاتا ہے کہ صندوقِ صندوق کی جمع

جس کے معنی پکیرا پتلے کے ہیں جیسے کہ  
بُسنُؤ اور بُسنُؤ ہیں یعنی مردوں کے پکیریل میں رہیں  
سبوں کی جائیں گی اور حسن بھری سے تو فرات ہی  
بہر کیب واد کی ہے۔

(جس دن تیلوں میں چھوٹکا جائیگا،)

یہ دوسرا قول ابو عبیدہ اور مقاتل کا ہے مگر پہلا  
قول زیادہ صحیح ہے کیوں کہ قرآن عبیدہ میں دوسری جگہ  
فرمایا ہے ثُمَّ قَتَعْنَا لَهُ أُخْرَىٰ دَعْدِمْ مَآءِ  
مِنْ مِمْزٍ كَاجِلٍ (گافنی میں دھیر و احد کے غائب  
ہے ظاہر ہے کہ اگر صُودُ صُودَہ کی جمع ہو تو ضمیر  
واحد نہ کہ کیوں آتی ہے نیز اس نام سے قَاذِئُفَا  
فِي السَّخُورِ (دھچب بجھنے لگ گئی وہ کھوکھلی چیز  
یہو دھچب لکھنے کا بیان ہے علامہ ابن خودحدث میں  
اس کے معنی نرسنگے کے مروجہ ہیں چنانچہ امام  
احمد ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی اور حاکم نے  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت  
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اپنے پیچے زیادہ  
الصُّودُ الْقَدِيمُ صور زنگہ ہے جس کو  
يَنْفَخُ فِيهِ تِلْكَ پھونکا جاوے گا

له ما خطر به العراق من العرج باب الا فضل الصلاة  
له حاشي شيخ سليمان جل رحه بين ج ٢ عن ٣٩ طبع مصر  
ري ج ٢ ص ٢٣٢ طبع مصر -

اور مجاہد نے بکرونا البین سے ہیں تصریح کی ہے  
کہ صورت شاخ (نرسنگا) ہے جو بوق کی طرح ہوتی ہے

۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔  
صورت کدہ۔ تھاری صورتیں صورت کدہ صورت کدہ کی  
جمع ہے، صفت ہے۔ کدہ غیر جمع مذکر حاضر مضاف

الیہ (ملاحظہ ہو۔ صورت کدہ) ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

صورت کدہ۔ اس نے تھاری صورت کھینچی  
میں نے۔ شکل بنائی صورت کدہ۔  
کے معنی صورت بنانے کے ہیں ماضی کا صیغہ  
یہی۔ کدہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۲۵۔ ۲۴۔ ۲۳۔ ۲۲۔ ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

صورت کدہ۔ ہم نے تھاری صورتیں بنائیں  
وہنا، تھوڑے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

نہیں۔ کدہ حاضر ہے۔

صورت کدہ۔ صورت کدہ کی شکل یکے بعد دیگرے  
آئے۔ لکھے ہیں۔

صورت کدہ ہے جس کے ذرا۔

شیاء کا نقش ناما راجا ہے اور اسی کے لکھنے

میں باجمہار۔ تینہ ہوتا ہے۔ اس کی

دو تہیں ہیں صورت کدہ کی جس کی

۵۔ جل علی البلالین ج ۲ ص ۴۹۔ طبع مصر

خاص و عام سبب اور اک کرتے ہیں، بلکہ  
انسان تو انسانی بہت سے جانوروں کو  
بھی اس کا اور اک ہوتا ہے، جیسے انسان  
گھوڑے گدھے کی صورت ہے، جو معائنہ  
میں آتی ہے۔

۲۵۔ صورت معقرہ کہ جس کا خاص ہی لوگ  
اور اک کرتے ہیں عام نہیں جیسے انسانی شکل  
و فکر کی وہ صورت کہ جو انسان ہی کے ساتھ  
مخصوص ہے، نیز وہ معانی کہ جس سے کوئی شے  
کسی خاص شے کے ساتھ مختص ہے آیات

ذیل میں دروں ہی صورتوں کی طرف اشارہ

فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کدہ صورت کدہ پھر

ہم نے تھنا۔ صورتیں بنائیں اور صورت کدہ

فأحسن صورت کدہ اور صورت بنائی تھنا

و اچھی بنائیں صورتیں تھاری اور فرمایا فی

آیۃ صَدَقَ قَوْلُكَ اَوْتَرَأَيْتَ سَمْرَہ

اے محمد کہ جو بولتا ہے اے صَدَقَ قَوْلُكَ

اَلَا تَرَاهُمْ لَكَ تَشَابَہ۔ بنا ہے تھنا

مگر ان کے پشت پر جس طرح اور سمجھتے

بہ طریقہ اس کے اَلَا تَرَاهُمْ لَكَ تَشَابَہ

عَلٰی تَبَوُّرَتِہٖ اَلَا تَرٰہُ اَوْتَرٰہُ کاس





یہاں عورت کی تفسیر میں خاموش رہنا ہے مردی ہے  
اسرائیلی شریعت میں چپ کا لفظ رکھنا درست تھا  
لیکن ہماری شریعت میں یہ حکم منسوخ ہوا  
اب خاموشی کا لفظ رکھنا درست نہیں ہے

## فصل الباء

صہرہ: ۱۔ سسرال، ام قریبی فراتے ہیں۔  
دھس اور نصب دو ایسے معنی ہیں جو ہر  
اس قرابت کو شامل ہیں کہ جو دو آدمیوں  
میں پائی جائے۔

نصب: ۱۔ اور صہرہ میں فرق یہ ہے کہ نسب  
وہ قرابت ہے جس سے خاندانی رشتہ چلتا ہے  
اور نسل کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور صہرہ قرابت  
ہے جو عورتوں سے چلتی ہے اور اس سے  
سسرال و امادی کا رشتہ قائم ہوتا ہے چنانچہ  
علامہ محمد بن عمر زغزغی آیت تَرْفِضُوْهُ وَاُولٰٓئِیْہِیْ  
خَلَقْنَا لَہُمْ وَاٰتٰہُمْ وَاَجَعَلْنَا نِسَابَہُمْ وَاٰتٰہُمْ  
اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی  
پر مٹھ رہا ہے کیونکہ نسب اور سسرال کی تفسیر میں نظر آئے

مرا یہ ہے کہ بشر کی دو قسمیں فرمایاں، آدمی  
نصب یعنی مرد کہ جن سے نسب چلتا ہے اور  
کہا جاتا ہے نفل بن نفل اور فلا نہ بنت فلا  
۲۔ ذوات صہرہ یعنی عورتیں کہ جن سے سسرالی  
رشتہ چلتا ہے۔ ۳۔  
انہرہری نے کہا ہے کہ:-

”صہرہ عورتوں کی قرابتوں کا محرم مرد  
اور محرم مردوں کی قرابت ہے جیسے والدینی اور  
جہانی اور ان کی اولاد اور چچا اور ماموں اور  
خالائیں کہ یہ سب عورت کے شوہر کے اہل  
دسسرال دالے ہیں اور اسی طرح جو  
شوہر کی طرف سے قرابت دالے مام  
ہیں وہ عورت کے اہل ہیں“  
اور ابن الکیت کا بیان ہے:-

”شوہر کی طرف سے جو قرابت دائرہ میں اس کا  
جہانی اور چچا یہ سب اہل کہلاتے ہیں اور  
عورت کی طرف سے جو اہل قرابت میں وہ  
اختان کہلاتے ہیں اور اصهار کا لفظ  
دونوں صنفوں کو جامع ہے۔“

۱۔ صراح باب الیم فعل الصاد۔ ۲۔ الکشاف عن حقائق التنزیل ج ۲ ص ۹۱ طبع مکتبۃ

تہ قرطبی، انہرہری اور ابن الکیت میں نقل کے بیانات جمل علی الجلالین میں منظم ہیں۔ ۳۔ حفظہ ہجوز ۲ ص ۸۸  
طبع مصر۔

**صَبَحَتْ** : صبح ہو کر رک، ہر ناک اُٹلا، لغو ہو  
چکا۔ یہ صَاحٌ یعنی کام سے بے اور معنی صَاح  
مصدر ہی آتا ہے۔ علامہ سیلان جمل شیخ حسین سے  
ناقل ہیں :-

"صَبَحَتْ بِرُؤْسِ قَعْلَةٍ" یہ صیاح کے ایک  
باد قول میں آئے کو بتاتا ہے اور صیاح "موت"  
شدید سخت عذاب کہ کہتے ہیں۔ کہا جاتا  
ہے صَاحٌ بصیح صیاحاً یعنی زندہ سے چٹا  
اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے  
جو زور کے جبراً ٹکڑی ٹکڑی پیدا ہوتی ہے اس  
آواز کے نکلنے کو "انفیاح" کہتے ہیں۔ صیحہ اسی  
ہے اور چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اُٹتا ہے  
اس لیے یعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال  
ہوتا ہے۔

**صَبَدٌ** : شکار۔ شکار کرنا۔ اصل میں تو صَادٌ  
یعنی صید کا مصدر ہے جس کے معنی شکار کرنے کے  
آتے ہیں اور کبھی شکار کیے ہوئے جانور کے معنی میں  
ہی آتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں :-  
"فقیر گوید صید کا ہے اطلاق کردہ فی ثور معنی

غرض سسرالی اور دامادی رشتہ کے جوابی قرابت  
ہیں۔ صَبَدٌ صہر میں داخل ہیں اور اسی لیے  
صہر کے معنی داماد خسر اور بہنوئی صَبَد کے  
آئینے میں صہر کی جمع افتخار ہے۔ ۱۹

## فصل البیاء المشاة

**صَيَّا صَيَّاهُ** : اُن کے قتلے۔ ان کی گریباں  
صَبَاوِیْ : صلاتِ مُذْ صَمِیر جمع ذکر غائب مضاف  
الیہ صَبَاوِیْ صَيَّصَتْہُ کی جمع ہے۔ بمعنی قتلے  
ہر وہ چیز کہ جس کے ذریعہ تحفظ کیا جائے صَيَّصَتْہُ  
کہلاتی ہے اور اسی اعتبار سے گائے کے سیگ  
اور رُغ کے خار کو "صیصہ" کہتے ہیں۔ ۲۱

**صَيَّامٌ** : روزہ رکھنا۔ صَامٌ یَصُومُ کا مصدر  
ہے۔ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹

مصدر۔ صنادید و گاہ۔ اطلاق کردہ  
می شود بمعنی حیوانے کہ ضیعدہ شد و لکن  
و جہۃ نفوس و لہبہا لہ  
امام را غیب نے لکھا ہے کہ آیات شریفہ لا یقتلوا  
الصنید و انتم حرۃم ردہا و شکار جس وقت  
تم ہر حرام میں اور اذا احلکم فاصطادوا  
(جب ہر حرام سے نکلو تو شکار کرو) اور غیر مجلی  
الصنید و انتم حرۃم و مکرر لعل و سمجھو شکار کو  
حرام کی حالت میں، میں جیسا کہ فقہاء کا بیان ہے  
"حید" کا لفظ ان مواضع میں اسی جانور کے  
ساتھ مختص ہے کہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہے

چنانچہ روایت خمس یقتلہن المحرم فی الحل  
والحرم الخیت والعقرب والغائرة والذئب  
الکلب العقور وسانپ، پھر چوہ، بھیریا، کت  
کھاگنا۔ یہ پانچ جانور ہیں کہ جن کو احرام باندھنے  
والا حل و حرم سب جگہ قتل کرے گا، اس  
معا پر دلالت کر رہی ہے۔ پتہ  
صنیف۔ موسم گرما گرمی کی رت۔ شتاء  
کی ضد ہے، یہ اصل میں صاف یصیف کا مصدر  
ہے جس کے معنی گرمی کے موسم میں کسی مقام پر  
قیام کرنے کے آتے ہیں، اور گرمی کے موسم کے  
یہ بطور اسم بھی متعل ہے۔ پتہ

## باب الضاد المعجم

### فصل الالف

صاحبا کا ہشتے ہوتے۔ و ضلع سے اسم  
کا صیغہ واحد مذکر واضح ہے کہ "ضلع" کے  
اصل معنی تو ہشتے کے ہیں اور ہشتے کے غنای  
اسباب ہیں، انسان بھی مذاق اڑانے کے لیے  
لہ ازالۃ الخلافہ ج ۱ ص ۱۰۰۔ طبع صلیبی بریلی۔

ہشتا ہے کبھی محض خوشی ہنسی کا باعث ہوتی ہے  
کبھی کسی چیز پر چنبا ہونے کے تو ہنسی آ جاتی ہے  
یہ بطور استعارہ ضلع کا استعمال تسخر اور مسرت  
اور تعجب کے لیے بھی ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید  
میں بھی یہ تمیزان معانی میں استعمال ہوا ہے اتنا ہے  
فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذْ أَهْمُّهُمُ تَبَاهٍ يَعْنَعُونَ  
و پھر جب موسیٰ لائے انکے پاس ہماری نشانیاں

آوردہ گئے ان پر ہنسنے یعنی معجزات کا مذاق اڑانے  
 لگے اور خوشی اور تعجب و دلوں کی مثال جیسے یہی  
 آیت فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا د سہ  
 نیماں اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس  
 شے یعنی چوٹی کی گنگو کے ہنسنے پر تعجب  
 مسکرا دیتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی بات  
 ہنسنے پر اسے خوشی کے مسکرا دیتے ۔ اے  
 واضح ہے کہ تَبَسُّمُ الْمَسْكَاہُ ضَحْكٌ ہنسنے،  
 تَبَسُّمٌ اَلْمَسْكَاہُ ضَحْكٌ ہنسنے اور ان میں فرق  
 ہے مگر ہم میں آواز بالکل نہیں ہوتی ضحک میں  
 آواز تو ہوتی ہے مگر بہت خفیف اور لا فہم میں  
 اچھی خاصی آواز نہ ہوتی ہے ۔ ۱۹  
 ضَاحِكَةٌ خندان ہنسنے ہوئے رَحِيحٌ  
 سے اسم ناعل کا صیغہ واحد مؤنث یہ بھی  
 شرت کا بیان ہے ۔ ۲۰  
 ضَاحِكَةٌ - اُن کو مزہ پہنچانے والا ، اُن کا  
 نقصان رسان ۔ ضَاوٍ ضَوْءٌ سے اسم ناعل کا  
 صیغہ واحد مذکر مضارع ہے ضَوْءٌ ضَمِيرٌ جمع  
 مذکر غائب مضارع الیہ (ملاحظہ ہو ضَوْءٌ) ۲۱

ضَاحِكٌ - مزہ پہنچانے والا ضَوْءٌ ضَمِيرٌ  
 ناعل کا صیغہ جمع مذکر ضَاوٍ ضَوْءٌ کی جمع بحالت  
 نصب و جر ۔ ۲۲  
 ضَاقَ - وہ تنگ ہوا ضَاقَ سے ماضی کا  
 واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو ضَاقَ) ۲۳  
 ضَاقَتْ - وہ تنگ ہو گئی ضَاقَتْ سے ماضی  
 کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ ۲۴  
 ضَالًّا - ادا قف حیران بے خبر ضَالًّا  
 سے اسم ناعل کا صیغہ واحد مذکر تفصیل کے  
 لیے ملاحظہ ہو ضَالًّا م ۲۵  
 ضَالُّونَ - گمراہ ، بیکے ہوئے راہ بھولے  
 ہوئے ۔ ضَالًّا سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر  
 ضَالٌّ ضَالٌّ کی جمع بحالت رفع ۲۶ ۲۷ ۲۸  
 ضَاوٍ - گمراہ جس کی گمراہی ہو اور یہ پیٹ پیٹ  
 سے لگ گیا ہو ضَوْءٌ سے جس کے معنی دبا ہونے  
 کے ہیں اسم ناعل کا صیغہ واحد مذکر جو نیک و بد میں  
 پیٹ پیٹ سے لگ جاتا ہے اور گمراہی ہو جو باقی  
 ہر کس لیے ضَالٌّ کے مفہوم میں یہ دونوں معنی

۱۔ علامہ جلال الدین خورشیدی نے کشاف میں دونوں ترجمہ ہیں (ملاحظہ ہو ج ۲ ص ۱۰۲) طبع کلکتہ

۲۔ الجمل علی الجلالین - ج ۳ ص ۳۶۲ - طبع مصر

مزل میں یہاں "ضامن" سے مراد سواری کا مالدار نہ  
گھوڑا وغیرہ ہے کہ جو سواری دینے کے سبب  
وبلا ہو گیا ہو۔ ۱۱

ضامن - بیٹروں میں سے ہر ایک ہوتا ہے،  
ضامن کی جمع ہے جیسے "ضامین" کی "ضامین"  
میش نہ یعنی نزدیک یا نہ بھیر کر کہتے ہیں جو "ماغر"  
یعنی بکرے کی صند ہے۔ مراح میں اسی طرح ہے  
اور بعض نے کہا ہے کہ ضامن ضامن اور ضامن  
یعنی نسا اور مادہ دونوں کی جمع ہے اور بعض نے  
اس کو اسم جمع بھی بتایا ہے۔ ۱۲  
ضامین - تنگ ہونے والا، ضامن سے اسم  
فعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ فرمائیے) ۱۳

## فصل الباء الموحدة

ضَبَحًا - ہانپنا یہ صَبَحَ یَضْبَحُ کا مصدر ہے  
"ضبح" گھوڑوں کے دوڑنے کے سبب ہانپنے  
کو کہتے ہیں۔ ۱۴

## فصل الحاء المهملة

حِمْيَکَٹ - وہ ہنسی، وہ ہنس پڑی۔ اسے

۱۱۔ الجمل علی الجلائین ج ۲ ص ۱۰۴ - طبع مصر

ہنسی آگئی۔ حِمْيَکَٹ سے ہنسی کا صیغہ واحد مذکر  
خاص ہے۔ آیۃ شریفہ وَأَمَّا أَنتُ فَاثْمَہُ  
فَحِمْيَکَٹ اور اس کی عورت کھڑی تھی نہ  
وہ ہنس پڑی، یہ حضرت ابوسعید علیہ السلام کے  
وہ اسلام کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا  
ذکر ہے۔ بیان "حِمْيَکَٹ" سے کیا مراد ہے علماء کے  
اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ حِمْيَکَٹ سے  
وہی مشہور معنی ہنسنا مراد میں اور یہی اکثر مفسرین  
کا قول ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ  
یہ ہنسی کس بات پر تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ  
توقم لوط کی تباہی کی بولشمارت سنی اسی کی خوشی میں  
تھی، اور بعض کا بیان ہے کہ فرشتوں کے آنے  
سے حضرت ابوسعید علیہ السلام کے دل میں جو دھڑکا  
پیدا ہو گیا تھا اُس ڈر کے رفع ہونے کے نش  
ہو کر ہنس پڑیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسحق  
علیہ السلام کی ولادت کی خبر سننے پر آیا ہے۔ اچھے  
کے ہنسی آگئی۔ بعض نے ہنسی کی اور وہیں بھی  
ذکر کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حِمْيَکَٹ بمعنی حِمْيَکَٹ ہے  
یعنی ہان کر حِمْيَکَٹ آگیا، چنانچہ ابو جعفر بیہقی نے  
تاج المصادر میں اغلب اور ابن الاعرابی سے

یہی معنی نقل کیے ہیں۔ اور عکر مساوہ عباد کا بھی یہی  
 قول ہے، لیکن امام رافضی صنفیانی رنطے ہیں کہ  
 "ان کا ہنسا تعجب کی بنا پر تھا جس پر ارشاد  
 باری اَلْعَجَبُ مِنْ اَمْرَانِ لَکَ کیا تو تعجب  
 کرتی ہے اللہ کے حکم سے، ولالت کہ رہا ہے  
 نیز ارشاد اَلِدَّوَانَا عَجُوذٌ وَهَذَا بَعْلُ  
 شَبَحًا لَ هَذَا الشَّيْءِ عَجَبٌ رکیا میں  
 بچہ چونگی اور میں بڑھیا سوں اور یہ خاوند میرا  
 بوجھل ہے یہ تو ایک عجیب بات ہے ابھی  
 اسی کو متلا رہا ہے، اور جس نے یہ بیان کیا  
 ہے کہ اُن کو حیض آگیا تو یہ خضک کی تفسیر  
 نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے خیال  
 کیا ہے، بلکہ اظہار واقعہ کے طور پر ذکر کیا  
 کہ ان کو جو لثارت دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ  
 نے یہ اس کا نشان ٹھہرایا، اور اس میں اسی  
 دم حیض آگیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کا  
 حاملہ ہونا کچھ بعید نہیں ہے اس لیے کہ سورت  
 کو جب تک حیض آتا ہے وہ حاملہ ہو جاتی  
 مگر یہ واضح رہے کہ رافضی نے جو غصے کی تعجب

بیان کی ہے تو اس کے ماننے کی صورت میں آیت  
 میں تعظیم و تائید ماننی پڑے گی اور تعذیر آیت یوں  
 ہوگی فَشَرَّهَا لِبَاسُ حَقِّ عَجَبٍ کت یعنی ہم نے  
 اس کو اس میں کی خوشخبری دی تو وہ ہنس پڑی لے

۱۲

صنعتی: وقت چاشت، دن چتر ہے، وہ وقت  
 جب کہ دھوپ چڑھ جائے، صحنی کے منہ سے  
 کے پھیلنے اور دل کے چرخنے کے میں زیر اس  
 وقت کہ صحنی کہتے ہیں۔ ابن خالویہ لغوی کہتے ہیں  
 "صحنی مقصود ہے، مثل ہڈی کے اور صحنی  
 مونث ہے اس کی تفسیر صحنی ہے اور ہتھوڑ  
 ہے کہ اس کی تفسیر میں صحنی یا کچھ بغیر ہاتھ  
 تاکہ اس کی تفسیر صحنی کی تفسیر کے مشابہ نہ  
 ہو، اور صحنی کے معنی دن چڑھنے کے ہیں۔"

شیخ محمد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں  
 تصریح کی ہے کہ صحنی مذکر بھی آتا ہے۔ علامہ  
 ابو الفضل جمال قرشی نے لکھا ہے کہ:-  
 "جس نے اس کو مونث کیا اس نے اسے

لحہ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرما لیں ج ۲ ص ۲۶ طبع مفسر تفسیر سورۃ ہود،

۱۲ کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم ص ۹۵ طبع دارالکتب المصریۃ

مکمل ہے اور اس کا رغبہ صند کے معنی کی تشریح میں رقمطراز ہیں :-

”ایک قوم نے کہا ہے کہ ”صدیق“ وہ چیزیں ہیں کہ جو ایک ہی جنس کے تحت ہوں اور

ان میں سے ہر ایک دوسرے کے اعضاء خاصہ میں منافی ہو اور دونوں کے مابین بہت ہی

زیادہ فرق ہو جیسے کہ سیاہی اور سفیدی اور خیر و شر اور جوڑ و چھریں کہ ایک جنس کے

تحت نہیں ہوں گی ”صدیق“ نہیں کہلاتی جیسے کہ شیرینی اور حرکت یہ کہتے ہیں کہ صند

احوال المتقابلات کا نام ہے کیوں کہ متقابلین وہ دو مختلف بالذات چیزیں ہیں کہ ان میں سے

ہر ایک دوسرے کے مقابل ہو اور ایک وقت میں دونوں کسی ایک شے میں جمع نہ ہو سکیں

اور ایسی چیزیں چار ہیں (۱) صدیق جیسے سفیدی اور سیاہی (۲) متناقضین جیسے صفت و دو

چند اور نصف (۳) وجود و عدم جیسے مینائی اور نابینائی (۴) انحصار میں موجبہ اور

سالبہ جیسے ہر انسان یہاں ہے اور

صرف ایک جمع کہا اور جس نے ذکر کیا اس نے کہا کہ یہ اسم ہے بروزان فعل جیسے کہ صرف ہے اور ظرف غیر ممکن ہے مثل ”مخمر کے“ لے

۹ ۱۲ ۱۳

صندھا۔ اس کے دن چڑھے اس کی دھوپ کا پھیلنا اور روشن ہونا۔ جھٹی صفات کا بغیر واحد ترتیب، غائب معضات الیہ ۱۲

## فصل الدال المملہ

صنداً۔ مخالفت۔ اَصْدَادٌ جمع یہ معزود جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں یہ جمع ہی کے معنی میں ہے۔ علامہ سمیع فریستے ہیں کہ :-

”اگرچہ ہر ایک جماعت کے متعلق دی گئی مگر صند، کو واحد لایا گیا، اس کی وجہ یہ ہو

سکتی ہیں یا تو یہ کہ صنداً اصل میں مصدر ہے اور مصادر واحد ہوتے ہیں اور مذکر ہوتے

ہیں اور یا یہ کہ یہ معزود ہے بمعنی جمع“ اور شیخ سلیمان جمل نے لکھا ہے کہ صند کے متعلق

ایسا معلوم ہوتا ہے یا تو یہ مصدر سماعی ہے اور یا

۱۔ صراح باب الواو دایا فصل الصند ۲۔ منتخب اللغات شاہ جہانی باب الصاد مع الدال

۳۔ حواشی سلیمان جمل علی السجلا لیں ج ۳ ص ۸۲ -



ہر انسان میان نہیں ہے۔

اور بہت سے شکایں اور اہل لغت ان سب کو متضادات ہی میں سے قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حید بن وہ دو چیزیں ہیں کہ جن کا اجتماع ایک محل پر نہ ہو سکے۔ اور کہا جاتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کیونکہ نہ کہتا ہے میں جو ہر میں شریک اور ضد کا مطلب یہ ہے کہ دو متضافی چیزیں ایک جنس کے تحت نہ ہوں اور جب حق تعالیٰ جو ہر جوئے ہی سے منزہ ہے تو اب نہ اس کا کوئی ضد ہوا نہ نہ۔

۱۶

## فصل الراء المہملۃ

حُرّ بلا سختی، بُرائی، تکلیف، مضر، ایذا، نقصان اسم ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں:-  
حُرّ بمعنی بد حال ہے خواہ اپنے نفس (اندر) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہو کہ خواہ اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بنا پر خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے یہ

شریفہ فکشفنا ما بین حُرّ و سحر نے دور کردی جو اس پر تکلیف تھی، تینوں کی محفل ہے۔

حُرّ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱

ضَرْبَ - بان کیا، بتایا، ظاہر کیا۔ ضَرْبِ کُفّے  
 ماضی کا صیغہ واحد ذکر غائب "ضرب القل" کے  
 معنی مثال بیان کرنے کے ہیں ضَرْبَ اللہ  
 مثلاً کے معنی ہیں اللہ نے مثال بیان کی۔  
 قرآن مجید میں لفظ ضَرْبَ جہاں آیا ہے مثل  
 بیان کرنے ہی کے لیے آیا ہے اِلا حَظْمَ وَاِصْبَاحَہِ

دینے امدان کو گویا ٹھونک دینے کے ہیں تاکہ کوئی چیز سنائی نہ دے سکے یا یہ معنی ہیں کہ ہم نے ان کے کالوں پر نیند کا پردہ ڈال دیا۔ گویا جس طرح اسے کہ ضرب النینمہ کے معنی خیمہ نمانے کے آتے ہیں یہی طرح ضرب علی الادان کے معنی نیند کا پردہ ڈالنے کے ہیں۔ اس صورت میں ضرب بننا کا مفعول "المحبب المانع من السماع" محذوف مانا جائیگا۔ اور علی اذا اذہم ان پر نیند ڈالنے کا استفادہ ہوگا۔

۲۵	۱۸	۱۵	۱۳	۱۱	۹	۷	۵
۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵

ضَرْبُوا۔ وہ چلے۔ انہوں نے بیان کیا ضرب کے معنی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

۲۵ ۱۸ ۱۵ ۱۳ ۱۱ ۹ ۷ ۵  
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵  
ضَرْبُوا۔ انہوں نے اس کو بیان کیا ایں میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۲۵  
ضَرْبٌ۔ ضرر۔ اہم ہے۔ ۵  
ضَرْبٌ ۵۔ اس کی تکلیف۔ ضَرْبٌ مضاف  
ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیه ۱۱  
ضَرْبٌ ۵۔ اس کا ضرر۔ اس کا ضرر پہنچانا۔  
ضَرْبٌ مصدر مضاف کا ضمیر واحد مذکر غائب  
مضاف الیه سورۃ حج میں جو اڑنا ہے یَذْعُرُوہِمْ  
ذَوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَصْرِوہُ وَلَا یَسْفَعُ

ذَلَّتْ مُرُءِلُ الْعَبْدِ یَذْعُرُوہِ الْمَرْ  
ضَرْبٌ ۵ اقرب من لَمَعٍ وَّ لَیْسَ الْمَوْفِ  
وَلَیْسَ الْعَشِیْرُ و کاتا ہے اللہ کے سوا  
یہی چیز کہ نہ اس کا تفصیل کرے امدان اس  
کا فائدہ کرے یہی ہے وہ جاپڑا اگر اس کو کہ  
پکاسے جائے اس کو جس کا ضرر پہلے پہنچے اگر  
نفع سے بیشک بُرا دوست ہے اور بُرا رفیق ہے  
یہاں ایک طرف تو یہ اشارہ ہے کہ وہ چیز نہ اس کا  
تفصیل کرے نہ نفع اور ساتھ ہی یہ فرمایا جاتا  
ہے کہ اس کا ضرر نفع سے پہلے ہے تو واضح  
رہے کہ پہلی آیت میں وہ ضرر اور نفع مراد ہے  
جو قصد اور ارادہ سے ہو و اس امر پر تنبیہ ہے  
کہ بت چو تک مراد ہے اس سے یہ وہ اس بارے  
میں نہ ضرر کا قصد کرتا ہے نہ نفع کا اور دوسری  
آیت میں وہ ضرر مراد ہے جو بت سے مدد  
مانگنے اور اس کی یہ جا کرنے کی وجہ سے پیدا  
ہوتا ہے وہ ضرر نہیں کہ جو بت کے اپنی ارادہ  
سے صادر ہو۔ ۱۱  
ضَرْبٌ ۵۔ خاردار جھاڑ۔ کانٹے۔ صحیح  
بخاری میں ہے :-

”بیان کیا جائے کہ“ ضَرْبٌ ایک گھل ہے

جس کو شہر بنی کہا جاتا ہے یہی گھاس جب سوکھ جاتی ہے تو اہل حجاز اس کو ضریع سے موسم کرتے ہیں اور یہ زہر ہے۔

حافظ الحدیث علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس کے بیان کرنے والے قرآن میں اور خلیل نے کہا ہے کہ یہ ایک بدبودار سبز گھاس ہے جس کو سندھ کنادہ پر ڈال دینا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ ایک خاردار گھاس ہے جو زمین سے چپاں رہتی ہے قریش اس کو شہرق کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس کو ضریع نام دیتے ہیں اور یہ سب سے زیادہ فحیث اور سب سے زیادہ بُری خوراک ہے۔ بکلی کا بیان ہے کہ جب خشک گھاس خشک ہو جاتی ہے تو جانور بھی اس کے پس نہیں چسکتا۔ ابن زید کہتے ہیں کہ دنیا میں تو ضریع خشک کانٹے ہیں کہ جن پر پتے نہیں اور انہیں آگ کے کانٹے ہوں گے اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً آیا ہے کہ ضریع دوزخ میں کانٹوں کی طرح

ایک درخت ہے جو ایسے سے زیادہ تلخ ہے کہ اس سے زیادہ بدبودار ہے اور آگ سے زیادہ حرارت والا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں یہاں کے حیوانات نباتات کی طبائط پر جو ہر خاک مآب غالب ہے اس طرح سے دوزخ میں جو ہر ناری و کان کجرات و نباتات کی طبیعتیں پر غالب ہے۔ وہاں کے جانور اور درخت بس ظاہری صورت میں تو دنیا کے جانوروں اور درختوں سے مشابہت رکھتے ہیں لہذا ہی نام سے وہ بھی پکارے جاتے ہیں۔ دوزخ حقیقت ان کا مادہ جو مرستش ہے اور وہاں کی ہر چیز میں سوزش و ناریت موجود ہے۔

واضح رہے کہ سورہ غاشیہ میں تو درختوں کا کھانا صرف ضریع ہی کو بتلایا ہے اور آیت لَیْسَ لَہُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ لانکہ ہر ایک خاردار اجزاء کے اور کوئی کھانا مقبیل نہ ہوگا حالانکہ دوسری سورتوں میں دوزخیوں

۱۔ صحیح بخاری کتاب تفسیر سورہ ہل اتاک ۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للبینی ج ۱ ص ۲۱۵  
طبع مصر۔ ۳۔ الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر الملائین للدقائق الخفیہ معروف بہ حاشیہ جلی علی البجالیین  
نقل عن الخلیل ج ۴ ص ۵۴ طبع مصر۔ ۴۔ تفسیر فتح العزیز سورہ غاشیہ۔

کہ جو طعام کہ سبب ضرعت اور خورامی اور طبیعت کی بد مزگی کا ہودہ مضرع ہے، اس متہ میں بھی یہ اشکال دفع ہو جاتا ہے۔ ۱۱۳

## فعل العين المهملة

ضَعُفًا، ضَعِيف، نالواں، ضَعِيفُ ک جمع

ہے۔ ۱۱۴

ضَعُفٌ، دوگنا، دونوں، اوچند، اہم راغب اصفہانی تخریر فرماتے ہیں۔

”ضَعُفٌ“ الفاظ متضاد ہیں کہ ان میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقنی ہے جیسے کر ضَعُفٌ اور نَاقِصٌ ہیں ”ضَعُفٌ“ کے معنی دو مساوی قدروں کی ترکیب ہیں اور یہ عدد کے ساتھ مخصوص ہے، چنانچہ جب کہا جائیگا اَضْعَفُ الشَّيْءِ وَضَعْفُهُ وَضَاعَفْتُ تو معنی ہوں گے میں نے اس کے ساتھ اسی کی شکل اور اس سے بھی زیادہ شامل کر دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ ضَاعَفْتُ بِالنِّسْبِ ضَعْفُتُ کے زیادہ

کے یہ دوسرے کماؤں کا بھی ذکر ہے چنانچہ سورہ وصال میں ہے اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقْوِمِ طَعَامُ الْاَشْجَارِ اَوْ يَكْبَدُ زَيْتُ زَقْوِمٍ كَمَا كَانَا يَكْبَدُ لَكَ اَو سَوْرَةُ واقص میں ہے۔ لَا يَكُونُ مِنْ شَجَرَةٍ مِنْ زَقْوِمٍ (فَتَيْنَا) كَمَا يَكْبَدُ سِنْدُكَ کے ذریعہ (۱) اور سورہ حاتم میں ذرا باری وَاَلْحَمْدُ اِلَّا مِنْ غَسَلِيْنِ لَا يَكُونُ اِلَّا الْخَاطِطُونَ (اور کھڑے نہ کمانا) مگر وہی وجود کوئی نہ کھا دے اس کو مگر وہی گنہگار تو اس کی وجہ سے کہ عذاب رنگارنگ کا ہوگا اور معذ میں کے مختلف طبقہ ہوں گے بعض زَقْوِمِ کے کھانے والے ہوں گے بعض غَسَلِيْنِ کے اور بعض مَزِيْعِ کے، ہر طبقہ میں ایک خاص قسم ہوگی اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت میں مِنْ صَوْنِجٍ سے ”مزیع“ کی خصوصیت مراد نہیں بلکہ جو کچھ مزیع کی جنس سے ہے لذتی اور تمنی اور بڑا اور نہ کرنا اور بھوک دفع نہ کرنا وہ سب صریح میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے صریح کو قَبْلِ بَعْضِ مَفْعُلٍ جیسے عَلِمْتُ اور تَبِعْتُ ہیں قرار دیا ہے اور یہ بیان کچھ نہیں

۱۔ ملاحظہ فرمادہ الفاریح ۹ ص ۲۶۵ اور حاشیہ جلی علی الجلالین ج ۳ ص ۵۲۱

۲۔ تفسیر فتح العزیز سورہ حاشیہ ص ۵ صبار میں جیل سے بھی یہی معنی منقول ہیں۔

بیغہ اور اسی لیے اکثر قرآن پڑھا ہے۔  
 نَصَاعَتْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۔ اور  
 فَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يَّطْعَمْهَا اَرْزَاقًا  
 مِنْ جَارٍ يَا حَسَنَةً فَلَهُ عَشْرًا مِمَّا لَوْ  
 اَدْرَجَكَوْا لَا تَاہ۔ ایک نیکی تو اس کے لیے اس کا  
 دس گنا ہے اس فرمان کے مطابق "ضعفت"  
 اس کی مقتضی ہے کہ دس گنی ہوا درکھا گیا ہے  
 ضَعْفًا بِضِعْفٍ ضِعْفًا فَاُولَٰئِكَ مَضْعُوفٌ  
 ضَعْفٌ مصدر ہے اور ضِعْفٌ اسم بیغہ  
 کہ شئی اور شئی پس کسی شے کا ضعف  
 وہ ہے جو اس کو ڈبل کرے اور جب اس  
 کی اضافت کسی عدد کی طرف کی جائے گی تو  
 وہ عدد اور اتنا ہی اور یعنی اس عدد کا درگنا  
 مراد ہوگا جیسے اگر ضعف العشرة  
 اور ضعف المائتہ کہا جائے تو باخوف  
 حشر و دہس اور مائتین (دوسو) مراد  
 ہوں گے ایسی عمدہ پر شاعر کا شعر ہے  
 جَزَيْتُكَ ضِعْفًا لَوْ لَمَّا اَشْكَيْتُ  
 وَمَا اِنْ جَزَالَ الضَّعْفُ مِنْ اَحَدٍ قَبْلِي  
 رجب نے اس کا لکھ لیا تو میں نے دو گنی  
 محبت تجھ جزا لیں دی اور مجھ سے پہلے کسی

تجھے دو گنی جزا نہیں دی

اور جب بولا جائے گا اَعْطِ ضِعْفَی  
 وَاٰجِدْ تو اس (ضعفی) کا یہ مطلب ہوگا  
 کہ ایک اور اس کا دو چندان یعنی سچ چکیوں کہ  
 اس کے معنی ہوئے ایک اور ایسے دو کہ جو  
 اس کے برابر ہوں تو تین ہی ہوتے اور یہ معنی مجب  
 ہر جگہ ضعف مضاف ہوا اور اگر مضاف  
 نہ ہوا تو ضعیفین کہ تو یہ زوحمہ کے  
 قائم مقام ہوگا اس امر میں کہ ان میں سے ہر  
 ایک دوسرے کا جفت ہے تو یہ دو کا  
 مقتضی ہو کیوں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے  
 کو دو چندان کر دیتا ہے تو دو ہونے سے خارج  
 نہ ہوئے سبکدات اس صورت کے جب کہ  
 ضعفین کی اضافت واحد کی طرف  
 ہو کہ یہ ان کو نہیں کر دے گی جیسے کہ ضعفی  
 الواحد اور انا بارہی ہے قَاتِلْهُمْ  
 عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ الْمَنَارِ س تو ان کو  
 دس دو عذاب آگ کا کیوں کہ انہوں نے  
 جناب باری عز اسمہ سے سوال کیا تھا  
 کہ ان کو ایک عذاب ان کی گراہی کا ہوا  
 اور ایک ان کے گمراہ کرنے کا جیسا کہ

حق قلم نے لے کر یہ یَعْمَلُوا اَوْ ذَرَاهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ  
الْوَعْدِ وَمِنْ اَزْدَارِ الَّذِينَ يَصْلُوْنَهُمْ  
انکہ اٹھائیں بوجھانے پر سے دن قیامت کے  
اور کچے بوجھان کے جن کو سہکاتے ہیں، میں اس  
کے طرف اشارہ فرمایا ہے اور آیت وَلَٰكِنْ  
ضَعُفٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ دہر ایک کو  
دو گنا ہے لیکن تم نہیں جانتے، کے معنی یہ ہیں کہ  
ان میں سے ہر ایک کو جتنا تمہیں عذاب ہے  
اس سے دو گنا ہے اور یہ معنی بھی بیان کیے  
گئے ہیں کہ ان میں سے اور تم میں سے ہر ایک  
کو اس سے دو گنا عذاب ہے جتنا کہ دوسرے کو  
نظر آتا ہے کیوں کہ عذاب کا ایک ظاہر ہے  
اور ایک باطن ہے اور ہر ایک دوسرے  
کے ظاہر کا تو اور اک کرنا ہے باطن کا نہیں  
کرنا اس لیے وہ دل میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کو  
باطن میں عذاب نہیں ہے۔

نہ جہلقت و عربیت کے امام ہیں

تفسیر صحیح کہ ہے کہ ضعف کے معنی کلام عرب میں  
مثل کے ہیں اور اصل قریبی ہے، پھر ضعیف کا انتقال  
اس میں کی کیا گیا اور اس سے زیادہ کچلتے بھی اور

زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے، کہا جاتا ہے حَذَا  
ضَعُفٌ حَذَا یعنی یہ اس کے مثل ہے اور  
هَذَا ضَعُفًا هَذَا یعنی یہ اس کے دو چند میں اور  
سے چند میں کیوں کہ تضعیف غیر محدود زیادتی ہے

بَابٌ ضَعْفًا ۱۳۳  
ضَعْفٌ۔ نازلانی، کمزوری، ضعف، ہست

ہنا۔ ضَعُفٌ يَضَعُفُ کا مصدر ہے ظاہر میں  
میں ہے کہ اس کا فعل بابِ کُرم اور فی ضرورتوں  
سے آتا ہے الاتّاج المعاد و در مصالح میں  
صرف بابِ کُرم مذکور ہے اور قرآن مجید میں بھی  
اس کا استعمال کُرم ہی سے ہوا ہے۔ راجع ہے  
ضعف خلاف قوت ہے ضَعُفٌ فَهَوُ  
ضَعِيفٌ آتا ہے (بابِ کُرم سے) ارشاد ہے

ضَعُفَ الظَّالِمِ وَالْمُطْلُوْبِ و بولہ  
چاہنے والا اور جس کو چاہتا ہے، "ضعف"

نفس میں بھی ہوتا ہے بدن میں بھی اور حال میں  
بھی، اور کہا گیا ہے کہ ضَعُفٌ اَوْ ضَعُفٌ

دو نوز لغتیں ہیں۔ ارشاد ہے وَ عَلِمَ اَنْتَ  
فِيْكُمْ ضَعْفًا اور جاننا کہ تم میں سستی، انگلیں

دھراشے کے بنا کہ ضَعُفٌ بالغم میں ہوتا ہے

اور ضعیف عقل اور سادہ ہیں، اور اسی معنی میں  
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَإِنْ كَانَ الذِّیْ عَلَیْهِ**  
**الْحَقُّ سَفِیْہًا أَوْ ضَعِیْفًا** (پھر اگر وہ  
شخص کہ جس پر فرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف  
یعنی کم سمجھ ہے) **فَتَضَعُ** کی جمع **ضِعَافٌ**  
اور **ضِعَافٌ** ہے، **أَمَّا** یہ شریفہ **اللّٰہُ الذِّیْ**  
**خَلَقَ کَۡرَمَیْنِ ضَعِیْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ**  
**ضَعِیْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ**  
**ضَعِیْفًا** (اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے  
پھر بڑا کمزوری کے پیچھے زور پھر بڑا زور  
کے پیچھے کمزوری) یہاں **دوسرا** ضعیف "پہلے  
ضعیف" سے مجاز ہے اور اسی طرح تیسرا  
"ضعیف" دونوں کے علاوہ ہے کیوں کہ **خَلَقَ کَۡرَمَیْنِ**  
**مِنْ ضَعِیْفٍ** میں ضعیف سے مراد نطفہ یا  
مٹی ہے اور **دوسرا** ضعیف "وہ ہے جو  
خسین (وہ بچہ جو مال کے پیٹ میں ہو) اور طفل  
(بچہ) میں پایا جاتا ہے" اور تیسرا ضعیف "وہ ہے  
کہ جو بڑے بچے کے بعد چھوٹے کی طرف اُڑ ڈال  
الغیر ذلکی عمر" سے اشارہ کیا گیا ہے اور  
اور دونوں میں پہلی قوت تو وہ ہے جو بچہ کو

حرکت کرنے اور بات اپنے دل سے مانگنے اور  
دکر اپنے پر سے اذیت دفع کرنے کے لیے  
دی جاتی ہے اور دوسری قوت وہ ہے جو  
بورخ کے بعد عطا ہوتی ہے۔

اور اس امر پر کہ یہ نیز شریفہ میں ہر ضعیف  
ایک ایسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ جو پہلی  
حالت کے سوا رہے یہ چیز بھی دلائل کرتی  
ہے کہ اس کو کمرہ ذکر کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے  
کہ سکر کو جب دوبارہ ذکر کیا جائے اور اس سے  
اگلی ہی چیز اور ہوتا ہے معرکہ کر یا جاتا ہے  
جیسے تم بولتے ہو ساریت میں جلا فعال لی  
الرجل میں نے ایک شخص کو دیکھا تو اس  
شخص نے مجھ سے یوں کہا **اللہ جب دوبارہ**  
**مجھ کو ہی ذکر کیا ہے تو اس سے اقل کے**  
**علاوہ کوئی اور مراد ہو گا یہی وجہ ہے کہ حضرت**  
**ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آید کہ یہ آج**  
**مَعَ الْیَسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْیَسْرِ یُسْرًا** (اللہ کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے  
ساتھ آسانی جو میں فرمایا ہے کہ **لَنْ یَغْلِبَ عُسْرُ**  
**یُسْرَیْنِ** (ہرگز ایک مشکل  
دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی)۔

یہاں پہلے **رَجُلًا** لکھا گیا اور دوبارہ چکر دی مراد تھا اس لیے **السَّجَلِ** معرکہ کیا گیا۔



۲۱ ضَعُفًا ۲۱

ضَعُفٌ کمزور ہوا۔ ناتوان ہوا۔ بے ہمت ہوا  
ضَعُفٌ اور ضَعْفٌ سے ماضی کا صیغہ واحد  
مذکر غائب۔ ۲۱

ضَعُفًا سَتی کمزوری سست ہونا۔  
ضَعُفٌ یَضَعُفُ کا مصدر ہے ۲۱

ضَعْفًا ضعیف کمزور، ناتوان ضعیف  
کی جمع ہے، یہ لفظ سورہ مؤمن اور سورہ البر  
میں واقعہ کے ساتھ موسوم ہے۔ ۲۱ ۲۱

ضَعُفًا ۱۳ ۱۳  
ضَعُفًا ۱۵ ۱۵  
ضَعُفٌ اور ضَعْفٌ سے ماضی کا صیغہ جمع  
مذکر غائب ۲۱

ضَعْفَتَنِ درگنا، دونا۔ دو برابر دینا  
ضَعْفٌ کا تشبیہات لغب وجہ ۲۱

۲۱ ۲۱  
ضَعِيفًا ضعیف سست۔ کٹو  
ضَعُفٌ اور ضَعْفٌ سے بر وزن فَعِلٌ  
صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ ۲۱ ۲۱

کہتے ہیں۔  
اشارہ ہے وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا اور پیل

کیا گیا انسان ناتوان، یہ انسان کا ضعف اس  
کی عاجزگی کی کثرت ہے کہ جس سے ملا اہلی  
مستغنی ہے اور فرمایا اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ  
كَانَ ضَعِيفًا رہے لشک فریب شیطان کا  
سست ہی، یہ شیطان کے فریب کا سست  
ہونا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اللہ کے ان  
بندوں میں سے جو گئے ہیں جی کا آپ کہیں  
عَبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ  
وہ میرے بندے ہیں ان پر تیرا زور نہیں  
میں مذکر ہے ۲۱

اور تھاموس میں ہے کہ خُلِقَ الْإِنْسَانُ  
ضَعِيفًا کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی خواہش  
اس کو ہر طرف ہٹا کر رکھتی ہے۔ اور ضعیف  
بمعنی نابینا کے حسی لفظ ہے اور بیان کیا  
گیا ہے کہ اِنَّا الْاَنۡزِلَکَ فِیۡنَا ضَعِیۡفًا  
بھی اسی سے ہے یعنی یعنی نابینا ۲۱ ۲۱

## فصل الغین المعجم

ضِعْفًا سینکوں کا مٹھا، جھاڑو، غیب  
نے لکھا ہے کہ ضَعْفٌ کمیتی کے پورے یا کم  
کے یا نہیں کے مٹھے کو کہتے ہیں۔ اس کی

یہ کہ جو ایسا کرے گا وہ اپنی قسم سے بڑا ہو جائے گا اور امام مالک جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے اس حکم کو حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے خاص سمجھتے ہیں ۱۱

## فصل الفاء

صَفَادِعٌ - مینڈک مَفْدَعٌ کی جمع جس کے معنی مینڈک کے ہیں۔ پ

## فصل اللام

ضَلَّ - گمراہ ہوا۔ ہیکہ، ہیشکا، راہ سے دور جا پڑا کھو گیا، ضائع ہو گیا، گم ہو گیا، ہلاک ہو گیا ضَلَّالٌ سے اضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

۱	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱۳	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳
۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳

ضَلَّالٌ - گمراہی بیشکنا، راہ سے دور جا پڑنا کھو جانا، ضائع ہو جانا، گم ہو جانا، ہلاک ہو جانا۔ علامہ جمال قرشی لکھتے ہیں -

ضَلَّالٌ بالفتح ضائع ہونا، گم ہونا اور مظلوم ہونا

جمع اَصْفَانَتْ ہے اور شیعہ جبل میں شیخ میں سے منقول ہے کہ ضعف گھاس یا ٹہنیوں کا پھوٹی ٹھنڈی کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ٹہنیوں کا بڑا ٹکڑا ٹھنڈی ہے۔ یہاں درخت کی تیلی تیلی ٹہنیوں کا جو کہ تھیں ان کے طور پر استعمال ہوتی ہیں گھاس اراد ہے شیخ سلام اللہ بریلوی لکھتے ہیں کہ -

ابن ابی حاتم نے بطریق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیوی کو سوزنا زینے لگائیں گے پھر جب حق تعالیٰ نے شاہ نساپ کی تکلیف کو دیکر دیکھا تو ساقی یہ حکم بھی دیا کہ ضعف دینی تیلی تیلی ٹہنیوں کی لمبی کا مسٹھا، لے کر اس سے اپنی اہلیہ کو مار دیں چنانچہ آپ نے سو ٹہنیاں لے کر ان سے انہیں ایک ہی دفعہ مار دیا پھر عطا سے یہ روایت کی ہے کہ یہ حکم سب لوگوں کے لیے عام ہے۔ اور مجاہد سے یوں نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام ہی کیلئے خاص تھا چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی عطا کے قول کی طرف گئے

کہا جاتا ہے، ضلّ الماعی فی اللہ یعنی  
 اپنی اتنا مغلوب ہو کہ وہ میں اس کا اثر ظاہر  
 نہیں ہوتا اور اسی سے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے  
 یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی زبانی  
 کَرِهَتْ اَبَاکَ لَیْقَیَنَّ ضَلَّالِی مَیْمَیْنِ کہ ہمارے  
 باپ تو ان دونوں کی محبت میں مغلوب ہیں  
 یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے  
 بھائیوں کی محبت میں۔ اور حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام کی زبانی مذکور ہے فَعَلَّمَهَا اِذَا  
 وَاسَا مِنَ الصَّالِّیْنَ یعنی میں نے یہ کام  
 اس وقت کیا تھا جب کہ میں عیسیت دین میں  
 مغلوب تھا، نیز ملاک ہونے کے بھی معنی ہیں  
 اور ضلال بافتح اور ضلالہ بمعنی گمراہی شراد  
 کی ضد ہے اس کی ماضی کے عین کلمہ کو فتح  
 اور مضارع کے عین کلمہ کو کسرہ ہے، یعنی باب  
 صَبَّ یَصْرِی سے متعل ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد  
 ہے قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ  
 عَلٰی نَفْسِیْ اور یہی اہل نجد کی زبان ہے اور  
 یہی نصیح ہے۔ اور اہل غالبہ ضَلَّتْ اَصْلًا  
 ماضی میں عین کلمہ کو کسرہ اور مضارع

میں عین کلمہ کو فتح ہوتے ہیں، یعنی باب سَمِعَ  
 یَسْمَعُ سے استعمال کرتے ہیں ا  
 اور امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں ۱۔  
 ”ضلّال کے معنی سیدھے راستے سے ہٹ  
 جانے کے ہیں۔ ہدایۃ اور یہ باہم ضد ہیں“  
 حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ اَهْتَدٰی فَاِنَّمَا  
 یَهْتَدِیْ لِنَفْسِیْهِ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا  
 یَضِلُّ عَلَیْہَا اسی جو کوئی راہ پر گم ہو تو وہ  
 راہ پاتا ہے اپنے جملے کو اور جو کوئی مہکا پھرے  
 تو وہ مہکا پھرے اپنے بُرے کو، اور راہ سے  
 ہٹنا کسی طرح بھی ہر قصد ہو یا سہو اکم ہو یا  
 زیادہ ہر حال میں ”ضلّال“ ہی کہلائیگا کیونکہ  
 ”طریق مستقیم“ جو پسندیدہ ہے بہت دشوار ہے  
 اسے حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے  
 اسْتَقِمْ وَاِنْ تَحْصُوا سَبْعَ سَبْعٍ مَّوْجٍ  
 اور تم اگر لڑو گے تو پڑے گا ہشت نہیں کر سکو گے  
 کسی حکیم نے کہا ہے کہ ہمارے اوصواب پہ ہونا تو یک  
 ہی وجہ ہے اور اگر گم ہونا بہت سی وجہیں  
 سے کیونکہ استقامت اور صواب نشانہ باز  
 کے نشانہ کے قائم مقام ہے اور اس کے علاوہ

عہ مجاز اور اس کے مفادات کا علّۃً عالیہ ”کہلاتا ہے۔ لہذا الصراح فی الصحاح باب لام فی الضاد

سب طرف ضلال ہے مثلاً ہے، اور اسی بنا پر کہ جو ہم نے بیان کیا بعض صاحبین سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم سے روایت بانی کی جاتی ہے کہ آپ یوں ارشاد فرمایا ہے تَبَيَّنَتْنِي هَذِهِ قَوَائِمُهَا دَعَايَ مَجِيئُهَا وَأَمْرُهَا سَاقِدٌ کی سورتوں نے بڑھا بنادیا، آخر ان کی کس چیز نے آپ کو بڑھا بنایا، فرمایا ارشاد الہی فَاَسْمِعْ مَا أُخْرِجُ مِنْ فَمِي رَدُّ سَيْدِهَا جَلَّ جَلَلُ جِيسَا تَجْهَرُ كَوْنُهَا هِيَ -

اور جب ضلال طریق مستقیم کا ترک کرنا ہوا حمد اہو یا سہو اقلیل ہو یا کثیر تو جس سے بھی کسی قسم کی کوئی خطا سرزد ہو اس کیلئے ضلال کا استعمال صحیح ہے یہی وجہ ہے کہ دراز بیارہ اور کفارہ دونوں کی طرف ضلال کی نسبت کی گئی ہے گو دونوں ضلالوں میں بڑا بعید ہے۔ دیکھئے نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے وَوَجَّهَكَ صِرَاطًا فَهَدَىٰ (اور پانچھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی) یعنی جو نبوت کہ تمہاری طرف مصی

گئی اس کی طرف تم راہ یاب نہ تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بابت ہے إِنَّكَ لَكَيِّفٌ صَلَاتُكَ الْقَدِيرُ (تو تو اپنی اسی قدیم خدائی میں ہے) امدان کی اولاد نے کہا تھا إِنَّ أَبَا الْكَيْفِ صَلَاتُكَ تُمَيِّزُ (ہمیں ہمارا باپ میری خطا پر ہے) یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف آپ کے دل سے فریضہ ہونے اور ان کی جانب آپ کے شوق کی طرف اشارہ ہوا اور اسی طرح آپ کے کرم و قد شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ فریضہ ہو گیا اس کا دل اس کی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں اس کو صریح خطا پر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان فرمایا ہے وَأَمَّا مِنَ الصَّالِّينَ (اور میں نماز چکنے والوں) اس پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ فعل ان سے ہوا ہوا اور اسیہ أَن نَّصِلَ إِخْدُهَا مِنَّا (اور ہمیں صلال یعنی فراغت کر کے ہے) یعنی اگر ایک ان دونوں میں سے سہول جائے اور یہ دنیا ہے کہ جس پر انسان کی گرفت نہیں ہے۔

نیز ایک اور دستور سے ضلال کی دو قسمیں ہیں ۱۔ علم منظر میں ضلال جیسے اللہ تعالیٰ

شانہ کی معرفت اس کی واحدانیت نیز نبوت کی معرفت وغیرہ میں ضلال کہ جن کی طرف آیہ کریمہ دَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكِتَابِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعيدًا اور جو کوئی لفظ نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا میں اشارہ کیا گیا ہے (۲) علوم علیہ جیسے کہ معرفت احکام شرعیہ یعنی عبادات کے بارے میں ضلال۔

اور ضلال البعید کفر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ آیہ سابقہ میں دَمَنْ يَكْفُرْ فرمایا ہے اور ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَضَلُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَضَلُّوا ضَلَالًا بَعيدًا اور جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے رد کا اللہ کی راہ سے وہ بہک کر دور جا پڑے اور فرمایا بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ فِي الْغَدَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعيدِ بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے عذاب ۲۰ اور دور دراز گمراہی میں ہیں یعنی ضلال بعید کی عقوبت میں گرفتار ہیں اور اسی طرح سے آیہ

كريمه ان اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ تم تو پر ہمتے ہو بڑے بہکاوے میں اور قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوا كَثِيْرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَابِغِ التَّيْسِيْلِ اور گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے ہیں اور اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ اِنْ يَأْتِنَا مِنْكُمْ اَحَدٌ فَاذْكُرْنٰهُ لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُوْنَ اور اگر ہم میں سے کوئی ایک تم میں سے آئے اور ہم کو بتائے کہ ہم نے گمراہی میں ہیں یہ موت اور بدن کے استحکام کا گناہ ہے اور وَلَا الضَّالِّیْنَ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ "ضالین" سے نصاریٰ مراد ہیں اور یہ جو فرمایا ہے عَلٰی مَا هَدٰى تَرٰنٰی فِیْ كِتٰبٍ لَا یُضِلُّ تَرٰنٰی وَلَا یُکْسِی دَانَ كُخْرِ مِیْرے رب کے پاس لکھی ہوئی ہے نہ بہکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے یہاں لَا یُضِلُّ کے یا تو یہ معنی ہیں کہ میرے رب سے کوئی چیز نہ ہٹتی نہیں یعنی ہر ایک چیز اس کو معلوم ہے اور یا یہ مطلب کہ میرا رب کسی چیز سے غافل نہیں

۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۱۲ ۹ ۹.۵ ۵ ۱۵ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

ضَلَالًا گمراہی میں ہیں یعنی ضلال بعید کی عقوبت میں گرفتار ہیں اور اسی طرح سے آیہ





میں بھی عزہاۃ اور معلاۃ یہی مشورہ میں  
اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ضعیف  
مصدر ہو جیسے کہ ذکر کی ہے لسانی نے کہا  
کہ ذکر بدکردگی کی طرح سے ضار یضیئذ  
جینیئذ بھی بولا جاتا ہے۔

نیز یہی احتمال ہے کہ ضار ہمزہ کے  
ساتھ جیسا کہ ابن کثیر کی قرأت میں جینو عذب  
لیکن اس کی ہمزہ میں تنخیف کر دی گئی ہو  
اور ضار یضیئذ سے بھی ظلم اور انصاف  
کے کسی کے حق کو گھٹا دینے کے ہیں اور  
یہ معنی بھی اقل معنی ہی کے قریب ہیں۔

واضح ہے کہ ضار یضیئذ ہونے سے  
باب ضرب سے آتا ہے اور ضار یضیئذ ہمزہ  
اور بابتخ سے آتا ہے، معنی دونوں کے قریب قریب  
ہیں اور جینیئذ دونوں سے صیغہ صنعت کا بھی  
ہو سکتا ہے اور مصدر بھی۔ ۲۱

ضعیف۔ مہلان۔ رغب لکھتے ہیں؛  
ضعیف کے معنی اصل میں میلان کے ہیں  
کہا جاتا ہے ضعیف الی کذا میں اس کی

طرف مائل ہوا اور اضعفت کذا الی کذا  
(میں نے اس کو اس کی طرف مائل کیا اور  
ضاعت الشمس للغروب وتضعفت  
ازناب ڈوبنے کی طرف مائل ہوا) اور ضا  
السم عن الہدف وتضعفت ترنہ  
سے جھک گیا اور ضعیف وہ ہے جو تیار سے  
پاس آ کر کر تیار کی طرف مائل ہو اور ضیافتہ  
بستیوں میں متعارف ہو چکے ضعیف  
اصل میں مصدر ہے اسی لیے عرب کی عام  
بول چال میں واحد اور جمع دونوں میں اس  
کا استعمال یکساں ہے اور کبھی اس کی جمع بھی ثانی  
چنانچہ احنیاف، ضیوف اور حیثان کہا جاتا ہے  
علامہ عمود اللسی نے تصریح کی ہے کہ  
مزید فصح یہی ہے کہ اس کا تشبہ بنایا جا  
نہ جمع اور نہ تشبہ جمع اور توش کے لیے اس  
کی تائید کی جائے ہے

اور علامہ شیخ زادہ لکھتے ہیں:  
ضعیف اصل میں ضا فک یضعف کا

۱۔ الفتوحات الدلیہ توضیح تفسیر الجلالین للذائق کشفیاد سلیمان جبل سورۃ النجم ج ۴

۲۔ روح المعانی طبع میریہ بلاق مصر ۱۳۰۳ھ سورۃ النجم ج ۴ ص ۳۱۱ -



مصدر ہے جس کے معنی کسی شخص کے پاس مہمان بن کر آنے کے ہیں۔ پھر خود مہمان ہی کو یہ نام دے دیا گیا (یہاں) جو فرشتوں کے حق میں لفظ حنیف کا استعمال ہوا ہے حالانکہ کھانا اور مہمانی کا طلب کرنا ان کے لیے ناممکن ہے تو یہ اس حیثیت سے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنے خیال میں مہمان ہی سمجھا تھا کیوں کہ مہمانوں کی ہی صورت میں وہ آپ کے پاس آئے تھے۔

$$\frac{۱۴}{۱۹} - \frac{۲۶}{۱۹}$$

حنیفہ - اس کے مہمان حنیف معنای ضحیر واحد مذکر غائب مضارع ایہ ۲۶۔  
حنیفی: میرے مہمان حنیف معنای ضحیر واحد مذکر مضارع ایہ ۱۴۔  
حنیفی: تک ہذا صاتی حنیف کا مصدر راجع لکھتے ہیں۔

"حنیف سحۃ (دست کشادگی) کی صند ہے اور حنیف بھی بولا جاتا ہے حنیفہ کا استعمال فقر مجمل غم اور اسی قسم کے معنوں میں ہوتا ہے ارشادِ باری تعالیٰ یٰہود ذر عنّا یعنی ان سے

ماجر ہو گیا، اور فرمایا تعالیٰ ینہ صدمک (اور تنگ ہوگا اس سے تیرا ہی) وکیفیت صذرتی (اور رک جاتا ہے میرا ہی) صتیفا حوجا (تنگ ہے نہایت تنگ) صاقت علیکم الذر ص یسائر حبث وصاقت علیکم انفسکم (تنگ ہوگی ان پر زمین باوجود کہ وہ ہونے کے اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی طین وکرتک فی حنیف (اور تنگ ست ہو) یہ سب غم و محزن کی تعبیریں ہیں اور صاقت صاقت وھن لیصتیق علیہا (اور ایذا نہ دینا چاہو ان کو تاکہ تنگ نہ ہو ان کو) یہ لفظ کی تنگی پر بھی حاوی ہے اور دل کی تنگی پر بھی اور فقر کے معنی میں بھی صاتی صاتی صاقت صتیق بولا جاتا ہے، اور اس کا استعمال میں ایسا ہی ہے جیسا کہ وشم کا استعمال اس کی صند میں۔

$$\frac{۱۴}{۲۲} - \frac{۲۰}{۲۲}$$

صتیفا: تنگ، حنیف سے صفت

$$\frac{۱۹}{۱۶} - \frac{۸}{۱۶}$$

## بَابُ الظَّاهِرِ الْمُهْمَلَةِ

### فصل الالف

طَابَ خوش آیا۔ بطلا معلوم ہوا (ضرب طیبہ)  
سے جس کے معنی خوش لگنے، خوشبودار ہونے اور  
پاکیزہ ہونے کے آتے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد  
مذکر غائب ہے۔

طَارِدٌ - ہانکنے والا۔ طَرَدَ ہے اسم فاعل کا  
صیغہ واحد مذکر ماضی مطلق، ہے۔  
طَارِقٌ - اندھیرے میں آنے والا آتش میں  
آنے والا، شب میں ظاہر ہونے والا ستارہ یا  
کانام۔ علامہ محمود اوسمی رقمطراز ہیں :-

”یاصل میں طَرَقَ ہے اسم فاعل ہے جس کے  
معنی ٹکرا اس زور سے مارنے کے ہیں اس  
کے داز سائی دینے کے، اسی سے مَطْرَقَةٌ  
بمعنی ہتھوڑا، اور طَارِقٌ بمعنی راستہ بھی  
کیونکہ چلنے والے اس کو روندتے رہتے  
ہیں۔ پھر عرف لغت میں یہ روزِ فردا کا  
نام پڑ گیا اس تقوید پر کہ وہ راستہ

کو اپنے قدم سے روندنا رہتا ہے اور  
اس معنی میں اس درجہ شہرہ ہو کہ گویا اس  
کی تحقیق ٹھہر گیا، پھر یہ لفظ شب میں آنے والے  
کے معنی میں ہو کیوں کہ وہ اکثر اوقات روز  
بند پاکر ان کو بیٹھا ہے، پھر اس کے معنی کو ہر  
اس شے کے لیے کہ جو رات میں ظاہر ہو  
دی گئی خواہ وہ کچھ ہی ہوتی کہ ان خیالی صورتوں  
کے لیے بھی کہ جو رات میں ظاہر ہوتی ہیں،  
اس کا استعمال کیا جانے لگا۔

اور یہاں جمہور کے نزدیک رات میں  
ظاہر ہونے والا ستارہ مراد ہے یا تو اس  
بنیاد پر کہ وہ اسم جنس ہے اور ایک معبود  
ستارہ کا نام ہے۔

طَارِعٌ - کھانے والا طَعَمَ سے جس کے معنی  
چکھنے اور کھانے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ  
واحد مذکر ہے۔

طَاعَتَہٗ حکم برداری قبول کرنا، حکم ماننا، طاعت ہے جس کے معنی فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ اسم ہے ۲۶ ۱۳۱ ۵  
طَاغُوتٌ شیطانِ حق سے روکنے والے بت، معبود باطل، سرکش، سخت طاعنی، معصود، ہرگز ناکام۔ لہ

طاعوت سے کیا مراد ہے، امام فخر الدین رازی نے مفسرین سے اس بارے میں پانچ اقوال نقل کیے ہیں ۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتادہ نے شیطان کے معنی بیان کیے ہیں ۲) سعید بن جبیر نے کہا ہے ۳) ابو العباس نے ساعر بتایا ہے ۴) بعض مفسرین اصنام و بت، بیان کرتے ہیں، اور پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے سرکش جس اور انسان نیز ہر وہ شخص جو حمد سے گزر جائے، مراد ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ چونکہ ان سب اشیاء سے اتصال کے وقت لطیفان کا حصول ہوا، اس لیے سب چیزیں

اسباب لطیفان قرار دی گئیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو اقوال بھی بیان کیے گئے ہیں وہ تعین کے لیے نہیں بلکہ تمثیل کے طور پر ہیں، طاعنوت اپنے عزم کے اعتبار سے ہر معصیت میں حمد سے گزر جانے والے نیز ہر اس معبود کے لیے کہ جس کی حق تعالیٰ کے ساتھ پریش کی جائے استعمال ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے ساحر، کاهن، سرکش جن اور خیر کے راستہ سے روکنے والے کو طاعوت کے معنی میں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں ۱۔

میرے نزدیک طاعوت کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی، فرمان میں حمد سے متجاوز ہو اور میر حق تعالیٰ کو چھو کر اُسے پوجا بھی جائے وہ طاعوت ہی خواہ جو اس کو پوجتا ہے، اس پر اس کا بدلہ ہو خواہ پوجنے والے کی اپنی مرضی ہو، اور خواہ وہ معبود انسان ہو یا شیطان یا غیر ہو یا بت یا کچھ بھی کیوں نہ ہو۔

لہ ہرگز ناکام و جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے جو کچھ سمندر رکھے، ایسے کو طاعوت کہتے ہیں۔ بت اور شیطان اور زبردست ظالم سب یہی ہیں ۱۲ موضع القرآن از شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی سورۃ النمل رکوع ۵ - ۱۶ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴، ۵، ۶، ۷ طبع مصر سورۃ البقرہ ۳ ملاحظہ ہو مفسرات امام راغب المعینی تفسیر امام ابن جریر طبری ج ۳ - ص ۱۲ -

علامہ محمد الدین ابوالقاء عبداللہ العکبرمی  
الطہارۃ مائتہ بہ الرحمن من وجوہ الاعراب والقرائن  
فی جمیع القرآن میں لکھتے ہیں :-

طاغوت مذکور بھی آتا ہے اور عزت بھی نیز واحد  
جمع تذکرہ ناسیت سب میں ایک ہی طرح پر  
استعمال کیا جاتا ہے اس کا اصل طاغوت  
ہے کیونکہ یہ طاغوت خلق ہے اور یہ بھی مانا  
ہے کہ واحد سے ہو کیونکہ اس میں یطغون بھی لایا  
جاتا ہے پر یا م کا استعمال اکثر ہے اور اسی  
پر مصدر طغیان آیا ہے پھر لام ملکہ کو مقدم  
کر کے غین سے پہلے کر دیا گیا تو طاغوت یا  
طوغوت بن گیا پھر حرف علت متحرک اور  
اس کا تاقبل مفتوح ہوا تو اس کو الف سے  
بدل بیا گیا چنانچہ اب اس کا وزن فاعلوت  
ہے اور دراصل یہ ملکوت کی طرح مصدر  
واقع ہے کہ مصدر ہونے کی صورت میں  
اس کی تائید ہوگی اور علامہ سہیل نے بعض سے  
یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کی تائید نہیں بلکہ  
لام ملکہ کا بدل ہے اور اس کا وزن فاعول ہے

پھر اس کے مصدر ہونے میں بھی بحث ہے  
مبزو سے لغزش کی ہے کہ میرے نزدیک زیادہ  
درست یہ ہے کہ جمع ہے۔ ابوعلی ناسی کہتے ہیں  
کہ ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے کیونکہ طاغوت  
مصدر ہے جیسے کہ تَغَبُّوتُ تَغَبُّوتُ تَغَلُّوتُ  
ہیں پس جس طرح یہ اسرار آماد میں اسی طرح یہ  
اہم بھی زد ہے جمع نہیں ہے اور جو چیز اس کے  
مصدر مغزوم ہونے پر دلالت کر رہی ہے وہ  
آیہ کریمہ اُولَئِکُمُ الْفَاعِلُوتُ (ان کے رفیق  
ہیں شیطان ہے کہ جمع کے مقام پر مفعول لایا گیا  
جس طرح سے کہ مصدر خدا اور مصدر عدل  
کہا جاتا ہے اور یہودیہ کے نزدیک یہ اہم جنس ہے  
مغزوم ذکر انداس کی جمع و ناسیت الہم راہ  
ہونے کی بنا پر ہے۔

اور علامہ جبار اللہ عمود زعفرانی تفسیر سورۃ  
الزمر میں رقمطراز ہیں :-

”یہ لفظ شیطان یا شیطن کے لیے استعمال  
کیا گیا ہے کیونکہ یہ مصدر انداس میں کئی  
مبالغے میں (۱) مصدر سے مرکب کرنا گویا کہ

۱۔ کتاب مذکور ج ۱ ص ۱ طبع مینہ پور ۱۳۳۵ھ  
۲۔ حاشی بیان جبل علی تفسیر الجلالین ج ۱ ص ۲۱۰  
۳۔ تفسیر کبیر امام رازی ج ۱ ص ۴۳۴  
۴۔ تفسیر علامہ ابوالسعود حمادی بر مائتہ تفسیر کبیر امام رازی  
حوالہ مذکور۔

شیطان کی ذات خود طغیان ہے (۲۱) سیف بھی  
میانہ کا سیف ہے کیوں کہ رحمت کے معنی  
میں وسیع رحمت اور ملکوت کے معنی  
میں فرارح ملک (۲۲) قلب جو اختصار کے  
یہ ہے کہ غیر شیطان کے لیے استعمال  
نہیں ہوتا۔ لہ

۳ ۵ ۶ ۱۲ ۲۳  
۲ ۵ ۶ ۱۱ ۱۶

طَاغُوْنَ - نامزدان، سرکش، شریہ معصیت  
میں حد سے بڑھ جانے والے، طغیان سے اسم  
فاعل کا سیف جمع مذکر طَاغِی کی جمع بحالت رفع  
ہے (۲۲) و ملاحظہ ہو طُغْیَانُ  
طَاغِیْنَ - سرکش، شریہ، حد سے گزر جانے والے  
طَاغِی کی جمع بحالت نصب و جر (۲۳)

۲۹ ۳۱

طَاغِیَّتَہ - نامزدانی، انفرود تندہ سے نکل جانے  
والی اندازہ یہ یا تو معدہ ہے اس صورت میں  
اس کے معنی خدا کی نامزدانی میں حد سے آگے  
بڑھ جانے کے ہیں، یا صفت جو یعنی حد سے بڑھ  
جانے والی اس صورت میں طغیان سے اسم  
فاعل کا سیف واحد مرفوع ہوگا، امام فخر الدین  
رازی مفتیح الغیب معروف بتفسیر کبیر

میں قسسم طراز ہیں :-

طَاغِیَّتَہ کے بارے میں کئی قول ہیں اول یہ  
کہ طَاغِیہ ایسا واقعہ ہے جو شدت و قوت  
میں حد سے بڑھ گیا ہو، ارشاد الہی ہے اِنَّا  
لَمَّا طَغَى النَّارُ دہم نے جس وقت پانی نے  
طغیان کی (یعنی حد سے بڑھ گیا) اور فرمایا مَّا  
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (بہکی نہیں نگاہ اور حد  
سے برسی نہیں) اس قول پر طَاغِیہ کسی  
معدود کی صفت ہے اور وہ معدود  
کیسا ہے۔ اس میں لوگ مختلف ہیں بعض  
کہتے ہیں کہ لفظ صحیحہ (چنگھاڑ) معدود  
ہے یعنی ایسی چنگھاڑ کہ جو بہت سی چنگھاڑوں  
سے قوت و شدت میں برسی ہوئی ہو یعنی ازنا  
الہی ہے اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ صَیْحَۃً وَّ اَحَدَہُ  
فَکَانُوا کَقَشِیْمٍ الْمُخْطَلِیْمِ دہم نے بھیجی  
ان پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی  
بالہ کانٹوں کی، اور بعض ترجمہ دارانہ بحال،  
معدود بتلے ہیں، اور بعض صایغۃ  
(بہکی کی کوک) بیان کرتے  
ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ طاعنیۃ یہاں بمعنی لغیا  
ہے۔ اور کا ذنبۃ، تابا ذنبۃ اور عافیتۃ کی طرح  
یہ بھی مصدر ہے یا یہ قول حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اولہ متاخرین  
نے دو طرح سے اس قول پر اعتراض  
کیے ہیں۔

پہلا اعتراض تو وہی ہے جو رجحان نے ذکر کیا  
ہے کہ چونکہ جملہ نانیہ میں جس شے کا عذاب واقع  
ہوا ہے اس کی نوع کا بیان ہے جو ازراہ الہی  
مدیریت مخصوص و مخصوصی ساختگی کا دوسرا  
میں مذکور ہے۔ لہذا جملہ اولیٰ میں بھی ایسا ہی  
ہونا لازم ہے تاکہ مناسبت موجود رہے  
اور دوسرا وہ اعتراض ہے جو قاضی دہلوی نے  
سہانی متذکرہ سے کیا ہے کہ جو یہ بیان کہتے  
ہیں۔ اگر وہ مراد ہو تو محاورہ کا تقاضا یہ تھا کہ  
أَهْلِكُوا الطَّاعِنِيَّةَ يَارَاحِلَ الطَّاعِنِيَّةِ کہا  
جائے اور حالانکہ یہاں لام کی بجائے باء کا صلب ہے  
تیسرا قول یہ ہے کہ بالطاعنیۃ کے معنی میں اس  
جماعت کی بدولت کہ جس نے تمام قوموں میں حد سے  
بڑھ کر سرکشی کی، اور ناتواں کی کنہیں کاٹنے کا شوق

کہ کئے سحر اس کی کنہیں کاٹ ہی نہ لیں یعنی  
ثمود اپنے اس طاعنی فرقہ کی بدینگی کی بدولت  
ہلاک کئے گئے اور یہیم ہو سکتا ہے طاعنیۃ  
سے مراد خاص وہی ایک قوم جس نے اس فعل  
بنا اقدام کر کے سب کو ہلاک کر لیا کیوں کہ سب  
اس کے کثرت پر خوش تھے اور حطرح سے  
فلان راویۃ الشعر و الحامیۃ، نسابۃ اور  
نسابۃ کہا جاتا ہے اسی طرح سے اس کو  
طاعنیۃ کہا گیا ہو۔ یعنی تارہ مبالغہ کی ہیں  
واضح ہے کہ امام راغب اصعبانی سے اس  
جگہ فاش غلطی ہو گئی ہے طاعنیۃ کو طوفان کا اشارہ  
سیجے حالانکہ یہاں ثمود کا مذکور ہے، قوم  
نوح کا نہیں۔ چنانچہ مغفوات میں لکھتے ہیں۔  
ارثاؤ باری فَأَهْلِكُوا بِالطَّاعِنِيَّةِ اس  
طوفان کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو اِنَّا لَنَعْلَمُ  
طَغَى الْعَمَاءِ میں بیان کیا گیا ہے۔ ۲۹  
طاف۔ پھر گزیرا پھر گیا، نَعْرَاطُ قَتْلَہُ  
جس کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے کے ہیں  
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۲۹  
طَاقَةٌ۔ طاقت، قوت، توانائی۔ راغب

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی صحت عمل نظر ہے ۲۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۸۰ طبع دارالکتاب بغداد

کہتے ہیں کہ :

حلفت اس مقدار کا نام ہے جس کو انسان کے  
یہیہ شغف کے ساتھ انجام دینا ممکن ہو یہ  
در اصل اس طوق کے ساتھ تشبیہ ہے کہ جو  
کسی چیز کو گھیرے رہتا ہے۔ پس آیت کریمہ  
لَا تَجْتَنِبْنَ مَا لَاطَاقَةُ لَنَا بِهِ اور نہ اٹھا  
ہم سے جس کی طاقت نہیں ہم کو کا مطلب یہ  
ہے کہ جس کا انجام دینا دشوار ہو اور یہ معنی نہیں  
ہیں وہ چیز ہم پر مسل ڈال جس کی ہم کو قدرت  
نہیں کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کسی وہ چیز بھی  
انسان پر ڈال دیتے ہیں جو اس پر  
دشوار ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَبَصُرْ  
عَنهُمُ احْصُرْهُمْ (اور اُتارنا ہے ان سے  
بوجھ ان کے) اور فرمایا وَضَعْنَا عَنكَ وَدَكَ  
(اور اُتار رکھا ہم نے ان سے بوجھ تیرا یعنی  
وہ سخت عبادات کہ جن کے چھوڑنے میں گناہ  
تھا ہم نے تم پر سے ان کی تخفیف کر دی  
اور اسی طرح قَالُوا لَاطَاقَةُ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ  
وَجُشُودِهِ انہوں نے کہا قوت نہیں ہم کو  
آج جالوت کی اور اس کے لشکروں کی ہے

یعنی ممکنہ مشقت کے ساتھ آج اس ثلثی  
کا انجام دینا بس میں نہیں  
امام نحر الدین رازی سورہ بقرہ کے اخیر میں  
رقسم طراز میں :-

طَاقَةُ اِسْمٌ هِيَ اِطَاقَةٌ هِيَ سَيِّئَةٌ طَاقَةٌ  
اِطَاقَةٌ هِيَ اور جائزہ اجابہ ہے اور یہ  
مصدر کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے  
اور اس سے پہلے قَالُوا لَاطَاقَةُ لَنَا الْيَوْمَ  
بِجَالُوتَ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں  
طَاقَةٌ مصدر ہے بمنزلة اِطَاقَةٍ کے کہا  
طَاقَةٌ اِطَاقَةُ النَّاسِ فِي طَاقَةٍ وَطَانَةٍ اولی  
طرح ہے ہے اطاع اطاعنا و طاعنا اِطَاعَ  
اور اَعَاذَ يُغِيثُ اَعَاذَةً اور عَاثَرَهُ اِسْمٌ  
اور اجاب یجیب اجابہ اور اجابہ اسم ہے  
مثل میں ہے۔ اَسَاؤُكُمْ سَمْعًا فَاَسَاؤُكُمْ لِحَابِنَةٍ  
ای جوابنا ۛ

علامہ خازن بغدادی نے مَبْنُوۃً تَحْتَلِنَا  
مَا لَاطَاقَةُ لَنَا بِهِ کے ذیل میں لکھا ہے  
تکلیف بالالطاف کی دو صورتیں ہیں ایک  
تو کہ جس کا برداشت کرنا بندہ کی قدرت

ہی سے باہر ہے جیسے نابینا کو بنیائی کا مکلف  
کر دیا یا اپنا سچ کو دھڑکنے کی تکلیف دینا سوس  
قسم کی تکلیف کا سچ تعالیٰ کسی صورت میں بھی  
اپنے بندے کو مکلف نہیں فرماتا، اور  
دوسری قسم کی تکلیف مالا یطاق وہ ہے کہ  
شدید شقت اور سخت تکلیف کے ساتھ  
اس کو برداشت کر لینا بندے کی قدرت میں  
ہے جیسے کہ اعمال شاقہ اور ذرا لضع ثقلیہ کا  
مکلف کرنا، چنانچہ ابتداء سے اسلام میں  
قیام دلیل واجب تھا، سو یہی وہ تکلیف  
جس کے متعلق اہل ایمان نے اپنے رب سے  
درخواست کی کہ ان پر وہ بوجھ نہ ڈال جسے  
کے اٹھانے کی ان میں طاقت نہیں۔

جو لوگ "تکلیف مالا یطاق" کے جواز  
کے قائل ہیں وہ اسی آیت سے استدلال  
کرتے ہیں کہ اگر یہ جائز نہ ہوتی تو حق تعالیٰ  
سے دعا کے ذریعہ اس کی تسخیف کی درخواست  
بھی مناسب نہ ہوتی۔ ۲۔ ۳  
طال۔ درانہ ہوا، الباہوا، انقصر طول

مانی کا صیغہ واحد مذکر فاعل (ملاحظہ ہو موطا)

۱۶ ۱۷ ۲۷  
۱۸ ۱۹ ۲۰

طالِب۔ طالب مانگنے والا، چاہنے والا۔  
طَلَبْتُ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر فاعل  
(ملاحظہ ہو طَلَبْتُ) ۱۷

طَاوُفٌ بنی اسرائیل کے ایک با اقبال  
اور صالح بادشاہ کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ

السلام کے اسی عہد میں گذرے ہیں قرآن  
عہد میں سورۃ بقرہ میں ان کا تفصیلی احوال مذکور  
ہے، صحیح بخاری میں بطریق متعددہ حضرت  
برابر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

ہے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان  
کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالت

کے ان ساتھیوں کی تعداد کے مطابق تھی کہ جنہوں  
نے ان کے ہمراہ نہر کو پار کیا تھا اور طالع

کے ساتھ جس نے بھی نہر کو پار کیا مومن ہی تھا  
یہ کچھ اور پانچ سو دس آدمی تھے۔ جامع ترمذی

کے الفاظ یہ ہیں کہ ہم یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ  
اصحاب بدر بدر کے دن اصحاب طالت کا

تعداد کے مطابق تین سو تیرہ تھے، امام ترمذی  
فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت ابن عباس



رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بخاری اور ترمذی کے علاوہ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی ساتم اور بیہقی نے بھی دلائل النبوة میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

تعبیر کے علامہ جلال الدین سیوطی سے الاتقان فی القرآن کی النوع التاسع والستون میں جو کہ قرآن مجید کے اسماء کئی امد القاب کے بیان پر مشتمل ہے طائوت کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ علامہ محی الدین ابوالبقا عکبری لکھتے ہیں:

طائوت مجبی نام ہے معروف ہے اور اسی بنا پر غیر منصرف ہے اور طول کے مشتق نہیں ہے جس طرح کہ سخن سنی سے نہیں بنا ہے بلکہ یہ وہ الفاظ ہیں جو عربی الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔  
وہ علامہ جلال الدین عکسری کثافت میں قمر طراز طائوت، جالوت اور دائرہ کی طرح سے عجی نام ہے اور معروفہ العجمی ہونے کے سبب غیر معروف

ہے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ طول سے بنا ہے کیوں کہ طائوت کو لبطنی لیسم سے موصوف کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ طول سے ہے تو اس کا وزن اس سے فعلوت ہوگا اور اس کی اصل فعلوت ہوگی۔ مگر اس کا غیر منصرف ہونا اس کے طول سے مشتق ہونے کو مانع ہے۔  
الایہ کہ یوں کہا جائے کہ یہ عبرانی نام ہے جو عربی کے موافق ہو گیا ہے جیسے خطاطہ کے موافق ہے اور بیشما لاہامر خمنا ناخیا، بسم اللہ الرحمن الرحیم کے موافق ہے پس یہ طول سے اسی طرح بنا ہے جس طرح سکے عربی ہونے کی صورت میں مشتق ہوتا۔ اور عبرانی ہونے کے باعث اسی کا بھی ہونا بھی اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے دو سببوں میں سے ایک سبب ہے اور علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:-

طائوت کے بابے میں دو قول ہیں۔ ان دونوں میں ظاہر تر یہ ہے کہ یہ عجی اور عبری نام ہے جیسے

۱۔ جامع ترمذی باب، ج ۱، صفحہ ۲۰۰، طبع احمدی دہلی ۱۳۸۵ھ۔  
۲۔ الدر المنثور ج ۱، ص ۲۱۸، طبع مصر ۱۳۸۵ھ۔  
۳۔ اس وقت میرے پیش نظر اتقان کا نسخہ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ہے کہہ اظہار ماسن، دار العلم ص ۵۰، طبع مصر ۱۳۸۵ھ۔  
۴۔ کیونکہ غیر منصرف ہونے کے لیے دو سبب یا ایک ایسا سبب ہو کہ دو سببوں کا نام مقام ہو سکے موجود ہونا ضروری ہے اور اس کے مشتق ہونا صورتیں عجیب نہیں رہتا بلکہ عربی ہوتا ہے اور پھر بحر معروف ہونے کے کوئی دوسرا سبب اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے موجود نہیں رہتا۔ ۵۔ تفسیر کثافت ج ۱، ص ۱۰۰، طبع بولاق مصر۔

کہوڑو ہے ایسا کسی نیلے غیر منصرف ہے، اور بعض  
کا قول ہے کہ یہ عربی ہے طویل سے بنا ہے اور اس  
کی اصل طوکونٹ ہے جیسے کہ تہ قہوٹ اور تہوٹ  
ہیں پھر چونکہ وہ متحرک تھا اور اس کا ماقبل  
منفوح اس لیے وادعت سے بدل لیا  
گیا اور اس صورت میں اس کا غیر منصرف  
ہونا غلیث اور شبہ تعبیر کی بنا پر ہے چونکہ یہ در  
عرب پر نہیں ہے، لیکن اس کے متعلق طویل  
سے عدل کا دعویٰ کرنا یا یہ کہنا کہ یہ عبرانی ہے  
اور عربی کے موافق ہو گیا ہے تکلف ہے، یہ  
کلماتہ، بلستہ بزرگ، بڑی آفت، بڑا سنگامہ  
قیامت، طعنے سے جس کے معنی کسی چیز کے اتنے  
زیادہ ہونے کے ہیں کہ وہ چھا جائے اور غالب  
اسمائے ہم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، اور امی  
یہ طاعت کے معنی اس بڑی مصیبت کے آتے  
ہیں کہ جو چیز چیر چھا جائے۔ یہاں اس قیامت  
سے مراد ہے کیوں کہ ہنگامہ قیامت سب کو اپنی لپیٹ  
میں لیے ہوگا۔ ۳  
۴ المیزان۔ پندہ، ہر وہ جانور کہ جس کے پر ہولند  
ہو اس کو پھر سے طائر ہے۔ طائر جمع ہے

طائر کثیر: تمہاری نال بردہ ہارنگوں بدتمہاری  
بڑی قسمت، تمہاری نحوست، تمہاری ناپسند  
طائر مضاف کنز ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف  
وامع ہے کہ اصل میں تو طائر کے معنی آتے  
وہاں ہی کے ہیں چنانچہ طائر بطنیہ مطیّر، نا کا  
استعمال کی معنی میں ہوتا ہے مگر عرب جاہلیت کا  
معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے  
تو پرندوں کو لکھاتے اور ان سے نال لیتے اگر  
وہ داہنے سے بائیں کو نکل جاتے تو اسے بُرا  
سمجھتے اور خوش حالت اندر پھر اس کا مکر نہ کرتے  
چنانچہ اس طرح اس کے استعمال پرندوں سے بڑے  
شگون لینے کے، اسے میں ہونے لگا۔ اور پھر ہم  
اس شے کیلئے کہ جس سے بدنالی لی جائے یا  
اسے خوش سمجھا جائے استعمال کرنے لگے غرض  
چونکہ عرب پرندہ کو شوم و نحوست کی دلیل و علامت  
سمجھتے تھے اس لہذا کو دلیل کا نام دے کر  
خود طائر وہ طر کو شوم سے مکر کر دیا  
نیز طائر کے معنی حصّہ کے بھی ہیں چنانچہ  
ام لاندی نے ابو عبیدہ سے تفسیر میں نقل  
کیا ہے۔ علامۃ لوسی لکھتے ہیں :-

کبھی طائر کا استعمال حنفہ اور ثعلب کے معنی میں  
سمجھ کر تھے ہیں خواہ بھلا ہو یا بُرا، حتیٰ کہ یہ بیان  
کیا گیا ہے کہ قطب کی اصل ہی لوگوں میں مال کو  
متفرق کر دینا اور اڑا دینا ہے تاکہ ہر ایک کے  
لیلیٰ اس کا حصہ بھلا ہو یا بُلا اڑ جائے پھر میں  
اس کا استعمال غالب ہو گیا ہے۔

دوسرے معنی کے اعتبار سے طائر جمع کے معنی  
ہو گئے ان کا بُرا حصہ یا ان کی بد نصیبی  $\frac{19}{14}$   $\frac{22}{19}$   
طَائِرٌ۔ اس کی شامت اعمال اس کی  
زبردستی قسمت، طَائِرٌ مضاف ضمیر واحد مذکر  
غائب مضاف الیہ۔ راعب اصحاب کہتے ہیں کہ وہ  
عل مراد ہے جو انسان سے اُسے خیر ہو یا شر۔  
۱۵

طَائِرُهُمْ۔۔۔ ان کا شگون بد، ان کی شومی  
ان کی نحوست، طَائِرٌ مضاف ضمیر جمع  
مذکر غائب مضاف الیہ۔ ۹۔

طَائِعِينَ۔ فرمانبردار، اپنی خوشی سے کہا  
ماننے والے طَوْعاً سے اسم فاعل کا صیغہ جمع  
مذکر طَائِعٌ کی جمع سماعت نصب جر ملاحضہ ہو طَوْعاً  
طَائِعٌ دوسرے خطرہ، میر جانے والا، پھیکا والا

پہلے معنی مجازی میں ہیں اور دوسرے حقیقی سورہ الاعراف  
میں اس کا رسم خط بغیر الف کے ہمزہ کے  
مركز کے ساتھ اس طرح ہے طَيْفٌ، طَائِفٌ  
طَوَفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے طَوَفٌ  
کے معنی ہیں کسی چیز کے گرد چکر کاٹنے کے اور اسی  
لیے جو شخص گھر مل کے گردا گرد ان کی حفاظت  
کے لیے چکر لگاتا رہتا ہے طائف کہلاتا ہے اور  
اسی سبب جن خیال، حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ  
"طائف" ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے اِذَا تَشَتَّتْ  
طُفَّتْ مِنَ الشَّيْطَانِ (جہاں پڑ گیا ان پر شیطان  
کا گرد، یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور  
اس کو شکا کرنا چاہتا ہے اس کا دوسرا اور خطرہ  
اثر لگ گیا۔ اور طَافَ عَلَيْهِ طَائِفٌ مَن؟  
ترتیباً پھر بھی اگر گیا اس پر کوئی بھروسہ نہ ہو  
بیک طرف سے، میں جو عذاب الہی ان لوگوں کو  
پہنچا تھا اس کو سبب قلعہ یعنی میان کیا گیا ہے۔

$\frac{9}{14}$   $\frac{22}{14}$

طَائِفَةٌ۔ گردہ جماعت، بعض لوگ، کچھ لوگ  
ایک اور ایک نام سب طائف کہلاتا ہے  
طَوَفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث

۱۶۔ روح المعانی ج ۳ ص ۴۵۳ مع میر یوں لاق مصرعہ یعنی سر زد ہوا اور اسی سے استعارہ ہے۔

شیخ الاسلام حافظ علامہ بدر الدین محمود بن اسماعیل  
یعنی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں  
"لغۃ میں طائفہ کے معنی ہیں کسی شے کے  
ایک قطعہ یعنی ٹکڑے کے۔ عباب میں ہے  
"الطائفۃ من الشیء الطعۃ" اسی معنی میں ارتداد  
ہے وَلَنَسْهَدَنَّكَ اَبْنَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ  
النَّوْمِیْنِ اور دیکھیں ان کا مارنا کچھ  
لوگ ملے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں  
کہ ایک اور ایک سے زائد طائفہ ہے چنانچہ  
جو مفر کے لیے طائفہ کا استعمال کرتے ہیں  
نفس طائفہ مراد لیتے ہیں اور مجاہد بیان ہے کہ  
ایک شخص سے لے کر ہزار تک۔ طائفہ  
عطا نہ کئے ہیں کہ طائفہ کسی سے کم دو آدمی میں  
آہنی۔ اور زجاج نے کہا ہے کہ سیر نزدیک  
اقل طائفہ دو ہی ہیں۔ امام شافعی وغیرہ علما  
نے قرآن مجید میں مختلف مواقع پر طائفہ کو  
اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے مختلف درجہ پر  
ممول کیا ہے چنانچہ آیت کہ یَا قُلُوبَ لَا تَعْلَمُوْنَ  
مَلٰئِکَۃً خَافِیَۃً تَنْصُتُ لِمَا یُکَلِّمُکُمْ  
ہر فرد میں سے ایک طائفہ ہیں ایک اور ایک  
یعنی شرح بخاری ج ۱ ص ۲۴۴ طبع مستبول۔

سے زائد مراد ہے ایسا ہی آیت سے خبر واحد  
کے مقبول ہونے پر استدلال کیا جیسا کہ آیت  
کَرِیْمٌ وَلَیْسَ یُکَلِّمُکُمْ اَبْهَمًا طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ  
رَّکِبٌ مِّنْکُمْ اِیَّاهُمْ وَلَیْسَ یُکَلِّمُکُمْ اَبْهَمًا طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ  
مَعْلُومٌ (تو چاہیے کہ ایک جماعت ان کی کھڑی  
ہو تیرے ساتھ میں رکن سے کم، تین مراد ہیں اور ان  
سب مقامات پر قرآن کے لحاظ سے تفسیر کی ہے  
پہلے جگہ اس اعتبار سے کہ انفراد یعنی احکام الہی  
سے ڈرنا اور خبردار کرنا ایک سے بھی حاصل  
ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ اس لحاظ سے کہ  
چارہ کی شہادت اس میں مستحب ہے اور  
تیسری میں اس بنا پر کہ پوری آیت وَلَنَسْهَدَنَّكَ  
اَبْنَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ النَّوْمِیْنِ میں ان لوگوں کو بلفظ جمع ہی  
ذکر کیا ہے۔ اور اقل جمع جمہور اہل لغت و فہم  
و اصول کے مذہب مختار پر تین ہی ہے۔  
اور اگر تم یہ کہو کہ آیت نَذَارَۃً لِّیْکُمْ لَعَلَّکُمْ  
تَعْلَمُوْنَ ہے لَیْسَ یُکَلِّمُکُمْ اَبْهَمًا طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ  
لَیْسَ یُکَلِّمُکُمْ اَبْهَمًا طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ اِذَا سَجَّوْا۟ اِلَیْہِمْ اَوْ یُرِیْہِمْ  
سب جمع ہی کی تفسیر میں تو میں جواب میں  
کہوں گا کہ مختصراً جمع ان طوائف کی طرف عائد  
ہے کہ جو مختلف فرقوں سے مجتمع ہوئے۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ۔۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ طائفة اصل میں اسم  
فاعل ہے تو ثبوت طوائف سے جس کے معنی  
دوران (مقررہ گھومنے) یا (حائلہ) (گھیر لینے)  
کے ہیں اب یہ یا تو نفس کی صفت ہی یعنی نفس  
حائفة اس صورت میں واحد کے لیے بولا جاتا  
ہے یا جماعت کی صفت ہے یعنی جماعۃ طائفة  
اور ایک سے زائد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تو گویا یہ  
ان سب معانی میں مشترک ہے۔ اور ہر مقام پر اس  
مقام کے مناسب معنی پر محمول ہوتا ہے۔  
اور علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔۔

طائفة سے جب جماعت مراد لی جائے گی تو  
طائف کی جمع ہوگا۔ اور جب اس سے واحد مراد  
ہوگا تو اس صورت میں اس کا جمع ہونا بھی صحیح  
ہے اور اس کے ذریعہ واحد سے کنایہ ہوگا اور  
یہ بھی صحیح ہے کہ اس کو رادۃ اور علامۃ وغیرہ  
کی طرح قرار دیا جائے (یعنی اس کی تاء کہ مبالغہ  
کی تاء قرار دیا جائے نہ کہ تائید کی)۔

امام فخر الدین رازی تائید کریمہ فلا لائفة من کل  
فرقة منہ طائفة لیستہ فی الدین

وَلْيَذَرُوا اقْوَمَهُمْ اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ  
يَخْذَرُونَ (سکینہ نہ بھلے ہر فرقہ میں سے ایک دو  
آتی، سمجھ سیکریں دین میں اتنا خبر پہنچا دیں اپنی  
قوم کو جب پھر آویں ان کی طرف شاید وہ پگھلے  
ہیں) اس کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

”بیان میں کہ قوی دلیل ہے جو خبر و احکام حجت  
سمجھتے ہیں، ہم نے کتاب المصنوعین علم الاصول  
میں اس کی تفسیر میں نہایت تفصیل سے کام  
لیا ہے۔ اور یہاں جو ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے  
کہ ہر فرقہ میں ایک فرقہ میں اور حق تعالیٰ نے نشانہ  
ہر فرقہ میں سے ایک طائفة کا لکھنا واجب  
قرار دیا ہے اور ان میں سے بھلنے والے کو  
ہونگے یا ایک، اس لیے طائفة کا ذکر ایک  
ہونا ضروری ہوا، پھر حق تعالیٰ نے نشانہ ان کے  
خبر دینے پر عمل کو واجب قرار دیا کیونکہ شمار الہی  
وَلْيَذَرُوا اقْوَمَهُمْ اِنْ رَجَعُوا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ  
يَخْذَرُونَ میں ان کی قوم پر اس  
کو واجب قرار دیا ہے کہ ان کے خبر دینے پر  
عمل کریں اور یہ اس کا مقصد ہے کہ ایک کی یاد  
کی خبر شریعت میں حجت قرار پاسے۔“

۱۔ روح المعانی ج ۶ ص ۱۱ طبع میر تقی میر رحمہ اللہ ۱۲۶۵ھ تفسیر سورہ ۴۷ ص ۶۵، ۶۶ طبع دارالسلطانہ  
استنبول



اور سورۃ الانفال میں جو اِحدى المطا ئفتین  
 دو جماعتوں میں سے ایک، ارشاد ہے اِنْ مَّا لَکُم  
 سے نزدیک تو قریش کا وہ کاروان تجارت ہے جو  
 مال و اسباب سے لدا ہوا ہے یسعیان کی سرکردگی  
 میں شام کے مکہ معظمہ واپس ہو رہا تھا اور جب کو قرآن مجید  
 نے غَیْرَ ذَآلِکَ التَّوْکِیْدَ سے تعبیر فرمایا  
 ہے اور دوسرا طائفہ قریش کا وہ ایک ہزار کا لشکر تھا  
 جو سارو سامان سے لیس غنیمت بنی ربیعہ کی سپہ  
 سالاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نبرد  
 آزمائی کے لیے مکہ معظمہ سے نکلا تھا اور بدر کے

میدان میں کھیت رہا۔ ۱۵  
 طَائِفِينَ طواف کرنے والے گرد و پیرنے  
 والے، طَوَّفَ ہے اہم فاعل کا صیغہ جمع مذکر  
 ابہالت نصب وجہ طائف کی جمع لغت میں  
 طَوَّفَ اور طَوَّاف کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے  
 کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں طواف سے مراد  
 نماز کے بعد کے گرد و پیرنا اور اس کا چکر کاٹنا ہے اور  
 طَائِفِينَ وہ لوگ ہیں جو حج اور عمرہ کی نیت  
 بیت اللہ شریف کا قصد کرتے اور اس کا طواف  
 کرتے ہیں واضح رہے کہ سورۃ البقرۃ میں جو  
 لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِمِينَ وار ہے اس سے بعض

علمائے بیرونی اور مقامی اشخاص کو مراد لید ہے  
چنانچہ امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں :-

۱۱۔ اہل تفسیر نے اس مقام پر طائفہ کے  
معنی میں اختلاف کیا ہے بعض نے تو کہا  
ہے کہ یہ وہ بیرونی لوگ ہیں جو باہر سے بیٹے  
شریف آتے ہیں دینا پھر طبری نے سعید بن  
جبش کا یہی قول نقل کیا ہے، اور وہ سرول کا  
بیان ہے کہ نہیں بلکہ طائفہ وہ لوگ ہیں  
جو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں  
خواہ بیرونی ہوں یا مقامی (دینا پھر عطار کا  
یہی قول نقل کہہ سکتے ہیں) اور دول تفسیر  
میں آیت کے زیادہ مناسب وہ ہے جو  
عطار بیان کرتے ہیں کیوں کہ طائفہ ہی  
ہے جو کسی چیز کا طواف کرے کوئی آدمہ نہیں  
اور بیرون سے آنے والا اگر اس نے بیت  
شریف کا طواف نہیں کیا ہے تو طائفہ  
کے نام کا بھی مستحق نہیں ہے ۱۱

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ طوافِ نماز کعبہ  
ہی کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور جگہ  
یہ معاملت نہ چاہیے علم میں جو اولاد اور صلحا کی قبروں کے

۱۔ تفسیر طبری مسمیٰ بجامع البیان - ج ۱ ص ۴۰۴ -

## فصل الباء

**طَبَافًا**۔ اور پہلے اتہ برتر۔ قوہ تفریب باب  
مفاعلة کا مصدر فعل طَابَعَ طَبَّافٌ آتا ہے  
"مطابقت" ہمارے متغافلہ میں سمی۔ اس کے معنی  
ایک چیز کو دوسری چیز کے اوپر اس انداز سے کے  
مطابقی رکھ دینا۔ طَابَعْتُ النَّعْلَ میں ایک  
جوتے کو دوسرے کے مطابق کر دیا کسی کے قدم  
پہنچنے کیلئے بغیر حادۃ مثل جو اسی سے ہے  
"طَبَّانٌ" کا استعمال کبھی تو اس شے کے لیے ہوتا  
ہے جو دوسری کے اوپر ہو اور کبھی اس شے  
کے لیے کہ جو دوسری شے کے موافق ہو،  
امام ابو جعفر بیہقی تاج المصادر میں لکھتے ہیں کہ  
"باب یکش کے دوسری شے پر اس طرح صلیا  
کر رکھنے پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس کوڑھ صلیا  
ہے" ۲۹۱

**طَبِئْتُ** ۱۔ تم خوش حال ہوئے۔ تم پاکیزہ ہوئے  
تم مرنے میں رہے۔ طَبِئْتُ سے ماضی کا صیغہ  
جمع مذکر حاضر انسان کے طیب ہو کر یا یہ مطلب  
ہے کہ وہ جہالت فسق اور اعمال بد کی گندگی سے  
صاف اور علم و ایمان اور اعمال صالحہ سے آراستہ  
ہو د ملاحظہ ہو طَابَ ۲۹۲

گرد پھرنے اور ان کا چکر کاٹنے کا رواج ہو گیا ہے  
اور وہ اس کو بزرگوں کی قبروں کی تعظیم شمار کرتے  
اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے  
ہیں غلط ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ ماضی شمار اللہ  
صاحب پانی پتی، انشاء الطالبین میں فرماتے ہیں  
وگردہ نمود گردیدن جائز نیست کہ طحا بیت  
حکم نماز دارد قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم طواف البیت صلوۃ یعنی  
طواف بیت اللہ حکم نماز دارد ۲۹۳

ماضی صاحب نے جس حدیث کا ذکر  
فرمایا ہے وہ سنن الدرامی میں حضرت عبداللہ  
بن عباس رضی اللہ عنہما سے بایں الفاظ  
سروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم الطواف بالبيت صلوۃ  
(بیت اللہ کا طواف نماز کے حکم میں ہے)  
اور مسند امام احمد و سنن ابی یوسف میں ایک صحابی  
سے یوں فرمادے روایت ہے الطواف صلوۃ ۲۹۴

۱۵  
۱۱

۱۔ انشاء الطالبین ص ۸ طبع طبع عثمانی دہلی ۱۳۳۷ھ  
۲۔ سنن الدرامی ص ۲۳ طبع مطبع زندلی کانپور ۱۳۱۲ھ  
۳۔ تلمیذ البیہقی تخریج احادیث الراشدی الکبیر از  
حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۲۸ طبع المصادر دہلی -



طَبَعٌ اُس نے مہر کی، اُس نے بند لگا دیا اس نے چھاپ لگا دیا۔ اس نے کندہ کر دیا (فَتْحُ) اُنْج سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کسی شے کے کسی صفت میں اُن کے کو طبع کہتے ہیں، جیسے کہ ٹھپہ بازو میں کندہ کرنا، یہ غلط قسم سے عام ہے، اور انفس سے خاص ہے، اور اسی اعتبار سے طَبَعٌ یا طَبِيعٌ نفس پر کسی شے کے نقش کا نام ہے خواہ خلقی طور پر جو عادت کے طور پر بلکہ خلقی طور پر جو نقش ہو تا ہے اس میں اس کا استعمال بیشتر ہے اور طبعاً السیف کے معنی میں تلوار کا رنگ لود ہونا اس پر میل کیل جڑھ جانا، عاودہ ہے راجل طَبِيعٌ یعنی وہ شخص کہ جس کے اخلاق دینی ہوں، اور گندہ کہ کسی بے حیائی سے شرانہ ہو یا نچر بعض علماء نے طَبَعٌ اللہ علی قُلُوْبِهِمْ اور كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللہ علی قُلُوْبِ الکافیہ میں طبع کو اسی معنی پر معمول کیا ہے اور اس کے معنی یکے ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو رنگ لود اور میل کر دیا ہے، جیسا کہ دوسرے جگہ فرمایا ہے سَلِّ رَاٰی عَلٰی قُلُوْبِهِمْ دہرہ رنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر، اور فرمایا اَوَّلَئِكَ الذِّیْنَ لَمْ یُؤْمِرُوا اللہ اَنْ یَّطْبَعْ قُلُوْبَهُمْ

ایہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا)

علامہ محمد طاہر ثنی مجمع سبھا را لا نو اسنی غرائب التشریل و لطائف الاخبار میں لکھتے ہیں:-

طَبَعٌ سکون کے ساتھ بمعنی ختم یعنی مہر کرنے کے ہی اور حرکت کے ساتھ یعنی ہمتی رنگ لگنے کے ہے اور اصل میں یہ وہ میل پھیل اور رنگ ہے جو تلوار پر چھایا جاتا ہے طبع السیف سے ماخوذ ہے، پیکرناہ وغیرہ بلہ ایوں کے لیے استعمال ہونے لگا۔ لہ

اور علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:-

”خَتَمٌ اور طَبَعٌ دو طرح متعل ہیں ایک تو خَتَمٌ اور طَبِيعٌ کا مصدر ہو کہ بمعنی شے کے یعنی کسی چیز کا کسی چیز میں اثر اور نشان چھوڑنا، جیسے کہ مہر اور ٹھپہ کا نقش کرنا دوم خود وہ اثر جو نقش سے حاصل ہوا اس صورت میں بنیست اسم متعل ہیں، اور مجازاً ان کا استعمال کبھی تو کسی شے سے بندش اور منع کرنے کے لیے ہوتا ہے بمعنی نوشتوں اور

لہ کتاب مذکور ج ۲ ص ۲۰۲ طبع نو کشتہ

اور وارنہل پر پھر کرنے سے جو ان کے پاس ہیں یعنی  
نوشہ میں زیادتی اور وارنہل میں داخلہ سے مخالفت  
مماصل ہوتی ہے اس کے اعتبار سے ہیں چنانچہ  
ہر شاد ہے۔ ختم اللہ علی قلوبہم و اللہ نے  
انکے دلوں پر پھر کر دی اور ختم اللہ علی جمعہ  
قلوبہم ہر لگا دی اس کے کان پر اور اس کے دل  
پر اور کبھی کسی شے سے کوئی اثر حاصل کرنے کے  
لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی نقش حاصل کرنے  
کے اعتبار سے ہیں اور کبھی اس سے آخر تک  
پہنچنا مراد ہوتا ہے۔

۱۱۔ جو صغیر معنی سے راجح المصدر میں تصریح  
کی ہے کہ طبع کی تکریم اس اعتبار سے دلالت کرتی  
ہے کہ جہاں کوئی شے پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔  
علامہ محمود اوسمی نے تفسیر ان میں :-

”اکثر کے نزدیک اس طبع سے آیات میں تکریم  
اور نپردہ و غلط سے نصیحت حاصل ہونے  
کی توفیق کا سلب ہونا اور اللہ کی مدد سے  
محروم ہونا مراد ہے اور بعض کے نزدیک طبع  
حقیقی ہے اور اس کی تائید میں بتا رہے کہ اس  
روایت کو بھی پیش کیا گیا ہے جس کو وہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت  
میں ہے حضرت صل اللہ علیہ وسلم نے نقل  
ہیں کہ طابع (مہربانیت لگانے والا نوشتہ)  
عرش کے پایہ سے ملتا ہے جب تک حکم الہی  
کی حرمت کو پا لیا گیا اور معاصی پر عمل درآمد  
ہوا اور اللہ تعالیٰ کے خلاف جبرأت  
کو کام میں لایا گیا تو حق تعالیٰ اس طابع کو  
بیمعنی دیتا ہے اور وہ اس مجرم کے قلب پر  
ٹھپڑ لگا دیتا ہے کہ چہرہ شخص بچائے کچھ  
نہیں سمجھتا اور یہی نے شعب الایمان میں  
اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر انہوں نے  
اس کی تصنیف کی ہے (ملاحظہ ہو ختم)

طَبْعٌ

طَبْعٌ: نہ کر دی گئی، بندش کر دی گئی بند  
دیا گیا۔ طَبْعٌ سے ماضی جہول کا صیغہ واحد مذکر

غائب سب ۲۸

طَبْعٌ: طبعہ اور جہر، منزل، کنشہ حال است  
طَبْعٌ: اصل میں مطلقاً اس چیز کو کہتے ہیں جو  
دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ  
اس حال کے لیے خاص ہو گیا ہے کہ جو دوسرے

معنی استہول حق سے کاوٹ اللہ بندش ہو گئی۔ لہٰذا روح المعانی ج ۲ ص ۲۱ طبع میر میر مرسل ۲۸

مال کے مطابق ہو، اقرع بن حابس کا شعر ہے :-  
 اِنِّیْ اَمْرٌ قَدْ حَلَبْتُ الدَّهْرَ اَسْطُورَةً  
 وَ سَا فَنِّیْ طَبَقٌ مِّنْهُ اِلٰی طَبَقٍ  
 (میں ایسا شخص ہوں کہ زمانہ کے سرد گرم کو کچھ  
 چکھا ہوں اور اس کا ایک حال مجھے دوسرے حال  
 کی طرف پہنچ چکا ہے)

علامہ لغت کی ایک جماعت طَبَقٌ کو طَبَقَةٌ کی  
 جمع بتاتی ہے جس کے معنی درجہ کے ہیں اور بعض  
 کے خیال میں یہ اسم جنس جمع ہے جو واحد اور  
 جمع دونوں سمیت مستعمل ہے۔ راجب لکھتے ہیں  
 "ارشاد الہی ہے لَنْ یَّکُنَ طَبَقًا عَنِ طَبَقٍ اَمَّ  
 کو ضرور ایک حالت سے دوسری حالت  
 پہنچتا ہے، یعنی ایک منزل سے دوسری منزل  
 کی طرف ترقی کرتی ہے۔ دنیا میں جو انسان مختلف  
 حالات میں ترقی کرتا ہے۔ یہ ان حالات  
 کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ آئہ کریمہ خَلَقَکُمْ

مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ کَوْنًا عَلٰی سَیِّ  
 پھر رو بند پانی سے، فرما کر بھی اسی طرف آیا  
 کیا ہے نیز آخرت میں حشر و نشر کا کتاب  
 اور پھر اس سے کہ جنت و دوزخ  
 میں ٹھکانہ ہونے تک جو مختلف حالات  
 پیش آئے وہ یہ ہیں اُن کی طرف اشارہ ہے  
 ۳ طَبَقًا

طَبَقٌ : وہ خوش ہوئی، اُن کو خوش آیا  
 ان کو بھلا معلوم ہوا۔ طَبَقٌ سے ماضی کا صیغہ  
 جمع مؤنث غائب : ملاحظہ ہو طاب (۱۲)

## فصل الحاء المهملة

طَحَّطَا : اس کو پھیلا یا اس کو بھیا (دفعہ)  
 طاحنی طَحُوْا جس کے معنی کسی چیز کو بھینا اور  
 پھیلائے سکے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
 اَمَّ فخرالدین رازی نے تفسیر میں لکھا ہے :-

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو روح المعانی سورۃ الانشقاق۔ مع پوری آیت سورۃ تومن میں اس طرح ہے  
 جس میں مراتب ارتقا کا تفصیلی بیان ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ  
 مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِنَبْلَغُوْا اَسَدَکُمْ ثُمَّ لَنَسُوْا سَبُوحًا وَ مِیْنًا ثُمَّ لَنَسُوْا  
 سَبُوحًا مِنْ قَبْلِ وَ لَنَسْلُکُمْ اَجَلًا ثُمَّ لَنَعْلَمَنَّ فَعِلُوْا (وہی جو بنیاد تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے پھر لہو  
 کی شکل سے پھر تم کو نکالتا ہے، پھر جب تک پہنچتا ہے زور کو پھر جب تک جو جادہ ہوتا ہے اور کوئی جہتم میں  
 کو پہنچا پہنچا اس سے اور جب تک پہنچو لکھے وعدہ کو اور شاید تم کو جہنم) -

”بیٹھنے کا ہر کرٹو، دھوکے ہم معنی ہے  
جس کے معنی بطل یعنی پھیلانے کے ہیں اور  
طارکادان سے بدلنا جائز ہے“

## فصل الزاوية المهملة

طرائق : راہیں، طریقہ، آسان کے طبقے  
 طریقہ کی جمع ہوا یہ کریمہ ولقد حلفنا فوقکم  
 سنہ طرائق (اور ہم نے تمہارے اوپر سات  
 طبقن راہوں والے پیدا کیے، یہیں طبقات آسان مراد  
 میں اور کناطرات قید دار ہم مختلف طریقہ  
 پر تھے، یہیں مسک و شرب نیز وجہ کا اختلاف  
 مراد ہے۔ ۱۸۔ ۲۹

طَرْدُكُمْ امیں نے اُن کو ہٹا دیا میں نے  
ان کو نکال دیا طَرْدُكُمْ طَرْدُكُمْ سے ماضی کا صیغہ  
واعدہ متکلم اور تہذیب خیز جمع مذکر غائب (ملاحظہ  
ہو) طَرْدُكُمْ

طَرَفِ نظر، نگاہ، طرف الین کہتے ہیں  
 کہ ایک کو اور طَرَفِ کے معنی میں ایک جھپکنے  
 کے ایک جھپکنے کو لازم ہے نگاہ اس شخص  
 نگاہ اور نظر کے لیے بھی طرف کا استعمال ہوتا ہے  
 فیصرت الطرف (یعنی نگاہ و ایاں) اور جانب

کی صفت ہے کہ غایتِ عفت کے سبب ان کی  
نظریں اور کمرہ نہیں اٹھتیں۔

۲۴      ۲۵      ۲۶  
۱۳      ۶      ۱۳

طَرَفٌ : ایک ٹکڑا، ایک حصہ لفظ طَرَفُ  
کا استعمال اجسام میں بھی ہوتا ہے اور اوقات میں  
بھی اطراف جمع (ملاحظہ اطراف) ہے۔  
طَرْفَكَ : تیری نگاہ، تیری نظر طرف متصف  
لے ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۔ ۱۹  
طَرْفُهُمْ : ان کی نگاہ، ان کی آنکھ طَرَفُ  
مضاف کُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف ۱۳  
طَرْفِي : دروں طرف، دونوں کنار طَرَفُ  
لا تنفیہ سیات نصب (ملاحظہ مواطرات)

طریقاً: ترجمانہ طرہاً ہے جس کے معنی تردد  
ہونے کے ہیں بہ وزن شقیل صفت شبنم کا صیغہ

طَرِيق : راہ، راستہ، طَرَفُ جمع طَرَفٌ سے  
 بروزنِ فعل بمعنی مفعول ہے مذکر و مؤنث دونوں  
 طرح متعلق ہے، راستہ کو طَرِيق اس لیے کہتے  
 ہیں کہ وہ پیروں سے روزِ اجاں ہے اور طَرِيقُ  
 طَرَفًا کے معنی سمتوں سے مارنے کے لیے اور بطور

استعارہ انسان کے ہر اس مسلک کو جو کسی فعل کے  
بالے میں وہ اختیار کرتا ہے طریق کہتے ہیں خواہ  
وہ محمود ہو یا مذموم (ماخضہ ہو یا عکاف)

طریقۃً ۱۶ ۱۷ ۱۸

طریقۃً روش راہ دین مذہب طریقی  
جمع مختلف طریقہ کے معنی سردار قوم کے کھلی تے  
ہیں اور اس معنی میں واحد جمع دونوں کے  
یکے متصل ہے ۱۹ ۲۰

طریقۃً مذہب، طریقتہ مصاف کثر ضمیر جمع  
مذکر حاضر مصاف الیہ یہی شریعتہ و یدفعاً

یطریقۃً الذمۃ (اور تھار مجتہد طریقے یعنی  
دین ہی کو اتحاد دین) میں عام مفسرین نے تو دین  
و مذہب اور راہ روش ہی کے معنی لکھے ہیں لیکن  
ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے "طریقۃ" کے  
معنی سادات و اشراف کے بیان کیے ہیں ان  
کے نزدیک سیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارا کوا  
و اشراف پر وہ غالب ہو جائیں یعنی ان کو اپنے  
سابقہ طالبین (روایتے ہیں)۔

"جب کوئی شخص اپنی قوم کا سردار و رئیس  
اور منظور نظر ہو جائے تو اس کے متعلق بولا  
جاتا ہے ہو طریقۃ قومہ و نظورۃ قومہ

و نظیر ذہم اور اس معنی میں یہ واحد جمع  
دونوں کے یکے متصل ہے، کو کسی کسی اس کی  
جمع بھی لے آتے ہیں، چنانچہ بولتے ہیں ہو لڑ  
طریقۃً قومہم (یہ لوگ اپنی قوم کے سردار  
ہیں) اور اسی معنی میں ارشاد باری ہے کثراً  
طریقۃً فذلاً (ہم سے مختلف سردار

انہی میں سے ہزار بھی اس بالے میں امام  
موصوف کے ہمنوا ہیں، انہوں نے بھی یہاں طریقۃ  
کے معنی ان سرداروں ہی کے کیے ہیں جو اپنی قوم  
کے مقتدا ہوں، علامہ محمود موسیٰ روح المعانی  
میں لکھتے ہیں کہ سردار ان قوم کے یہ طریقہ کا استعمال  
عجاز ہے یاں طور کہ جس طرح آدمی طریق یعنی راستہ  
کی اتباع کرتا ہے اسی طرح سردار کی بھی اتباع  
کیا کرتا ہے (لہذا مجازی طور پر خود سرداروں  
کو بھی طریقۃ کہا جانے لگا)

علامہ ابوالسعود عماد سیاسی معنی پر یہ اعتراض

اسی ہے کہ اگر سردار مراد یہ ہے جائیگے تو ان کی تخصیص میں کیا خوبی ہے گی۔ لیکن یہ اعتراض بالکل بے معنی ہے کیوں کہ جب ارباب مناصب اور بااقتدار اصحاب ساتھ ہو رہتے ہیں تو عوام اپنے آپ ہی مان جاتے ہیں۔

ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ سریانی میں طریقہ کے معنی سوار قوم کے ہیں، واللہ اعلم۔ ۱۶

## فصل السین المهملة

ظس، طاسین بحروف متقطعات میں جن کی مراد حق تعالیٰ شانہ ہی کو معلوم ہے (ملاحظہ ہو اللہ) ۱۷

ظسم، طاسین بسم بحروف متقطعات میں جن کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں (ملاحظہ ہو اللہ) ۱۸

## فصل العین المهملة

طعام : کھانا، خوراک، خوردنی، کھانا، جو چیز کھائی جاتے اس کا نام ہے اطمعہ جمع اور کبھی طعام اسم جو اسے بننے اطماع یعنی کھانا کے جیسے کہ عطا اسم ہے بمعنی اعطاء اس کے چنانچہ یہ کریمہ وَلَا يَحْصُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ اور فقیر کے کھانا کھلانے پر رغبت نہیں دلاتا، میں طعام بمعنی اطماع ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ بعض اہل لغت صاحب تائوس اور ان کے متبعین نے طعام کے معنی گندم کے بھی بیان کیے ہیں لیکن کہیں کہیں اس کی تخصیص کی کوئی وجہ لغت یا عرف کے اعتبار سے نہیں ہے بات یہ ہے کہ صدقہ فطر کی حدیث میں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں صَاعًا مِسْ طَعَامِ وارد ہے یہاں بعض ائمہ نے بعض قرآن کی وجہ سے طعام سے گندم مراد لیا ہے لیکن اور ائمہ نے اس مراد کو تسلیم نہیں کیا اور طعام سے گندم ہی اس کے عام اور اصل معنی ہی مراد لیے ہیں بعد کو بعض شافعی لغت نویسوں نے اپنے مذہب کی تائید کے

۱۷ تفسیر ابوسعود بر حاشیہ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۶۲ ۱۸ تفسیر غرائب القرآن و رغائب القرآن معروض تفسیر منیا پوری ج ۲۹ ص ۳۶ - بر حاشیہ تفسیر ابن جریر طبری طبع مبینہ مصر -

یہ طعام کے معنی گندم کے بھی نقل کرنا شروع کر دیئے  
ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ عہد نبوی کے بعد جب مسلمانوں  
میں فتوحات کی کثرت ہوئی اور مال غنیمت کی  
خزائن ہونے لگی تو کسی خاص خطہ میں گندم کے معنی  
میں اس کا استعمال بکثرت ہونے لگا ہو یا نہ ہو  
فَصَحَابُ الدِّينِ اَوْ مَوَالِ الْكَيْتِ حِلٌّ  
لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ اور کتابوں  
کا کھانا نام کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے  
میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ اہل الجبر  
احمد بن علی بن حنبل سے رازی احکام القرآن  
میں رقم طراز ہیں۔

حضرت ابی عباس (رضی اللہ عنہما) ابودرداء  
(رضی اللہ عنہ) حسن بصری، جابر، ابراہیم نخعی  
نقادہ اور سدی سے مروی ہے کہ ذبائح  
مراد ہیں اور ظاہر اسی کا متعنی ہے کیوں کہ  
ان کے ذبیحے ان کے طعام میں داخل ہیں  
اور اگر ہم لفظ کو اس کے عموم میں استعمال  
کریں تو وہ ذبیحے غیر ذبیحے سب پر سب  
کھانوں پر مشتمل ہو گا۔ مگر زیادہ ظاہر  
یہی ہے کہ خاص طور پر ذبائح ہی مراد ہیں

کیوں کہ اگر سب کھانے روٹی تیل اور تمام  
روحانیات کا حکم ان کے مالک کے اعتبار  
سے مختلف نہیں اور اس بارے میں کسی کو  
شبہ بھی نہیں خواہ ان کا بنانے والا اور تیار  
کرنے والا محض ہو یا کتانی اور نہ اس بارے  
میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف ہے اسی  
طرح جو چیز ذبح نہ کی گئی ہو اس کی حرمت  
کا حکم بھی مختلف نہیں خواہ اس کا مار  
ڈالنے والا مسلمان ہو یا کتانی یا مجوسی  
پھر جب اللہ تعالیٰ نے طعام اہل کتاب  
کو اجازت کے ساتھ مخصوص فرمایا تو یہ ضروری  
ہے کہ حکم ذبائح پر ہی محمول ہو کیوں کہ ان  
کا حکم اختلاف ادیان بدل جاتا ہے۔ لہ

اور علامہ صدر الدین حسن بن محمد نیشاپوری لکھتے ہیں  
کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں طعام سے ذبائح  
مردم کیوں کہ آیت کا قبل صید و ذبائح  
کے بیان میں ہے نیز محمول سے صید و ذبائح  
تو اہل کتاب ہونے سے پہلے بھی اور اہل  
کتاب ہونے کے بعد بھی حلال ہی ہیں  
لہذا اہل کتاب سے ان کی تنگی میں

کیا فائدہ ہے؟ لہ

۱۰ ۱۲ ۱۸ ۲۲ ۲۵  
۱۶ ۱۶ ۱۶ ۱۶ ۱۶  
۲۹ ۳۱ ۳۳ ۳۵ ۳۷  
۱۶ ۱۶ ۱۶ ۱۶ ۱۶

طَعَامًا ۱۵ ۲۹

طَعَامُکَ تیرا کھانا۔ طَعَامِ مضاف کُفْر

ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۳

طَعَامُکُمْ تمہارا کھانا طَعَامِ مضاف کُفْر

ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۶

طَعَامُہُ اس کا کھانا طَعَامِ مضاف ۵

ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۳ ۲۵

طَعِمْتُمْ تم کھا چکے تم نے کھایا (مَبْعُ)

طَعَمَ سے جس کے معنی کھانا کھانے کے ہیں

ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۲۲

طَعِمُوا وہ کھا چکے انہوں نے کھایا طَعِمَ

سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۲

طَعِمُوا اس کا فائدہ اس کا مزہ طَعَمَ

مضاف کا ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

کسی شے کا جو مزہ یا ذائقہ ہوتا ہے مثلاً اسٹیاں

یا ترشی اس کو طَعَمَ کہتے ہیں۔ اس کی

جمع طَعَمٌ ہے۔ ۲۶

طَعْمًا: طعم کننا عیب دینا۔ مضاف اس

کا فعل نَفَرَ مَضْرَبُ، فَتَحَ یَسْمُلُ بالوکل سے متعل ہے

اصل میں تو اس کے معنی نیزہ، سیٹک اور اسی

قسم کی چیزوں سے مارنے کے ہیں لیکن بطور

استعارہ عیب گوئی اور طعنہ زنی کے یہ

استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ ۵

طَعَنُوا: انہوں نے طعن کیا۔ انہوں نے

عیب دیا۔ طَعَنَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر

غائب ۲۸

## فصل الفین المعجمہ

طَخَّوْا: انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے سر

اٹھایا۔ وہ حد سے گزر گئے (نَفَرَ مَضْرَبُ، طَخَّيْنَا

سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (ماضی جمع

آطَعُوا اور طَخَّيْنَا، ۳

طَغَوْا: اس کی سرکشی، اس کا حد سے

گزرنا۔ طَغَى مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث

غائب مضاف الیہ طَغَى طَغْيًا سے تم ہے جسے

کر دغوی دُغَاو سے ہے۔ آیت شریفہ کَذَّبَتْ ثَمُودُ

بِطَغْوٰہَا اٹھانے اپنی سرکشی سے جھٹلایا، کے بارے



میں علامہ واحدی کا بیان ہے کہ مفسرین کہتے ہیں شہود نے اپنی طغیان کی بناء پر تکذیب کی مطلب یہ ہے کہ طغیان نے ان کو مجھلانے پر مجبور کیا۔ طغیان کے معنی معاصی کے زینکاب میں حد سے گزر جانے کے ہیں اور یہ طغور مذہب میں سببیت کے لیے ہے بعض مفسرین طغوری سے وہ عذاب مراد لیا ہے جس کی ان کو دھمکی دی گئی تھی۔ عذاب کو معنوی اس لیے کہا گیا کہ عذاب نے ان سرکشوں پر طغیانی کی تھی۔ اس صورت میں بافتدبر کے لیے ہوگی۔ علامہ اغلب اصغہانی کا حجتان ہی اسی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ آیہ مذکورہ میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ مومن کو جب ان کی سرکشی کی یاد دہان سے ڈرایا گیا تو انہوں نے تصدیق نہیں کی۔

طغوری اصل میں طغسان تھائی کو وادو سے مراد بیان ہے تاکہ اسم اور صفت میں فرق باقی رہے اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ اکثر اسماء میں یا کو وادو سے بدل لیتے ہیں جیسے یغوی اور سروری علامہ محذور علی مہامی فرماتے ہیں کہ طغوری

قوت نظریہ کا قوت شہود اور غصبیہ کے تابع کرینے کا نام ہے۔  $\frac{۱۶}{۱۱}$  طغی : وہ حد سے نکل گیا۔ اس سرکشی کی اس نے سراٹھایا۔ طغیان سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب جب نگاہ اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو جھٹکنے لگتی ہے اسی طرح پانی جب اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی بھجاتی ہے طغی کا استعمال ان دونوں معنوں میں اسی اعتبار سے

ہے  $\frac{۱۶}{۱۱}$   $\frac{۱۵}{۱۲}$   $\frac{۱۴}{۱۳}$   $\frac{۱۳}{۱۲}$   $\frac{۱۲}{۱۱}$  طغیاناً : سرکشی، شرارت، نافرمانی، بکری اصل میں طغیان کے معنی نافرمانی اور معصیت کے شئی میں حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔ یہ مصدر ہے اس کا فعل جب وادی ہوتا ہے تو باب نصر سے آتا ہے طغی یطغی طغساناً اور جب یائی ہوتا ہے تو فتح اور سبغ دونوں سے آتا ہے طغی یطغی طغیاناً و طغی یطغی طغیاناً اور قرآن مجید میں یہ باب فتح ہی سے آیا ہے۔

$\frac{۱۶}{۱۱}$   $\frac{۱۵}{۱۲}$   $\frac{۱۴}{۱۳}$   $\frac{۱۳}{۱۲}$   $\frac{۱۲}{۱۱}$

طغیاناً : ان کی سرکشی، ان کی سرکشی

۱۔ تفسیر فتح القدیر از علامہ شوکانی ج ۵ ص ۴۴ طبع مصر سورۃ الشمس ۱۵ ایضاً

۲۔ تفسیر تیسیر الرحمن و تیسیر المنان بعض مائتیرلی عبادہ القرآن از محذور مہاشی ج ۲ ص ۴۴

کی ضرورت ان کی ہے مابھی۔ حلقیان مضاف  
مستدرک ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

## فصل الفاء

حَلَقَ اُدھ کرنے لگا۔ اس نے شروع کیا۔  
(سَمِعَ حَلَقًا) جس کے معنی کسی کام کو کرنے  
لگنے اور اس کو شروع کرنے کے ہیں۔ ماضی کا  
صیغہ واحد مذکر غائب شیخ رضی نے شرح کا  
فیہ میں لکھا ہے کہ:-

أَخْشَ نَے بعض اہل لغت سے (اس کا مصدر)  
حَلَقُوا قاضی تغل کیا ہے اور حَلَقَ يَحْلَقُ  
جَلَسَ يَجْلِسُ کی طرح (باب ضربت)  
سے بھی آتا ہے ۱۱۷

لیکن امام ابو جعفر بیہقی نے تاج المعاد  
میں تصریح کی ہے کہ حَلَقَ بفتح فاروی  
لغت ہے تاموس میں ہے کہ اس کا استعمال اصل  
فعل یعنی اس کام کو کرنے لگ جانے کیلئے  
ہوتا ہے۔ اور یہ اثبات کے ساتھ خاص ہے  
ما طیفق نہیں کہا جائے گا۔

واضع ہے کہ حَلَقَ افعال مقاربت میں سے  
ہو جو فاعل کے لیے خبر کے شروع کرنے اور  
اس کی انجام دہی کو قریب کرنے کیلئے وضع کیا  
گیا ہے۔ جیسے طیفق نَمَيْدَ يَخْرُجُ زَرِيد  
نکلنے لگا کہ یہ زید کے لیے حصوں خروج کے قرب  
پر دلالت کر رہا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ زید ایسی  
چیز شروع کر چکا ہے جو اس کے لیے نکلنے کی  
مقتضی ہے۔ مگر شیخ رضی محمد بن اسحاق آبادی  
کو اس کے افعال مقاربت میں شمار کرنے پر اعتراض  
ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

حَلَقَ اور اس کے مرادفات وَجَعَلَ كَرَبَتْ  
أَخَذَ (کو نحویوں کا افعال مقاربت میں بائینی  
شمار کرنا کہ وہ قرب خبر کے لیے مخصوص ہیں  
عمل نظر ہے کیونکہ طیفق زَرِيدَ يَخْرُجُ کے معنی  
یہ ہیں کہ زید نے نکلنا شروع کر دیا اور وہ نکلنے  
کے تبدیلی اجزاء کے ساتھ لگ چکا اور بتا  
کر زید کا نکلنا قریب اور نزدیک سے یہ سب شروع  
زید کے شروع ہونے سے پہلے پہلے ہی کسی  
جا سکتی ہے کیونکہ قریب کے معنی قلت مسافت کے ہیں  
ہاں جو شخص کسی چیز کو شروع کر چکا ہو تو اس کیلئے

یہ کہنا باطل ہے کہ اس شے کا اس کے انتہوں پورا ہونا قریب ہے۔ لہذا اس تقریر پر مولائے کاد انداز کے مرادفات کے اور کوئی فعل افضل متعارف نہیں ہے نہیں جو کہ قرب خبر کے یہ موضوع ہیں۔ بہر خیر دستور کے بعد لکھتے ہیں کہ ۔

”خلیق اور اس کے مافات خبر کو شروع کرنے کے قریب کیے، یہ نہیں بلکہ خود شروع کرنے کے لیے ہیں“ لے

واضح رہے کہ طعین کا استعمال کاد کی طرح  
ہے ہوتا ہے یعنی جس طرح سے کہ کاد کی خبر  
مضارع بغیر ان ہوتی ہے اسی طرح طعن کی خبر  
بھی مضارع ہوتی ہے اور بغیر ان آتی ہے

طُفْلًا: وہ دو نسل لگے (اس کام میں جو  
 آگے مذکور ہے) ان دونوں شروع کیا طُفْلٌ  
 سے ماضی کا صیغہ تشدید کے غائب ۱۲  
 طُفْلٌ: بڑا بچہ اور اچھا بچہ کہ جسے جمع کے لیے  
 بھی استعمال ہوتا ہے کیوں کہ یہ اسم جنس ہے حیوان  
 یا انسان کا سرور زائید ہے طُفْلٌ کہلنا ہے اس کی  
 جمع اُطْفَالٌ آتی ہے (ملاحظہ مواظفہ ۱۸

طِفْلاً  $\frac{16}{8}$   $\frac{22}{12}$

## فصل اللام

طَلُّ : بیستم اوس، سمعہ و حیلان اور حیلان

جمع ہے  
**طَلَّاقٌ** : طلاق، جدائی، رخصت کرنا، چھوڑ  
 دینا، نکاح کی قید سے عورت کے باہر آنے کو  
 طلاق کہتے ہیں۔ یہ مصدر ہے اس کا فعل باب  
 نَصَرَ اور کَرُم دونوں سے آتا ہے نیز "طَلَّاقٌ"  
 بمعنی تطلق (چھوڑ دینے) کا اسم ہو کر بھی متعمل  
 ہے۔ علامہ شبیر شرعی جرجانی کتاب النفر لغیات  
 میں رقم طسمانہ میں۔

”طلاق کے معنی لغت میں فسخہ اور پا  
کھنسا اور بچہ پور دینے کے ہیں اور شرع میں  
ملک کاح کے نائل کرنے کو کہتے ہیں۔  
طلاق بدعت یہ ہے کہ عورت کو تین طلاقیں  
ایک ہی کلمہ کے ساتھ دی جائیں یا تینوں  
ایک ہی طہر میں ردی جائیں۔ طلاق منعت  
یہ ہے کہ مرد عورت کو تین طلاقیں تین طہر میں رد  
طلاق ان کے مرد عورت کو ایسے طہر میں کہ جس میں اجتماع

ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور دوسری طلاق نہ دے یہاں تک کہ وہ اپنی عدت پوری کرے۔ لے

اور درخت کتاب الطلاق میں مرقوم ہے :-

”طلاق لغت عرب میں بمعنی رفع قید ہے لیکن علماء نے عورت کے لیے طلاق“ اور عورت کے علاوہ اور چیز کے لیے طلاق، کالفظ منفر کیا ہے اور اسی واسطے اُنھیں مُطَلَقَہ کہتے ہیں طلاق سے (صرف) الفاظ میں داخل نہیں ہے کیوں کہ مطلقہ“ طلاق سے مشتق ہے اور طلاق بمعنی طلاق کے متعلق نہیں، اور اگر میں طلاق“ لفظ مخصوص کے ذریعہ رفع قید نکاح کو کہتے ہیں خواہ رفع قیدی احال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے تو اسے یا انجام کار رفع قید ہی ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد عدت گزرنے کے تو اسے (لفظ مخصوص سے مراد وہ لفظ ہے جو طلاق کو شامل ہو خواہ طلاق میح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن) واجب کہتے ہیں :-

اصل میں طلاق کے معنی بندش سے رہا کر دینے

کے ہیں چنانچہ بولا جاتا ہے اطلقت البعیر من عقاله وطلقة (یعنی میں نے اونٹ کو پائے بند سے رہا کر دیا، اور هو طالق وطلقت کے معنی میں وہ بلا قید ہے۔ اسی سے طلقت المرأة بمعنی عورت کو چھوڑ دینے کے استعارہ کر لیا گیا ہے۔ اور حی طالق کے معنی میں عورت حیا نکاح سے آزاد ہے“

**طَلَبًا** ۱۳۱۲ طلب کرنا، وھو نہ عتلاش کرنا۔  
”طلب“ کے معنی میں کسی شے کو پاس کے جیسے جو کرنا خواہ وہ شے اعیان میں ہو یا معانی میں سے اس کا فعل باب نصر ہے آتے ہے۔ ۱۵  
**طَلَحَ** ۱۳۱۳۔ موزا کیلے، طَلَحَہ وَاَحَدَہ ۱۳۱۴  
**كَلَمًا** خوشہ گھٹا، گابجا، وخت خرابا پہلا  
انگوڑ جو ابڑ کلتا ہے طبع کہلاتا ہے طَلَحَہ واحد ہے۔ ۱۱۵

**طَلَعَتْ** ۱۳۱۵ وہ دھوپ اٹھی۔ وہ آفتاب نکلا و نَصَرَ طَلُوعُ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۱۵

**طَلَعَهَا** ۱۳۱۶ اس کا گابجا، اس کا خوشہ اس کا

## فصل المیم

**طَمَسَتْ** : وہ مٹانی گئی (مٹا کر) مٹا دیئے گئے۔ اے نور کہ دیئے گئے دُغرتب و نقر طمَسَتْ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے واضح رہے کہ طمَسَتْ کا استعمال متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح پر ہوتا ہے یعنی مٹانے اور محو کر دینے کے بھی معنی آتے ہیں اور مٹ جانے اور محو ہوجانے کے بھی ایشر لغیر اِذَا اللّٰهُمَّ طَمَسَتْ (جب تلوے مٹائے جائیں) میں بعض اہل لغت نے قویٰ مٹانے کے معنی کیے ہیں لیکن ابن سید نے محکم میں تصریح کی ہے کہ مجم، فمر اور بصیر کے ساتھ جب طمس کا استعمال ہوگا تو بے نور ہونے اور روشنی نازل ہوجانے کے معنی ہوں گے۔ اسی طرح انہری نے تہذیب اللغات میں لکھا ہے کہ "طمس الکواکب کے معنی ستاروں کے بے نور ہونے اور ماز پر جلنے کے ہیں اس اعتبار سے آیہ مذکورہ میں ستاروں کے بے نور ہونا اور ماز پر جلنا ہر دو کا واضح ہے کہ ضمیر جمع مذکر مکسر کے پیچھے صیغہ فعل میں ماز تانیث یا واوہ جمع کا اسحاق ضروری ہے اس لیے طمَسَتْ کو مؤنث لایا گیا کیوں کہ اس میں

نکوزہ طَلَعَ مَفَات، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب

مفَات الیہ۔ یث ۱۱ یث ۲۳

**طَلَّقَتْهُ** : تم نے طلاق دی (طَلَّقْتُ سے

جس کو معنی عورت کو طلاق دینے کے ہیں ماضی کا

صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۱ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

**طَلَّقْتُمُوهُنَّ** : تم نے ان کو طلاق دی۔

اس میں مَن ضمیر جمع مؤنث غائب ۱۱ یث ۲۳

**طَلَّقَكُنَّ** : اس نے تم کو طلاق دی، طَلَّقَتْ

تَطْلُقُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اور

کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر ہے، ۱۱ یث ۲۳

**طَلَّقُوهُنَّ** : ان کو طلاق دو (طَلَّقُوا، تَطْلُقْنَ

سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اور مَن ضمیر جمع

مؤنث غائب ہے۔ ۱۱ یث ۲۳

**طَلَّقَهَا** : اس نے اس عورت کو طلاق

دی طَلَّقَ تَطْلُقُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر

غائب اور ہا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، ۱۱ یث ۲۳

**طُلُوعِ** : نکلنا، طلوع ہونا، سورج یا دھوپ

کے نکلنے کو طلوع کہتے ہیں۔ یہ مصدر اس کا

فعل باب نصر سے آتا ہے ۱۱ یث ۲۳

جو ضمیر مشترک ہے وہ نجوم کی طرف راجع ہے جو جمع ذکر  
مکرم ہے۔ ۲۹

حَسَنًا، ہم نے بنا دیا۔ ہم نے بے نور کر دیا  
حَسَن سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم میا بھی چونکہ حَسَن  
کا استعمال آنکھوں کے لیے ہوا ہے اس لئے حسب  
انصریح ابن سیدہ واو نہری بے نور کرنے اور

روشنی کھڑو کرنے یعنی اندھا کر دینے کے معنی زیادہ  
مستعمل ہوا۔ اراغب مصنفان نے پیشتر فیہ ذکر و کلمۃ لکھنا  
علیٰ آغلبہ میں دونوں معنی جمع کر دیے ہیں قرآن  
میں یہ یعنی ہم آنکھوں کی روشنی کو اور ان کی صورت شکل کو  
مٹا دیں جس طرح کے کرناں مٹایا جاتا ہے۔

۲۳ ۲۴

طَمَعًا: توقع، امید، لالچ، حرص، حِلْم، بَطْمَم، کا معنی  
ہے باب طمع شمع سے مشتعل ہے امام اراغب فرماتے  
ہیں کہ کسی چیز کی طرف اس کی خواہش کی بنا پر چلی لپکا  
لپکا نام طمع ہے شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی زیر  
ایہ شریفہ سَجَاجِ جَوْنُہُمْ عَنِ الْمَصَاحِبِ بَدْعُونَ  
تَرْجَمَہُ حَقًا وَطَمَعًا قَدْ سَارَہُ تَرْجَمَہُہُ بَدْعُونَ  
دراگ رہتی ہیں ان کی گردنیں اپنے سونے کی جگہ سے  
اٹھانے میں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے اند  
اجارہ دیکھ کر خیر کر تے ہیں (۱) رقم طبرانی

اٹھنے سے لالچ بُرا نہیں نہ اس سے ڈر اور اس سے  
بندگی کرنے تو قبول ہے۔ ڈر اور لالچ دنیا کا سبوتا  
اختر کا اگر کسی اور کے خوف ورجا سے بندگی  
کرتے تو ریاض ہے کچھ قبول نہیں ہے۔

اور سورہ انبیاء میں زیرہ آیت اَنَّمْ کَاؤُنَیْسُ غُرْفَی  
الْحِزْبَانِ وَیَذْعُوْنَ کَاؤُنَیْسَ وَہُکَاؤُنَیْسَ الْاَخِیْنِ  
دو لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پارتے تھے کم کو کھینچ  
یا ڈھکے اور تھے ہار گئے۔ جن فرماتے ہیں:-

"لوگ کہتے ہیں جو کوئی اللہ کو پکارتے تو قیامت سے یاد  
رہے وہ محب خلق بنیں یہاں اس کی غلطی کھلی ہے"

۲۱ ۲۲ ۲۳

## فصل الواو

طَوَّافُونَ: بہت پھرنے والے، اشراف  
آنے جانے والے، بہت زیادہ چکر کاٹنے والے طواف  
اور طواف سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر اراغب مصنفان  
نے تصریح کی ہے کہ یہاں طَوَّافُونَ سے مراد عام ہیں  
لیکن آیت میں خود ما بالغول اور غلاموں کیلئے استعمال  
کی تصریح موجود ہے چونکہ نابالغ لڑکے اور مکمل بالغ لڑکی  
غلام اور گھڑ سے اندازہ کر سکتے ہیں اس لئے انکو طواف اور طواف

۱۰ موضح الہستہ آن سورۃ السجدہ

بل کیسے حدیث میں آیا ہے کہ انہما من الطوافین علیکم  
والطوافانہ بلاشبہ وہ تو مہمانے پاس چکر کاٹنے والے  
اور چکر کاٹنے والوں میں سے (ملاحظہ ہو طواف) اور  
طوافین ۱۸۔

طوفی بنوی خوش حالی جنت کے ایک درخت کا  
نام علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں :-

طوفی کو طاب ضرب کا معنی بتایا گیا ہو جیسے  
کہ شری اور ثانی میں اور واؤ مؤنرہ و مؤنرہ  
کا طرح یا سے تبدیل شدہ ہے چنانچہ مکررہ عربی  
نے یا کے سلامت و بہنے پچھتے سکی قرأت  
طوبی ہی کی ہے۔ البتہ منائی کا بیان ہے کہ یہ  
طوبیہ (پاکیزہ عمدہ) کہ جمع ہو جس طرح کہ کثرت  
کی جمع کو منی بیان کرنے میں لیکن ابوحیان نے  
اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ طوفی اوزان جمع میں  
سے نہیں ہے۔ اس لیے شاید جمع کہنے سے البتہ  
کی مراد اسم جمع ہو۔

بہر حال معہ زمان لینے کی صورت میں اس کے  
معنی اور مراد کو مختلف عبارات میں ادا کیا گیا ہے  
چنانچہ ابن جریر وغیرہ نے فیہ احوال نقل

کیے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں  
کہ اس کے معنی فرحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے  
ہیں۔ ضحاک بیان ہے کہ قابل رشک ہونا مراد ہے  
قتادہ کہتے ہیں خوبی کے معنی ہیں اور دوسری روایت میں  
خیر کے معنی بتاتے ہیں۔ امام نخعی نے خیر کشیہ سے  
ترجمہ کیا ہے۔ امام بخاری کی دوسری روایت میں  
کہ است یعنی غرور شرف کے معنی منقول ہیں سمیط  
بن جملان کہتے ہیں دوام خیر مراد ہے بہر حال سائے  
معانی کے حاصل عیش طیب (مزیداد اور پاکیزہ  
زندگی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت  
میں یہ بھی مروی ہے کہ حبشی زبان میں طوبی اجنت  
کا نام ہے۔ ابن جریر سے بھی یہی منقول ہے یہ بھی کہا  
گیا ہے کہ ہندی میں اس کے معنی جنت کے ہیں۔

علامہ زبیری نے کہا ہے کہ یہ ہے کہ یہ جنت کے  
ایک درخت کا نام ہے کہ امام احمد ابن حنبلہ ابن  
ابی حاتم ابن حبان اور طبرانی نیز بیہقی اپنی تصنیف  
البعث والشور میں عتبہ بن عبدہ رضی اللہ عنہ  
سے روایت کرتے ہیں۔ اور سیلی وغیرہ نے

لہذا طوبی کا استعمال لذیذ ترین خوب اور عمدہ ہونے کے لیے ہوتا ہے لہذا طوبی اصل میں طوبی  
نہا ہذا طوبی یا ساکن قابل اس کا معنی تھا اس لیے یا کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔

سے بلند تر تھا۔ ۱۱

طُوس : پہاڑ ہر اسم ہر پہاڑ کو درخت ناک جزیرہ  
نہ اسے بنانے کے ایک مخصوص متعین پہاڑ کا نام عربی  
۱۱ : اس کے معنی پہاڑ کے ہیں لیکن بعض اہل لغت  
نے یہ کہہ کر مطلق پہاڑ کو طور نہیں کہتے بلکہ  
جب نام نہ درختوں کے ہر اسم ہر پہاڑ کو نہیں کہلاتا بلکہ  
صرف کچھ درختوں کے ناموں اور اس کا مطلق نام قوت  
حموی رضی اللہ عنہ ۲۷۲ ص ۲۷۲ ہی کتاب معجم البلدان  
میں کہ جو قدیم مخبرانیہ رہنمائی ہی مستند اور مشہور و معروف  
تعمین ہے قسطنطنیہ میں۔

والطوری کلام العرب "طور" عربی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں  
الجبیل حال بعض اور بعض اہل لغت نے بیان کیا  
اہل اللہ لا بسی ہے کہ جب تک پہاڑ میں درخت  
طور احق کمون ذال نہ ہوں اس کو "طور" کے نام نہیں  
شجرہ و معال لاخیر کیا تاہم چنانچہ خشک پہاڑ کو  
حور (ص ۱۶۷) درختوں کے ناموں کو طور نہیں کہتے۔

امام سناری نے کتاب التفسیر میں مجاہد سے نقل کیا  
ہے کہ سریانی زبان میں طور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور ابی  
الحاتم نے کہا ہے ناقل میں کہ بعضی زبان میں طور کے معنی  
پہاڑ کے ہیں بہر حال ان حصص سے ثابت

اس روایت کی تصحیح بھی کی ہے کہ ایک عربی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر  
ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا جنت میں میوے  
بھی ہیں آپ نے فرمایا یا جنت میں ایک درخت  
ہے جس کو طوبی کہا جاتا ہے۔ (امام حدیث بطولہ)  
واضح رہے کہ حسب تفسیر احادیث میں جو طوبی شجرہ  
جنت کا نام ہے۔ اس لیے اس پر اطلاق داخل نہیں ہوگا  
لیکن اگر اس کو طوبی کے جمع قرار دیا جائے تو اس کے  
معنی عمدہ خوب اور پاکیزہ اشیاء کے ہوں گے۔ نیز طوبی  
اطنٹ کی تائید بھی ہو سکتی ہے جس کے معنی بہت  
عمدہ اور بہت پاکیزہ کے ہیں۔ اس صورت میں یہ  
حقیقت سے افعال التفصیل کا صیغہ واحد و ثانی ہو گا جو  
احادیث میں مصرح ہے کہ طوبی "جنت کے ایک درخت کا نام  
ہے اس لیے بیان ہی مراد لینا زیادہ صحیح ہے۔ ۱۲  
طُود : بلند پہاڑ علامہ محشری لکھتے ہیں طود  
کے معنی میں بلند پہاڑ کے یہ معنی مستطاد سے ماخوذ  
ہے اہل عرب بنا۔ منہاد "اس عبارت کو کہتے ہیں جو  
عربی میں اس کے لئے جائے "رغب" اصغر معانی نے تنبیہ  
کی ہے کہ قرآن مجید میں جو طوک صفت ظہیر آئی ہے اس کے وہ  
بلند پہاڑ کی طرح تھا یہ مطلب نہیں کہ اور سب پہاڑوں

۱۔ روح المعانی تفسیر سورہ رعد ج ۱۳ ص ۲۵۵ جمع منیر شمس پوری حدیث روح المعانی میں مذکور ہے۔

۲۔ النانی فی غریب الحدیث ج ۱ ص ۹۵ طبع دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳۔ التائیدی فی علوم القرآن لسیوطی ج ۱ ص ۱۰۱ ص ۱۰۲



ہنرمند ہے کہ عربی سرائی و تہجی مینوں زبانوں میں طور کا استعمال کیاں طور یہ تو ہے لیکن عربی لغت و لہجہ کے سس کے معنی بیان کرنے میں سرسبز اور خشک بہاؤ کا بھی فرق ملو تو فقر و کثرت کے معنی میں اس باب و باب میں سے ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن مردودہ نے بھی حضرت ابی عباس رضی اللہ عنہما سے اس فرق کو نقل کیا ہے کہ۔

الصور ما انفتحت  
الجبال ما لم یسب  
فلیس بطور  
وہ طور نہیں۔

قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص دو متعین بہاؤ کے لیے ہوا ہے چنانچہ الطورین الف لام عید کا اس پر لا لٹ کر رہا ہے یہ وہی بہاؤ ہے جو مرد و عین کے مابین ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی بہاؤ پر تمجیل خداوندی سے سرنواز فرمایا گیا تھا اسی بہاؤ پر پاپ کو خلعت کیبی سے نوازا گیا تھا اسی بہاؤ پر جناب کو پیش گاہ ربانی سے اراج توریٹا نسو حمت فرمایا گیا تھا یہ وہی بہاؤ ہے جس کو حضرت جبریل علیہ السلام نے اٹھا کر نبی اسے پیک کے سرن پہ

لاکھڑا کیا تھا قرآن مجید میں جا بجا ان نام و افعات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

یا قوت رومی نے طور کے سلسلہ میں حسب ذیل بہاؤوں کی نامزدگی کی ہے ۱۔ بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ طور یہی بہاؤ ہے جو نابلس پر بلند ہے ۲۔ سامرہ اس کا حج کرتے ہیں اور یہود اس کی بڑی تعلیم بجالاتے ہیں یہود کے زعم میں اسی بہاؤ پر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت اسمعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کے لیے حکم دیا گیا تھا مگر ان کے یہاں تورات میں ذبیح

(بجائے حضرت اسمعیل کے) حضرت اسمٰحق علیہ السلام ہیں (۱۲) مصر کے قریب ایک موضع کپاس جھکا نام دین ہے ایک بہاؤ ہے جو طور سے دوسرے یہ علماء کا مسکن ہے اس بہاؤ کے پتھر کو کسی ترکیب سے بھی تولا جائے ان پر درخت عقیق کی تصویر نمودار ہوتی ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسری مرتبہ خطاب الہی اسی بہاؤ پر ہوا تھا جبکہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے واپس آرہے تھے تب طلی میں ہر بہاؤ کو طور کہتے ہیں اور جب اس پر

نہ فتح القدر لا شکافی ج ۱ ص ۱۰ طبع مصر  
اس کے فوائد بہت ہیں۔ اس کا پھیل شہنشاہ کی طرح کا ہوتا ہے۔

سبزہ اور درخت ہوں تو طور سینا کہلاتا ہے۔

۲) طبرہ اردن پر بھی ایک پہاڑ ہے جس کو طہر کہا جاتا ہے۔ یہ طبرہ سے بارہ میل پورے ہے۔

۳) مصر کے بالائی علاقہ میں ایک آبادی کے پاس طونامی ایک پہاڑ ہے جس میں متعدد گائے بسترے ہیں اور اسی کے قریب کوہ فاران واقع ہے۔

طور کی درجہ تسمیہ کے سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صاحبزادے بطون اسماعیل کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر طور سے موسوم

ہو۔ بالکا استعمال نقل کی وجہ سے جانا رہا اور طور کہا گیا۔ یہی نہیں بلکہ پورا ملک اسم بھی طور کہلاتا تھا

اہل سیر کا بیان ہے چونکہ بطون اسماعیل یہاں کے حکمران تھے اس کی نسبت پورا ملک طور کہلاتا تھا۔

چونکہ ملک شام اور وہاں کے پہاڑ طور سے موسوم تھے اس لیے طور مد سنی کے سلسلہ میں بھی بہت سی علماء

کا ذکر ہے کہ ملک شام کی طرف منتقل ہوا اور انہوں نے اس کو شام ہی میں بتلایا جیسا کہ البوصیان نے تو الجحیر

میں بیان کیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ یہ پہاڑ شام میں واقع ہے چنانچہ

محمود لاسی روح المعانی میں رقمطراز ہیں:

وقال الجوهري لم يختلف اهل المدينة على ان اس بارہا

في جبل بالشام كوني اختلاف بيني وبين

وتعني الشهاب بانه شام میں ایک پہاڑ ہے اور

حلاوت السور فان شهاب الدین خفا جی سے

المعروف اليوم بطور اس پر گفت کی کہ یہ غلط

ماہو بقرب التیہ مشہور ہو گیا کہ جو پہاڑ آج

میں مصر و طور سینا کے نام سے معروف

العقبہ ہے وہ جو تیرہ کے نزدیک مشرق

رج ۹ ص ۶۶ طبع قدیم، عقبہ کے مابین واقع ہے۔

واضح ہے کہ زمانہ حال میں نہر سوینہ نے بر غظم

ازرقہ کو ایک عظیم الشان جزیرہ کا شکل میں لیا ہے کہ بر غظم

سے جدا کر دیا ہے۔ اور جزیرہ نما سے سینا کیج سویر

اور طبع عقبہ سے گھرا ہوا ہے اس کے شمال میں بایمان

تیس ہے یہ عرب کے شمال اور مغربی حصہ کو ازرقہ سے ملتا

ہوئے تھا۔ اس جزیرہ نما میں سینا کا کوہستانی سلسلہ

بیک پیلا ہوا ہے جدید جزیرہ فوس لغریج کرتے

ہیں کہ طور کا اطلاق جزیرہ نما سینا کے متعدد پہاڑ

پر ہوتا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل

کے سلسلہ میں کہ طور سے مراد کوہ سینا ہے۔

قرآن مجید میں دو مقام پر طور کی قسم کھائی گئی ہے

ایک سورۃ الطور میں دوسرے سورۃ البین میں شاہ  
عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اس سلسلہ میں ایک  
نفیس بحث پر ظلم زانی ہے جو ہر ناظرین نظر آئے ہیں۔  
لہذا دقت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ پہاڑ تو کم کے ہونے  
میں ایکٹہ جو تختہ ہوتا ہے ہر جھرسے ہول ان میں  
جہاں پانی کے چشمے بہتے ہوں جن کی بدولت  
وختوں کے ان میں بہتات ہو میوہ کے اقام میں سے  
جہاں مغر اور حسب الزلم جس کو ہندی میں چرہ بکھی کہتے  
ہیں نیز انجیر و زیتون اور کبھی ٹہرے بڑے درخت  
خصوصاً ساگو ان کے درخت خود روہاں پیدا ہوتے  
ہوں اور انواع و اقسام کی دوایاں اور جڑی بویاں  
گرم مصلحے اور سرد و ایتر طرح طرح کے نفع  
بخش و مضرت بات کی وہاں کثرت سے پیداوار  
ہو اور عجیب عجیب جانور جیسے بارہ نگہا اور  
آہوئے مشک اور مرغ زردیں اور مختلف اقسام  
کے جانور وہاں پیدا ہوتے ہیں اور جنس معانی  
سے بتورائش بارہ دوسرے مختلف اقسام کے پیتر  
وہاں پائے جاتے ہوں۔ سو اس قسم کے پہاڑ کی  
جامعیت بہت اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے کہ  
کہ اس میں طرح طرح کے نباتات اور انواع و اقسام  
کے حیوانات موجود ہوتے ہیں نیز اڑا ح جنبہ ان

پہاڑوں میں بہت ہوتے ہیں اور ان کی افزائش  
اشجار مذکورہ سے نفع اندوزی کی خاطر ہیں۔  
سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔ سو اجماعیت وہاں  
فرام ہوجاتی ہے کہ اس کا عشر عشر بھی کسی جگہ  
معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم باوجود اس جامعیت کے  
ہر کوہ پر شجر پتیلی الہی نہیں ہوتی۔ لہذا اقسام کے  
پہاڑ ہر اکہ تجلی الہی بھی حاصل ہوجاتے تو پھر  
جامعیت اتم فرام ہوجاتی تھی۔

سو اس صفت کا کوہ پر شجر مدین دھڑکے رہا  
میں ایک پہاڑ ہے جس کو فلسطین کہتے ہیں حضرت  
موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی پہاڑ  
پر تجلی الہی سے مشیت فرمایا گیا۔ اور ملائکت آنا  
برق الکذیب اسی پہاڑ سے آپ کے سمع اقدس میں  
پہنچائی گئی، اسی پہاڑ پر انجنا ب کو رب بڑی حاصل  
ہوا۔ اور اس واقعہ کے بعد بھی حضرت موسیٰ علی  
نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس پہاڑ پر تشریف  
لیجاتے اور مناجات باری میں چلہ کشاں فرماتے  
تھے۔ اوج توحید بارگاہ خداوندی اسی پہاڑ  
پر آپ کو غایت حق تعالیٰ بخش۔ سو وہ پہاڑ جامعیت  
ظاہر کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ  
الصلوٰۃ والسلام کے اسرار وحی اور انوار عبادت

کامی جامع تھا جس سر اور نور نے اس پہاڑ پر ٹکڑا  
 کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میکیش کیا تھا وہ اس قدر  
 اس مقام پر جا گئے اور اس پر کہ وہ تہمت اور زنا تھا  
 دراز کے گزے پر بھی وہ پیروان حضرت محمد علیہ  
 السلام اور ان کے شریع کی ادا کے لیے کافی ہو پس انوار  
 موسوی کا مبداء اور منہا کہ اس کی اسٹیل جن انوار  
 سے منور و منہب ہو یہی مبارک پہاڑ ہے۔ اسی واسطے  
 اس قسم میں پہلی قسم سے بھی نرقی فرمائی کیوں کہ جو نور  
 زیتون میں ہے وہ نور و نور صریحی اور جس نور نے اس  
 پہاڑ پر پہلی فرما کر اس کو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ  
 کر دیا تھا وہ نور الہی تھا کہ زلیول اور مدلول اس کی  
 تاثیر باقی رہی اور نہال کمال موسوی کو تائبہ امیر اس  
 سے سیراب فرمایا۔

دوسرے خشک پہاڑ کہ اس میں پانی نہ تھا اور  
 پہاڑ انسان کے جسم مردہ کے مانند ہے کہ بظاہر  
 معلوم ہوتا ہے اور باطن میں کسی انسانی کیفیت کا  
 حامل نہیں اور چونکہ اس قسم کا پہاڑ قسم کے قابل نہیں  
 لہذا اس سے بچنے کے لیے ہی سینین کا لفظ  
 فرمایا ہے اور اگرچہ اصل لغت میں طور و سبب میں  
 ہر کوہ پر شجر کو کہتے ہیں، لیکن اہل عرب کے عرف میں  
 یہ لفظ اسی کوہ موسوی کے ساتھ مخصوص ہے، کہ جس پر

پہلی الہی واقع ہوئی تھی۔ لفظ سینین بنی زبان  
 کا ہے بنی قلمنا کے کاشتکار لوگ ہیں عرب  
 اس لفظ کو طرح طرح کے معنی استعمال  
 کرتے ہیں کبھی سینین کہتے ہیں اور کبھی سینین  
 بفتح سین چنانچہ سورہ قد افلم میں آیا ہے  
 اور کبھی سینین بکسرین چنانچہ ابو عمرو، نافع  
 اور ابن کثیر نے یہی قرأت کی ہے۔

اور بعض مفسرین کا بیان ہے کہ انجیر سے مراد  
 مسجد اصحاب کہنت اس مسجد کے حوالی میں انجیر  
 کے درخت بہت ہیں۔ اور زیتون سے مراد  
 مسجد بیت المقدس ہے کہ اس کو درخت  
 زیتون بہت ہیں۔ اور اصول کہہ کے زیتون سے  
 مراد طور زنا ہے کہ جو بیت المقدس کی شرقی

جانب ایک پہاڑ ہے اور مسجد قلعے پر  
 بلند ہے جو بیت شریف میں آتا ہے کہ حضرت  
 صفیر رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی زبجہ مطہرہ جب بیت المقدس کی زیارت  
 کے لیے تشریف فرما ہوئیں اور مسجد قلعے میں نماز پڑھ  
 چکیں تو کوہ زیتون کے اوپر چڑھ گئیں اور  
 اس پر بھی نماز ادا کی اور اس پہاڑ کے ایک  
 کنارے پر کھڑے ہو کر اشارہ فرمایا

کس جگہ سے لوگ قیامت کے دن جدا ہونگے  
ایک جماعت بہشت کو روانہ ہوگی اور دوسری  
دوزخ کو یہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کو اسی پہاڑ پر اٹھایا گیا تھا۔ اس مقام کی  
نفساری بڑی تعظیم کرنے تھے اور اب بھی  
کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر سیلانہ نامی ایک  
فرشتہ ٹھہرتے ایک گرجا تعمیر کیا تھا اور اس  
گرجا میں ایک گنبد بنایا تھا کہ جس کو مصطفیٰ  
کہلاتے تھے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
آسمان پر اٹھائے جانے کی جگہ رفتہ رفتہ وہ  
کنیہ قوم بنہم ہو گیا لیکن بالفعل اس پہاڑ  
پر خزانہ بنی سلی کا درخت ہے جس کے قریب  
ایک مسجد بنائی گئی ہے اور اس مسجد کے پائوں  
میں ایک غار ہے مصطفیٰ بہشت سے  
لوگ اس مکان کی زیارت کے واسطے  
وہاں جاتے ہیں اور اس درخت کو خزانہ العرش  
کہتے ہیں۔

سلطان صلاح الدین کو بیعت الہند

کو فتح کے فرنگیوں کے ہاتھ سے چھڑایا تھا  
تو ملو رزیت کی کل زمین کو شیخ احمد حکاری اور  
شیخ علی حکاری دونوں کو برابر تقسیم کر کے وقف  
کر دیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۰۷۵ ہجری القمریہ ۱۶۶۳ عری کا  
ہے۔ اور وہ زمین حال ان دونوں شخصوں  
کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

پس اس صورت میں اول قسم اس مقام کی ذکر  
کی جو اصحاب کھف کے اوزار و لایت کی جگہ  
ہے۔ اصحاب کھف اولیاء کا وہ پہلا گریہ ہے  
کہ جنہوں نے راہ ناکو طے کیا ہے اس کے بعد  
مقام اوزار و لایت عیسوی کی قسم کھائی زلازل بعد مقام  
اوزار و عیسوی کی قسم کو ذکر کر کے اس کے بعد فرمے ہیں  
وَهَذَا فَتَكْدِ الثَّمَنِ مِثْلِي قِسْمٍ هِيَ اس امانت  
والے یا میں والے شہر کی۔ اس شہر کے مکہ معظمہ  
مراد ہے کہ جو انی جامعین میں آتا ہو بیچ چکا ہے  
یہاں یا بحر بھی واقع کر دینا مناسب معلوم ہوتا  
ہے کہ مغربہ کی اس امر میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ طرہ  
سے ملو رزیت ۱۰۷۵ ہجری القمریہ ۱۶۶۳ عری کا  
واقعہ ہے۔ ان زمین فریقوں سے گہر فریقوں ہی کہلاتے

۱۔ یہ نقشہ شاہ صاحب کے عہد کا ہے معلوم نہیں اس دور انقلاب میں اب وہ زمین کس کے قبضہ میں ہے ۲۔ نعمانی  
۳۔ تقدیر فتح العزیز شاہ صاحب مذکور سورۃ التین طبع محمدی لاہور۔ ص ۲۳۷، ۲۳۸۔

زبان بکریاں چاہتا ہے کہ یہاں بھی تین وزیتوں سے  
مناسبت الیقین والذیتوں مراد ہوں اور ان سے بھی  
ایسے دو مختلف مقامات مراد ہوں کہ جو طور و بلا میں  
کی طرح مبیط انوار الہی ہوں۔ بتقدیم سلف کی  
ایک جماعت نے اس کی تفسیر بھی کی ہے  
چنانچہ ابن زید فرماتے ہیں کہ تین سے مسجد دمشق  
اور زیتون سے مسجد بیت المقدس مراد ہے۔ قتادہ کا  
قول ہے کہ تین وہ پہاڑ ہیں جہاں شمس آباد ہے اور زیتون  
وہ پہاڑ ہے جہاں بیت المقدس بسا ہوا ہے۔ عکرمہ  
اور کعب احبار کہتے ہیں کہ تین اوشی اور زیتون بیت المقدس  
ہے۔

تین وزیتوں سے مناسبت الیقین والذیتوں یعنی ان کی  
پیداوار کے مقامات کو مراد لینے میں زبان کا ادنیٰ سا بھی  
انکسار نہیں ہو سکتا۔ منور ہے کہ وہ اکثر ان مقامات کو  
جہاں پر کوئی درخت کثرت سے پیدا ہوا اسی درخت  
کے نام سے موسوم کہتے ہیں چنانچہ جہاں غنہ کے درخت  
بکثرت ہوں اس مقام کو غصنی اور درختوں کا جھنڈ جہاں  
ہوا کس کو شجر الغنہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ

کے اصل معنی سے ہٹنا نہیں بلکہ اس کے متعدد معانی  
میں سے ایک معنی کا استعمال ہے۔ بطریق تسمیۃ النظم  
بالظنون یعنی ظرف کو منظر و کانہ و حیثیات و شائع  
ذائع ہے پس تین وزیتوں سے ان کے مقامات  
روئیدگی کو مراد لینا بھی اسی قبیل سے ہے۔

مولانا حمید الدین دہلوی نے اپنی تفسیر نظام  
القرآن میں سورۃ الیقین کی تفسیر میں ان مقامات  
کے تین پر بڑی عمدہ اور تحقیقی بحث کی ہے وہ  
مقامات ثلاثہ کی یقین میں نوشاہ صاحب سے متفق ہیں  
زیتون سے وہ بھی طور و زیتا یعنی جبل زیتون ہی مراد  
لیتے ہیں۔ البتہ تین کی تفسیر میں شاہ صاحب  
نے صحیح کعب کے قول کو لیا ہے۔ وہ تین  
مسجد اصحاب کہف کو بتلاتے ہیں اور مولانا زبیری  
نے اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ  
عنہما کی تفسیر کو اختیار کیا ہے کہ وہ تین سے بد  
نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مراد لیتے ہیں  
کہ جو کہ جو دوسری تفسیر کی گئی تھی۔ اور یہی زیادہ  
قرین محکم ہے کہ اس طرح وہ چاروں مقامات داخل

سے تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵۲ میں معرکہ غصنا ایک قسم کا درخت ہے جو بیکے مشابہ ہوتا ہے۔

سے نظام القرآن میں سے تفسیر سورۃ الیقین کا کلمہ علیہ السلام کی تفسیر میں معرکہ غصنا کو مراد لیا ہے اسی طرح پارہ ۴  
کی کچھ اور سورتوں کی تفسیر میں بھی علیہ علیہ رسالہ کو انکسار میں معرکہ غصنا کی تفسیر میں لیا ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
سیریت کو ابن جریر ابن ابی عمیر ابن مردودہ نے نقل کیا ہے (ماہنامہ فتوح القدیر ج ۵ ص ۴۵۲)



سفید بھی کہا ہے کہ میں اس کی اصل خَلَوْتُ لَعْنَةً  
 (بمعنی اطاعت کے اور کچھ نہیں جانا ازہری  
 نے کہا ہے کہ میرے نزدیک خَفَشَ کا قول  
 لیلہ قرین صحت ہے اور فَلَا اور مَبْرُوكَ کے بیان  
 پر قَتَلَ أَجْبَدَ کا نصب اس کی طرف فعل  
 کے تقدیر کی بنا پر ہے، تو گویا خَلَوْتُ لَعْنَةً کہ  
لَعْنَةً کا مطلب ہوا انقادت فی مثل اخیہ  
 ولقتل اخیہ پھر حرف جار کہ عزت نہ کہے اس  
 کی طرف فعل کا تقدیر کیا گیا تو اس کو نصب ہو گیا؛  
 علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبی نے ہر دو سے  
 نقل کیا ہے کہ خَلَوْتُ عَنَّمَا و اطاعت دونوں کے ایک  
 ہی معنی ہیں لیکن امام راغب معنیانی نے مفردات  
 القرآن میں تصریح کی ہے کہ خَلَوْتُ عَنَّمَا خَلَوْتُ عَنَّمَا  
 یعنی ہے۔ ام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ خَلَوْتُ  
لَعْنَةً۔ اہل عرب کے عادیہ ثابت تھیں  
كَذَٰلِكَ الْعَنْتُ اس کے جی نے اس سے انکار  
 کیا کہے ٹیک بالقابل متعال ہوتا ہے۔  
 علامہ سید محمد رشید رضا مصری تفسیر الناموس میں  
 کی بلاغت پر نہایت تفصیل سے عمدہ بحث  
 کی ہے جو مدیریہ ناظرین سے مرزا ملتے ہیں۔

”مفسرین نے خَلَوْتُ کی تفسیر شجعت سے کی ہے  
 اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 اور علامہ مہر وی ہے نیز وَسَعَتْ  
سَهْلَتَ تَمَيَّنَّتْ الْوَسْطَى قسم کے اور الفاظ  
 بھی مفسرین سلف اور علماء لغت سے منقول  
 ہیں، ان الفاظ میں سے ہر ایک فی الجملہ اصل  
 معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن میں نے  
 کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اس مقام پر اس  
 لفظ کی بلاغت کی ذرا سی بھی اس قسم کی تشریح  
 کی ہو جیسی کہ میں اپنے دل میں اس کی تاثیر  
 کو پارہا ہوں۔ حالانکہ یہ لفظ بلاغت  
 کے اس مقام پر ہے کہ قلب کا  
 احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر طرف سے  
 اس کو دبائے جا رہا ہے۔

میں اس وقت لکھ تو رہا ہوں  
 لیکن اس اثر و تاثیر کی بنا پر کہ جو اس لفظ  
 کا مجھ پر ہے میرا دل مجھ کو لکھنے نہیں دیتا یہ لفظ  
 اس قدر تیرج اور کشمکش کو بتلاتا ہے کہ  
 جو فطرت انسانی کو ایسی حسد کے کبجے پر  
 چلنے میں پیش آتی ہے کہ جو قتل



نہایت نوبت پہنچا دیتی ہے جس طرح سے ایک سرکش گھوڑے یا اونٹ کے رام کرنے میں پین آیا کرتی ہے اور حقیقت اہل دانش کے لیے ایک نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ آدم کا بیٹا جس کو خدا نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا ہے کشاکش میں مبتلا ہے وہ اپنے بھائی کے حکمت بھرے بولوں میں سے ہر بول پر سوچ رہا ہے اور ہر بول میں اس کو از کاب جرم سے باز رکھنے والی ایک ایسی حقیقت مل رہی ہے کہ جو فطری موانع عقل اقربایت اور خوف کی موہ و مددگار ہے دفتر تصد جلدی سے نفس امارہ سے اٹھ کر نفس نوامہ کے برابر رکھنے والے اندر رکھنے والے کے خلاف صاف آرا ہو جاتا ہے۔ اب خدا اور اس کے موانع میں جنگ شروع ہو جاتی ہے کشاکش ہونے لگتی ہے۔ آخر حسب پر غالب آتا ہے اور آدم کے بیٹے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ غرض موانع فطرت نیز موانع ہند و عنط کے واسطے کا حد کے آگے جھیک جانا اور اس کا طبع و استعداد ہر جانا یہی وہ تقویٰ ہے

جس کو حق تعالیٰ شانہ نے مراد لیا ہے۔ اور جب یہ تقویٰ طبع کرنا تمام ہو جاتی ہے تو اس سے قتل کا صلہ ہوتا ہے یہی وہ معنی ہیں جن کو لغتاً ربط ہے اور ہر دور میں اس کے مقتضی کے مطابق جو نسل انسانی کا حال رہا ہے وہ اس کا مؤید ہے چنانچہ ہم لوگوں کے حالات دیکھتے رہتے ہیں اور حکام کو توہین مول اور قعود و ارجوں کا خوب تجربہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کو اس کا بی اپنے بھائی کے قتل کے لیے کہتا ہے خواہ وہ بھائی اس کے قریبی باپ سے ہو یا دور کے باپ سے (یعنی آدم علیہ السلام کے رشتہ سے) وہ اپنے نفس میں ایک یا ایک سے زائد ایسے موانع محسوس کرتا ہے جو اس کو نار و اکام سے باز رکھتے ہیں پھر دیکھو یہ سیر تک اس کے دل ہی دل میں اس مانع روزگرنے والا اور مقتضی ایک باپ میں باہم تضاد ہوتا رہتا ہے تا انکہ اس کا نفس موانع مقتضی کو ترجیح دے کر قتل پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اب اگر وہ قتل کر سکتا ہے تو کہ ڈالتا ہے۔ بس تقویٰ میں دیسی کجی کش مزدوری ہے جیسی کہ سرکش حیران کو رام کرنے میں اور صنعت یا علم کے سکھانے

میں کبھی تو یہ کنگش صرف ایک سی مانع اندہ  
ایک ہی رکاوٹ کی بنا پر ہوتی ہے اور کبھی متعدد  
رکاوٹوں کی وجہ سے۔ اور اس مانع معنی کی تفسیر  
کے لیے سب سے زیادہ مناسب لفظ  
سبحہر ہی ہے کہ جو سلف سے مروی بھی ہے اور  
جو اس بات کو بتلاتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے  
قتل سے ڈرتا تھا اور اس کی فطرت اس کے  
از کتاب میں نزدیکی کا ثبوت دے رہی تھی لیکن  
اس کا نفس آثارہ برابر اس کو اس فعل پر مگستا  
رہا ہے یہاں تک کہ اس میں جبرأت آگئی  
اور اس خصوص کے بعد انجام کو سوچے سمجھے  
بغیر قتل کا ارتکاب کر بیٹھا۔ ۱۷

طُوفَانٌ طوفان۔ ام راعب اصغہانی

فرماتے ہیں :-

برودہ حادثہ جو انسان کو گھیرے طوفان ہے  
اور سادہ الہی قَاتِرٌ سَلَامٌ عَنِ طُوفَانٍ دُوسرے  
جو اپنے عیبا ان پر طوفان (اسی معنی پر معمول ہے  
ویسے اس کا استعمال اس پانی کے لیے کہ  
انتہائی کثرت میں ہو متعارف ہو گیا ہے

کیوں کہ نوح علیہ السلام کی قوم کو جو حادثہ  
پہنچا تھا وہ بانی ہی کا حادثہ تھا۔  
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی ثبات الخرس  
میں جہاں القاموس میں عبارت مذکورۃ الصدر  
کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-

”یہ نفیس تحقیق ہے پھر اس کے اشتقاق میں  
بھی اختلاف ہے گو اکثر ائمہ نے اس سے  
تعرض نہیں کیا ہے۔ چنانچہ بعض نے تو  
کہا ہے کہ یہ طاف بطون سے ہے جیسا  
کہ مصنف (صاحب قاموس) اور راعب  
کے کلام کا اقتضا ہے۔ وہ بعض نے کہا  
ہے کہ یہ طعانہا بطغوس جس کے معنی  
پانی کے بند ہونے اور چڑھانے کے ہیں  
فعلان کے وزن پر ہے بعد  
میں عین کلمہ کی جگہ پر لام کلمہ کو بدل  
دیا گیا۔ چنانچہ ہمارے شیخ نے الاقتضا  
سے اس کو نقل کیا ہے۔ میں (یعنی صاحب)  
تاج العروس) کہتا ہوں کہ دوسرا قول  
عزیب ہے“

شیخ احمد بن محمد زوی المصباح النیرین تمطر ازہیں -

”بصری کہتے ہیں کہ یہ جمع ہے اور اس کا واحد  
طوفان ہے۔ اور کوثر والوں کا بیان ہے کہ یہ  
رُجْعَانٌ و رُفْعَانٌ کی طرح سے مصدر ہے  
اور جمع نہیں آتا“

تاج البعدس میں ہے :-

”بخش کا بیان ہے کہ طُفَانٌ، طُفْنَانٌ کی  
جمع ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں۔ بخش ثقف  
ہے اور جب ثقف کسی تبا کو بیان کرے تو اس  
کا قبول کرنا لازم ہے۔ اور ابوالباس و سبوا  
کہتے ہیں کہ یہ طاف یطوف مشتق ہے  
اور طوفان مثل رجحان اور رُفْعَان کے  
مصدر ہے اور اس کی ضرورت نہیں کہ اس  
کا واحد تلاش کیا جائے۔

اور علامہ محمود آوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں  
”موناں وہ ہے جو گول کو گھیرنے اور ان کے  
مکانات اور کھیتوں کو دھنایا لے خواہ وہ  
بارش ہو یا سیلاب، تو یہ طواف سے اسم  
جنس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل میں  
رُفْعَان کی طرح سے مصدر ہے اور ہر اس  
نے کا نام ہو جو حادثہ میں نمودار ہو کر چہا چہا

سے، گھیرے اور عام ہو جائے جیسے بہت زیادہ  
پانی اور نقل عام اور موت کی گرم بازاری اور  
پانی کے موناں میں اس کا استعمال مشہور  
ہو چکا ہے۔ اور اس مقام پر اس کی تفسیر  
مستند روایات میں حضرت ابن عباس رضی  
اللہ عنہما سے یہی آئی ہے۔ اور عطا اور مجاہد  
سے موت کے معنے آتے ہیں اور موت ہی  
کی تفسیر ابن جریر وغیرہ نے حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل ہے۔ اور وہ  
بن مہبہ سے منقول ہے کہ میں نے زبان میں اس  
کے معنی طاعون کے میں اور ابو قتلابہ سے  
مروی ہے کہ اس سے مراد چمپک ہے۔ اور  
قوم فرعون پر سب سے پہلے ہی عذاب  
بھیجا گیا تھا۔ یہ دونوں باتیں حدیث  
مرفوعہ ہی سے جا ملتی ہیں۔ لہ

۹۲۱

طَوِيلُ المال، دولت، توںگرمی، نعام، وسعت  
گنہائیں مقدور قدرت، یہ طال بطول کا  
مصدر ہے۔ اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے  
ایک تو دیرازی اور خشیت میں غلبہ کرنا۔ دوسرے کسی شخص  
کے ساتھ احسان کرنا اور اس کو انعام

۱۰ تفسیر روح المعانی - ج ۹ ص ۳۰ صبیح منیر - مصر -

دینا۔ علامہ رفیع بن ابی جعفر بہیقی تاج المصاہیر میں  
رے سطرانہ ہیں۔

الطول درازی و فضل غلبہ کردن و بیا کے  
فضل کردن

اس مثنیٰ میں اس کا تقدیر بحرف علی ہو تا ہے اور بتا  
نقص سے آتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں ا۔

”حول۔ فضیلت اور احسان کے مثنیٰ میں  
مخصوص ہو گیا ہے۔ اثلوی جی۔ سَيَدُّ الْعَدَا فِي

النَّظَرِ رَسَخْتَ عَذَابَ كَرِيمٍ اَلَا، انعام کا مالک،  
اور دوسری جگہ فَرَمَا اِشْتَادَ نَكَتٌ اَوْ لَوْ نَقُولُ

مِنْهَا سَحَرٌ دہرے سے رخصت مانگتے ہیں ان  
کے صاحبان مقدمہ، یعنی ان کے بڑے لوگ

اور وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا  
اور جو کوئی نہ کر کے تم میں سے مقدمہ ہیں عَزَّ

مَعْرُوفٌ فَقَدْ سَعَى كُنْ يَهْجُو

ورعلاءہ احمد رفیعی فی الصحاح المنیر میں فرماتے ہیں  
طال علی القوم یطول طولاً یہ باب قال

ہے۔ اس کے معنی صاحب فضل ہونے کے  
میں۔ طائل سمر فاعل ہے۔ اور اطال دلف کے

ساتھ اور نطول بھی اسی معنی میں متعلیٰ میں اور  
طول الحرة بھی اصل میں اسی سے مصدر

ہے کیوں کہ شوہر صاحب بیوی کے مہر اور اس کے خرچ  
درغیرہ کی تکلیف برداشت کرنے پر قادر ہوا تو

اس پر صاحب فضیلت ہوا۔ اللہ بعض فقہاء  
کہتے ہیں کہ طول الحرة وہ سرمایہ ہے جو مرد کے

کفالت سے زائد ہوا ورنہ نکاح کے خرچ و اخراجات  
کے لیے کافی ہو سکے۔ اور یہ مثنیٰ ازہری کے اس

بیان کے موافق ہیں کہ آیا کر یہ ذَلَّتْ لِعَيْنِ  
حَسَنِ الْعَيْنِ مِنْكُمْ و یہ اس کے واسطے

ہے جو کوئی تم میں ڈرتے تکلیف میں پڑنے سے  
اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس

میں طول کی استطاعت نہیں یعنی اس کے  
پاس اتنا نہیں ہے جتنا کہ جس سے وہ آزاد ہو

سنے نکاح کر سکے اور بعض نے طول کے  
معنی غنی یعنی توانگری کے بیان کیے ہیں۔

اور اصل تو یہ ہے کہ اس کا تقدیر بذریعہ الی کیا  
جائے اور کہا جائے وجدت طولاً الی نکاح

الحرہ یعنی آزاد عورت کے نکاح تک پہنچنے  
کے لیے میں نے مال و سمعت ہالی۔ کیونکہ یہ صلت

یعنی پہنچنے کے معنی پر مشتمل ہے پھر جب  
اس کا متعلق بحضرت ہو گا تو طولاً الی الحرہ

کہنے لگے بعد میں فقہاء نے اس کی مراد تخفیف کی

تو صرف طول الحرة ہی بونے لگے اور بعض نے  
 کہا کہ اصل میں طولاً علیہا جو مضمی میں عورت  
 کے کناج پر قدرت مونا۔ اور زیادتی کے معنی پر اب  
 کار اعلیٰ ہے۔

اور علامہ نظام الدین حسن بن محمد می نیشاپوری اپنی تفسیر  
مغز ارب القرآن در غائب القرآن میں لکھتے ہیں :-

طَوَّلَ كے معنی میں مال میں زیادتی اور وسعت کے  
اور اسی سے طَوَّلَ (دیر ہونا، لمبا ہونا) پر جویم  
میں ہونا کیوں وجہ ہم میں زیادتی جو جس طرح  
سے کہ قصر (کوتاہ ہونا) جسم پر اس قدر نقصان  
نہیں پہنچتا۔ طَوَّلَ ۵

طَلَّ طُلُّهُمَا مَعْدُومٌ ہے۔ اس کے معنی افتدائی میں  
لجے اور دراز ہونے کے ہیں صحاح جو ہماری میں  
کہ حوالہ خلاف عرض ہے اور محکم میں کہ قصہ کہ  
نقیض ہے۔ اہم راغب نے تعریض کی ہے کہ  
طُولٌ اور فِصْرٌ اسماء متغایفہ میں سے ہیں اور  
طُول کا شتمل ایمان و اعراض (جیسے زہ  
وغیرہ) سب کے یہ قول ہے بارشاد ہے وَطَالَ عَلَيْهِ

الاحمد (پہلے ہی گزری ان پر مدت)  
اور احمد قریبی مصباح میں لکھتے ہیں :-  
کہ بعض نواس کی نفیض فصۃ پر عمل کر کے  
اس کو باب مُرَبَّع و مُکَرَّم سے بناتے ہیں اور بعض  
کہتے ہیں باب مَالِ النَّصْر سے ہی اس کا

فعل لازم منفعل ہے۔ ۱۵  
طَوَىٰ : طوی، وادی مقدس کا نام ہے علامہ  
 قرطبی زبیدی تاج العروس میں تو طراز میں :-  
 (طَوَىٰ) باعظم اور بالکسر یعنی، طَوَىٰ اور اس  
 تثنیہ بھی دی جاتی ہے۔ مک شام میں ایک  
 وادی ہے، اِنَّ شَارِہَیْ اَنْتَ بِالْوَادِ الْمُحَدَّثِ طَوَىٰ  
 (تو ہے میدانِ پاک میں) کہ یہی تفسیر لگتی ہے  
 حمزہ کسائی، عالم اور ابن عامر نے اس کی قرأت  
 تثنیہ کے ساتھ کی ہے۔ صحاح میں ہے کہ  
 طَوَىٰ شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اس کے سرے  
 بھی دیا جاتا ہے اور عنہ بھی اور یہ منصرف  
 بھی پڑھا جاتا ہے اور غیر منصرف بھی پھرتا  
 ہے اس کو منصرف کیا ہے اس نے وادی  
 اور مکان کا نام۔ مَدَّ اور دہلے اور اسے

۱۔ ملاحظہ فرمائیے کہ طبع شدہ برہان تفسیر ابن جریر طبری ج ۵ ص ۱۹ طبع امیری برائے اوراق مصر۔  
۲۔ ابن القوسین متن یعنی قاموس کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

نکرہ بنایا ہے۔ اور جس نے غیر منصرف کیا ہے اس نے اسے شہر اور مقام کا نام قرار دیا ہے اور معرذ بنایا ہے۔ انتہی۔ زجاج کا بیان ہے کہ طوی میں چار صوز ہیں ۱۱، ضم اول اور منون طوی (۲)، ضم اول اور غیر منون طوی ۳، کسر اول اور منون طوی ۴، کسر اول اور غیر منون طوی ۵، جس سے تنوین دی وہ اس بنا پر کہ یہ ایک خاص وادی کا نام ہے جو مذکر ہے۔ کیوں کہ وہ فعل کے وزن پر ہے جیسے کہ خطم و ضرء میں مذکر سے موسوم ہے۔ مبرد سے دیا گیا تھا کہ وہ وادی جس کو طوی کہا جاتا ہے، ایم اس کو منصرف کر سکتے ہیں جواب دیا گیا کہ کیونکہ وہ مطلق میں سے ایک اس میں سے گر چکی ہو۔ اور ممکن ہے کہ طوی بالفعل اکثر تمام اس ایک ہی جگہ ہے یا طوی کی جہاں ایک وادی ہو پس جو اس کو غیر منصرف کرتے ہیں، وہ دودھ سے کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ طاق سے معدول ہو جیسے عرا حائے ہے۔ دوسرے کہ وہ ایک مخصوص مقام کا نام ہے اور جو اس کو ضمہ اور تنوین دیتے ہیں وہ اس کو میدان یا پہاڑ کا ایسا اسم مذکر قرار دیتے ہیں کہ جو مذکر ہی سے موسوم ہے اور

جو کسرہ اور تنوین دیتے ہیں وہ اسے معی اڑ جہلم کی طرح سمجھتے ہیں نیز صحاح میں ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں طوی مثل طوی ہے جس معنی میں نئے شنی کے یعنی وہ چیز جس کو دبا حل میں لایا جاتے۔ یہ لوگ واد المفسس طوی کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں وہ وادی کہ جس کی دودھ نقدیس کی گئی ہے۔

علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے بھی مجمع البلدان میں طوی پر اسی کے قریب زریب لکھا ہے امام ابو یوسف محمد بن عزیز سجستانی ازہرۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن میں لکھتے ہیں۔

”جو لوگ اس کو معد قلمدیتے ہیں جیسے کہ نادیب طوی (۱) میں سے اس کو دودھ دفعہ پکارا، وہ بھی اس کو منصرف ہی کرتے ہیں امام راغب نے لکھا ہے کہ:

”بعض تو طوی کو اس وادی کا نام بتاتے ہیں کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حصول نبوت ہوا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ طوی اس

۱۔ ملاحظہ فرمائیے مجمع البلدان ۶۴ ص ۱۲ طبع السعاده مصر ۱۳۳۵ھ  
۲۔ ازہرۃ القلوب طبع مصر ۱۳۱۵ھ ص ۳۳ بر حاشیہ  
تعبیر الرحمن تفسیر ابن معروف بر تفسیر بیہقی۔

حالت کی جانب اشارہ ہے کہ جو آپ کو بطریق  
اجتناب حاصل ہوئی تھی مگر آپ کو اپنی مسافت  
کے کارائی گئی تھی اگر اپنی ذاتی کوشش سے  
اس کو حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی تو  
اس کا حصول بعید تھا ۱۱

اور علامہ مہاشی نے اپنے خاص مضمونانہ ذوق پر  
اس کی تفسیر یوں کی ہے۔

طوی ای الذی ۱۰ طوی یعنی وہ مقام جہاں  
طوی قد اللمعات ماسوی کی طرف اتفات  
الی ماسواہ فجب کو بالکل پیٹ دیا گیا ہو  
قد برعائہ لاذب جہل ہر طرح پر ادب  
من کل وجہ لہ کا ملحوظ رکھنا واجب ہے  
لیکن علامہ محمد آلوسی نے روح المعانی میں منہ  
تصریح کر دی ہے۔

ولایخفی علیک ان تمہیں واضح رہے کہ زیادہ  
الاظہار کا۔ اسما ظاہری ہے کہ یہ سب فقرات  
للوادی فی جمیع میں وادی ہی کا نام ہے  
القراءات ۱۲

اور علامہ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن میں فرماتے

میں :-

۱۳ تفسیر مہاشی ج ۲ ص ۱۵

۱۰ طوی وادی کا نام ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے  
اور ایک اور سند سے انہی سے یہ بھی نقل کیا  
ہے کہ اس وادی کا نام طوی اس لیے پڑا کہ  
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس  
کوران میں طے کیا تھا۔ نیز حضرت حسن بصری  
سے روایت کی ہے کہ طوی فسطین ہی ایک  
وادی ہے جس کو طوی اس لیے کہا گیا ہے  
کہ اس کی تعلیس دوبارہ مل میں آئی۔ اور ابن  
عبید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ طوی  
ایک کی ایک وادی ہے جس کو درد فہر برکت  
سے سرفراز کیا گیا تھا ۱۲

بے

طویلًا : لبا، دراز طویل سے اسم فاعل کا صیغہ  
وہو مذکر طویل جمع جیسے کہ کیر نیم اور کیرم میں طویل  
احمد نیوی نے مصباح میں اسی طرح ذکر کیا ہے  
لیکن اصطلاح نہایت میں اس کو بجائے اسم فاعل  
صفت مشبہ کہنا چاہیے۔ تاج العروس میں ہے کہ  
”تخولیں کا بیان ہے کہ طال کی اصل طویل ہے

۱۲ روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۵۵ طبع منیر مصر

۱۳ الاتقان ج ۲ ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۳۵ھ

بروزن گم اور اپنے اس دعوے پر وہ اس  
اسم سے استدلال کرتے ہیں کیوں کہ وہ قیئل  
کے وزن پر آیا ہے چنانچہ طول متعل ہے  
اور اسی بنا پر بخوی اس کو شوق جہد صرف  
اور کرم فہم کرم پر حمل کرتے ہیں۔

۲۹  
۲۰۱۳

## فصل الہام

ظہ: طاء، باء طہ کی تفسیر میں مفسرین کے وہ  
قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ دونوں حرف تہجی میں سے  
میں جو سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں۔ اور حرف  
مقطعہ کہلانے میں حرف مقطعہ کے معانی کے  
متعلق تفصیل بحث الہام میں زیرِ بحث ہے ملاحظہ  
فرمائی جاوے گا۔ یہ جو دو زبانیں مشہور مفسر  
میں ایک روایت میں یہی قول مروی ہے اور علامہ  
عموداؤسی نے تو روح المعانی میں یہاں تک  
لکھ دیا ہے۔

بل قبل ہی کذلک عند جہل المتعین بلکہ کہا  
گیا کہ جملہ ماہرین فن کی یہی رائے ہے۔  
دوسرا قول یہ ہے کہ ظہ ایک بمعنی کلمہ ہے

جس کے معنی ہیں اسے شخص، سدی کہتے ہیں اس کے  
معنی میں لے فلاں اور حضرت ابی عباس رضی اللہ  
عنہما سے ایک جماعت اس کے معنی بارجل یعنی  
لے کر نقل کیے ہیں۔ اور یہی معنی حسن بصری سید  
بن جبیر عطاء اور عکرمہ سے منقول ہیں اور نجاشی  
سے بھی دوسری روایت میں یہی مروی۔ البتہ ان  
حضر میں اس سلسلہ میں اختلاف کا خطہ کہ یہ معنی  
کس زبان میں آتے ہیں بعض کہتے ہیں بطبی میں اس کے  
یہی معنی ہیں بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں یہی بعض  
عبرانی میں بتاتے ہیں اور بعض سریانی میں اور بعض  
کا قول ہے کہ یہ قبیلہ عک کی ہے چنانچہ بطبی سے یہی خبر کی  
میں قبیلہ عک کی ہے اگر قبیلہ عک میں تم کسی کو  
باجل کہو گے تو وہ چہ انہیں دگا، تا آنکہ طاہا کہہ  
کر اس کو خطا کر دے امام ابی جریر طبری کے نزدیک یہی  
دوسرے معنی قابل ترجیح ہیں فرماتے ہیں:-

والدی هو اولی بالصوت ان اقوال میں میرے نزدیک  
عندی من الاحوال قول جو زیادہ ترین محبت ہے اس  
من قال معناه بارجل شخص کا قول ہے جو اس کے معنی  
لانہا کلمۃ معروفہ اشخاص کے بتائے گئے ہیں



فعل فیما سلفی کہ مجھ کو روایت پہنچی ہو کہ قبیلہ  
وہاں معنا ہندھہ ملک کا مادہ رہ ہے جس کے  
یاسر جل۔ معنی ان کے میاں میں  
”اے شخص“

امام موصوف نے اس سلسلے میں دو شعر بطور استشہاد  
پیش کیے ہیں متہم بن نویرہ کا شعر ہے۔

هفت بطة في القتال فلم يجيب  
وجعت عنه ان يكون مواثد

وہیں نے اے شخص کہہ کر اُسے جنگ میں پار تو اس  
نے جواب نہیں دیا اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں وہ ہاتھ سے  
نکل جائے۔

اور ایک دوسرا شعر کہتا ہے:-

ان السفاهة ظلم من مخطا فتكرو

لا يبارك الله في اعموم الملاحعين

دعا شہائے شخص بے وقوفی تو تمہاری عادت میں

داخل ہو خدا لعنتی لوگوں میں برکت نہ دے گا

اس کے بعد امام مہر نے لکھا ہے کہ جب بی بی

حبیبہ کرم سند کہ کیا ان لوگوں میں شہرہ میں تو ضرور

ہے کہ طہ کی تاویل میں اس کے مشہور و معروف

معنی ہی کی توجہ لیا جائے خصوصاً جب کہ یہ

توجہ علامہ صاحب قرآن البین کی تفسیر کے موافق ہے  
اور علامہ ابن الانباری نے توجہ بھی تصریح کی ہے کہ

ان لغہ نہیں واقت قریش کی زبان بھی طہ کے

نلك اللثة في هذا استعمال میں اس زبان کے

لا ان الله تعالى له موافق ہے کیوں کہ حق تعالیٰ

مخاطب سبہ صلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ علیہ وسلم کو قریش کی زبان کے

لسان عن نساں علامہ کی دوسری زبان

خریست میں خطاب نہیں فرمایا۔

لیکن یہ واضح رہے کہ آیا قرآن مجید میں قریش

کی زبان علاوہ دیگر قبائل عرب کی زبانوں کے الفاظ

بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں یہ ایک اختلافی سلسلہ ہے

علامہ سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں

اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور یہی ہے

کہ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی قرآن مجید میں

موجود ہیں۔

علامہ زمخشری نے یہاں ایک اور قیاس

لگایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شاید قبیلہ عک نے یا عذرا

میں قمر کے خط بنایا جو بایں طور کہ یا عک سے

بدل کر طہ کہنے لگے، اور عذرا میں اختصار کر کے



طرح دِخو دِوہ دو جو خلق میں ڈالی جائے،  
 سَعُوْطُ (وہ دو جو ناک میں چڑھائی جائے)  
 اور دِزُوْزُ (وہ دو جو آنکھ کے اندر ایک ہی غم  
 پر چھڑکی جائے) ہیں نیز صفت بھی بتا ہے  
 جیسے کہ تہوْلُ اور ساسی طرح کی اور صفات  
 ہیں اور ساسی معنی میں ارشاد ہے وَتَعَاْهُمْ رَہْمُ  
 شَرَابًا ظَلُوْزًا اور ان کو ان کا رب پاکیزہ  
 شربت پلائے گا یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ اہل  
 جنت کی شروبات اہل دوزخ کی شروبات  
 سے بالکل مختلف ہیں کہ جس کا بیان آیہ کریمہ وَ  
 یُسْقٰی مِنْ مَّاءٍ صَدِیْدٍ اور اس کو پیک  
 پانی پلایا جائے گا میں مذکور ہے۔

آیہ کریمہ وَآتٰہُمْ شَآئِمَ الْمَآءِ ظَلُوْزًا  
 (اور اتارا ہم نے آئسے پانی سسٹرنی کرنے  
 کا) میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اصحاب ظَلُوْزُ  
 کو بمعنی مُطَقَّعٌ (پاک کرنے والا) لیتے ہیں  
 لیکن لفظ کے لحاظ سے یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ  
 مَوَّلٌ بابِ افْعَلَ (افعل) اور قَتَلَ (قتل)

عینیں بنایا۔ بلکہ قَتَلَ سے بنایا جائے  
 اور یہ بھی بیان کی گیا ہے کہ یہ لفظ معنی کے لحاظ  
 سے طبیعہ کا مقتضی ہے کہ لفظ ظاہر پاک اکل

قیمیں ہیں ایک وہ جس کی طہارت متعدی نہ ہو  
 جیسے کپڑے کی طہارت کہ کپڑا خود تو پاک ہے  
 مگر دوسری لئے کو اس کو دیر پاک نہیں کیا جاسکتا  
 دوسرا وہ جس کی طہارت متعدی ہو اور دوسری  
 شے کو بھی پاک کر دیتا ہو چنانچہ حق تعالیٰ شانہ  
 نے پانی کو جو ظہور سے موشگور فرمایا ہے وہ اس  
 کی اسی صفت کو بتلانے کے لیے ہے۔

اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ :-

ہر وہ پانی جس کو حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے  
 خواہ وہ اسکن سے نازل ہو، یا زمین سے، یا  
 ہوا میں کسی اور چیز نے مل کر نہ تو اس کا رنگ بدلا  
 ہو اور نہ اس کے مزہ میں اس کو کوئی تبدیلی  
 آئی ہو تو ایسا پانی مکمل حلالندی کے ساتھ ظہور  
 ہے اور ماسویٰ اس کے سچے اور پانی میں جیسے  
 عرق گلاب یا کسی دھت کے پتوں کا عرق یا  
 وہ پانی جو انگوٹھ کی پیل سے بہتا ہے وہ اگرچہ  
 ظاہر ہے لیکن ظہور نہیں ہے۔

تاج العروس میں ہے۔

”اب ظہور (بالفتح) وہ جو حدیث کو رفع کر دے“

لے تاج العروس سے حدیث کہتے ہیں کہ

حکمی کو یعنی بے وضو اور بے غسل ہونا۔

نہایت کا کہ کہ کیوں کہ قول اور ان میں  
میں ہے جو گویا وہ پانی کہ جو بہت میں نہ ہو  
پہنچ چکا ہو اور آب طہرہ طہرہ وہ ہے کہ جو  
نہایت کو رفع کرے اور نہ نہایت کو نازل  
کرے جیسے وہ پانی کہ جو وضو اور غسل میں  
استعمال کیا جا چکا ہو۔

۱۹  
۲۱  
۱۹

## فصل البیارات المشاة

طہی: بیٹنا، طہی نظوی کا مصدر ہے اس کا  
فعل باب ضرب سے آتا ہے۔ یہ  
پاک، پاکیزہ، ستھر، حلال، طہرہ، طہی  
طہی سے صفت ہے کہ صیغہ واحد مذکر امام  
راغب نے ہے:-

۱۰ اصل میں طہی وہ چیز ہے کہ جس سے جو اس  
لذت اٹھائیں اور جو مزہ پائے۔ "طعم طہی"  
شرع میں وہ چیز جو جائز طور پر جائزہ قدر میں جائزہ  
مقام سے حاصل کیا گیا ہو کیوں کہ جو کھانا ایسا  
ہوگا، وہ اب بھی اور آئندہ بھی "طہی" ہی  
رہیگا، قبیل اور روزی نہیں ہوگا۔ روزی فی الحال  
اگر طہی بھی ہو تو آئندہ چل کر معتبر ہوگا اور

معنی میں اشارہ ہے کہ تو این طہیات مآرز قلم  
(کھاؤ ستھری چیزیں جو دین میں نہ تم کو غفلت و امان  
مآرز قلم اللہ حلالہ لا طہی است و سواہ  
جو روزی دی اللہ نے تم کو حلال اور پاک) لا  
نعمی مواطنت ما آمل اللہ لکرم من  
حرام شہرہ و ستھری چیزیں جو اللہ نے تم کو حلال  
کیں) کھاؤ این الطہیات و اعملو اصلحاً  
(کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا اور یہی مراد ہے  
و الطہیات میں التہنات اور ستھری چیزیں  
کھاؤ) اور یہ شریعت میں آیت اچلی ہے کہ  
الطہیات دین حلال ہوگی تم کو سب ستھری چیزیں  
میں یعنی نے کہا ہے کہ اس سے ذبائح مردہ ہیں  
اور سب قلم من الطہیات اور روزی دی تم  
کو ستھری مال نعمت کی طرف اشارہ ہے۔  
اور انسانوں میں طہی وہ ہے کہ جو جہالت، فسق  
اور بد اعمالیوں کی نہایت سے پاک ہو اور علم  
و ایمان اور محاسن اعمال سے آراستہ ہو اور اہل  
الذین شوقہم الی اللہ کہ طہی دین و جو لوگ  
کہ قبض کرتے ہیں ان کو فتنے اس حالت میں کہ  
وہ پاکیزہ ہیں) سے یہی لوگ مراد ہیں اور فرمایا  
طہی فادخلوھا خالدين تم لوگ پاکیزہ ہو

سودا اعلیٰ ہوا اس میں سدا رہنے کو نیز ارشاد ہے  
 هَبْ لِيْ مِنْ ذٰلِكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ وَعَطَاكَ  
 محمد کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ اور لطیفین  
 اِنَّهُ الْغَنِیُّ مِنَ الطَّیِّبِۚ راجد کرے  
 اللہ پاک کو پاک ہے

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ طَیِّبٌ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲

طَیِّبٌ استغری چیزیں نفیس اشیاء پاک چیزیں  
 پاکیزہ چیزیں عمدہ چیزیں طَیِّبٌ کی جمع ارشاد الہی  
 وَالطَّیِّبَاتِ لِلطَّیِّبِیْنَ (اور استغری میں تھرو  
 گئے یہ کہ متعلق راغب نے کہا ہے کہ اس  
 بات پر تنبیہ ہے کہ پاکیزہ اعلیٰ پاکیزہ ہی لوگوں سے  
 سرزد ہوتے ہیں چنانچہ مردی ہے کہ المؤمن لطیف  
 من عملہ والکافر اخبث من عملہ  
 (مومن اپنے عمل سے بھی زیادہ نجیب ہے)  
 و خبیث رہے کہ یہ با ناکارہ و لطف انک کے  
 سلسلہ میں ہوا ہے پوری آیت اس طرح ہے۔

اَلْغَنِیُّ لِلْغَنِیِّیْنَ وَالْحَنِیْنُوْنَ لِلْحَنِیْنِیْنَ  
 وَالطَّیِّبُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبِیْنَ  
 اُولَٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُولُوْنَ لَکُمْ مَغْفِرَةٌ

وَ اَخْرَجَ کَیْمَیْنِیْہِ الْکُنْدِیَّیْنِ میں گندوک واسطے اور گندے  
 واسطے گندیوں کے اور مستحریاں ہیں واسطے  
 مستحروں کے اور مستحری واسطے مستحروں کے وہ لوگ بے  
 لگا نہیں ان باتوں سے جو کتنے میں ان کو بخشنا  
 ہے اور روزی ہے سرت کی اکثر مفسرین نے یہ  
 مذکور میں جنسیات سے بری باتیں اور طبیات  
 سے اچھی باتیں مراد لی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بری  
 باتیں برے آدمیوں کے لیے مناسب ہوتی ہیں اور  
 اچھی باتیں اچھوں کے لیے۔ لہذا حضرت عائشہ  
 صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے بری باتیں کیوں کہ  
 مناسب ہو سکتی ہیں وہ تو طیبہ ہیں ان کی طرف تو پاکیزہ  
 باتوں ہی کا تناسب ہو سکتا ہے اور مدح و ثناء ہی  
 ان کے حق میں مذہب دیتی ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ  
 ایک معنی میں کہ نجیب باتیں۔ نجیب ہی  
 لوگ زبان سے نکالتے ہیں اور اچھے لوگ اچھی  
 ہی باتیں کہتے ہیں اس لحاظ سے آیت میں ان لوگوں  
 کی مذمت ہے کہ جنہوں نے قذف کی حرکت نشانہ  
 کا ارتکاب کیا تھا۔ اور ان لوگوں کی مدح ہے کہ  
 جنہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت  
 بیان کر کے آپ کی برأت کا اظہار کیا تھا اور  
 ابن زید سے اس کی معنی لیا کیسے میں جو بنی القریب

حَلِيبَتَيْنِ، پاکیزہ، ستھرے، پاک مرد و عورت کی  
جمع بحالت نصب و جر مثلاً :-

حَلِيبَتَيْنِ : پرندے پرندہ - علامہ احمد فیضی  
الصباح النیر میں رقم طراز ہیں :-

کھانڈوں کی جمع طُغُر ہے جیسے کہ صَاحِب اور  
صَحْب اور رَاکِب اور رُکْبَت میں اور طُغُر

کی جمع طُغُر اور اُظْیَاذ آتی ہے - ابو عبیدہ اور  
قطرب کا بیان ہے کہ لفظ طُغُر واحد جمع

دونوں کے لیے آتا ہے - اور ابن الانباری نے  
کہا ہے کہ طُغُر جمع ہی ہے اور اس کی نشأت

برسبت تذکیر کے زیادہ متشکل ہے اور وہ احمد کے  
لیے طُغُر نہیں بلکہ طائُر کہا جاتا ہے -

واضح رہے کہ آیت شریفہ فَيَكُونُ طُغُرًا  
يَا ذُرِّيَّةَ اَنْتُمْ حُرَابُ جَانَدٍ اور تاجان و اللہ کے حکم سے ہیں

طُغُر کا اطلاق واحد پر ہوا ہے - اس لحاظ سے  
ابو عبیدہ اور قطرب کا بیان صحیح ہے مثلاً :-

طُغُر ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

طُغُر ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
طُغُر : گارا، مٹی، خاک، مٹی اور پانی دونوں کا

امیزہ طین :- جسے کج فارسی میں گل اور اداس  
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

مرحوم میں مذکور ہیں اور اسی کرا شاہ عبدالقادر صاحب  
اور دیگر متزجمین قرآن نے اختیار فرمایا ہے اور اس صورت

میں مطلب صاف ہے کہ حضرت ام المومنین صدیقہ  
رضی اللہ عنہا طیبہ ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا تھا  
یہ بھی واضح ہے کہ پہلے دونوں معنی کے لحاظ سے

خبیثین اور طیبین میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی  
برسبیل تنقیب داخل ہوں گی جس طرح ہے کہ اور

حکمران عیسویں مردوں کا مذکور ہے اور عورتیں بھی اس  
کی مخاطب ہیں مثلاً :-

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

حَلِيبَتَيْنِ : تمہاری لذت کی چیزیں تمہاری  
آفتیں تمہاری نیکیاں تمہاری پاکیزہ چیزیں

حَلِيبَتَيْنِ : تمہاری جمع مذکر حاضر مضامین  
حَلِيبَتَيْنِ : ستھرے مرد، پاکیزہ لوگ مردان پاک

حَلِيبَتَيْنِ کی جمع بحالت رفع مثلاً :-

حَلِيبَتَيْنِ : پاک، پاکیزہ، اچھی، ستھری انیس  
طاب طیبہ صفت شہ کا صیغہ واحد مؤنث

غائب طیبات جمع مثلاً :- ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

گارا اور کچر کہتے ہیں اور کبھی پانی کی قوت زائل  
ہو جانے کے بعد بھی اس کو طین ہی کہتے ہیں جیسے  
ارشاد ہے: وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ يَوْمَ يُصْعَقُونَ

۳۳ ۲۱ ۲۰ ۱۵ ۱۰ ۵ ۳ ۱  
۱۳ ۵ ۱۳ ۱۳ ۱۳ ۱۳ ۱۳ ۱۳  
۲۶ طین ۱۵

## بَابُ الظَّاهِرِ الْمَعْجَمِ

ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے

۲ ۳ ۴  
۱۳ ۱۳ ۱۳  
۹ ۸ ۷  
۱۳ ۱۳ ۱۳  
۱۰ ۱۱ ۱۲  
۱۳ ۱۳ ۱۳  
۱۳ ۱۳ ۱۳  
۱۴ ۱۵ ۱۶  
۱۷ ۱۸ ۱۹  
۲۰ ۲۱ ۲۲  
۲۳ ۲۴ ۲۵  
۲۶ ۲۷ ۲۸  
۲۹ ۳۰ ۳۱

ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے  
ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے  
ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے  
ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے

## فصل الالف

ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے  
ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے  
ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے  
ظَلَمَ: ظلم کرنے والے، شتمکار، انصاف  
ظَلَمَ: جمع بحالت نصب وجر سے

۱۳ ۵ ۱۱

کئی کئی جہاں ظاہر کا استعمال ظاہری اور سرری سبکی میں بھی ہوتا ہے جیسے اَمْ يَظَاهِرُونَ الْقَوْلَ دیا کرتے ہو ظاہری بات یہ اور قَلَامًا وَفَنِيَمَ اِلَّا مِرَآةً ظَاهِرًا سو تو مست جبکہ ان کی بات میں مگر سرری جبکہ ان۔

اور الظَّاهِرُ حَقِّ تَعَالٰی شانہ کے اسم برحق ہیں جسے علامہ عبداللہ بن ابوالسعود المبارک بن محمد القسویٰ لاثری اپنی مشہور کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں رقم طراز ہیں۔

”اسما الہی میں الظاہر سے وہ ذات عالی مراد ہے جو ہر شے سے اوپر اور ہر چیز پر غالب ہو اور یہ بھی کہا گیا کہ انسان حق تعالیٰ شانہ کے انعام و صفات کے نام دیکھ کر عقلی استدلال کی راہ سے جس ذات عالی کی معرفت حاصل کرتا ہے وہی الظاہر ہے۔“

اور علامہ نظام الدین بن محمد بن فیاض پوری لکھتے ہیں۔  
الظاهر باطن کی تفسیر کے متعلق محققین کا بیان یہ کرتے تھے شانہ ظاہر ہے ان الالٰہ کی بنا پر جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور اس ہے اس بنا پر کہ وہ دنیا میں یا دنیا و آخرت

۱۔ نہایت ص ۳ ص ۵۸ طبع عثمانیہ مصر ۱۳۱۱ھ

دونوں میں جو اس بقول کی دسترس سے بالا تر ہے اور بعض ظاہر کے معنی غالب کے اور باطن کے معنی پوشیدہ کو جاننے والے کے یہ ہیں لیکن نے کہا ہے کہ انت باطن هذا الامر کے معنی آتے ہیں تو اس امر سے زیادہ خبر دے رہے۔

اسلام بخاری اس کی تفسیر میں کہی سے نقل میں۔  
الظاهر علی کل ہر شے پر اس کا علم علم کے سببی علما۔ اقبال سے ہے۔

یعنی ظاہر شے کا وہ عالم ہے جو حافظ مری نے تصریح کی کہ یہ کئی دہی باطن زیادہ ہے جن کی کتاب معنی القرآن سے موسوم ہے لغت کے دوسرے مشہور امام انہری بھی یہی کہتے ہیں کہ الظاہر والباطن کا استعمال کبھی عالم ظاہر باطن کے بھی ہوتا ہے حجۃ الاسلام غزالی فرماتے ہیں:-

الظاهر والباطن یہ دونوں اضافی وصف ہیں کوئی شے کسی شے کے یہ ایک ہی حیثیت سے ظاہر و باطن نہیں ہو سکتی بلکہ ایک

۱۔ غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بہ تفسیر فیاض پوری ص ۱۳۶ بر حاشیہ تفسیر ابن جریر طبع امیر مصر ۱۳۲۴ھ  
۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۱۰۱ طبع المنار ۱۳۳۳ھ  
۳۔ معالم التنزیل بھی طبع ہوئی ہے مگر روح المعانی ج ۱ ص ۳۳



کے لحاظ سے ایک وجہ سے ظاہر ہوگی اور  
دوسری وجہ سے باطن کیوں کہ ملکہ اور لطف  
ادراکات کے لحاظ سے جو تین ہیں اور اس  
تعالیٰ کی اگر حواس کے ادراک اور خزانہ خیال  
شے جو تکی جائے تو وہ "باطن" ہے  
اور جو خزانہ عقل سے استدلال کے ذریعہ  
اسے طلب کیا جائے تو وہ ظاہر ہے اور  
اس کے دوں کو وجود باری میں جو شک ہے وہ  
شدت ظہور کی بنا پر ہے۔

اور یہ بشر غیر تعلمون ظاہر آیتیں انہوں نے  
لذنیہا (جانتے ہیں ظاہر کو نہ گانی دنیا سے)  
کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ صرف انور دنیوی کو  
جانتے ہیں اور علوم انوروی کا علم نہیں رکھتے اور  
علم ظہور باطن سے کبھی نہ کھلے، وہ چھپے علم ملو  
ہوتے ہیں۔ اور کبھی دنیوی اور اخروی علوم۔

۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

ظاہر و باطن: انہوں نے مدد کی۔ انہوں نے  
مدد کی، مٹا ہوا ہے جس کے معنی باہمی ایک  
دوسرے کی پشتیبانی کرنے اور معاونت کرنے کے

میں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

ظاہر و باطن: انہوں نے ان کی مدد کی

انہوں نے ان کی پشتیبانی کی۔ ظاہر و باطن  
کا صیغہ جمع مذکر غائب، صیغہ جمع مذکر  
غائب ہے۔

ظاہر و باطن: انہوں نے ان کی مدد کی۔ انہوں نے  
مدد کی، مٹا ہوا ہے جس کے معنی باہمی ایک  
دوسرے کی پشتیبانی کرنے اور معاونت کرنے کے

میں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔  
ظاہر و باطن: انہوں نے ان کی مدد کی۔ انہوں نے  
مدد کی، مٹا ہوا ہے جس کے معنی باہمی ایک  
دوسرے کی پشتیبانی کرنے اور معاونت کرنے کے

نصب و جبر ہے۔  
ظاہر و باطن: انہوں نے ان کی مدد کی۔ انہوں نے  
مدد کی، مٹا ہوا ہے جس کے معنی باہمی ایک  
دوسرے کی پشتیبانی کرنے اور معاونت کرنے کے

## فصل عین

ظننکم: تمہارا سفر تمہارا کوچ، تمہارا ایک جگہ سے  
دوسری جگہ جانا۔ ظنن مضارع منہج جمع مذکر حاضر

مفاتیح الیہ، ظنُّ مَصْدَر ہے۔ اس کے معنی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ اس کا مثل باب فُتِحَ سے آتا ہے ۱۳۱

## فصل الفام

ظَفِرٌ : ناخن۔ امام راغب نے تفسیر میں کہا ہے کہ "ظفر" کا استعمال انسان اور غیر انسانی دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ اَلظُّفَرُ جَمْعٌ ۵۸

## فصل اللام

ظَلَّ : مَرگیا۔ رُبا (فَتْحٌ، سَمِعَ ظَلَّ، وَظُلُولٌ) سے ماضی کا صیغہ واحد مَرگنا ب "ظَلَّ" اور "ظُلُول" کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں۔ واضح ہے کہ جس طرح بَاتٌ سَمِعْتُ کا استعمال رات گزارنے کے لیے ہوتا ہے اسی طرح ظَلَّ يَظُلُّ کا استعمال دن گزارنے کے لیے ہوتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ جو چیز دن میں کی جائے اس کی اُصْبِرَ ظَلَّ سے کی جاتی ہے نیز یہ صَار کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ علامہ شہاب خفاجی شرح شفا میں لکھتے ہیں۔

"یہ فعل ناقص ہے اور جیسا کہ رضی نے کہا ہے

خبر کو دن بھر کے لیے ثابت کرنا ہے کیونکہ یہ ایسے وقت کو بتاتا ہے کہ جس میں سورج کا سایہ موجود ہے اور صبح تا شام یا از طلوع تا غروب۔ اور جب بمعنی صَار ہوتا ہے تو پھر دن کی تخصیص نہیں رہتی۔ اور اسی طرح جب یہ تامہ ہوتا ہے تو دوام کے معنی دیتا ہے ۵۹

واضح ہے کہ یہاں یہ فعل ناقص ہے بمعنی صَار اور زمانہ سے مفید نہیں ہے جو ۱۳۱ ۵۸ ظَلَّ : سایہ پر چھائیں چھائوں۔ امام راغب لکھتے ہیں :-

ظَلَّ : صَدَّ (دھوپ) کی ضد ہے۔ یہ فِی جَمْع سے زیادہ عام ہے کیونکہ ظَلَّ اللَّیْلُ اور ظَلَّ الْجَنَّةُ بولا جاتا ہے۔ (اگر فِی اللَّیْلِ اور فِی الْجَنَّةِ نہیں بولا جاتا، نیز ہر اس جگہ کو کہ جہاں دھوپ نہ پہنچی ہو ظَلَّ بولتے ہیں۔ مگر فِی مَنَاسِلِ اِسی جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں سے دھوپ جا چکی ہو۔ اور کبھی عزت و شوکت نیز زنا بیت کو بھی ظَلَّ سے تعبیر کرتے ہیں۔ . . . اور بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ پرچھائیں کو کبھی کہا جاتا ہے . . . اور کبھی ہر اس شے کو جو

۱۰ تاج العروس شرح قاموس۔



کو ظلم بھی کہہ دیتے ہیں ۱۹ پ ۲۲ ۲۴ ۲۵

ظِلًّا ۵

ظِلِّی : سایہ ظِلِّ کی جمع راغب ہے کہ

إِنَّ الْمُتَعَبِينَ فِي ظِلِّی (جو تھکے ہوئے ہیں وہ

چھاؤں میں ہیں) میں ظلال کے معنی عزت و کثرت

کے ہیں اور اسی طرح تَاَنُذُخْتُمْ فِي ظِلِّی

میں بھی یہی مراد ہے ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ظِلًّا ۱۲

ظِلًّا : اس کے سایہ ظِلِّی مضاف ضمیر

وہ مذکر غائب مضاف الیہ ۱۳

ظِلُّهَا : اس کے سایہ ظِلِّی مضاف

ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ۲۶

ظِلُّهُمُ : ان کے سایہ ان کی پرچھائیاں

ظِلِّی مضاف ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

امام راغب صغھانی نے زیر کیہ تشریف دیا

يَسْجُدُونَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ عَاوِلَةٍ عَاوِلَةً

وَوَظِلُّهُمْ بِالْعُدُوِّ وَالْإِصْحَالِ (اور اللہ کے بند

تک سجدہ کرتے ہیں آسمان و زمین میں خوشی سے اور زور سے

اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام جعفر حسن بصری

سے بڑا جتنا ہوا فقر و نقل کیا ہے فرماتے ہیں

سجدہ دینے والا اور تو مبتلا کفر ہو۔

اور شاہ عبدالقادر صاحب اسی آیت کے

تحت موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔

جو اشرار یقیناً الایا خوشی سے رکھتا ہو اس کے

حکم پر اور جو نہ یقین لایا اس میں پر بھی اسی کا

حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح و شام زمین

پر پھیلتی ہیں یہی ہے ان کا سجدہ " ۳۷

ظَلَمَ : ظلم کرنے والا ظَلَمَ سے مبالغہ

میں ہے واضح رہے کہ آیت شریفہ وَلَنْ اَللّٰهُ

لَنْ يَظْلِمَ ظَلَمًا لِّلْغَيْبِ (اور اللہ ظلم نہیں کرتا نہ پر اور

اسی طرح دیگر آیات میں کہ جہاں حق تعالیٰ شانہ کی

فات علی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ

استعمال ہوا ہے اور ظَلَمَ کا فعل لایا گیا تو ظَلَمَ

میں مبالغہ کی نسبت اعتبار سے ہے نہ کیفیت کے

لحاظ سے یعنی ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا یہ طلب نہیں کہ

زید ظلم نہیں کرتا اور تصور کرتا ہے۔ نیز یہ بھی محال

رہے کہ ظَلَمَ نسبت کے اعتبار سے عطا کی

طرح ہے یعنی جس طرح عطر کی نسبت عطر ایسے

ہیں اسی طرح ظلم کی نسبت سے ظلم تو

معنی یہ ہونے کہ اس کی

طرف ظلم کی نسبت سے

ہو ہی نہیں سکتی۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی۔ موضح القرآن  
میں زیر آیت کریمہ وَلَا تَبْطِئُوا بِشَيْءٍ أَحَدًا  
فرماتے ہیں۔

”رب جو کہے ظلم نہیں سبب اسی کا مال ہے  
پنظار میں جو ظلم نظر آوے وہ بھی نہیں کرتا  
یہ گناہ و ذرخ میں نہیں ڈالتا۔ اور نیکی  
ضائع نہیں کرتا۔

جو کوئی کہے گناہ میں ہمارا کیا اختیار، سوتا  
نہیں اپنے دل سے پوچھ لے جب گناہ  
پر درویشا ہے اپنے قصد سے دوڑتا ہے  
اور جو کوئی کہے قصد بھی اسی دیا سو قصد  
دو دنوں طرف لگ سکتا ہے اور جو کوئی  
کہے اسی نے ایک طرف لگا دیا سو بندے  
کی دریافت سے باہر ہے۔ بندے سے  
معاملت ہے اس کی سمجھ پر۔ بندہ بھی ٹریکا  
اسی کو جس جہی کرے نہ کہیں گا کہ اس کا کیا  
نقصور اللہ نے کرایا“ لے

$\frac{2}{10} \quad \frac{1}{3} \quad \frac{1}{8} \quad \frac{2}{20} \quad \frac{1}{11}$

ظَلَّت: تو سارے دن لگا تو ہو گیا تو برابر

لگا رہا۔ فَلَا تَبْطِئُوا سے ماضی کا صیغہ لازم ذکر  
حاضر واضح رہے کہ یہاں دوام کے معنی مراد ہیں اور  
ظَلَّتْ بمعنی مُنْسَبَہ ظَلَّتْ اصل میں ظَلَلَتْ  
تھا جو نیکو دواموں کا ایک ساتھ جمع ہوا نقل تھا  
اور پھر کسرہ میں اور بھی نقل تھا۔ لہذا لام انہی کو  
حذف کر دیا گیا اور نہ اپنے فتح پر باقی رہا۔  
علامہ ابو حیان نے سببوریہ سے نقل کیا ہے کہ یہ  
حذف شد و قیاس میں داخل ہے اور صرف  
اسی وقت ہوتا ہے جبکہ آخر فعل ساکن ہو اور ان  
ہی کے بعض معاصرین یہ بیان ہے کہ لغت ہی سلم  
میں ہر مضاعف العین واللام میں جبکہ آخر فعل ساکن  
ہو یہی قاعدہ اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مضاعف  
کا جب عین کلمہ کسور یا مضمر ہو تو پھر قیاس میں ہے  
ولما سطر ہو ظَلَّتْ م ۱۶

ظَلَّت: وہ ہو گیا، وہ رہ گئی ظَلَّتْ ظَلُول سے  
ماضی کا صیغہ واحد موش غائب یہاں بھی دوام  
کے معنی مراد ہیں ولما سطر ہو ظَلَّتْ اور یست ۱۹  
ظَلَّتُمْ: تم سارے دن ہو ظَلَّتْ اور ظَلُول  
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ظَلَلْتُمْ اصل  
میں ظَلَلْتُمْ تھا کسر لام لام اصل کو حیا ظَلَّتْ

میں گزرا تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا ہے ۲۵  
ظَلَّلَ: سابان، بدیاں۔ ظَلَّةً کی جمع جو جیسے  
مستوح کی جمع عُرْتُ اور فُرْسُ کی جمع فُرُثُ  
ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ ارشاد باری آت  
تَاٰرِہُمْ لَہٗ فِی ظِلِّہٖ مِّنَ الْعَمَامِ دیکھو اوسے اللہ  
ان پر سایہ کے سابانوں میں، میں مراد یہ کہ عَمَامُ (الہی  
ان کو آپکے سے تفصیل کے لیے لاحقہ مَوْظَلَّةً

۱۰ ۲۱ ۲۳  
۹ ۱۳ ۱۶

ظَلَّلَ: ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سابان  
کیا ہم نے سایہ لگن کر دیا ظَلَّلَ جسے کج معنی  
سایہ میں کر دینے اور سایہ د کرنے کے میں مانسی کا  
صیغہ جمع متکلم آئینہ لُغِیۃ وَظَلَّلَتْ عَلَیْکُمُ  
الْعَمَامِ (اور سایہ کیا ہم نے تم پر ایسا) میں  
حق تعالیٰ شانہ کی مستقل نعمت کا ذکر ہے  
کہ جب بایان تیرے میں نبی اسرائیل سرگرداں ہے  
تو قدرت الہی سے بادل ان کے لیے مسخر کر  
دیا گیا تھا جو ان کے سر پر سایہ لگن رہتا اور دن  
رہو پہ بچاتا تھا اور پھر یہ کیفیت عارضِ تقدس  
میں داخل تک برابر قائم رہی۔

۱۰ ۲۱ ۲۳  
۹ ۱۳ ۱۶

ظَلَمَ: ظلم، ستم، بے انصافی، زبردستی

شکایتی شرک، گناہ، تفسیر، ظلم کے اصل معنی ہیں  
غیر کی ملک میں تصرف کرنا۔ اور حد سے گزرنے  
جاننا۔ اسی لیے علماء نے تصرف کی کہے کہ ظلم  
کا مصدر ذات باری تعالیٰ سے محال ہے  
کیونکہ عالم تمام سراسر ہی وحدہ لا شریک لہ کی ملکیت  
ہے لہذا وہ اپنی ملک میں جو بھی کرے سچا ہی  
سچا ہے۔ امام راغب اصفہانی رقم طراز  
ہیں:-

”الظلمت اور بہت سے علماء کے نزدیک  
ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی خصوص  
جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ زیادتی  
کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر لے  
جگہ رکھ دینے کو، اسی سے عربی کا محاورہ  
بِظُلْمٍ اِسْتَعْمَلَ (یعنی میں نے شکیں  
کے دودھ کا بے وقت استعمال کیا) اور  
یہ استعمال منہ دودھ ظلم کہلاتا ہے  
اسی عمرت حلب (حوض کے معنی میں

عقہ) آؤں کہہ دیتے ہیں کہ میں ان اور دودھ وغیرہ  
کے لئے بہت سی جگہیں درودھ کو دہی بنا اور مکھن  
کے لئے بہت سی جگہیں بنا کر دودھ کو جسنے سے پہلے  
شکری کرنا چاہتا ہے موقع پر یہ محاورہ ہوتے ہیں۔

میں خدین کو ایسی جگہ سے کھودا کہ جہاں کوئی نہ  
کی جگہ نہ تھی اور وہ جگہ امراضِ مظلوم  
کہلاتی ہے اور جو مٹی اس زمین سے نکلتی ہے  
وہ بھی ظلم کہلاتی ہے۔

اور ظلم کا استعمال حق کے جو نقطہ دار  
کا کم رکھنا ہے۔ متبادز کرنے کے لیے ہوتا ہے  
اور خواہ متبادز کثیر ہو یا قلیل دونوں کے لیے  
بولا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہو یا منیر  
دونوں کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے  
چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کو بھی اپنی تقصیر پر ظلم کہا گیا ہے اور ابلیس  
بلیس کے حق میں بھی ظلم ہی کا لفظ استعمال  
ہوا ہے حالانکہ دونوں کے ظلموں میں  
بہت بعید ہے۔

اور بعض حکما نے کہا ہے کہ ظلم تین طرح کا  
ہوتا ہے۔ اول ظلم وہ جو انسان کے اللہ تعالیٰ کے بارے  
میں ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا ظلم  
کفر و شرک اور نفاق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ  
إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (بے شک شرک

کرنے بڑا سبھاؤنی ظلم ہے) اور لَا تَغْتَابُوا اللَّهَ  
عَلَى الظَّالِمِينَ (میں روچھا کا ہے اللہ

بے انصاف لوگوں پر) اور وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ  
لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (اور ظالموں کے لیے میں نے  
دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اور یہ وہیت  
سی آیات میں ظلم سے پہنچ کر ظلم مراد ہے نیز ارشاد  
ہے فَتَنَّا أَكْثَمَ يَمِينٍ أَوْ ذُرَى عَلَى اللَّهِ  
كَذِبًا (اور اس کیلئے ظلم کون جو جمعوت  
باندھے اللہ پر)۔

دوسرا وہ ظلم جو انسان سے دوسرے لوگوں  
باتے میں ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری وَحَزَنُ  
سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ  
فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ  
(اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے لیکن جو عفو کرے  
معاف کرے اور سنبھلے تو اس کا ثواب ہے  
اللہ کے ذمے) واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند  
نہیں کرتا، میں اسی ظلم کا بیان قصہ ہے نیز  
إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ  
النَّاسَ (الزام تو ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں  
پر) اور وَمَنْ قِيلَ مَظْلُومًا (جو مارا گیا ہو  
ظلم سے) میں بھی یہی ظلم مراد ہے۔

تیسرا ظلم وہ جو جو انسان سے اپنے نفس  
کے بار میں مرزد ہوتا ہے چنانچہ فِيمَا تَحْزَنُ ظَالِمًا (اور

یَغْتِیْبُ دیکھ کرئی جان میں سے ظلم کرتا ہے اپنی  
جان پر اور ظَلَمْتُ تَغْتِیْبُ میں نے اپنی  
جان پر ظلم کیا اور اَدْ ظَلَمْتُ اَنْفُسَهُمْ  
دوسرے ذلت کے ظلم کیا تعان لوگوں نے اپنی  
جانوں پر میں میں بھی ظلم مراد ہے اور فَتَكُونَا  
مِنَ الظَّالِمِیْنَ کے معنی میں کہ میں تم سبھی ان لوگوں  
میں سے ہو جاؤ کہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے  
ہیں اور زبانا دَمَنْ یَعْمَلْ ذٰلِكَ فَعَدُوُّ  
ظَلَمُوْا نَفْسِهِمْ اور جس نے ایسا کیا اُس نے  
اپنے آپ پر ظلم کیا

و حقیقت یہ تینوں ظلم نفس پر ہی ظلم میں کیجیے  
جب انسان ظلم میں پہل کرتا ہے تو پہلے اپنے  
نفس پر ظلم کرتا ہے۔ لہذا ظالم کے ظلم کا ابتداء  
ہمیشہ اپنے آپ سے ہوا کرتی ہے۔ اسی  
بنیاد پر حق تعالیٰ نے جگہ جگہ فرمایا ہے وَمَا  
ظَلَمْنَاهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ  
اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے  
اور پر ظلم کرتے ہیں اور مَا ظَلَمُوْا وَلٰكِنْ  
كَانُوا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ اور انہوں نے  
ہر ایک کچھ نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان  
کرتے رہے۔

اور ارشاد الہی وَ لَمَّا یَلْبَسُوْا اٰیٰتِنَا نُنَکِّرُ  
یُظْلِمُوْہِ اور انہوں نے اپنے اایان کو شرک  
کے ساتھ مخلوط نہیں کیا اس کے متعلق بیان کیا  
گیا ہے کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جس پر  
یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ جب یہ آیت نازل  
ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب  
بہدیشاق ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کو  
نہیں دیکھتے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ  
د بلاشبہ شرک کرنا عظیم ظلم ہے

مع صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ لقمان میں یہ واقعہ حضرت  
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبانی اس طرح منقول ہے کہ  
جب یہ آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبَسُوْا اٰیٰتِنَا نُنَکِّرُ  
یُظْلِمُوْہِ نازل ہوئی تو یہ اصحاب رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم پریشان گزر رکھنے لگے ہم میں کون ہے جس کا ایسا ظلم سے  
الودہ نہ ہوا سو تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ یہ مطلب نہیں تم نے سنا نہیں لقمان نے اپنے بیٹے کو  
کیا کہا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (جلد  
ثانی ص ۴۰) مطلب یہ ہے کہ انکی آیت کے نزول پر  
صحابہ کو یہ فکر دامن گیر تھا کہ ہم میں ایسا کون ہے جس سے سب  
ایسا کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ  
نہیں سنا میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الشِّرْکَ  
لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (جلد ثانی ص ۴۰) (یعنی جو ص ۱۲۴)



۱۸ ۱۶ ۱۴ ۱۲ ۱۰ ۸ ۶ ۴ ۲

ظَلَمَ اس نے ظلم کیا اس نے تم کو  
اس نے کیا اس نے نقصان کیا اس نے  
کی اس نے زیادتی کی ضرب ظَلَمَ بالفتح سے  
جس کے معنی ظلم کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد

۱۸ ۱۶ ۱۴ ۱۲ ۱۰ ۸ ۶ ۴ ۲

ظَلَمَ وہ ظلم ہو اس پر ظلم کیا ظَلَمَ  
سے ماضی بھول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے  
ظَلَمْتَ اتاریکیاں اندھیرے ظلمات  
جمع ہے ظلمۃ کی ظلمت کہتے ہیں روشنی کے  
خون کو نام راغب فرماتے ہیں۔

کبھی کبھی حیالت، شرک اور فسق کو ظلمت سے  
تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح سے کہ ان اعداؤں  
دلم ایمان اور عمل صالح کو نور سے تعبیر کرتے  
ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بُخِرْتُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ  
إِلَى النُّورِ زکات ہے ان کو اندھیرے سے

اجلے میں، اَنْ اَخْرِجْتُمْ مِّنْ ظُلُمَاتٍ  
الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ کہ نکال اپنی قوم کو  
اندھیروں اجلے میں، فَتَادِي فِي

اور یہ چراغ ہے کہ ظلم میں شینا اور  
نقصان اس میں سے کچھ یہاں ظلم کے معنی نقصان  
کے ہیں اور لَمْ نَطْمِئِدْ یعنی لَمْ نَمْنَعْ  
ہے اندیشہ شریعت وَلَوْلَا يَلَذُّونَ ظُلُمًا  
الَّذِينَ جَنِينًا وَمِثْلًا مَّقْتَدَا فَسَدُوا  
بِهِ مِنْ سُوْرَةِ الْعَذَابِ بَوْرًا لِّفَسَادِهِ  
اور اگر گنہگاروں کے پاس ہوتا کچھ کہ زمین میں  
ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ  
سب دس ڈالیں اپنے چھڑوائے میں  
بری طرح کی مارت دل قیاس کے ظلم کی منہ  
فسوں کو عام ہے کیوں کہ کوئی ایسا شخص نہیں  
کہ جس سے دنیا میں ذرا سا بھی ظلم سرزد ہوا  
ہو اور اس کو بہ ذرا قیامت ہو کچھ چیزیں ہیں  
ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ مل  
جائے اور وہ اپنے چھڑوائے میں سب  
سب بندے ڈالے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ظَلَمَ بالضم ہم سے  
جو مصدر کا نام مقام ہو گیا ہے ۱۸ ۱۶ ۱۴ ۱۲ ۱۰ ۸ ۶ ۴ ۲  
۱۸ ۱۶ ۱۴ ۱۲ ۱۰ ۸ ۶ ۴ ۲

(تعبیر حاشیہ صفحہ ۱۳۶) غلط فہمی دور کرنا چاہیے کہ یہاں ظلم سے تفسیر اور گناہ نہیں بلکہ شرک اور ہدایت اس کے  
استنباد میں سورہ لقمان کی آیت مذکور بالا کو پیش فرما کر ان کی تسلی فرمادی۔



ظَلَمُوا: انہوں نے ہمارے نقصان کیا۔ انہوں  
نے ہم پر ظلم کیا۔ ظَلَمُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر  
غائب نا انصافی جمع متکلم ہے۔

ظلیم: اس کا ظلم اس کی تقصیر اس کی  
زیادتی اس کا ظلم ہونا۔ ظلیم مضاف منیر  
واحد مذکر غائب مضارع ایہ واضح ہے کہ  
ایشیہ افریقہ میں تاب میں بعد ظلیم، پھر جس نے  
توبہ کی اپنی تقصیر کے چھپے، بن ظلم کرنا۔ اور لمن انتصر  
بعد ظلیم، جو کوئی بدلے اپنے ظلم پر) میں

مظلم ہونا مراد ہے،  $\frac{7}{25}$  ظلم ہوتا ہے اس نفل پر ظلم کیا۔ ظلم، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ہوتا ہے غیر جمع مذکر

غائب  $\frac{3}{2}$   $\frac{12}{10}$   
 ظلیہ ہو: ان کا ظلم ان کی گنہگاری، ان کی  
 بے انصافی، ظلیہ مضاف، ہو ضمیر جمع  
 مذکر غائب مضاف، الیہ  $\frac{1}{2}$   $\frac{1}{4}$   $\frac{12}{10}$

وہ لگے، ظَلَمَ اور ظُلُوم سے ماضی کا صیغہ جمع  
مذکر غائب (ملاحظہ ہو ظَلَمَ، ۲۱۱/۲)

ظَلُومٌ : نہایت مستکار بہت ظلم کرنے والے  
بڑا بے انصاف نہایت بے پاک بڑا بے ترس

ظلم ہے۔ بروزنِ فقر و غنا کے مبالغہ کا حصہ ہر دین  
 رہے۔ مگر ان محمدیینِ ظلم، انسان کی صفت بیان  
 ہوئی ہے اور انسان سے خطر انسان اور ہے اور جب  
 جنس کو مبالغہ کا حصہ سے متصف کیا جائے تو یہ ضرور  
 نہیں کہ وہ صفت اس جنس کے تمام افراد میں یا  
 بعض میں مبالغہ ہی کے ساتھ پائی بھی جائے گا  
 اگر پائی جائے تو بہتر ضرور ہے چنانچہ یہ تمام بھی  
 موجود ہے کہ اکثر افراد انسانی ظلم شدید کے مرتکب  
 ہیں۔ تاہم یہ چیز ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ اور  
 روحِ معانی میں ہے کہ شاید ظلمِ جہول سے میرا  
 ہر کہ جس کی شانِ ظلم کرنا اور جہالت ہو۔ اور شاہ  
 ولی اللہ مولوی حجتہ اللہ الباقی میں قمر ازہن -

فان الظلم من لا  
 يكون عادلاً ومن  
 شأنه ان يعدل  
 والمجهول من لا  
 يكون عالماً ومن  
 شأنه ان يعلم  
 ۱۳۰ ظَلُمُوا ۲۳

۱۳۰ ظُلُومًا ۴۲

٢٢. ملاحظه: بزرگ العالی ج ٢ ص ١٢ طبع منیر مصر  
 ٢٣. باب سر التکلیف ج ١ - ص ١٩ طبع مذکور

خَلَّةٌ سَابِلَانِ مَخْلَلٌ جمع دام رنقب اصغر  
لکھتے ہیں :-

"خَلَّةٌ وہ بدلی جو سائینگن ہو اور اکثر اس کا استعمال بُری اور ناپسند صورت حال میں ہوتا ہے اور اسے قَدْ اُتَقْنَا الذَّبْلَ فَرَقَمْ وَكَانَتْ خَلَّةٌ (اور جس وقت اٹھایا میں نے بیڑ ان کے اوپر جیسے سابلان) اور قَدْ اَخَذَ خَلَّةً اَبَدًا یَوْمَ الظُّلَّةِ (دھچکڑا ان کو کہ انت نے سابلان ولسے دن کی)

اور جو بری نے ابوریسے نقل کیا ہے کہ پہلی بدلی جو سائینگن ہو وہ خَلَّةٌ ہے اور غزلت لوم الخَلَّةُ کے تعلق جو بری نے لکھا ہے کہ یہ ایک ارب تھا جس کے نیچے بادِ ہرم جل رہی تھی اور تہذیب اللغہ میں ہجو کہ ایک بدلی ان کے سر پر سائینگن ہو گئی تھی جب لوگ اس کے نیچے پیش سے پناہ کے لیے جمع ہوئے تو وہ دیکھا کہ ان پر اگر گر پڑی اور سب میں ٹھہر گئے

نیز جس چیز سے سایہ کیا جائے اس کو بھی خَلَّةٌ کہتے ہیں اور وہ سابلان بھی کہیں سے گرمی اور سردی کا سبب ہوتا ہے خَلَّةٌ کہلاتا ہے ۱۹  
ظَلَمَ اس کا یہ سایہ ظلُّ مضاف ہا ضمیر  
موزن غائب مضاف الیہ ظل سے اور بدیہ اشت

کا دھکی عیش و آرام اور شان و شوکت ہے ۱۱  
خَلِيلُ اگمن کی چھانٹ بھٹا سایہ سایہ  
دینے والا علامہ محمود اسی لکھتے ہیں :-

"خَلِيلٌ صیغہ صفت ہے جو افظ ظل عربی کے عام عادت کے مطابق تاکید کے لیے مشق ہوا ہے جس طرح یومِ اَيَوْمٍ (بڑا سخت دن اور کلیل لَیْلٍ (لمبی اور بھیاں گ رات) وغیرہ ہیں اور عام مذوقی نے کہا ہے کہ یہ معن مشق منہ کا تابع مہل ہے اور اس کے کوئی وصفی معنی نہیں ہیں بلکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حسن بسن میں بسن، حسن کا تابع مہل ہے

اور دام رنقب نے لکھا ہے کہ یہ کریمہ فَذَلِمْ خَلَّةً حَلِيلًا (اور ان کو ہم داخل کر گئے اگمن کی چھانٹوں میں، ہر ظل خَلِيلٌ تھوڑی سی سے کہنا یہ ہے۔ ۲۱ ۵

## فصل المیم

ظَمًا تشنگی پیاس یہ اصل میں ظیحا  
يَظْمًا کا مصدر ہے جس کے منی پیاس لگنے کے ہیں ۱۱

۱۱ روح المعانی ج ۵ ص ۵۵ طبع منیر مصر

ظَمَانٌ، پیاسا تشنہ ظمًی یَظْمُنُ ہے بوزن  
فعلان صیغہ صفت ہے۔ ۱۱

## فصل النون

ظَنْ، گمان، خیال، اُگل، تخمینہ، بات، علم، یقین  
شک، وہ اعتقادِ راجح جس میں اس کے خلاف  
ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو یہ ظَنْ یَظُنُّ  
(نصر) کے کبھی مصدر ہو کہ مستقل ہوتا ہے اور کبھی  
اسم ہو کہ اور جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع ظُنُونٌ  
آتی ہے علامہ فاضل البکر ابن العربی اندلسی مالکی  
فرماتے ہیں:-

”ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ظن کی حقیقت دل  
میں دو باتوں کا ٹھہرنا ہے بائیں طور کہ ایک  
کو دوسرے پر ترجیح ہو، اور شک کا مطلب  
ان دونوں کو برابر رکھنا ہے۔ اور علم کہتے ہیں  
ان دونوں میں سے ایک کو اگر دوسری کے  
متین کر دینے کو اور ہم اصول کی کتابوں  
میں ان کی تحقیق کر چکے ہیں۔“

لیکن یہ ظن کی منطقی تعریف ہے جس کو اصولی  
نے اختیار کر لیا ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ کا استعا

اس معنی میں نہیں فرمایا گیا ہے چنانچہ اَمَّا جلال الدین  
سیوطی شافعی الا تھاں فی علوم القرآن میں رقمطراز  
ہیں:-

”ظن کے معنی اصل میں اعتقادِ راجح کے ہیں  
چنانچہ ارشاد الہی ہر اَنْ ظَنَّا اَنْ بَعِثْنَا حَذُوَّةَ  
الدِّیْلِ (اگر دونوں گمان غالب رکھتے ہیں کہ  
خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے، اور کبھی  
یقین کے معنی میں بھی متعل ہوتا ہے جیسے ارشاد  
ہوئے اَلَّذِیْنَ یُظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلتَاحُوْنَ اَمْرٌ وَّہِمْ  
(جن کو نتیجہ ہو کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے) ابھانی  
حاتم وغیرہ نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید  
میں ہر جگہ ظن کا استعمال یقین ہی کے معنی میں  
ہو لیکن اس کلیہ کا بہت سی ان آیات میں کج حال  
یہ بمعنی یقین متعل نہیں ہوا ہے تسلیم کرنا مشکل  
جیسے کہ پہلی ہی آیت ہے اور زکریٰ نے بیان  
میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس لفظ کو سمجھنے کے  
لیئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں  
ہے اور کہاں شک کے معنی میں دو ضابطے  
ہیں۔“

۱۔ جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اُدھال پر

ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین ہر ادبے  
اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس  
پر عقاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے  
معنی ہیں۔

۱۲) ہر وہ امن جس کے بعد ان خفیف ہوگا وہاں  
شک کے معنی ہوں گے جیسے بَلْ خَلَسْتُمْ  
أَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ (بلکہ تم نہیں  
تھا کہ اب رسول واپس نہ ہوں گے) اور ہر وہ  
ظن کہ جس کے ساتھ اَنْ مشدہ متصل ہوگا  
بمعنی یقین ہوگا جیسے ارشاد ہے اِنْ خَلَسْتُمْ  
أَوْ مَلَاحِظَ حِسَابٍ مِّنْ دُونِ الْيَقِينِ  
کہ مجھ کو مالا ہے میرا حساب اور وَطَنَ آتَشَ  
الْغُرَابِ (اور یقین جانا کہ اب آیا وقت بھڑائی  
کا چنچا پھر جائے ظن کے اَنْفَنَ اِنَّهٗ الْغُرَابُ  
کی قرأت بھی مروی ہے۔

اور وہاں اس کی وجہ ہے کہ مشدہ چونکہ تاکید  
کے لیے وضع کیا گیا ہے اس لیے وہ یقین کے  
موقع پر آتا ہے۔ اور خفیف میں چونکہ یہ بات نہیں  
اس لیے وہ شک کے موقع پر استعمال ہوتا  
ہے یہی وجہ ہے کہ مشدہ کا استعمال علو  
میں ہوا کرتا ہے جیسے فَاَعْلَمَ اَنْهٗ لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰهُ (سو تو یقین رکھ کہ کسی کی ہنگام نہیں  
سوائے اللہ کے) اور عَلِمَ اَنْ فَيَكُوْنُ  
مُتَعَفِّفًا (اور جانا کہ تم میں سستی ہے) اور  
مُخَفَّفًا حِسَابًا (گمان کرنے میں چنانچہ ارشاد  
ہے وَحَسِبُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنُ فِتْنَةً  
(اور گمان کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی) اور اَغْلَبَ بَنِي  
تفسیر میں اس قاعدہ کو بیان کر کے اس پر یہ  
احترام کیا ہے کہ وَطَنُوا اَنْ لَّا يَمْلِكُوْا  
مِنَ اللّٰهِ (اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ  
سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں) میں یہ ضابطہ نہیں  
چلتا کیوں کہ یہاں باوجود ان خفیف کے یقین  
کے معنی میں لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا  
ہے کہ یہاں ان کا انقصال مل جائے جو حکم  
ہے اور مثلاً سابقہ میں اس کا انقصال فعل  
سے تھا۔ اس جواب کو برہان میں ذکر کر کے لکھا  
ہے کہ اس ضابطہ کو ہر جگہ سے نہ دو کیونکہ یہ  
اسرار قرآن میں سے ہے اور ابن الانباری  
کہتے ہیں کہ تغلب کا بیان ہے عرب ظن کو ظلم  
بھی قرار دیتے ہیں اور شک اور کذب بھی  
سو اگر علم کے دلائل قائم ہوں اور وہ شک کے  
دلائل سے زیادہ ہوں تو غن بمعنی یقین ہوگا

اور اگر یقین شک دونوں کے دلائل برابر  
ہوں تو ظن کے معنی شک کے ہوں گے  
اور اگر شک کے دلائل یقین کے دلائل سے  
زیادہ ہوں تو ظن بمعنی کذب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے: **إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ** (وہ لوگ  
محض جھوٹ بولتے ہیں یہاں **يَظُنُّونَ** بمعنی  
یکذبون ہے) <sup>۱۴</sup>

اور علامہ سید قاضی زبد مہدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:-

”ظن اس نزد راجح کا نام ہے کہ جو اعتقاد غیر جانہ کی طرفین کے مابین ہوتا ہے اور علم میں ہے کہ اس کے معنی شک اور یقین کے ہیں مگر وہ یقین نہیں جو معائنہ سے حاصل ہو بلکہ وہ یقین جو تدریس سے پیدا ہوتا ہے اور جو یقین کے معائنہ سے حاصل ہوتا ہے اس کے سوائے علم کے اور کسی فعل کا استعمال نہیں ہوتا۔۔۔ اور منادی کہتے ہیں کہ ظن اس اعتقاد راجح کا نام ہے جس کے ساتھ اس کی نقیض کا احتمال بھی موجود ہو نیز شک اور یقین میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔۔۔

..... اور بصارت میں جو کہ ظنِ قدانِ محمدیہ

میں جارح طرح پر وارد ہوا ہے۔ یقین کے  
 متعلق فیضانِ کتب کے معنی ہیں، اہمیت کے  
 معنی تین اور محکم کرنے کے معنی میں پھر  
 بھارت میں ان آیات کو ذکر کیا ہے۔ اور ہمارے  
 شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ  
 ریاضی اور مطلق کے حاشیہ نگاروں نے  
 لکھا ہے کہ اشیاءِ محسوسہ کے ایسے ظن کا  
 استعمال بمعنی یقین اور علم نہیں ہوتا ہے اور  
 بہت سے لوگوں کا ظن کے معنی کے متعلق  
 فیصلہ ہے کہ یہ اصدا میں سے ہے چنانچہ  
 شروع فصیح میں مذکور ہے

اور امام راغب صفحہ ۱۱۱ میں مفرد القرآن میں  
نہاتے ہیں :-

۱۔ نشان اور علامت سے جو حاصل ہوا اس کا نام ظن ہے۔ جب علامت قوی ہو تو اسے علم کہہ کر پہنچا دیتی ہے اور جو بہت زیادہ ضعیف ہو تو پھر وہ ہم کی حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتی۔ پھر جب ظن قوی ہو ہے یا قوی کی طرح اس کا تصور کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ

اَنّ مشدودہ اداس اَنّ کا استعمال ہوتا ہے کہ جس کو مشدودہ سے غصہ کر یا گیا ہو اور جو ضعیف ہوتا ہے تو پھر جس کے ساتھ اس اَنّ اور ان کا استعمال ہوتا ہے کہ جو معدوم قول و فعل کے ساتھ مختص میں

غرض لغت کے اعتبار سے ظن یقین اور شک کے خلاف کسی خاص اور ک نام نہیں بلکہ علامات و نشانات اور دلائل کی بنا پر جو انسان کا ایک تخمینہ ادا مکمل ہوتی ہے وہ ظن ہے اس اعتبار سے ظن علم یقین شک و دہم اور کذب سب سے عام ہے اور سب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اس کا فیصلہ کہ کون سا ظن علم یقین میں داخل ہے اور کون سا شک دہم میں شامل۔ چہ نسبت صریح غلبہ و رافہ اصحابی ان دلائل و علامات کی بنا پر ہوگا کہ جن کی بنا پر اس ظن کا حصول ہوا ہے۔

ابست اہل منطق کی اصطلاح میں ظن اعتقاد راجح کا نام ہے۔ ان کے یہاں اگر نفسی کی صورت کا حصول بلا تردد و تجویز ہو تو وہ یقین ہے اور اگر نسبت باہمی کا ادراک اس طرح ہو کہ اس میں تردد و جانبداری کی تجویز نہ ہو تو اس کو شک

کہتے ہیں اور نسبت کا تصور یاں طور ہو کہ جانب مخالف کا رجحان ہے تو ادراک مزاج کو دہم کہیں گے اور ادراک راجح کو ظن اس اعتبار سے منطقی اصطلاح میں ظن اس اعتقاد کا نام ہے کہ جس میں اس کی نقیض کا احتمال بھی باقی ہو اور اگر اس اعتقاد میں نقیض کا احتمال باقی نہ رہے تو پھر دہم کہلاتا ہے پھر یہ جنم اگر مطابق واقع نہیں ہے تو جہل مرکب ہے اور اگر مطابق واقع ہے مگر کسی شک ڈالتے والے کے شک سے زائل ہو جاتا ہے تو اس کو تعلیق کہیں گے۔ ورنہ اس کا نام یقین ہوگا اس لحاظ سے منطقیوں کے یہاں تصدیق کی سب سے اعلیٰ قسم کا نام یقین ہے اور سب سے ادنیٰ کا نام ظن ہے۔

علمی اصطلاح میں عام طور پر ظن سے اس کے منطقی معنی مراد ہوتے ہیں لیکن بعض اعتبار سے یہ ٹھیک ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں ہم اردو میں محکم کا لفظ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی کسی چیز کے متعلق وہ اندازہ کہ جو ہم نشانات دیکھ کر قائم کر سکیں خواہ وہ رجحان کے مرتبہ پر پہنچے یا نہ پہنچے۔ یہاں پہنچ کر ہم کو ہمارے ملک کے مایہ صدا افتخار شہر مترجم عمران مولانا شاہ عبدالقادر



اولیٰ خلاصہ دو مان ولی اللہی کی بالغ نظری کا ہے  
 اختیار معترف ہونا چاہیے کہ موصوف نے جہاں تک  
 ترجمہ اکل اور خیال سے ہی زیادہ ہے (خبرم فی الخیر) اور (ادنیٰ)  
 اس دور ضلالت کا ایک بڑا سخت گمراہ کن فتنا نکارہ  
 حدیث بھی ہے منکرین حدیث نے اس سلسلہ  
 میں بڑا شور یہ مچا رکھا ہے کہ خبر واحد مفید ظن  
 ہوتی ہے مفید یقین نہیں لہذا دین کی بنیاد غیر یقینی  
 چیزوں پر کس طرح رکھی جاسکتی ہے اور پھر  
 اس سلسلہ میں تمام وہ آیات کتب میں ظن کی مذمت  
 وارد ہوتے ہوئے نہ در شور سے پیش کر کے سارہ  
 لوح عوام کو گمراہ کرتے لیکن درحقیقت یہ ایک قسم کا غو  
 مناطہ ہے جس کا اصل سبب ان کی علمی فرومایگی اور  
 بے بصارتی ہے نہ یہ لوگ ظن کی حقیقت لغویہ سے  
 واقف ہیں نہ اس کی اصطلاح عرفی سے اس مقام  
 پر حجت حدیث کی تفصیلی بحث چونکہ ہمارے مزمع  
 تعریف سے خارج ہے اس لیے ہم اس کو عبور  
 نظر انداز کرتے ہیں جن حضرات کو اس سلسلہ میں تفصیلی  
 بحث درکار ہو وہ ہمارے رفیق مہر حضرت مولانا عالم  
 صاحب میٹھی کی مشہور بلند پایہ تصنیف ترجمہ السنۃ  
 کی طرف مراجعت فرمائیں موصوف نے اس کے مقدمہ

میں حجیت حدیث پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور  
 اس کے ہر گوشہ پر بڑی تفصیل سے استدلال و تحقیق دی ہے  
 چنانچہ مولانا نے اس سلسلہ میں ظن و علم کے معنی  
 پر بھی ایک نہایت اہم اور نفیس بحث سپرد قلم  
 فرمائی ہے جو کتاب کے پورے سورہ صفحات پر پھیلی  
 ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ موصوف کا مقدمہ بڑی  
 ہی قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور منکرین کی تمام  
 شبہات کا نہایت ہی تفصیلی جواب ہے۔

آیہ سریدہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْزُوا لِكُلِّ  
 مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِشْرٌ وَالْأُخْرُ  
 یَحْتَسِبُ زَوْجًا لَّيَالٍ مِّنَ الْأَنْبَاءِ  
 جَلَا نَکُنَّا ہے کے ذیل میں امام ابو بکر محمد بن علی حبش  
 رازحنفی المتوفی ۸۰۰ھ نے اپنی مشہور پیش بہا  
 احکام القرآن میں ظن کے اقسام و احکام کے متعلق  
 ایک نہایت ہی عمدہ بحث قلم بند فرمائی ہے  
 جو ہر ناظرین سے فراموش نہیں

آیت کس بات کی معنسی کہ بعض ظن کی  
 ملافت ہونہ جمیع ظنوں کی کیوں کہ الفاظ کثیراً  
 مِّنَ الظَّنِّ بعض ہی کے معنسی ہیں اور پھر  
 اس کے بعد جو ارشاد ہے إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

سے کہ کتاب نام نہیز موصوف ہی کا ترجمہ کردہ ہے وہ پہلے مولا اکا اراہ اس کو جامع الاصول سے مرسوم کرنے کا تھا۔

اِنَّہٗ یسئیس اس بات کو بتلا رہا ہے کہ سب  
ظنون سے بہی نہیں فرمائی ہے اور دوسری آیت  
میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ رُخْیَیْنِ مِنَ الْحَقِّ  
شَبَّہًا (بلاشبہ مثل کام نہیں آتی صحیح بات کھانیز  
ارشاد ہوتا ہے وَظَنَنْتُمْ کَظَنَ الْمَسْکُوْرَ وَکُنْتُمْ  
فَسُوْمًا بُسُوْرًا (اور اٹکل کی تم نے بڑی  
اٹکلیں اور تم لوگ تنھے کھینے والے) ان  
دو نئی آیتوں سے پتہ چلا کہ ایک تو صحیح بات  
میں اٹکل چلانا خراب ہے۔ اور دوسری کسی  
کے بارے میں بُدی اٹکل کرنا اور بے جا  
گمان رکھنا ناجائز ہے ورنہ اٹکل کی جگہ پر اٹکل  
کرنا بُرا نہیں)

پس ظن کی چابکیں میں (۱) غلطو یعنی جس  
کی مانعت ہے (۲) مامور یعنی جس کا حکم دیا  
گیا ہے (۳) مندوب الی یعنی جس کی صرف  
ترغیب دلائی گئی ہے، حکم نہیں دیا گیا  
(۴) مباح۔ اب جو ظن کہ منوع ہے۔ وہ اللہ  
تعالیٰ کی جناب میں سو ظن ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی  
ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
آپ کی وفات سے تین روز پہلے سنا فرماتے

تھے۔ لا یؤمن احدکم الا وہو یحسن  
الظن باللہ عزوجل تم میں کسی کی اس وقت  
حکم مرنایا نہیں جب تک کہ اُس کو  
اللہ عزوجل کی جناب میں حسن ظن نہ حاصل ہو  
۔۔۔ اور حضرت دائد بن الاسود رضی اللہ  
عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے انا  
عند ظن عبیک فلیظن بی ما شاء  
(میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں سو  
جو چاہے میرے متعلق خیال کرے)۔۔۔

۔۔۔۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی میں کہ آپ  
نے فرمایا احد۔ الظن من العبادۃ  
احسن ظن عبادت ہے۔۔۔ لہذا اللہ تعالیٰ  
کی جناب میں حسن ظن فرض ہے اور سو ظن منوع  
اور حرام۔ اور اسی طرح ان مسلمانوں کے حق  
میں بھی کہ جن کا ظاہر حال عدالت ہے سو  
ظن منوع ہے جس سے سنہتی سے روکا گیا  
ہے اور یہ بھی اسی ظن غلطو نہیں عنہ میں  
داخل ہے۔۔۔۔ اور ام المؤمنین  
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں  
تھی مداح میں دو انصاری مردوں کا گزر ہوا  
انہوں نے جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا  
تو تیزی اختیار کی آپ نے فرمایا مٹھہر جاؤ  
یہ صفیہ بنت جحش میں مدونوں نے عرض کیا  
یا رسول اللہ! سبحان اللہ! یعنی بھلا اس  
بات کے جتنے کہ کیا ضرورت تھی جو آپ  
کی جناب میں بدگمانی کا کیا موقع ہو سکتا تھا  
ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کے  
اندر اس طرح دوڑتا ہے جس طرح سے  
کہ خون کا اس کے اندر دوڑان ہوتا ہے  
سو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تمہارے دل  
میں کوئی خیال آئے یا ربائی کا خطرہ گزرے  
..... اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ایکہ والظن فان الظن اکذب  
الحديث (چونکہ بدگمانی سے کیوں کہ بدگمانی  
سب سے چھوٹی بات ہے اسویچہ  
ظن ہمنوع کا بیان ہے یعنی کسی مسلمان کے  
متعلق بغیر کسی ضروری وجہ سے بدگمانی کرنا نیز  
ہر وہ ظن اسلک کہ جس کی معرفت کا

رہتا ہو جو وہ اللہ عزوجل نے وہاں پر عبادت  
حصول علم یقین پر دلالت رکھی ہے ایسا ظن  
معی منوع ہے کیوں کہ جب عبادت کی بجا آوری  
علم حصول روایت ٹھہری اور اس علم پر  
دلیل بھی قائم کر دی گئی اور پھر بھی اس نے دلیل  
کا اتباع نہیں کیا اور ظن راہنکل پر ہی اڑا رہا  
تو جس چیز کا وہ مامور تھا اس کو چھوڑ بیٹھا۔  
لیکن جس جگہ پر کوئی ایسی دلیل نہیں بتلائی  
گئی کہ جو اس کو علم یقین کے مقام پر پہنچا سکے  
اور وہاں حکم کی بجا آوری عبادت میں داخل  
ہے تو ایسی جگہ پر ظن غالب ہی پرکتھا اور اس  
پر عمل درآمد واجب ہے چنانچہ اس قسم کے  
احکام کی مثالیں کہ جن کی بجا آوری کا ہمیں  
حکم ہے جیسے عادل گواہوں کی شہادت  
کو قبول کرنا (اور اشتباہ کے وقت) اسلک سے  
قبلہ کا رخ متعین کرنا اور درخصوصت کے  
وقت ہمعنف شدہ اشیاء کی قیمتوں کا تعین  
کرنا۔ نیز ان خیالات کا تاوان مقرر کرنا کہ  
شروع کی جانب سے جن کی  
مقداروں پر کوئی اطلاع نہیں ہے سو یہ  
اور اسی قسم کے اور مسائل میں ہم کو

ظن غالب کے احکام نافذ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اور ظن مباح جیسے وہ شخص کہ جس کو نماز میں اکثر شبہ ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مشکل اور ظن غالب پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ سو اگر وہ ظن غالب پر عمل کرے تو مباح ہے اور اگر بجائے ظن غالب کے یقین پر بنا کر کھد اور نئے سرے سے بنا کر پڑھے، تب بھی جائز ہے کیوں کہ یہ امر جوئی نہیں ہے، .... اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انا اظننم فلا نحققا جب تم کو کچھ گمان ہو تو تحقیق میں مت پڑھو سو یہ وہ ظن گمان ہے جو انسان کے دل میں اپنے بجائی کے متعلق پیدا ہو جاتا ہے اور شک میں ڈال دیتا ہے سو ایسے گمان کی تحقیق مناسب نہیں۔

اور ظن مندوب الیہ "مسلمان بجائی کے ساتھ وہ جس ظن ہے کہ اس کے متعلق ترغیب لائی گئی ہے اور اس پر ثواب ہوگا۔ اور اگر یہ گمان

کہ جب مسلمان کے متعلق بذاتی ممنوع ہے تو حسن ظن واجب ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں یہ واجب نہیں ہے کیونکہ بذاتی ہذا حسن ظن دونوں کے مابین ایک بیچ کی چیز بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اس کے متعلق کچھ بھی ظن نہ رکھے، پھر جب اس نے اس شخص کے متعلق حسن ظن رکھا تو ایسے فعل کو انجام دیا ہے جو فعل مرغوب ہے۔

غور فرمائیے شریعت کے بیشتر معاملات کا دار اور ظن پر ہے۔ دنیا کا سارا کاروبار ظن پر عمل درآمد ہے نسب کا ثبوت میراث کی تقسیم مرد و عورت کا اجراء سب بذاتی اخبار پر موقوف ہے کیا دیکھا یا گوہوں کی شہادت سے ظن یقین میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ان کی شہادت میں کذب کا امکان باقی نہیں رہتا۔ آخر اس امر کا یقینی ثبوت کس طرح ہم پہنچایا جاسکتا ہے کہ زید عمر وہی کا بیٹا ہے آخر سوا ظن کے یہاں اور کس چیز کا اعتبار ہے مگر ان بنکر بن حدیث کی دانش فریضی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے خبر واحد میں سر سے ظن کا اعتبار ہی اڑا دیا۔ تافہی ابو بکر بن العربی۔ بالکل ٹھیک

لکھا ہے: **هِيَ سُلَّةٌ تَفْرَقُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْفَتَى**  
 بزمین کے ماننے اور نہ ماننے کا سُلَّة غیبی اور ذک  
 ال شہادت کر دیتا ہے، **۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**ظَنَ اَوْدَ اَكْلًا اُس نے اکل کی اس نے**  
 گمان کیا، اس نے جانا۔ **ظَنَ** سے ماضی کا صیغہ  
 واحد مذکر غائب **اَيَّ شَرِّ لَفِي وَظَنَ اَنَّهُ الْفَارُ (اور یقین**  
 کیا کہ آیا اب رت جیالی کا میں ظن یعنی یقین  
 ہوا ام راغب کہتے ہیں **وَوَظَنَ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ**  
**فَيَرُدُّنَّ عَلَيْهَا (اور گمان کیا یہ میں الوں نے**  
 کہ وہ اس سے نفع اندوزی پر قادر ہیں) میں  
 بات کو جتلا ہے کہ اپنی قوی اُمید اور توقع کی  
 بدو یقین کرنے والوں کے حکم میں ہو گئے تھے اور  
**وَوَظَنَ زَاوِدًا شَاخِصًا (اور خیال میں کیا اور کے**  
 کہ تم نے اس کو جانچا) میں **ظَنَ** بمعنی یحکم ہے اور  
 "فتنہ" یہاں ہنسی ہنسی میں ہے جس معنی میں ارشاد  
 ہی **وَفَقَّطْنَا مَوْثِقًا (اور جانچا تجھ کو ایک ذرہ جانچنا**  
 اور ارشاد الہی **وَدَا التَّوْنِ اِذْ دَهَبَ مَغَاضِبًا**  
**اَفْظَلَتْ (اور محفل دلے (یعنی یونس علیہ السلام) کو**  
 ہدایت کی جب جلا گیا غصہ لکھا کہ میر گمان کیا کہ ہم  
 سنگ زدہ ہیں گئے کہے اسے میں کہا گیا ہے کہ

بہتر سہی ہے کہ یہاں ظن بمعنی دہم ہو یعنی انکو دہم گزرا  
 کہ ہم اللہ پر تنگی نہ کریں گے۔ **۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**ظَنُّكَ** متبادر گمان، متبادر اِخَال ظَنُّ مَعْنٰی  
 ضمیر جمع مذکر حاضر صاف ایسا یہاں بھی ضمیر  
 ام راغب ظن اس اعتقاد کی ہنسی میں ہے جو  
 یقین کا حکم رکھتا ہے۔ **۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**ظَنَّنَا** ہم نے گمان کیا ہم نے خیال کیا **ظَنَ**  
 سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم **۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**ظَنَّنْتُ** میں نے یقین کیا۔ میں نے جانا **ظَنَ**  
 سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم **۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**ظَنَّنْتُ** تم نے گمان کیا، تم نے خیال کیا تم نے  
 جانا تم نے اکل کی تم نے یقین کیا۔ **ظَنَ** سے ماضی  
 کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں بھی ظن بمعنی یقین  
 ہی ہے اور زیادہ تر ظن مذکور کے لیے استعمال  
 ہوا ہے۔ **۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱**  
**ظَنُّوا** انہوں نے یقین کیا، انہوں نے جانا  
 انہوں نے گمان کیا **ظَنَ** سے ماضی کا صیغہ جمع  
 مذکر غائب **اَيَّ شَرِّ لَفِي وَظَنُوا اَنَّهُمْ الْفَارُ**  
 لا یزیدون (اور) انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہمارے طرف  
 پہنچیں گے متعلق راغب نے لکھا ہے کہ یہاں

اَنْ کَلَامًا جَوَکَسَ عِنَّ کَیْ لَیْلَی لَایَا جَا تَا هَیْ جَسَ کَ  
مَنْ لَیْقَیْنِ کَیْ هَیْ لَیْلَی بَاتِ پَر تَنْبِیْہِ ہَیْ کَہ اَنْ  
لَیْلَی کَہ اِس کا ایسا ہی استعارہ تھا جیسا کسی یقینی  
شے کا ہوتا ہے، املا لکھ یہ چیز یقین کے قابل نہ  
ہی۔ اور دَعَلْنَا اَبْنَهُمْ تَمَایَظُھُمْ حُصُونُھُمْ  
درود خیال رکھتے تھے کہ ان کا بچاؤ ہے ان کے  
لحا کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس کا ایسا  
فتقار کر لیا تھا کہ جس سے وہ یقین رکھنے والو  
ہے کہیں جو گئے تھے ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵

خَلْمُونَا : طرح طرح کے گمانِ حَلَن کی جمع ہو  
در اعلیٰ اشباع کا ہے ارشاد باری وَ تَطْلُوْکَ اللّٰہِ  
تَطْلُوْکُنَا (اور گمان کرتے تھے تم اللہ کے ساتھ  
طرح طرح کے گمان اکے متعلق علامہ عمود  
الوسی لکھتے ہیں :-

”صنوں جمع ہے حَلَن کی اور ظن کو مراد  
اور قبیل و شیرب کو شامل ہے تاہم جمع  
کو اس لیے لایا گیا ہے کہ اس کے متعدد  
انواع پر دلالت کرے چنانچہ اشعار عرب  
میں بھی اس کا استعمال اسی غرض کے لیے ہوا  
ہے۔ ابو عمر نے کتاب الامعان میں یہ شعر درج

کیا ہے :-

اِذَا جَوَزَا اَمْرًا دَفَّتِ الشَّرِیَا  
ظَنَنْتُ بِالْاُفْلَاحِ فَاطْلَمْتُ الظُّنَّ  
ایہ کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی جنب  
میں طرح طرح کے مختلف گمان کر رہے  
تھے تم میں سے جو لوگ غفلت اور راسخ الایمان  
تھے وہ نہ سمجھتے تھے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے  
دین کو بلند کرنے اور استحضرت صلی اللہ علیہ  
و سلم کی نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا  
فرما کر رہے گا چنانچہ آگے چل کر جو ان کا مقولہ  
بیان فرمایا جارہا ہے کہ هٰذَا اَمَّا وَعَدْنَا اللّٰہُ  
وَمَرْسُوْلُہُ وَمَا رَاَدَھُمْ اِلَّا اِسْمَاعًا  
وَسَلَامًا (یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو  
اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ کہا اللہ  
اور اس کے رسول نے اور ان کو اور بڑھایا  
یقین اور اطاعت کرنا یہ اسی بات کو ظاہر کر  
رہا ہے۔

یاد خیال کر رہے تھے کہ حق تعالیٰ شاید  
ان کا امتحان لینے والا ہے اور ڈر رہے تھے  
کہیں ان کے قدم نہ ڈگ لگ جائیں اور جس حادثہ  
سے انہیں دوچار ہونا ہے اس کا تحمل نہ کر سکیں

ظاہر ہے کہ ایسا خیال کرنا اخلاص و استقامت کے منافی نہیں ہے۔ اور منافقین اور جہنم کے دلوں میں کھوٹ تھا وہ اس سورج میں تھے جس کا ذکر یہ کہ یہ وہی ہے کہ یَعْلَمُ الْمُسْلِمُونَ وَالَّذِينَ فِي عُقُولِهِمْ مَرْجُوهُمَا وَعَدَا مِنَ اللَّهِ وَهُمْ مُؤْمِنُونَ الْأَعْرُضُ (اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دل میں روگ تہ جو وعدہ دیا تھا کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا میں ہے۔

اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ سیت میں ظنون غائبہ کا بیان ہے منافقوں کا تو یہ ظن تھا کہ (خود اللہ) ہر شخص پر علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ حق ہے، اور وہی نام بہت جلد سب ادیان پر غالب ہو رہے گا، نیز یہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے خطاب صرف مسلمانوں ہی کو ہو ظاہر بھی اور باطن بھی۔ اور اختلاف ظنون یا اس صورت ہو کہ کبھی یہ خیال آیا کہ حق تعالیٰ شانہ کفار کے

مقابل ان کی مدد تو ضرور فرمائے گا مگر اسی کو معلوم ہے کہ ان پر مسلمانوں کا پورا استیلا ہو یا نہ ہو، اور کبھی یہ خیال ہوا کہ پہلے ان کے غلام خدا کا نزول کی مدد فرمائے گا اور وہ مدینہ طیبہ پہنچ جائیگے اور پھر بعد میں مسلمانوں کو نصرت عطا کی جائے گی۔ اور کبھی یہ خطرہ گذرے کہ کہیں پیش ہو کر کافروں کی مدد ہو جائے اور وہ مسلمانوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں اور جاہلیت کا دور دورہ ہو جائے۔ یا اختلاف ظنون اس بنا پر ہے کہ کسی کو یہ خیال تھا کہ کسی کفرہ اور کسی کو کچھ اور اور اس صورت میں یہ لازمی ہے کہ جو ظن مسلمان کی شان کے لائق نہیں وہ نفس کا خطرہ ہے کہ جو خوف طبعی کی بنا پر ضروری ہوتا ہے اور جس کا دفعیہ انسانی دسترس سے باہر ہے۔ اور ایسا خطرہ متعا بھی ہے۔ یا یہ کہنا چاہیے کہ ان کے ظنون مختلف یہ تھے۔ ان کو گمان تھا کہ ان کی مدد ہوگی اور دشمن ان کو ذرا نقد پہنچا سکے گا۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ مدد تو ہوگی مگر نقصان اُٹھانے کے بعد نیز امتحان و آزمائش کا بھی ڈر تھا اس صورت میں کسی اور توجیہ کی ضرورت

ہی نہیں رہتی ۱۷

اور سلام نظام الدینی نیشاپوری کہتے ہیں۔

ظن کی جو جمع لائی گئی ہے اس کے فوائد

میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس بات کا

یقینی طور پر علم ہو جائے کہ ان میں سے بعض

لوگوں کا ظن قطعی غلط تھا کیوں کہ ظاہر ہے

ظنون مختلفہ، سب کے سب صحیح نہیں

ہو سکتے۔ یا تو سب کے سب غلط ہو گئے

اور بعض تو ضرور ہی ہول گئے اور پھر یہ

مقام ہے بھی نہ اس کی خوف ہی کے بیان

کا ۱۸

ظَنَّ: اس کی شکل اس کا لگان۔ اس کا

اندیشہ۔ ظَنٌّ مصدر ماضی، ضمیر واحد مذکر

غائب مضاف الیه ۱۹

## فصل الہام

ظہر: وہ کلام وہ ظاہر ہوا وہ آشکارا ہوا وہ

غالب ہوا وہ بھل چلا فَظْهُرَ ظُورُ ماضی کا

واحد مذکر غائب۔ راجع کہتے ہیں :-

ظہر النبی کا اصل مطلب یہ ہے کہ کوئی شے

پشت زمین پر نمودار ہے اللہ غنی نہیں ہے

اور وطن کے معنی یہ ہیں کہ وہ زمین کے اندر

موجود ہے اور غنی ہے پھر ظہر کا اصل

ہر اس شے کے بارے میں ہونے لگا

کہ جو آشکارا ہو اور بصیر و بصیرت سے

نظر آتی ہو ۲۰

اور علامہ محمد فیومی الصباح المنیر فرماتے ہیں

کہ ظہر کے معنی ہیں خدا کے بعد نمودار ہونے کے

چنانچہ کہا جاتا ہے ظہر لی راہی (مجھے راہے

ظاہر ہوئی) یعنی پہلے معلوم نہ تھی اب معلوم ہوئی۔

اور جب اس کا صلہ علی آتا ہے تو اس

کے معنی اور پر سے جھانکنے، بلند مقام پر چڑھنے

اور غلبہ پانے کے آتے ہیں۔

آیہ شریفہ وَلَا یُبْدِیْهِ نَبَاتٌ مِّنَ الْأَمَّا

ظہر مینہا اور نہ دکھادیں پنا سنگا و گرجا کھلی چیز

ہے اس میں سے) میں زینت سے زینت خلقی

اور زینت کبھی دونوں مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ

زینت کا لفظ خلقی معاس اور پیدا شدہ چیزوں

۱۔ درن الاعانی ج ۱ ص ۱۴۰ و ۱۴۱ طبع نیریز مصر ۲۰ تفسیر نیشاپوری موسوم بغرائب القرآن وغرائب القرآن

ج ۲ ص ۸۰ طبع شہدہ بر حاشیہ تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۱۳۱ ۳۔ عربی میں ظہر کے معنی پشت ہی کہے ہیں۔



کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کے لیے بھی کہ جن کو انسان اپنی آرائش و زیبائش کے لیے استعمال میں لاتا ہے جیسے عمدہ لباس اور زیورات وغیرہ میں مفسرین سلف میں سے بعض نے یہاں زینت خالی مراد لی ہے اور بعض نے زینت کسی چیز کو کہنے سے مراد لی ہے انہوں نے اس کو تین باتوں میں منہ کر دیا ہے۔

۱۔ وہ رنگ جو زینت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جیسے آنکھ کے لیے سرمہ اور دھول کے لیے سرمہ بخاروں کے لیے زعفران اور ہاتھ پاؤں کے لیے ہندی۔

۲۔ زیورات جیسے انگوٹھی، انگلیں، پازیب پینچی، بازو بند، ہار، تاج، حشرہ اور کمر بٹی اور آویزے وغیرہ۔

۳۔ کپڑے چنانچہ قرآن مجید میں خُذْ ذَا بِرِیْثِکَ تَکْرَہُ عَدُوُّکَیْکَ تَسْتَحْجِدُ لَہٗ لَیْسَ لَہٗ رَدْفٌ ہر نماز کے وقت میں زینت سے کپڑے ہی مراد ہیں اب جو علماء کہ زینت سے زینت خلتی مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک ایسے معنی یہ ہوں گے کہ عورتیں اپنے سامنے بدن کو ظاہر نہ کریں سوائے اس حد تک کہ جو کچھ کے کھولنے میں مجبوری اور

ناچاری ہے اور جو عادت کھلے ہی رہتے ہیں عورتوں میں ایسے اعضاء چہرہ، دروونوں، اظہر ہی ہیں کیونکہ ان کے چھپانے میں سخت حرج ہے کہ جیسے روکے اٹھانے رکھنے اور لینے دینے میں ہاتھوں ہی سے کام لینا پڑتا ہے اسی طرح چھپنے پھرنے آنے جانے اٹھنے بیٹھنے میں چہرہ کا کھل جانا بھی لازمی ہے تو اگر ضرورت کے وقت غیر محرم انہی کے سامنے چہرہ اور دروونوں کو کھولے تو اس کی اجازت ہے کہ یہ اعضاء عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں اور نماز میں عورت کو ان کے کھولنے کا حکم ہے اور جو حضرات کہ زینت سے زینت کسی مراد لیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں زینت کا لفظ مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ زینت جب عورت کے بدن سے علیحدہ ہو تو اس زینت کا دیکھنا بالاتفاق حلال اور جائز ہے اب جب حق سبحانہ تعالیٰ نے اس زینت کے اظہار سے بھی منع فرمایا کہ جو عورتوں کے بدن پر ہے تو اس کے اعضاء پر نگاہ ڈالنے کا حرمیت ہے اور زیادہ ہوئی، ہاں اَلَا تَحَاطُّوْنَ سَے جس زینت کے چھپانے میں ناچاری ہے اس کے کھولنے کی اجازت ہوئی۔ اب ناچاری کو ماحول کہندے ہیں اگلے کا چھلنا۔ آنکھ کا کاجل، لبوں کی سرخی،

خسار کا غازہ کھل جائے، یا عورت کی چٹی پوشاک اور سٹی یا پوشش پر نظر پڑ جائے تو روکے۔

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا

کہ اَلَا مَآ ظَلَمَکُمْ سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھیں

نیز طبری اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں سرمہ اور انگوٹھی کو

بھی روایت کیا ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں

عکرمہ، ابو صالح اور سعید بن جبیر سے اور مصنف

عبد الرزاق میں قتادہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے

ابنہ طبری نے متعدد طرق سے حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد

کپڑے ہیں۔ ۲۵

استاذ مرحوم مولانا حمید حسن خان ٹونکی رحمۃ

اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نے پردہ کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ عربی زبان

میں تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے الحجاب فی

الاسلام ۱۳۵۰ھ مجری مطبع قیومیہ ممبئی سے چھپ

کر شائع ہو چکا ہے استاذ مرحوم نے رسالہ مذکور

میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنہم کے اقوال کے مابین بایں طوائفیت دی ہے

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت

کا حالت عمل حالت نماز ہے یعنی نماز میں تو عورت

کو سرمے، دونوں ہاتھوں اور چہرہ کے باقی سارے

بدن کا ڈھانپنا ضروری ہے اور حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ کی روایت میں نظر کا حکم مذکور ہے کہ

اجنبی مرد کو سرمے یا تک عورت کے کسی عضو پر نظر

ڈالنے کی اجازت نہیں اگر وہ عورت پوری طرح سے

پیر تک کپڑوں میں لپیٹی ہوئی ہو تو اوپر کے کپڑے جو

بغزورت نکلا ہر سوں جیسے چادر یا برقع وغیرہ ان

کے دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۲۶

۲۱

ظَلَمَکَ تیری پیٹھ تیری پشت ظَلَمَکَ اور

بطن و متقابل معنا کے نام ہیں بطن پیٹ

کو کہتے ہیں اور ظَلَمَکَ پیٹھ کو تاج العروس میں ہے

کہ انسان کی "ظہر" کا مذہ سے شروع ہو کر سر تک

قریب اس کے آخر پر ختم ہوتی ہے یہ لفظ عربی زبان

میں مذکور آتا ہے اور ان اسماء میں سے ہے کہ

۱۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر از امام رازی سورۃ النور، آیہ مذکورہ

۲۔ نصب الدرایہ احادیث الہدایہ للذی فی ۲۴ ص ۲۸۸ مطبع طوی لکھنؤ۔

جز طرفت کی جگہ استعمال ہونے میں اس کی جمع اظہار  
ظہور اور ظہوران ہے۔ ظہور مضاف کذا منیر  
جمع مذکر حاضر مضاف ایہ ۲۶  
ظہور ۱۵ اس کی پیٹھ اس کی پشت۔ ظہور مضاف  
۲ منیر واحد مذکر غائب مضاف ایہ۔

۲۵ نہ

ظہور ۱۵ اس کی پیٹھ اس کی پشت۔  
ظہور مضاف ۱۵ منیر واحد مؤنث غائب مضاف  
ایہ۔ راعب نے تصریح کی ہے کہ روئے زمین کے  
ایسے جی بطور استعارہ ظہور کا استعمال ہوتا ہے  
چنانچہ کہا جاتا ہے ظہور الارض و بطنہا ۱۶  
ظہور ۱۶ بھولا سرا، فراموش شدہ، پیٹھ پیچھے  
ڈالا ہوا۔ علامہ زعزعی کشاف میں لکھتے ہیں۔  
ظہور کی طرف منسوب ہے اور  
کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے جیسے  
انفس کی طرف نسبت کرتے ہیں تو انسانی  
برہتے ہیں ۱۷

اصل میں جو چیز پیٹھ پیچھے ڈال کر بھلا دی جائے وہ  
ظہور کہلاتی ہے۔ اسی لیے کوئل مارنے کو بھی  
ظہور کہتے ہیں کیوں کہ اس کا مالک اس پر سوار

ہوتا ہے اور سناں پر کچھ لڑتا ہے بلکہ وقت ضرورت  
کے لیے تیار کر کے رکھ پھوڑتا ہے۔ ۱۸  
ظہور ۱۸ اتھار، اتھاری میٹھی، اتھاری پشیم۔ ظہور  
ظہور کی جمع مضاف ہے کذا منیر جمع مذکر حاضر  
مضاف ایہ ۱۹

ظہور ۱۹ اس کی میٹھی اس کی پشت ظہور جمع  
ظہور مضاف ۱۹ منیر واحد مذکر غائب مضاف ایہ  
آیہ شریفہ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الظَّلَالِ وَالْاَعْلَامِ  
مَا تَنْ كِبُونَ لَتَسْتَوُوا عَلٰی ظُہُورِہَا  
اور بنادی تم کو شقی اور چوہا جس پر تم سوار ہوتے ہو  
چڑھ بیٹھو اس کی پیٹھ پر، کے متعلق امام فخر الدین  
راہ تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں۔

”یہاں در سوال میں ایک یہ کہ (جمع کے اعتبار  
سے بجائے علی ظہورہ کے، علی ظہورہا  
کیوں نہ فرمایا گیا۔ علامہ نے اس کے متعدد  
جوابات دیئے ہیں، ۱۱، ابو جلیدہ کا بیان ہے  
کہ مذکر غیر لفظ ما کے لحاظ سے ہے۔ نقد

عبارت یہ ہے لَتَسْتَوُوا عَلٰی  
ظہور ما تَنْ کِبُونَ ۲۰، ذرا کہتے ہیں کہ ظہور  
کی اضافت ایسے واحد کی طرف ہے کہ جس

میں جمع کے معنی موجود ہیں جس طرح کے کہ  
اسپاہ اور جند (شکر) ہیں۔ اور یہی وجہ ہے  
کہ ضمیر کو مذکر لایا ہے اور ظہور کو جمع  
(۳) یہ تائید تائید حقیقی نہیں لہذا انعام  
کا مختلف ہونا اس میں جائز ہے چنانچہ بولا  
جاتا ہے عندي من النصارى يوافقون  
وہ کہ یہاں بجائے من یوافق  
کے من توافق صیغہ واحد متونث غائب  
بنایا جیتے تھا مگر چونکہ تائید حقیقی نہیں ہے  
اس لیے صیغہ کا اختلاف جائز ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ رکبوا الانعام اور  
یکبوا الفلک بولا جاتا ہے یعنی "انعام" کہ  
طرف رکب کا تقدیر بلا واسطہ ہوتا ہے اور  
فلک کی طرف واسطہ فی، اب یہاں  
الفلک اور الانعام دو جنسوں کو ذکر کر کے صرف  
تو کیوں کیوں فرمایا گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ  
متعدی بغیر واسطہ کو اس کی قوت کی بنا  
پر متعدی بالواسطہ پر غالب کر دیا گیا  
ہے۔ ۲۵

ظہورہا، ان کی پیشیں، ان کی پشتیں ظہور

مضاف، اھما ضمیر واحد متونث غائب مضاف الیہ  
در کربانے میں ہا کا مرجع البواب ہیں اور  
ہشوی میں انعام ۸ ۷  
ظہورہم، ان کی پیشیں، ان کی پشتیں ظہور  
مضاف، ہما ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
ظہورہما، ان کی پیشیں، ان کی پشتیں  
ظہور مضاف، اھما ضمیر جمع مذکر غائب  
مضاف الیہ ۵

ظہورہا، یا اور پشتیان، مددگار مضاف  
سے بروزن یعنی فاعل صفت کا صیغہ جو  
علامہ لغوی سید رفیع زبیدی تاج العروہ میں  
لکھتے ہیں۔

ظہورہا، بروزن امیر یعنی مددگار  
ہے۔ واحد اور جمع دونوں میں اس کا استعمال  
یکساں ہے، اور ظہور کی جمع اس لیے نہیں  
بنائی کہ فعیل اور فاعول دونوں  
میں مذکر متونث اور جمع کا استعمال یکساں  
طور پر ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اَرْسُلَ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ (بلاشبہ ہم دونوں رب العالمین

کے فرستادہ ہیں اور فرمایا وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ  
ذٰلِكَ ظٰلِمِيْنَ اور فرشتے اس کے پیچھے  
 مددگار ہیں، ابی سیدہ کا بیان ہے کہ یہ اس  
 محاورہ کے مطابق ہے جس کو سیبویہ  
 نے اہل عرب سے نقل کیا ہے کہ وہ جنت  
 کو کہتے ہیں ہم صديق (وہ دوست ہیں)  
 اور ہم ضيق (وہ ایک گروہ ہیں)  
 لیکن یہ واضح رہے کہ علامہ ابن مالک نحوئی  
 ۳۳ اعلام مثلث الکلام میں اس کی جمع ظہیر  
 لکھی ہے فرماتے ہیں :-

فهو ظهير والجمع ظهرا  
 على قياس اللخلاف الى

ہاں قرآن کریم میں بلاشبہ آیت وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ  
ذٰلِكَ ظٰلِمِيْنَ میں جو اس کی جمع ظہیر نہیں  
 لائی گئی اس کی وجہ وہی ہے جو صاحب تاج العروس  
 نے لکھی ہے چنانچہ امام رازمی نے تفسیر کبیر میں  
 اور تاضی شوکانی نے فتح القدیر میں یہ ذکر کر کے  
 تحت ابوعلی فارسی اور زائر دیرہ سے نقل کیا ہے  
 آیہ کریمہ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَءْسٍ ظٰلِمٍ اَبَدًا  
 ہے کہ کافر اپنے سب کی طرف سے پیٹھے رہا کے

متعلق امام راغب لکھتے ہیں :-  
 یعنی کافر جہنم کی مخالفت میں شیطان کا مددگار  
 ہے اور ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ظہیر  
 بمعنی مظهر بہ (وہ چیز جو پیٹھے پر ہے)  
ڈال دی گئی ہو (عجیل میں معقول) یعنی  
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقعت اور ذلیل  
 ہے جس طرح سے کہ پیٹھے پر ڈالی ہوئی  
 چیز جوتی ہے عرب کا محاورہ ہے ظہر بكذا  
 یعنی اس کو پس پشت ڈال کر پھر اتفاقات نہ  
 کیا ۔

اور امام رازمی نے تفسیر کبیر میں توجیہ مذکور کے علاوہ  
 دو توجیہیں اور نقل کی ہیں :-

(۱) ظہیر معنی مظاہر ہے جیسے عین بمعنی معاون  
 اور ضعیف بمعنی مفاعل غریب نہیں ہے اور معنی یہ  
 ہے کہ کافر خدا سے عداوت کر کے شیطان کا عین  
 مددگار بن جاتا ہے ۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ظہیر سے ہمارا مراد ہو  
 جیسا کہ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظٰلِمِيْنَ میں ہے  
 اور جس طرح سے کہ صديق اور خلیطہ کا استعمال ہوتا ہے  
 اس تفسیر پر کافر سے جنس کافر اور ہر گز اور مطلب یہ

ہوگا۔ کہافرورحق کے گل کھنے میں ایک دوسرے کے  
میعین و مددگار رہیں۔ ارشد ہے وَاحْزَنْهُمْ بِمُكَدِّمِ  
غِي الثَّغْرِ اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں  
وہ ان کو کھینچے جاتے ہیں غلطی میں  
اور تافنی شوکانی نے ایک اور توجیہ بھی نقل  
کی ہے وہ یہ کہ کائنات میں رب سے کافرا وہ  
معبود مراد لیا ہے جس کی وہ پرستش کرتا ہے یعنی  
بت اور ظہیر کے معنی قوی اور غالب کہے جیے  
جائیں۔ اب مطلب صاف ہے کہ جاد میں نہ  
دفع کرنے کی قوت ہے نہ نفع دینے کی

طاقت، بلکہ کافر ہی اس پر قوی اور غالب ہے کہ جو  
چاہتا ہے وہ اس کے ساتھ کرتا رہتا ہے  
 $\frac{28}{19} \frac{22}{9}$   
 $\frac{28}{19} \frac{22}{9}$   
 $\frac{28}{19} \frac{22}{9}$   
ظہیرۃ : دوسرا نیمروز، وقت لہر،  
شیک، دوسریں جو گرمی کی شدت ہوتی تودہ ظہیر  
کہلاتی ہے۔ ابن الاثیر اور ابن سیدہ نے  
تفسیر کی ہے کہ موسم سرما میں دوسرا کو ظہیر  
نہیں بولتے ہیں۔ قرآن یکم میں اس سے قبلولہ کا  
وقت مراد ہے ظہائر جمع ہے  $\frac{18}{13}$

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور ج ۶ ص ۴۱۲ ۲۔ فتح القدیر ج ۴ ص ۸۱ طبع بابی حلبی مصر۔  
۳۔ تاج العروس۔

## بَابُ الْعَيْنِ الْمُهِمَّةِ

### فصل الالف

عَابِدٌ: پوجنے والا، عبادت کرنے والا، بندگی کرنے والا۔ عِبَادَةٌ: اسم ناعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو عِبَادَةُ) ۳۳  
عِبَادَتِہ: عبادت کرنے والیاں، بندگی بجالانے والیاں۔ عِبَادَةٌ: اسم ناعل کا صیغہ جمع مؤنث عِبَادَةُ کی جمع حضرت جبریلؑ اور سعید بن جبیرؓ نے عبادت کے معنی کثرت سے عبادت کرنے والیوں کے بیان کیے ہیں۔ ۲۸  
عَبِيدُونَ: عبادت کرنے والے، بندگی کرنے والے خدمت کرنے والے، مطیع عِبَادَةُ سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر عَابِدُ کی جمع سبحان ربیع۔

اِنَّ اِلٰهِي وَفَوْقُكُمْ اِلٰهٌ عَبِيدُونَ اور

ان کا تو تم تو سہاری بندگی کرتی ہے، میں اکثر مفسرین نے عَابِدُونَ کی تفسیر خادموں سے کی ہے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون نے عیون سے خدام اور غلام بنارکھا تھا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس کے دربار میں تبلیغ رسالت کے لیے تشریف لیجاتے ہیں اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیجاتے کا مطالبہ کرتے ہیں تو فرعون ملعونہ دیتا ہے اَلْعَبْدُ مُؤْتِكَ فَيَنْتَازِلُكَ اَوْ لَيْسَتْ فَيَنْتَازِلُكَ جَعْلًا صِغِيرًا کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے اندر رکھا سا اور رہا تو ہم میں کئی برس، اور جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی حقیقت کا شکار فرماتے ہیں کہ وَرَبُّكَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ عَلٰی اَنْفِ عِبَادَتِہ بَنِي اِسْرَآئِيْلَ (اور یہ وہ احسان ہے جس کو تو مجھ پر اس لیے رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنارکھا ہے) عربی زبان میں عَابِدُ کے معنی مطیع

نرا بنو اور اذہلام کے بناتے ہیں چنانچہ امام ابن جریر طبری نے فرماتے ہیں :-

العرب تسمى كل من اهل عرب سبهم فبنو كعب بن دان لملك عابدا بادشاہ كنگے تسمیہ كمر لہ من ذلك قیل ہے اس كا عابد بناتے ہیں لاهل الحيرة العماد اہل حیرہ كو عبادہ اسی لیے لانہم كانوا اهل كعبا تكانہم شواہن علم طاعة لملوك البعثة كہ طاعت گزار تھے۔

لیکن علامہ زبیری اور بعض دوسرے مفسرین نے یہاں بھی عابدی کے معنی عباد گزار اور پرستار ہی کے اختیار کیے ہیں۔ ان کے خیال میں چونکہ نعرہ دہی اور بیت تھا اس لیے وہ لوگ کھانا پرستار ہی جتنا تھا کھانا پہلے معنی زیادہ مناسب معلوم ہو چکیں چنانچہ علامہ محمود اسوسی فرماتے ہیں :-

والاولی تفسیر عابدوں کے تفسیر عبادوں عابدوں بخادمون ہی سے کرنا بہتر ہے البتہ اس میں اہل لغت کا اختلاف ہے کہ عابد یعنی خادم ہے یا بلذاتہ خراجی راغب سے تفسیر تلقل کے ہے کہ ان العابد یعنی الخادم حقیقۃً لہ پ لہ پ لہ پ لہ پ لہ پ

عابدین عبادت کرنے والے، بندگی کرنے والے اور عبادت کرنے والے عبادت سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر عابد کے جمع سبابت نصب وجہ یا کریم قُلْ اِنْ كَانَ لِلّٰہِ خَمْنٌ وَلَدًا اَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (تھو اگر ہرگز کو اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں میں تھو ہرگز مفسرین نے عابدین کو عبادت کرنے والے ہی تفسیر فرمائی ہے لیکن امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اِنْ كَانَ کو بننے مساکات (نہیں ہے) اور عابدین کو بمعنی الیغین (مذمت ہونے والے) بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

اول العابدین ای یعنی رگن کسا اولاد نہیں سر ماکان اول الیغین میں تو اولاد ماننے سے پہلے وہما الغتان عابد نامراض ہونے والا ہونا لغز وعبدتے ہونے والے کے لیے عابد اور عبد دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں۔

اس معنی کے لحاظ سے عابدین عابدین عابدین عابد (سبحم) ہے جس کے معنی ناراض اور مفسر ہونے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہوگا۔ لیکن اس



معنی پر ایک سخت اشکال یہ ہے کہ عَقِيدٌ يَعْبُدُ  
 سے صیغہ صفت عَقِيدٌ متعلق ہے اور عَابِدٌ  
 کا استعمال قلیل و نادر پھر شاذ و نادر استعمال کی  
 بنیاد پر قرآن مجید کے معنی کرنا کیا معنی چنانچہ قاضی  
 محمد بن علی شونگانی جو متاخرین علماء میں سبب نامور  
 ہیں رقمطراز ہیں :-

لَا شَكَّ أَنَّ عَبْدًا  
 عَبْدٌ مَجْمُوعٌ أَنْفِ أَوْ  
 غَضَبٌ بَابُ فِي اللَّفْظِ  
 وَكُنِيَ بِفُلٍ هُوَ لَدَى  
 الْأَمَةِ حَتَّى وَلَكِنْ  
 جَمِلَ مَا فِي الْقُرْآنِ  
 مِنْ هَذَا مِنَ التَّكْلِيفِ  
 الَّذِي لَا مَلْجَأَ إِلَيْهِ  
 وَمِنْ التَّقْصِيفِ الْوَاضِحِ  
 وَدَدْ دَا مِنْ عَرَفَ  
 مَا فَالَوْهَ فَعَالٌ أَنْهَا  
 بِقَالَ عَقِيدٌ يَعْبُدُ  
 فَهُوَ عَقِيدٌ وَقَلَمَا  
 اس میں شک نہیں کہ عَقِيدٌ  
 اور عبد کا استعمال لغت  
 میں نفرت اور غصہ کیلئے  
 ثابت ہے۔ اور ان اللہ  
 کی نقل اس بارے میں  
 محبت پر لیکن قرآن مجید  
 میں یہ معنی نہ ملا جو کہا  
 تکلف اور کھلی ہوئی ہے  
 اعتدالی ہے چنانچہ میں عرض  
 نے ان لوگوں کو کچھ فرمایا ہے  
 اس کی تردید کی ہے اور کہا  
 ہے کہ عَقِيدٌ يَعْبُدُ  
 تو بلاشبہ ہے مگر عَابِدٌ

یقال عابد القرآن کا استعمال اس باب سے  
 لایا کی بالقلب من بہت کم ہوتا ہے۔ اور قرآن  
 اللغۃ ولا النشاذ<sup>۱</sup> کی تم تلیل الاستعمال اور شاذ  
 انشاء کو نہیں لاتا ہے۔

جمہور کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں یعنی  
 بغرض محال اگر خدا کے کوئی اولاد ہو تو سب سے  
 پہلے میں اس کی عبادت کروں لیکن چونکہ اس کے  
 علیہ اولاد کا ہونا محال اس لیے میرا اس کی عبادت  
 کرنا بھی محال یہ ایسا ہی ہے جیسے یوں کہا جائے  
 کہ اگر باغِ جنت ہوں تو وہ دو مساوی حصوں پر  
 برابر تقسیم ہوں گے۔ بس ظاہر ہے کہ باغ کا جنت  
 ہونا محال۔ اسی طرح یہ آیت بھی تقضیہ شرطیہ ہے  
 کہ جس کے دونوں جز محال و منقطع ہیں لیکن ان کے  
 باہم لازم صادق ہے پس اگر مقدم فی الواقع پایا جائے  
 گا تو محال کا وقوع بھی لازم ہوگا۔ ورنہ نہیں ملے  
 قرآن مجید میں اس طرح کی تفسیر بالمحال اور یکہ بھی  
 ہے مثلاً لَسَوْفَ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ  
 يَتَّخِذَ وَلَدًا لَمْ يَخْطُفْ يَتَّخِذُ  
 مَا يَشَاءُ سُبْحَانَكَ اللَّهُ الْوَاحِدُ

۱ فتح القدیر ج ۳ ص ۵۵۰ مع مقرر ۱۰ غرائب القرآن وغرائب القرآن معرووف بتفسیر شیبانی ج ۲ ص ۶۱ طبع امیر بولاق مصر ۱۳۲۱ ہجری بمشانی تفسیر ابن جریر طبری۔

اَلْقَهَّارُ اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرے تو چن لیتا اپنی  
خلق میں جو چاہتا وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکبر  
وہ اولاد یعنی بغرض محال اگر اللہ اولاد ہی چاہتا تو  
حسب زعم منکرین بیٹیاں ہی لینے کی کیا ضرورت  
چینی چیز یعنی بیٹے کیوں نہ لیتا لیکن چونکہ اللہ اقصا  
کے لیے اولاد محال اس لیے بیٹا بیٹی سب

محال  $\frac{25}{13} \frac{14}{445}$

عابری گزرنے والے جو گزرنے والے راہ چلتے  
مسافر عابری اصل میں عابریں تھا عابری سبیل میں سبیل  
کی طرف اصناف کی بنا پر جب قاعدہ خونوں جمع قسط  
ہو گیا یہ عجز اور غور سے اسم فاعل کا صیغہ جمع ذکر  
ہو اور عابری جمع بحالت نصب مفعول نہیں بنتا اور غور  
دونوں کے معنی پانی پر سے گزرنے کے لکھتے ہیں لیکن  
اگر راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں ان کے  
بہم نہایت لطیف فرق بیان کیا ہے فرماتے ہیں  
”تکبر کے معنی میں اصل میں ایک حال سے  
دوسری حالت کی طرف تہاؤ کرنا یعنی  
غور کا استعمال پانی پر سے گزرنے کے  
لیے مخصوص ہے تیر کر اسے پار کیا جائے  
یا کشتی میں بیٹھ کر خواہ اونٹ پر سوار ہو  
کر یا پل کے اوپر سے گزر کر“

ایہ تشریف بآئنا الَّذِينَ آمَنُوا كَفَرُوا الصَّلَاةَ  
وَأَنْتُمْ سَكَرَى حَتَّى تَقْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا  
جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا  
اے ایمان والوں ایک نہ ہو نماز کے جب تم کو نشہ ہو  
بیان تک کہ سمجھنے لگو تم جو کہتے ہو اور نہ جب کو جنت  
میں گمراہ چلتے ہو تب بیان تک کہ غسل کر لو  
میں عابری سبیل سے کیا مراد ہے اس  
بابت میں مفسرین سلف سے دو قول مروی ہیں  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حسن  
لعبری راہ اسم خمی، عکر مارد عمرو بن دینار نے  
اس کے معنی راستے سے گزرنے والوں کے بیان  
کیے ہیں اس صتر میں آیت تشریف میں الصَّلَاةَ  
سے مساجد مراد یعنی ہوں گی اور معنی یہ ہونگے  
کہ جب تم نشہ میں ہو تو مسجدوں کے پاس نہ جاؤ  
بیان تک کہ تم سمجھنے لگو کہ کیا زبان سے نکال  
رہے ہو اور نہ مسجدوں کے قریب اس وقت  
جاؤ جب کہ تم جنبی ہو بیان تک کہ غسل کر لو ابستہ  
راہ چلتے ہو تب سے گزر سکتے ہو یعنی جنبی کو مسجد  
میں ٹھہرنے کی تہاؤت نہیں لیکن بغیر ٹھہرے  
گزرنے کی اجازت ہے چنانچہ جو حضرات یہ معنی  
کہتے ہیں ان کے نزدیک جنبی بحالت جنابت مسجد

میں سے بغیر شہر کے گزر سکتا ہے۔ امام شافعی کی  
ایسی رائے ہے۔

دوسرا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے کہ  
”نابری جلیل“ سے مراد مسافر میں اکابر تابعین  
میں سے سید بن جبیر، اباء اور حکم وغیرہ نہ تھے بل  
اکثر اختیار کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی  
اللہ عنہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ اس صورت  
میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم نماز کے قریب  
یا جلاو جب کو تم نشہ میں ہو یا ننگ جو کچھ تم زبان  
کے کہو اس کو سمجھنے لگو۔ اور اسی طرح جب تم  
جنگلی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک  
کو خسل نہ کرو لوٹاں اگر مسافر ہو تو اس حکم سے مستثنیٰ  
ہو کہ اس صورت میں بغیر غسل کے تیمم سے بھی نماز ادا  
کر سکتے ہو۔ اس تفسیر پر جبئی کو مسجد میں حتیٰ کو معامل  
نہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام مالک کا یہی مذہب  
ہے کہ جنابت کی حالت میں کسی کو مسجد میں جانے کی  
اجازت نہیں سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی  
رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کا یہ ارشاد منقول ہے :-

ای لا حل لمسجد میں کسی ماضیہ یا جبئی کے

لما نضح لاجنبی میں مسجد کا داخلہ نہیں تھا  
اس روایت پر چونکہ ابوداؤد نے نکوت اختیار کیا ہے  
ہر قسم کی کم کوئی جرح نہیں کی ہے۔ اس لیے حسب  
قاعدہ اصول حدیث اس کو حسن ہونا چاہیے چنانچہ  
حافظ جمال الدین زلیعی نے تفسیر صحیح کی ہے وہو  
حدیث حسن ہے

بہر حال اس میں تو کوئی اشکال نہیں کہ اگر  
دونوں معنی کی محتمل ہے۔ اور یہی صحابہ کے اطلاق  
کا بنیاد ہے۔ اب حضرات شافعیہ کا نہ نہیں جس طرف  
گیا کہ اگر آیت الصلوٰۃ سے نفس صلوٰۃ مراد ہو تو اٹھانا  
صلوٰۃ میں جبر کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہی  
مناسب ہے کہ الصلوٰۃ سے موضع الصلوٰۃ یعنی  
مسجد ادا کی جائے اور مضاف کو معذرت مان کر  
مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام قرار دیا جائے یا  
کی راتے میں پھر آیت کے اندر سیلابی تاویل کرنے  
یا معذرت کثیر ماننے کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ یہ  
بھی کچھ میں کہتا ہوں کہ ابی جلیل کے جو معنی درج حضرت  
کر رہے ہیں وہ تو بعد والی تفسیر صلی اللہ علیہ وسلم  
سے سمجھے ہی جاتے ہیں۔ پھر یہاں پر بھی وہی معنی  
مراد لینا کیا معنی۔

اور ہمارے علماریہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آیت  
کے شان نزول پر غور کرنا چاہیے چنانچہ عبید بن حمید  
ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی  
حاتم، نسحا، اس اور حاکم نے اس سلسلہ میں جو  
روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے  
وہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ  
عنہ) نے ہماری دعوت کی تھی جس میں شراب بھی  
تھی چنانچہ شراب نے ایسا اثر دکھایا، نماز کا وقت ہو چکا  
تھا سب نے مجھے آگے کر دیا، میں نے قرأت شروع  
کی تو پڑھنے لگا خل یا ایہا الکعوب لا اعد  
ما تعبدون نحن نعبد ما نعبدون تبا لہ تعالیٰ  
نے آیت مذکورہ کو نازل فرمایا، امام ترمذی اس حدیث  
کو نقل کر کے لکھتے ہیں ہذا حدیث حسن غریب  
صحیحہ، اسی طرح قاضی علاء، ابوبکر بن العربی، انکام  
القرآن میں لکھتے ہیں ہذا حدیث صحیحہ من روایت  
لعدل عن العدل اب شان نزول سے یہ  
بات تو صاف ہوجاتی ہے کہ آیت کا نزول نماز کے بارے  
میں ہے نہ کہ مسجد کے متعلق اس لیے لفظ مسجد  
ملک اس کے ظاہر ہی معنی مراد لیے جا سکیں دوسرے

معنی پر محمول کرنا درست نہیں۔  
دوسرے اہانت کے اعتبار سے غور کیا جائے  
تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید میں لا تقربوا کے فقرہ کے  
ساتھ باب سیم سے آیا ہے، اور باب سیم سے  
اس کا استعمال قرب فعل کے لیے ہوتا ہے نہ قرب  
مکان کے لیے۔ لہذا یہاں مکانی معنی مسجد مراد ہے  
کہ اس کے ساتھ فعل کا تعلق کرنا صحیح نہیں،  
چنانچہ علامہ ابوبکر بن العربی مالکی رقمطراز ہیں:  
فانہ تعالیٰ قال کہ اللہ تعالیٰ نے تو لا تقربوا  
لا دیوا جمع الزاء کے زیر سوار شاد فرمایا ہے  
والان مکولانی اور یہ قرب فعل کے لیے آتا ہے  
اعرض فی مکان نہ قرب مکان کے لیے لہذا مکان  
نہ کہ بعض المکان کو معمران کر اس کے غیر  
وہ وصل بعزلہ مناسب فعل کے ساتھ اس  
ہذا محال تقدیر کو کس طرح ملایا جاسکتا ہے  
الا یذ انقل یہ تو محال ہے اور تہذیبیات  
سمیاء لا تقصروں ہوگی لا تقصروا سکا رہی  
سکا رہی ولا جنبا ولا جنبا الا عابری مجبیل  
ار عابری مجبیل یعنی زنتہ کی حالت میں نماز

اور اگر نہ جنابت کی حالت

میں اگر سفر کی حالت متشٹی ہے

تغیب ہے لغت کے اس دقیق فرق کو صاحب  
قاموس بھی نظر انداز کر گئے اور صرف اتنا لکھ کر رہ گئے  
قرب منہ ککرم و قرب کسعم اور آخر تشریح

قاموس علامہ سید مرتضیٰ زبیدی کی کو اس پر تنبیہ  
کرنی پڑی کہ۔

”اصنعت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ یہ دو نوزں مترادف ہیں، حالانکہ اہل امور

نے ان کے باہم فرق بیان کیا ہے کہ جب

لا تعرب کدا یعنی نہ بولا جائے تو اس کے

معنی یہ ہیں کہ اس کام کو انجام نہ دے اور جب

بضم لا ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ قرب نہ ہو“

(تاج العرویں)

وہی یہ بات کہ تیمم کا حکم تو بعد والی آیت سے سمجھایا

جاتا ہے پھر یہاں بھی جنبی کے لیے بکالت سفر

تیمم کی اجازت کے معنی مراد لینا کیا معنی تو اس

کا جواب مولانا سید امیر علی مرحوم صدر مدرس العلوم

ندوة العلماء مترجم فتاویٰ عالمگیری و ہدایہ زبانی

میش بہ تفسیر مواہب الرحمن میں خوب ارقام

فرمایا ہے، فرماتے ہیں۔

”مرد اگر کہ بالبعد میں بیان حکم سفر سے نکلا لازم

آتی ہے۔ تو میرے نزدیک کسی طرح علم نہیں

ہوگا۔ یہ تو اضعاف الاضعاف ہے اول اس

وجہ سے کہ الاعابری سبیل سے استفادہ

کیا گیا ہے بدول اس کے کوئی حکم اس کا

بیان ہو پس صحیح تو یہ ہے کہ حکم سے سکوت

ہے اور اگر متشٹی ”منہ کے حکم کے خلاف مفہوم

نے نکالا جاتا ہے تو مفہوم مخالف حجت

نہیں۔ اور اگر مان لیا جائے تو اس سے یہ

کب ثابت ہو کہ مسافر اگر پانی نہ پاؤ تو نماز

پڑھ کے کیوں کہ اتنا نکلتا ہے کہ مسافر ہو تو

نماز پڑھ لے اور بالبعد میں یہ قید مذکور ہے

کہ مسافر ہو اور پانی نہ پاوے تو تیمم کرے پھر

نماز پڑھے۔ اب فرمائیے کہ تکرار کہاں لازم

آتی ہے“

اور تاحضیٰ تنارہ الشہ صاحب پانی پتی تفسیر منظر ہری میں

لکھتے ہیں۔

”ہمارے نزدیک جنبی کو مسجد میں گزرنے کی

اجازت نہیں کیوں کہ اجازت ہونے کی صورت



وہ راستہ پر لگا ہوا ہے  
 یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام  
 ابو حنیفہ رحمہ اللہ عام طور پر مسائل فقہیہ میں حضرت  
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدریؓ کا جو  
 امام صاحب کے استاذ الاساتذہ میں مسلک ہی  
 اختیار فرماتے ہیں چنانچہ فقہ حنفی کا مدار بیشک ان  
 ہی دونوں بزرگوں کے فتاویٰ پر ہے لیکن اس  
 مسئلہ میں امام صاحب نے ان حضرات کی رائے  
 سے اتفاق نہیں فرمایا، اور امام شافعی رحمہ  
 اللہ نے جو عام طور پر مسائل خلاف میں دوسری طرف  
 جاتے ہیں یہاں اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

عَاثِيَةً : حد سے کل جانے والی، نافرمان  
 عُنُوًّا : سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، یہاں  
 عَائِنَةُ : باد صحر کی صفت ہے جو قوم عادیہ  
 کی سرکشی کی پاداش میں بصورت عذاب بھیجی گئی  
 تھی۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں :-

صاحبہ وہ جو اہل عمت سے گردن بانی  
 کرے گو یا وہ فرشتگان جو اسے سرکشی  
 رہی تھی ان کی اطاعت نہیں کرتی تھی

۱۔ فتح القدیر ج ۵ ص ۲۰۲ طبع مصر۔

اور وہ اس کے تیز و تند چلنے کے باعث  
 اس کے تھامنے پر قابو نہ پا رہے تھے  
 یا عادیہ کے خلاف اس نے سرکشی کی تھی کہ  
 وہ اس کو روک نہ سکے بلکہ اُنٹا اس نے  
 ہی انہیں تباہ کر ڈالا۔

ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ  
 عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب  
 بھی کوئی سوانہ بھی ایک خاص مقدار سے بھیجی۔  
 اسی طرح جب بھی پانی کا کوئی قطرہ نازل فرمایا

ایک مخصوص پیمانہ سے نازل فرمایا بجز یوم نوح  
 اور یوم عاد کے کہ یوم نوح میں پانی فرشتگان  
 اب کے کہنے سے باہر تھا اور اس روز ان کا اس  
 پر کچھ قابو نہ تھا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّا  
 نَسَاطَعُ الْيَمَاءِ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْعَادَةِ  
 یہ تک جس وقت پانی بے قابو ہو تو ہم نے تم کو کشتی میں ادا  
 کیا، اسی طرح یوم عاد میں جو فرشتگان سوا کے کہنے  
 سے باہر تھے اور ان کا اس پر کچھ قابو نہ تھا، پھر  
 تلاوت فرمائی اِنَّا نَسَاطَعُ الْيَمَاءِ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْعَادَةِ  
 یہاں سے اُنٹا کے کہنے سے کشتی میں ادا  
 نہ ہوئی تھی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنوں کی

روایت نقل کی ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے  
”جو“ غائبہ کا ترجمہ ہاتھوں سے نکل جاتی کیسا ہے  
وہ اسی اعتبار سے ہے (ملاحظہ ہو عقود)

۲۹۔

تَاجِلَۃً اَجَلْ طے والی دنیا اور دنیا کی آسودگی  
مراد ہے۔ عَجَلٌ اور عَجَلٌ سے اسم فاعل صغیر  
واحد مؤنث (ملاحظہ ہو عَجَلٌ) ۱۰

۲۹  
۲۰۰۱۶

تَاجِدَ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں  
ایک شخص گزرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین اسلو  
سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے بعد  
میں اس کی نسل بھی اسی نام سے موسوم ہوئی  
جو طوفان نوح کے بعد ملک عرب میں بسکے  
پہلی باقتدار حکمران قوم تھی۔

لفظ ”عاد“ کے لغوی معنی کیا ہیں اس کے  
متعلق مولانا سید سلیمان ندوی ارض افزائ میں  
لکھتے ہیں:

”اسناد سامیہ میں شجرہ کے لحاظ سے عربی  
سب سے قدیم زبان ہے جس کا نتیجہ ہے  
کہ قدیم الفاظ کی اصلیت عربی سے زیادہ اس میں

محفوظ ہے لغوی حیثیت سے عربی میں  
عاد کے کوئی معنی نہیں ملتے۔

عبری میں ”عاد“ کی اصلیت موجود ہے  
۶۷ کے معنی بلند مشہور کے برابر دھجیت  
یہ کوزہ ام ۵۷ اور شمر ۵۸ (سام) کے بھی  
یہی معنی ہیں۔ ان معنوں کا تفسیر اند عربی میں  
بھی موجود ہے۔ ام کے معنی پیاری اور  
نشان راہ کے پتھر کے لغت میں مذکور ہیں اور  
”شم“ سے ”شم“ اور ”شم“ تو اب تک متصل  
ہیں۔ توراۃ میں ”عاد“ مذکور کے لیے اور  
”عادہ“ ”عقدوں کے لیے کئی جگہ آیا ہے  
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد قدیم میں یہ  
”ام“ ”عونا“ مستقل تھا“ ۱۰

”ساج العروس میں ابن سیدہ سے منقول ہے کہ  
”ہم نے ”عاد“ کے الف کے بارے میں فیصلہ کیا  
ہے کہ وہ واو ہے کیونکہ اس مادہ کا واو کے ساتھ  
استعمال کثیر ہے اور عربی زبان میں ح۔ی۔و۔  
کے مادہ کا وجود نہیں۔ رہا بعد ازاں عیاد سور  
بدل لازم میں۔

منصرف ہے یا غیر منصرف اس کے متعلق

۱۰ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر ج ۲۹ ص ۱۳۲۔ میر میر ۱۰ ارض القرآن ج ۱ صفحہ ۱۲۱ طبع سنہ ۱۳۲۲ھ



علا سہودا کو سی لکھتے ہیں :-

سعاد اصل میں قبیلہ کے مورث اول کا نام ہے۔ پھر قبیلہ یا حتی و خاندان کو اس نام سے موسوم کیا گیا سو اس کا منصرف اور غیر منصرف ہونا دونوں جائز ہیں جیسا کہ سید بن طاہر ذکر کیا ہے اور امام قرطبی فرماتے ہیں :-

اسکائی نے بیان کیا ہے کہ بعض اہل عرب عادی کو غیر منصرف بولتے ہیں اور اس کو قبیلہ کا نام قرار دیتے ہیں۔

اور سورہ شعراء میں لکھتے ہیں کہ عادی کا قبیلہ اور عجب کے معنی کے لحاظ سے ہے اور روح المعانی میں ہے کہ

سعاد منصرف ہے حتی کے معنی کے اعتبار سے اور قبیلہ کے معنی کے لحاظ سے اس کو غیر منصرف بھی بولا جاتا ہے چنانچہ صماک نے اس کو ایک روایت میں غیر منصرف ہی کہا ہے اور چونکہ یہ ساکن الاوسط ہے اس لیے

تخت کے اعتبار سے اس کے منصرف ہونے ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔۔۔۔۔ لیکن بعض تفسیر سیفاری کے حواشی عصامیہ پر بعض اناخل کی تعلیقات میں یہ دیکھا ہے کہ ادرہ قرطبی و عجبہ کی بنا پر غیر منصرف ہی ہوگا خواہ اسے قبیلہ کا نام قرار دیا جائے یا قبیلہ کا گو یہ دونوں باتیں عادی میں بھی موجود ہیں لیکن چونکہ وہ لانی ساکن الاوسط ہے اس لیے اس میں صرف و عدم صرف دونوں جائز ہیں۔

بہر حال سیبویہ اور کسائی کے بیان کے مطابق اس کے غیر منصرف ہونے کی وجہ ثابت درعلیت ہوگی اور اس صورت میں یہ قبیلہ کا نام ہوگا۔ اور منصرف ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ حتی کے معنی میں ہے چونکہ یہ ہے لہذا صرف علییت کی بنا پر غیر منصرف نہیں ہو سکتا ہے۔ اور فاضل مذکور کی تصریح کی بنا پر اس کے عدم صرف کی وجہ علییت اور عجبہ اور فخر کی وجہ لانی ساکن الاوسط ہونا

روح المعانی ج ۸ ص ۵۲ طبع مصر ۱۲۸۵ الجوامع للاحكام القرآن ج ۱ ص ۵۴ طبع دار الکتب المصریہ ۱۳۵۵  
۱۔ ادیب لغوی محمد بن احمد خوارزمی مفاتیح العلوم میں لکھتے ہیں حتی اور قبیلہ کے مابین فرق یہ کہ حتی میں بوللاں نہیں کہا جاتا جیسے قریش، ثقیف، معد اور جذن اہل ہیں۔ اور قبائل میں بوللاں کہا جاتا ہے جیسے بنو تمیم، بنی سہل  
کتاب مذکور ص ۴، طبع منیرہ مصر ۱۳۲۴ ۲۔ روح المعانی ج ۲ ص ۱۲۳ و ۱۲۴ طبع مصر

لیکن دونوں صورتوں میں بوجہ جنت اس کا منصرف ہونا ہی راجح ہے اور یہی جمہور کی قرأت ہے۔

علامہ احمد بن محمد بن علی مصری فیہی التوفی شہد  
اصباح المسیر فی غریب الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

”عاد عرب اہل کے ایک شخص کا نام ہے جس کے نام پر قوم ہود کا قبیلہ موسوم ہے۔ اور قبیلہ سلطنت کو عاد کا کہنا ہے گویا وہ بھی قدامت عہد کی بنا پر عاد ہی کی طرف منسوب ہے اسی طرح پڑنے کنوئیں کو مندر ادیبہ اور اس زمین کو جو قدیم سے ملکیت میں چلتی ہو حادی الارض برتے ہیں۔ نیز اہل عرب عام طور پر مضبوط عمارتوں اور کنوئوں کو کہ جن کی مشدیریں پختہ ہوں اور جن میں پانی خوب ہو عاد کی طرف منسوب کر دیتے ہیں“

اور علامہ محمود اکو سی ارقام فرماتے ہیں:

”عاد سے مراد اولاد عاد بن عدس ام بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور یہی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے یہ اپنے باپ کے نام سے موسوم ہیں جس طرح نوح ہاشم نام سے موسوم ہیں۔

کے نام سے۔ اور باپ کا نام اس کی قوم پر بولا جانا مبارک شائع ذائع ہے، یہاں تک کہ بعض نے تو اسے حقیقت ہی قرار دیا ہے ان کے اگلوں کو عاد اولیٰ اور پھلوں کو ساد اخوہ کہا جاتا ہے۔ علامہ الدین بن کثیر نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں باشتنا سہوہ افتا جہاں بھی عاد کا راقعہ ذکر ہے اس سے ”عاد اہل“ ہی مراد ہیں۔

اور ان ہی کو ان کے دارا کے نام پر ارم بھی کہا جاتا ہے۔ دارا کے نام پر پورے قبیلہ کا نام رکھ دینا بھی شائع ذائع ہے مگر یہ نام عاد اولیٰ کے ساتھ مخصوص ہے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ تاریخ قدیم کے بعض یورپین مصنفین عاد کو محض ایک فرضی اور فرضی خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور مستشرق تولدیکچی نے کہ جو یورپ کی سرزمین پر شریات اور تاریخ کا سب سے بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے، عاد اور عالقین کا تحقیق میں ایک رسالہ لکھا جس میں ثابت کیا ہے کہ یہ غیر تاریخی تو ہیں لیکن یہ کوئی نئی افسانہ نہیں قدیم زمانہ میں

بھی بعض ایرامیل کو ان کے وجود سے انکار تھا چنانچہ امام ابن جریر طبری نے جو مشہور مؤرخ ہیں عادی کے حالات میں لکھا ہے۔

”بعض ایرامیل نے عادی سے انکار کیا۔  
حالات شمار جاہلیت میں ان کا نہایت کثرت سے تذکرہ ہے اگر خوف نظریل نہ ہوتا تو میں ان کو نقل کرتا۔“

لیکن یہ نہایت فاش غلطی ہے۔ عادی و ثور کے واقعات عرب کے مشہور ترین واقعات ہیں جن کا علم خود ان کو ذاتی طور پر حاصل تھا۔ کیوں کہ عادی و ثور کی آبادیاں خود ان کے اندرون ملک کی آبادیاں تھیں اور ان کے حالات و واقعات مدنی طور پر ان میں نقل ہوتے چلے آتے تھے۔

مشہور مؤرخ ابن ہشام کلبی نے جس کا مخصوص موضوع عرب جاہلیت کی تاریخ و روایت ہے ان کے حالات میں تین مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں پہلی کتاب کا نام نفق عادیہ ہے یعنی عادی قوم عرب سے نکل کر کہاں گئی اور دوسری کتاب کا نام ہے کتاب من نفق من عاد و ثمود و العالیق و جرہ و بنی اسرائیل من العرب یعنی عادی و ثور و عالیق و جرہ و بنی اسرائیل

جو عرب سے نکل کر باہر گئے ان کے حالات تیسری کتاب کا نام ہے۔  
یعنی عادی و ثور و عادیہ کے حالات۔

بطلمیوس نے اپنے جغرافیہ میں جو عرب کے قبائل میں عادی و ثور و عادیہ کا ذکر کیا ہے ظاہر ہے کہ پہلے نام عادی اور دوسرا عادیہ جس کو یونانی لفظ سے یہ صورت دے دی ہے۔ بطلمیوس دوسری صدی عیسوی میں تھا اس بنا پر عادی کا وجود اس زمانہ تک مسلم ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عبدالرحمن مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے حضرت عادی کے منہدم شدہ قلعہ صخراب پر ایک کتبہ پایا تھا۔ یہ کتبہ علامہ زبیری نے اپنی کتاب ساکب الاصباع میں نقل کیا ہے ۱۲۳ھ میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک مشن میں بھیجا تھا۔ اس کو یہی کتبہ اصل تیار حمیری خط میں ملا یہ کتبہ فارسی شاعر صاحب کی تحقیق کے مطابق قوم عاد کا ہے اور عرب کے قدیم ترین کتبات میں سے ہے جس کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اٹھارہ سو برس قبل کا ہے۔ یہ کتبہ ایک منہدم عمارت میں پتھر پر کندہ تھا۔ ایک انگریز افسر جس کا نام ولش تھا اس کا مکتشف تھا اور یہ سب سے پہلا عربی کتبہ

ہے جو یورپ نے عرب کی سرزمین میں دریافت کیا اہل  
کتبہ اور اسی کا حل اور انہیں ایک سوسائٹی کے  
جنرل میں چھپا تھا۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی  
نے اس کا پورا ترجمہ علامہ نانہیہ کی تحقیق میں اپنی مشہور  
کتاب ارض القرآن میں درج کر دیا ہے جو حدیث  
ناظر ہی ہے :-

”ہم مدت تک اس وسیع قصر میں رہے ہماری  
حالت نفسی اور ادوار سے دور تھی اجاری  
نہروں میں دیا کا پانی اُٹھا آسمان سمندر میں  
ماتا ہوا ہمارے قلعہ کی دیواروں سے فضا تک  
ہر کرشمہ کی مانتا تھا، ہمارے چشمے خوش آئند  
آواز سے بہتے تھے۔ بلند کھجور کے ادا پر  
جی کے باغبان خشک چھوہارے ہماری  
دادیوں کے چھوہاروں کی زمیوں میں ملکتے  
تھے اور خشک چاول بڑے تھے (۹) ،  
ہم پہاڑی بکروں کا اور جوان خرگوشوں  
کا شکار پتھر والے اور چالوں سے کرتے تھے  
اور محلوں کو بھلا بھلا کر باہر نکال دیتے تھے  
اور ہم آہستہ آہستہ خزاں رنگ رنگ کے  
ریشم کے کپڑے اور کاہی سبز نعلن  
الاولان جامہ پہن کر چلا کرتے تھے اور

ہم پر وہ بادشاہ حکومت کرتے تھے جو کینہ  
خیالات سے بہت دور اور شریوں  
کو سزا دینے والے تھے۔ ہر دو کی شریعت کے  
مطابق اچھے فیصلے ایک کتاب میں لکھے جاتے  
تھے اور ہم معجزات کا یقین رکھتے تھے کیا  
کے راز اور تھنوں کے راز پر ایمان تھا۔ راز  
(دشمن) گھس گھس اور وہ ہمارے ساتھ کچھ  
جھگڑا کرتے مگر ہم نے گھوڑوں کو پورے ڈال  
دیا اور ہمارے کیم نو جوان سخت اور نوک دار  
نیزوں کو لے کر آگے بڑھے، ہمارے  
خاندان کے مقرر بہادر مرد اور عورتیں  
گھوڑوں پر اڑ رہی تھیں جن کی گردنیں لمبی  
تھیں اور جو چمکدار کیت رنگ کے تھے  
ہماری تلواریں بے ستورہ شمنوں کو زخمی کر  
رہی تھیں اور چمید رہی تھیں یہاں تک کہ ان  
کے قلب پر حملہ کر کے ان کو مفتوح اور  
بالکل پیست کر دیا جو بدترین نوح انسان تھے  
یہ کتبہ متعدد حیثیات سے قرآن عظیم کی تائید  
کرتا ہے۔ اول یہ کہ حضرت ہود علیہ السلام کی تاریخی  
شخصیت ثابت ہے ثانیاً یہ کہ بقایا سے عارف  
مقیمین ہود علیہ السلام تھے ثانیاً یہ کہ علامہ علامہ

اور عداوتوں کے بانی تھے۔ راہبائی کہ وہ حقیقتہً جیسا کہ قرآنی کریم نے فرمایا ہے بڑے بڑے باغ و پستے آل اولاد اور چوپایوں کے مالک تھے۔

لفظ عدل کی حقیقت پر بھی غور کر لیجئے جو ساحل میں یہ حضرت موت کا مشہور شہر ہے۔ عہد قدیم میں عوام عربوں کا یہ دستور رہا ہے کہ آبادی کا نام اس کے بانی کے نام پر مشہور ہو جاتا تھا۔ چنانچہ عرب کے قدیم ترین شہر ریم، سبا، حضرت موت،

عمان، یمن، اور جزیرہ یتیم۔ وغیرہ کے نام اسی طرح پر رکھے گئے ہیں۔ اس طرح اگر میں کا قدیم ترین شہر عدل بھی اگر اپنے آباد کرنے والوں کے نام پر اصل میں عاد بن ہو اور بعد میں کثرت متعل کی بنا پر ضعف ہو کر عدل رہ گیا ہو تو کیا تعجب کا مقام ہے جب کہ اس کے قریب وہ تمام عمارات واقع ہیں جن کو عرب عاد باب کہتے ہیں اور تاریخ سے اسی کے قریب و حجاز میں عاد کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔

بہر حال عاد کا انکار تاریخ کی ایک حقیقت کا انکار ہے۔ تاریخ اور کشفیات عصریہ دونوں

کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عرب کے قدیم باشندے ایک کثیر العدد اور با عظمت و جبر و قوم تھے۔ جن کا زمانہ حضرت اسمعیل علیہ السلام سے قبل کا زمانہ ہے عرب مؤرخین ان کو عرب مارعیثی خاص عرب کہتے ہیں۔ یہ بیت سے قبائل تھے موزن ابن کثیر نے البایہ و النہایہ میں ان میں سے قبیلہ ذیل بارہ قبائل نام بنام کئے ہیں۔

۱۱، عاد ۱۲، ثمود ۱۳، جریم ۱۴، طسم ۱۵، جدیس ۱۶، ایثم ۱۷، عیین ۱۸، علقان ۱۹، وکیل ۲۰، جاسم ۲۱، قحطان ۲۲، بنو قحطان۔

ان قبائل کو امم بائدہ بھی کہا جاتا ہے یعنی برباد شدہ قومیں کیوں کہ زمانہ نے ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا۔ ان میں سے عاد، ثمود، جریم، طسم اور جدیس وغیرہ مشہور قبائل ہیں اور اشعاع، جابیت میں ان کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ قبیلہ عاد ان قبائل میں سب سے زیادہ کثیر الافراد با عظمت جمعیت تھی جو تمام عرب بائدہ میں مشہور و جبروت کے اعتبار سے ممتاز تھی۔ اور نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کے بعد خلافت ارضی

لہ ما کے تاریخی ثبوت کی یہ بحث تمام تراجم القرآن جلد اول سے ماخوذ ہے جو کتابہ کور کے حجتہ التقاط سے مرتب کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور ج ۱۔ ص ۱۲۰ طبع مصر ۱۳۵۵ھ۔

اسی کے حصہ میں آئی تھی یہی قوم تھی جو دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی تھی۔ بڑی بڑی علمی شان عمارتیں اسی کی دستکاری کا نتیجہ تھیں۔ قرآن مجید میں جو اس قوم کا بار بار ذکر آیا ہے وہ اسی لیے کہ اہل عرب کے لیے خود ان کے ملک کے اندر اس قوم کی تاریخ و زندگی میں عبرت کا بہت بڑا مرقع تھا۔

عاد کے مسکن کے متعلق تفصیلی بحث، بحث کے ضمن میں سپر قلم کی جا چکی ہے۔

یہ بھی راجح ہے کہ قوم عاد کے متعلق عام طور پر نہایت لغو باتیں شہور ہیں مثلاً شداد کی جنت کا قصہ کس میں سوجا نندی کی انٹیں تھیں اور لعل و گوہر کی کچی کاری۔ اس کے سوا کچھ جو اس کے تھے اور مٹی مشک و عنبر کی وغیرہ وغیرہ

مفسرین کی ایک جماعت نے اس قصہ کو اپنی تفسیروں میں نقل کر ڈالا ہے اور ثعلبی وغیرہ تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مبر و معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبداللہ بن قلاباس کی سیر بھی کر آئے اور تعبیر ہے تفسیر قرطبی اور تفسیر عزیزی تک میں بڑے کہ تو نقل ہے لیکن یہ محض ایک اصل ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں ہے چنانچہ

قاضی محمد بن علی شوکانی نے اس کی تردید بڑے زور شور سے کی ہے انہی کے ہیں:-

وهذا كذب على اور یہ جھوٹ پر جھوٹ اور کذب و ادرار علی انشاء پر انشاء ہے اسلام انشاء وقد اصاب اور اہل اسلام اس قسم کے اسلام و اہل کبریٰ من مال پر دروغ بیانی کی جرات خوار و لکد اسبن کہ بیٹھتے ہیں سخت صیبت الدجال بن الذہب اور عظیم نقصان اور بڑی یحزرون علی الذکب پریشانی لاحق ہوئی اور پھر تارہ علی بن اسماعیل و تارہ علی الاسمبار ایسے لوگوں کے تصنیف اور و ناره علی الصالحین کتاب اللہ کی تفسیر میں پیش و ناره علی بن العلامین پیش ہو جانے سے کہ جن و نساء هذا السنو کو صحیح ضعیف اور موضوع و زاد کمرہ من صدر روایات کا پتہ نہیں یہ بالی حسانہ دونی ہو گئی اور کثرت من الذہین سے بڑھ گئی کیوں کہ لا تعلم لهم صحیح الروایہ انہوں نے ان میں گھڑت من ضعیفہا و سوا سخرانات اور نحو و ماخوذ

موضوعہا للتصنیف قائل اور بتا ہے  
التعلیل کتاب العزیز ہوئے فقہوں کو  
فادخلوا هذه الحرائف کتاب اللہ کی تفسیر  
المختلفة والافاضل میں داخل کر کے  
المحولة والامسا طیر بڑی تحریف  
المقتلة فی کتاب اللہ اور تفسیر و تبدل  
مجانہ ضرر و اغیر و اسکرٹ والا۔  
و بدلوالے

ملاحظہ فرمایا تو دیدیں کیا زور لگایا ہے  
لیکن یہی بزرگ ہیں جنہوں نے سورۃ اعراف  
میں عاد کے قدر قامت ڈیل ڈول اذعان  
کی جسامت کے بارے میں عجیب و غریب باتیں  
بے تکلف نقل کر ڈالی ہیں جو درج ذیل  
میں فرماتے ہیں :-

”ابن مسکد و سب سے راوی ہیں کہ عاد  
کا ہر شخص ان کے گز کے اقتباب سے ساٹھ  
گز کا ہوتا تھا۔ اور اس کی کھوپڑی ٹبرے  
گنبد کے مانند ہوتی تھی اور آنکھ اور اسی طرح  
ان کی ناک اتنی بڑی تھی کہ جس میں درندوں  
کے نیچے پیدا ہو جائیں، اور عبد بن حمید  
نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ ان کی

قامت کی درازی بارگزر کی تھی، اور حکیم بن مزی  
نے زاد الاصول میں حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان  
کا قد اتنی لمختلہا اور یکسوں کا دانہ ان  
کے یہاں گائے کے گودے کے برابر  
تھا۔ اور انار انا بٹرا ہوتا تھا کہ جس کے  
چپکے میں دس آدمی بیٹھ جائیں، اور عبد اللہ

بن احمد نے زوائد الہدیٰ میں نیز ابن ابی حاتم  
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
سے روایت کی ہے کہ قوم عاد کا ایک  
شخص شہر کے دروازہ کا ایک پت اتنا  
بڑا بنا تھا کہ اس امت کے پانچ سو مل  
کہ اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلاکتے  
اور اگر عاد کا کوئی آدمی زمین میں اپنا  
پاؤں دھنا تو درجنس جاتا تھا۔

اب یہاں مجھے اس کے کہ تاضی صاحب  
ان حکایات و راہبہ کی تردید کرتے یہ کہہ کر کہ  
وعدو و عز السلف قوم عاد کے بڑے بڑے  
حکایات میں عظم ڈیل ڈول ہونے میں سلف  
اجرام و ماداتہ سے بہت قلعہ منقول ہیں

الہدایہ پر چتر تصدیق ثبت کر دی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان کے متعلق مذکور ہے:-

وَزَادَ كُفْرُ الْخَلْقِ اور زیادہ دینام کو بدن بَسَطَ۔ میں پھیلاؤ۔

قاضی صاحب اس آیت سے یہ کہے کہ یہ ان کے عقیدہ قامت کی درازی اور ان کے ذلیل ڈول کی بڑائی کا بیان ہے چنانچہ وہ اس کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

اسی طول فی الخلق و یعنی خلقت میں درازی اور عظم جسم زیادة علیٰ جس میں بڑائی کہ جو ان کے ماکان علیہ ابائوہم باپ دادا کے قد و قامت فی الابدان میں سے کہیں زیادہ تھے۔

حالانکہ بَسَطَ سے مقصود زور و قوت کا بیان ہے

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے بدن میں زور و

توانائی زیادہ دی۔ لطف یہ کہ خود قاضی صاحب نے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

ابن ابی حاتم والشیخ بَصَطَ کی تفسیر شدہ

ازور و طا سے نقل کی ہے غور فرمائیے دوسری جگہ

خود قرآن مجید میں حضرت خالوت کے متعلق بھی

یہی ارشاد ہوتا ہے۔

وَزَادَ بَسَطَ فی اور اللہ نے ان کو زیادہ کثافت

العلم والجسم دی عقل میں اور بدن میں

اب اس سے یہ کہیں سمجھے گا کہ طاقت بہت ہی

قدار دے بلکہ یہ ان کے صاحب زور و قوت ہو

کا بیان ہے۔

اسی طرح سورہ النجم میں عاد کو ذَاتِ الْبُعَادِ

دستوں والے کہا گیا ہے بعض مفسرین نے اس

کو بھی قد و قامت کا بیان سمجھا ہے، حالانکہ مقصود

”عمازل وائلے“ ہے۔

در حقیقت عاد کے طول و قامت کے بارے

میں جتنی بھی روایات ہیں سب اسرائیلی فسانے میں جو

مسلمانوں میں پھیل گئے تھے۔ اسی لیے عطاء

مفسرین نے جو نقد و نظر کے مالک تھے اس بارے

میں ایک حرف نہیں نقل کیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر

نے البدایہ والنہایہ میں وَزَادَ كُفْرُ الْخَلْقِ بَسَطَ

کی تفسیر میں اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا۔

ای جملہ اسد یعنی ان کو اپنے اہل خانہ

اہل ریاضہم فی میں شکل و صورت اور طا

لخلقة والنشدة و گرفت میں سب سے زیادہ

والبطش تے زور آور بنایا۔



ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب کے  
میں کوئی روایت منقول نہیں اور جو حکایات کہ اوپر  
ذکر کی گئی ہیں وہ ان کتابوں میں موجود نہیں کہ جن  
کے مصنفین نے محنت کا التزام کیا ہے اور نہ  
ان کی اسانید کا حال معلوم کہ صحیح ہیں یا ضعیف پھر  
ایسے غیر معمولی واقعات کے لیے جب تک کہ  
کثرت سے روایتیں نہ موجود ہوں کیوں کر ان کو صحیح  
تسمیہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی بنا پر امام محمد بن احمد طبری  
نے اپنی تفسیر جامع احکام القرآن میں جب ان العربی  
کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
سے یہ نقل کیا کہ عادی میں ہر شخص کا تہ ستر گز تھا  
تھا تو فرمایا :-

وهو باطل لا یصحیح ان اللہ میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ  
خلق آدم طویل نے آدم کو پیدا کیا تو ان کا  
سنون ذرا عاقل قد ساعد گز کا تھا پھر بار  
من الخلق منقص نسل انسانی کا تہ ستر تک  
الی الاثنی عشر گھٹنا چلا آتا ہے۔

بلاشبہ یہ روایت صحیح بخاری کتاب الاستیذان  
باب بدو اسلام میں موجود ہے جس کو ہم بتامہ بیان

نقل کیے دیتے ہیں :-

عن ابی ہریرۃ عن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
النبی صلی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آنحضرت  
وسلم مال حلقہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ  
ادم علی صورتہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام  
طویل سنون ذرا عا کو اپنی صورت پر  
فلما خلقہ قال بنایا کہ ان کے قامت  
اذہب وسلم علی کی درازی ساٹھ گز تھی پھر  
اولئک نفر من جب ان کو پیدا فرمایا چاکا تو  
الملائکۃ حسوناً مستقیم ارشاد فرمایا جاؤ اور وہ جو  
ما یجوبون فلنہا تمھیں فرشتوں کو جماعت میں بھیج دو  
ونحبتہ ذرسلک یہاں کو سلام کرو اور سنو کہ  
فقال سلام علیکم وہ تمہیں کیا جواب دے کر کہو گے  
فقالوا السلام علیک وہی تمہارا اور تمہاری اولاد  
رحمۃ اللہ فرمادہ ہو کا آپس کا سلام رہے گا چنانچہ  
رحمۃ اللہ کل من انہوں نے فرمایا السلام علیکم  
یدخل الخلد علی فرشتوں نے جواب میں کہا  
صورتہ آدم خلقہ اسلام علیکم رحمۃ اللہ فرشتوں  
فزل الخلق یتقص نئے درجہ اللہ کو اور زیادہ کیا  
لجلحتی الان اب جو ہم جنت میں داخل ہو گا۔

رواہم علیہ السلام کی مشہوری پر  
 داخل ہو چکا پھر ان کے بعد سے  
 برابر ان تک مخلوق گشتی چل جاتی  
 لیکن اس حدیث کے متعلق حافظ عقیلی، کتاب  
 الضعفاء میں ابو الزناد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-  
 حدیث مفہوم میں ابن عباس کہتے ہیں میں نے  
 داؤد حدیث بخاری مالک سے اس شخص کے  
 بس مسکن و اس بلے میں دریا یہ تھا جو  
 فی نعمہ لا اسما اس شخص کے بیان کرتے ہیں  
 اس القاسم میں میں لوگوں نے کہا ہے  
 سائب مالک انعم ان اللہ حسن آدم  
 محدث بالمحدث علی صورت توام  
 الذی قالوا ان مالک نے اس روایت کا  
 اللہ خلق آدم نہایت سختی سے انکار فرمایا  
 علی صورت و سر اور منہ کر دیا کہ کوئی اس کو  
 دلت مالک نکارا بیان نہ کرے۔  
 سدید اوسہی ر  
 یحدثہ لحدیثہ  
 اور غرض کہ جو عثمینی کو جو سر آمد مزارین میں لکھتے ہیں

ویشکل علی ہذا ما اس روایت پر یہ اشکال ہوتا  
 یوجد لاس من آثار ہے کہ اب جو گزشتہ  
 الاثم السالفة کدبار قوموں کے آثار موجود ہیں  
 شو حنان مساکنم جیسے شہر و آبادیاں ہیں  
 نذل علی ا فلما تم کہ ان کی سکونت گاہ میں یہ  
 لم یکن معطفہ الطول تنبلی ہیں کہ ان کے ڈول  
 علی ما حسب ما نقصد ڈول زیادہ لمبے نہ تھے  
 الترتیب السابق و اس معیار کے مطابق کہ  
 لاسکال عہدم جس کی ترتیب سابق  
 قدیم وان الزماں مقتضی ہے حالانکہ اس  
 الدی بینہم و بین میں شک نہیں کہ ان کا  
 آدم دوں اسماں زمانہ قدیم ہے اور جو مدت  
 لدی بسم و بس کہ ان کے اور آدم علیہ السلام  
 اول هذه الامة و کے مابین ہے وہ اس وقت  
 لم یطهر فی الارض کم ہے کہ جو اس شہر کے اہل  
 ما بسزل هذا اور ان کے مابین منہی اور اب  
 لاسکال تہ ملک مجھے کوئی ایسی چیز معلوم  
 نہ ہو سکی کہ جو اس اعتراض  
 کو دفع کر سکے۔ مع

۱۔ کتاب لفظ عثمینی کی تفسیر حیدر آباد کی کتب خانہ صفیہ میں نظر سے گزر رہے۔ اس وقت یہ کتاب مذہبی کی تصنیف  
 مشترکات بیناں الاعتدال ۲ ص ۶ طبع مصر سے نقل کی گئی ہے ۲۵ فتح اباری ج ۲ ص ۲۰۰ طبع میرٹھ شہر  
 معہ (۱۶ ص ۲۸)

اُسیے اب ذرا قرآن مجید کی روشنی میں اس روایت اور عادی کے قد و قامت پر نظر ڈال دیجیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَعَادُوا سُبُوْدًا وَفَدَّ اور ہم نے عادی اور مژدہ کو مَتَبَّنَ لَكُمْ مِّنْ دِہِیْ ہلاک کیا اور تم پر کھلی تَسْلِیْکِہِمْ سِدَّ چکا ہے ان کے گھروں پر مَادَ وَشَوْدَ کے ان ہی مکانات کا ذکر ہے جو عہد نبوی

میں ظاہر تھے اور آج بھی موجود ہیں اور جو کچھ مسلمان اس زمانہ سے لے کر آج تک مساکن عادی و مژدہ ہی مانتے ہیں ورنہ ان مساکن کے مساکن عادی و مژدہ ہونے میں اگر کچھ شبہ نہ آتا تو فَدَّ تَبَّنَ لَكُمْ تَسْلِیْکِہِمْ کیوں فرمایا جانا۔ اس سے اس بارے میں خود ان کی کھوت گاہوں سے بڑھ کر کہ جو آنکھوں دیکھی کھلی شہادت ہے اور کوئی سی چیز فیصلہ کن ہو سکتی ہے رہا

عادی کی قد و قامت عہد کا بعض مسوق قرآن مجید کی اس آیت سے جو جانب ہے جس پر حضرت ہود علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

والسلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-  
وَإِذْ كُنَّا نُرَادِّجُکُمْ اِدْرِیَا دُرْ دُرْ اَللّٰہُ نَفِیْ قَوْمِ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ سِرْدَارِکُمْ یَا حَیْہِ قَوْمِ قَوْمِ ثَوْرٍ - نوح کے۔

قرآن مجید میں عادی کا ذکر سورہ اعراف، ہود و مژدہ شعرارہم السجدہ، احقاف، ذاریات، صافات اور مجید میں تفصیل سے وارد ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ نبی پر دوا ہوا کہ ذریعہ نصرت و طاعنتی اور عادی پھوپھو کے ذریعہ ہلاک کی گئی ہے اور بیچ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے:

اللّٰہُمَّ اِذَا سَلَّکَ یَا اَللّٰہُ مِنْ تَحْتِہِ مَا لَمْ یَلْکَ یَا خَیْرَہَا وَخَیْرَ مَا یَجْلُوْا اِسْکَ اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ

دعا شیعہ صفحہ ۱۶۸، ۱۵۸ ایک یہ توحید ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ سال کا پہلا روز دنیاس آئے کے بعد وہی قد و قامت رہے جبکہ منہ ذی کاعام طور پر چلا رہا ہے جس طرح دن کا معاملہ ہے کہ عالم علوی کا ایک دن عالم سفلی کے ایک ہزار برس برابر ہے یعنی پانچ ہزار سال تَوَاتٌ عِنْدَ رَبِّکَ کَأَنْفِ سَنَہٍ فَبِمَا نَعْدُوْنَ اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہو جاتے ہیں اور جب اس عالم میں دوبارہ پنچیس لاکھ توہم و دہش کے مناسبت قد و قامت عادی و مژدہ کا نہ ہو جیت کا قد و قامت ساتھ ہی ان کا روایت میں مذکور ہے۔  
نہ وصفیہ ہذا - لہذا السیادۃ والہنایۃ ج ۱ ص ۱۲۸ و ۱۲۹ -

امت کے آسمانی عذاب سے محفوظ رہنے کی آہی  
بشارت نہیں ملی تھی۔

۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴

۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

عَادِ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

عَادِ : زیادتی کرنے والا عَدُوٌّ ہے جس کے

معنی ظلم کرنے اور عد سے بڑھ جانا ہے کہ یہ اسم

فاعل کا صیغہ و مصدر کا امام فخر الدین سامی

عدو کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں :-

العدو هو النقص "عدو کے معنی میں معاملات

فی الاعدو و عداور میں زیادتی کرنا اور جس حد پر

ما یسویان نقص رکنا چاہتے اس سے

علیہ یقال عدا علیہ اگے بڑھ جانا اعدا

عدوا و عدا و اعدیا علیہ عدوا و عدا و اعدا

واعدا و وعدیا عدا و اعدا و اعدا و اعدا

اذا اظلم ظلماتا نعدبا کا استعمال ایسے

مجاور اللحدہ موقع پر ہوتا ہے جب کہ

کسی نے کسی پر عد سے

زیادہ ظلم کیا ہو۔

عَادِ اصل میں عَادِی تھا۔ دو پہلے یا ہوا

فہا و خیر ما چیز کو جس میں ہے "وہو"

اور ملت بہ و اس کو جو ہو گئے کہ یہ بھی

اعدوسل میں گئی اور پتہ لگتے ہیں یہ تخر

سرحد و سرما سے اس کی بُرائی سے اور

فیہا و شرما اس چیز کی بُرائی میں ہے

اسلمت بہ۔ اور اس چیز کی بُرائی سے

کہ جس کو وہ لے کر بھی گئے ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جبہ نما

پر ابر بچھا تا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کارنگ

متغیر ہو جاتا کبھی باہر جاتے کبھی اندر آتے کبھی

انگے بڑھتے کبھی پیچھے ہٹ گئے یہ آپ کے اضطر

اور تردد کا بیان ہے) میر جب بکس جاتا تو یہ

کیفیت جاتی رہتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے جب اس بات کو پہچان لیا تو آپ سے دریافت

کیا۔ ارشاد فرمایا اے عائشہ شاید ایسا ہو جیسا

کہ تو تم عادنے کا تھا فَلَئِمَّا رَاوْهُ عَاكِرًا

مَسْفِلًا اَوْ دَنِيْمًا فَاَوَاهَدَا عَارِضًا مُنْظَرًا

میر جب دیکھا اس کو ابر سامنے آیا ان کو نالوں کے

بولے یہ ابر ہے ہم پر بڑا گناہ جی حدیث سے

تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ جب کا ہے کہ آپ کو اپنی



زیادتی اور یہی چارے محاب (امساخات) اور امام مالک بن انس کا قول ہے یہ لوگ ان بنو کیسے بھی کہ جو مسلمانوں کے خلاف خروج کریں ضرورت پڑ جانے پر مردار کھانے کو اسی طرہٴ صباح قرار دیتے ہیں جس طرہٴ کہ اہل حق کے لیے۔

اور مجاہد اور سعید بن جبیر یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص امام السلین کے خلاف بغاوت کر کے خروج نہیں کرتا ہے اور اس کا سفر معصیت کا سفر نہیں ہے تب تو اس کے لیے رہا ہے کہ مضطر ہو تو مردار کھائے ورنہ اگر اس کا سفر معصیت (رہزنی و دزدانی) کا سفر ہے یا وہ امام سے باغی ہے تو ایسی صورت میں اس کو کھانا حلال نہیں اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

اب اس پر غور کرنا ہے کہ ان دونوں معانی میں سے کس معنی کو زیادہ ترجیح ہے سو واضح ہے کہ مضطر کے احکام قرآن مجید میں ہیں بلکہ مذکور ہیں اول تو اسی آیت میں جو تین جگہ مذکور ہے فَصَلُّواْ اَوْ لَا تَعْلٰدِ (پھر جو کوئی عاجز ہو نہ زور

کرتا ہو نہ زیادتی) دوسری جگہ سورہ مائدہ میں اِذَا دُعِیْتُمْ لِمَا فَضَّلْتُمْ فِیْہِ فَخُذُوْهُ وَاِنْ کُنْتُمْ اَعْدَیْتُمْ لِمَا فَضَّلْتُمْ فِیْہِ فَاِنَّ اِلٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پھر جو کوئی ناچاہے ہو یا مجبور ہو کہ کچھ گناہ پر نہیں ڈھکتا تو اللہ بخشنے والا ہے) مہربان تیسری جگہ سورہ انعام میں واروہ وَاِنْ کُنْتُمْ اَعْدَیْتُمْ لِمَا فَضَّلْتُمْ فِیْہِ فَاِنَّ اِلٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور وہ کھل چکا جو کچھ پر حرام ہے مگر حسرت ناچاری ہو اس کی طرف) ان میںوں مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ضرورت اور ناچاری کا بیان فرمایا ہے اور انیۃ نیت یعنی اِلَّا مَا اضْطُرُّنَا لِمَا لَمْ یَسْرِ (میں اباحت کو مضطر کی حالت میں مطلق رکھا ہے کسی شرط یا صفت کے ساتھ معید نہیں فرمایا جو اس بنا کو مقتضی ہے کہ جب مضطر یا پابائے اباحت بھی پائی جائے خواہ مضطر کسی حال میں بھی ہو لہذا معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ سبب مضطر کے لیے اباحت کو واجب کر رہی ہے خواہ وہ مطیع ہو یا عامی۔ اب پہلی آیت میں جو غتر یا عِلَاقِہٖ اِذَا دُعِیْتُمْ فرمایا ہے تو اس میں دونوں احتمال ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ البغی والعدوان فی المال (یعنی کھانے کی چاہت اور اس میں زیادتی) مراد ہو اور اس کا بھی

احتمال ہے کہ ابھی علی الامام وغیرہ امام یا کسی اور کے خلاف بغاوت امر لاہو۔ اور محض احتمال سے کسی آیت کے عموم کی تخصیص نہیں کی جاسکتی بلکہ ایسی صورت میں آیت کو اسی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے کہ جس میں اس کا عموم بغیر کسی قسم کی تخصیص کے باقی رہے۔

اس پر بھی غور فرمائیے کہ ایک شخص کا سفر سفر معصیت نہیں کہ جو ناجائز ہو بلکہ وہ حج کے مبارک سفر پر نکلی رہا ہے یا جہاد اور تجارت کے لیے سفر کر رہا ہے مگر وہ اس سفر میں دوسرے شخص کا مال زبردستی لے لیتا ہے اور اس طرح اس کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کر بیٹھا ہے یا اسی سفر میں ناجائز چٹو دیتا ہے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتا اور اس طرح حکم الہی سے عدوان و مکرانی کا ترکب ہوتا ہے تو بالفاق مقربا۔ اس کی یہ بغاوت وعدوان اضطرار کی حالت میں اس کو مردار کھانے سے مانع نہیں بلکہ مردار کھانا اس کے لیے اسی طرح مباح ہے جس طرح کہ ان ناجائز امور کے ارتکاب سے پہلے اضطرار کی تائیں نقد اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غُفْرَانَ وَلَا عَادِ میں صیغہ وجہ سے بغاوت وعدوان کی نفی مردود نہیں کسی طرح آیت میں کسی مخصوص یعنی وعدوان

کا بھی ذکر نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ دروزن الفاظ مجمل میں اور محتاج بیان میں وجہ آیت الاحتمال اضطرار نہ ہوگی اس سے تخصیص نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ اضطرار کو کسی خاص حالت سے مقید کیا جاسکتا ہے کیوں کہ غُفْرَانَ وَلَا عَادِ کا استعمال اپنی حقیقت اور ظاہر پر مشوار ہے۔

ہاں اگر بیان البغی والمقصدی فی الاکل مراد لیس تو اس صورت میں ہم لفظ کو اسی حقیقت اور عموم میں استعمال کریں گے کہ جو اس سے مراد ہے اور جس کے لیے وہ لفظ لایا گیا ہے اور درجہ سے یہاں یہی معنی اولیٰ میں اول تو اس لیے کہ اس صورت میں یہ الفاظ اپنے عموم میں مستعمل ہوں گے یعنی مردار کھانے کے بارے میں ہر طرح کی چاہت اور زیادتی حرام رہے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ پھر اَلَا مَا اضْطُرِرْتُمْ شَدِّ کی تخصیص بھی نہیں کرنا پڑے گی۔

اسی طرح غُفْرَانَ مَجْزِئًا لَیْسَ بِہِ وہ اول نہ ہو گناہ پر کیا تیرے طلب ہو گا کہ وہ سارے گناہوں سے مجتنب ہے یعنی مضطر کے لیے شرط اباحت یہ ہوگی کہ اس سے قطعاً کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو خواہ اس گناہ کا تعلق کھانے سے ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ اگر اس نے کسی ایک روپیہ بھی دبا رکھا ہے یا کسی ایک

وقت کی بھی نماز چھوڑ رکھی ہے یا کسی ایک دن کے  
بھی روزہ کی نافرمانی ہے اور ابھی تک توبہ نہیں  
کی ہے تو اس کے لیے مردار کھانا دانا نہیں۔ یا پھر  
یہ منی کرنا چاہیے کہ خواہ اس سے کسی قسم کا بھی گناہ سرزد  
ہو اسے اکل میت کی اجازت ہے بس اتنی شرط  
ہے کہ اس کا سفر معصیت کے لیے نہ ہو اور وہ ہمارے  
کا باغی نہ ہو حالانکہ یہ سب کے نزدیک ثابت  
ہے کہ بعض معاصی پر اس کا جواز بنا بوقت اضطرار  
اس کے لیے مردار کے حلال ہونے کو نہیں روکتا  
اس لیے یہ معنی بھی مراد نہیں ہو سکتے اب وہ کون  
سا گناہ ہے کہ جو اجابت سے مانع ہے اس کو دوری  
مبکدستہ لاش کرنا پڑے گا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ لفظ  
کو تحمل اور محتاج بیان ماننا پڑے گا اور آیت کا حکم  
دوسری جگہ کے بیان پر موقوف رہے گا حالانکہ جہاں  
حکم ہم سے آیت کے حکم پر مل ہو سکے وہاں تک  
اس پر عمل کرنا لازمی ہے اور اس پر عمل کرنے کی  
صورۂ دہی ہے کہ ”اثم“ سے مراد وہی یعنی وہ  
تعدی فی الماکل ہے کہ بقدر سدر من کھائے یعنی  
اتنا کہ جس سے لعنت ہونے کا خوف جاتا رہے۔  
یہ واضح ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے  
وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ وَأُولَئِكَ أَنْتُمْ لَكُمْ

اب جو شخص کہ مباح کو استعمال نہ کرے اور مرجائے  
تو وہ ساکراہل علم کے نزدیک اپنے نفس کا قاتل اور  
اس کا لعنت کنندہ ہے اور علماء میں اس مسئلہ کے اندر  
عامی اور مطیع کا حکم مختلف نہیں ہے۔ بلکہ ایسی صورت  
میں عامی کا کھانے سے رُک جانا اس کے عیالوں  
میں اور زیادتی ہی کا باعث ہے۔ لہذا بحالت  
اضطرار بھی کھانے کے مباح ہونے میں عامی اور  
مطیع دونوں کا حکم ایک ہونا چاہیے۔ بخور فرمائیے  
اگر وہی عامی اس طعام مباح کے کھانے سے باز  
رہے ہو اس کے پاس موجود ہے اور اسی حالت  
میں مرجائے تو یقیناً نہ کھانے میں وہ اللہ کا نافرمان  
ہو گا۔ گو وہ باغی ہو اور اس کا سفر سفر معصیت ہی  
ہو۔ ظاہر ہے کہ بحالت ضرورت دنیا چاری مردار کا وہی  
حکم ہے جو وسعت و گنجائش کے ہوتے حلال کا لب  
اگر یہ سوال مٹایا جائے کہ آخر ”باغی“ اور ”عامی“  
کو وقت ہی کیا ہے کیوں نہ تو یہاں توبہ کر لے کہ مردار  
حلال ہو جائے۔ لہذا جب وہ توبہ نہیں کرتا اور مردار  
حلال نہ ہونے کے سبب بغیر کھائے مرجاتا ہے  
تو ایسی صورت میں وہ خود اثم خود کشی کا مرتکب  
ہے، تو اس کا جواب صاف ہے کہ بلاشبہ  
یہ آپ کا فرمانا بالیکن بہر حال اگر اس نے توبہ نہ کی  
جب بھی اس کو اپنے آپ کو لعنت کرنے کی اجازت



نہیں کہ کھانا چھوڑ بیٹھے اور مر جائے کیونکہ ترک  
توبہ سے اس کو خودکشی مباح نہیں ہو جائے گی  
بلکہ اس نے اگر ایسا کیا تو بدل مجرم ہوگا اور ایک کی  
جگہ سے دو گنا ہوں کا ارتکاب کرے گا۔ ایک  
خروج فی المعصیت کا اور دوسرا نہ کھانے کے  
باعث خودکشی کا۔

یہ بھی خیال رہے کہ مطیع اور عاصی کا حکم  
ماکولات و مشروبات میں مختلف نہیں مطیع اور  
فراہم و اگر کوئی چیزوں کے کھانے کی اجازت ہے  
تو خیال اندر معصیات شمار بندوں کو بھی ان کا استعمال  
حرام ہے اور جو طعمہ اور اشربہ نیک بندوں پر  
حرام میں ان کا استعمال گنہگار بندوں کو بھی ناجائز  
ہے۔ غرض حلت و حرمت کے باب میں  
اطاعت کیش اور معصیت کو ش میں کوئی فرق  
نہیں ہے۔ اب فیصلہ فرمائیے کہ اگر وقت  
ضرورت مطیعین کو اکل میہ مباح ہے تو عاصیوں  
کو ضرورت پڑ جائے تو کیوں حرام ہو جائے  
گا۔

شاید یہ خیال آئے کہ اباحت میہ ایک شرعی  
رضخت ہے اور عاصی کو رضخت سے  
نافدہ اٹھانے کا حق نہیں۔ تو اہل قویہ دراصل

ایک قسم کا مغالطہ ہے کیونکہ اکل میہ بحالت اضطرار  
درحقیقت رضخت نہیں بلکہ فرض ہے۔ اضطرار  
نے اس کی حرمت کو زائل کر دیا ہے۔ چنانچہ  
سابق میں گذر چکا کہ اگر مضطر اس کے کھانے سے  
باز رہا اور گریبا تو شرعاً وہ اسی طرح خودکشی کا  
مزمکب سمجھا جائے گا جس طرح وہ شخص کہ جس نے  
مقدور ہو کر روٹی کھانا اور پانی پینا چھوڑ دیا اور  
جان دے ڈال۔ دوسرے یہ دعویٰ کہ عاصی کو  
رضخت نافدہ اٹھانے کا حق نہیں یہ بھی سر  
سے غلط ہے۔ اگر عاصی مقیم ہو اور ماہ رمضان  
میں بیمار ہو جائے تو اس کو روزہ افطار کرنے  
کی رضخت حاصل ہے اسی طرح اگر وہ مسافر ہو  
اور رمضان میں پانی نہ پئے تو تیمم کر سکتا ہے اسی طرح  
مسح علی النخیل میں مقیم کو ایک دن اور ایک آٹ  
اور ستر کو تین دن اور تین رات تک موزوں  
پر مسح کرنے کی اجازت ہے اور اس باب میں  
عاصی اور مطیع میں کوئی فرق ہے۔

عربیت کے لحاظ سے غور کیجئے گا تو معلوم ہوگا  
کہ آیت **فَمِنْ اضْطُرَّ**  
**بِإِخْرَاجٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ**  
اور **فَمِنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ**

مَسَاجِدَ لَا شُرُكَ لَآلَہُ عَفْوَہُ وَ تَرْتَجِبْ  
 میں ایک فعل مضارع جس سے کلام مستثنی نہیں ہو سکتا  
 کیوں کہ مزدورت کا پڑنا مضطر کا اپنا ذاتی فعل  
 نہیں کہ جس کی بنا پر قَلَّا اِنَّہُ عَلَیْہِ و رَفِیَ  
 اللہ عَفْوَہُ تَرْتَجِبْ اس کی خبر میں سکے لہذا  
 فَتَمَّ اضْطَرَّ کے لئے خبر کا ہونا مزدوری ہے جس  
 پر کلام نام ہو کیوں کہ حکم کا تعلق نفس مذکور سے  
 نہیں ہے، اب جس خبر پر کلام ام ہو گا وہ اکل ہی  
 ہے گویا تقدیر آیت یہ ہے فمن اضطر فلا  
 مؤعظہ جو عاجز ہوا اور اس نے کھالیا تو اس  
 پر کچھ گناہ نہیں اور عَفْوَہُ تا غَدَا و لَعَلَّ تَوَلَّیْ  
 کے نزدیک کہ جو اس کی تفسیر عَفْوَہُ تا غَدَا فی المصنوع  
 و رَدَّ اَدْوٰی اَکْلِ سے کرتے ہیں یہ حالت اکل کا  
 بیان ہے یعنی اس حالت میں کھایا کہ نہ کھاتے وقت  
 مردار کی چابست تھی اور نہ کھانے میں مزدورت  
 کی حد سے آگے بڑھا صرف بعد مزدورت کھایا  
 اور جو لوگ کہ اس کی تفسیر عَفْوَہُ تا غَدَا و لَعَلَّ  
 المسلمین سے کرتے ہیں ان کے نزدیک تفسیر یوں  
 ہوگی فَتَمَّ اضْطَرَّ عَفْوَہُ تا غَدَا و لَعَلَّ المسلمین  
 فَاکَلَ فَلَاحَ عَلَہُ یعنی جو مضطر ہو انہیں طہیرو  
 مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور زیادتی نہ کرتا تھا

اور پھر اس نے کھالیا تو اب گناہ نہیں اس صورت  
 میں بغاوت و عدوان کھانے سے قبل اضطرار  
 کی حالت کا بیان ہو گا یعنی ایسا مضطر ہے کہ جو  
 مسلمانوں سے باغی نہیں ہے اور ان کے خلاف  
 سرتابی نہیں کرتا ہے بغرض ان کے خیال میں وہ  
 اکل کی صفت نہیں ہے اور پہلی تفسیر یہ اکل ہی کی صفت  
 ہے یہ حرف ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت شریفہ  
 فَتَمَّ کَانَ مِنْکُمْ مَعْرُضًا و عَلٰی  
 سَعْفِ قَعْدَةٍ مِّنْ اَیَّامِ اَحْسَرَ پھر جو کوئی تم میں بیمار  
 ہو یا سفر میں تو گنتی چاہیے اور دنوں سے اس  
 یہ معنی میں کہ جو کوئی تم میں بیمار ہو یا مسافر ہو اور  
 انتظار کرے تو دوسرے دنوں میں ان کو گن کر پورے  
 کرے جیسا کہ اضطر عَفْوَہُ ہے تقدیر آیت یوں ہے  
 فَتَمَّ کَانَ مِنْکُمْ مَعْرُضًا و عَلٰی سَعْفِ قَعْدَةٍ  
 بعدہ میں ابام احسر اسی طرح دوسری آیت  
 فَتَمَّ کَانَ مَعْرُضًا و عَلٰی اَذْمٰی مِّنْ تَرَاتُیْبِ  
 قَعْدَةٍ مِّنْ حُسْبِیَّامِ پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا  
 اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو بدلہ لے نہ لے  
 کہ یہاں فَلَاحَ مَعْرُضٌ ہے اور تقدیر آیت یوں  
 ہوگی فَتَمَّ فَلَاحَ مَعْرُضٌ مِّنْ حُسْبِیَّامِ یعنی اگر بیمار ہو  
 یا سر میں کچھ تکلیف ہو اور منڈا ڈالے تو روزے

رکھے۔ ان مقامات پر صرف اس لیے ہوا ہے کہ  
مناطلوں کو مخدوف کا علم ہے اور خطاب مذہب  
پر دلالت کر رہا ہے۔ اب غور کیجیے یہ مذہب بھی  
اسی بات کو بتلاتا ہے کہ یہاں ابغی والعدوان فی  
الاکل ہی مراد لینا اولیٰ ہے اور ابغی والعدوان  
علی السلین مراد لینا مناسب نہیں کیوں کہ ایت  
میں اس سے پیشتر سلین کا کہیں مذکور نہیں نہ مخدوفاً  
نہ مذکوراً جس طرح سے کہ اکل کا لفظ مخدوف ہے  
لہذا ایت کے اس کے مقتضی پر محمول کرنا اور  
عقرب تابع ولا عداۃ کو اکل کا حال اور اس  
کی صفت قرار دینا ہی اولیٰ ہے بہ نسبت اس  
کے کہ اس کو ایسے معنی پر محمول کیا جائے کہ جس  
پر لفظ مخدوفاً یا مذکوراً کسی طرح بھی متضمن نہ ہو  
ہاں تا یہ الا ماضی مضطر ہم میں کسی ضمار یا حد  
کے ماننے کی ضرورت نہیں کہ یہ بذات خود اس  
سے مستغنی ہے کیوں کہ یہ ایسے جملے سے اشتہار  
ہے کہ جس سے خود اس کے معنی یعنی تحریم سمجھ میں  
آ رہی ہے۔ اور مادہ ہے وَحَدَّ فَعَلَ لَكُمْ مَعْزَلًا  
الَا ماضی مضطر رُحَدُ النہر اور کھول چکام کو جو  
کچھ کہ تم پر حرام ہے مگر جس وقت ناجار ہو اس کا گھبرا  
ہو معلوم ہوا کہ حد سے غلطی سے متنبی ہے

لہذا اصباح ہے اس لیے یہاں کسی ضمار کے ماننے  
کی ضرورت سے گنجائش نہیں کہ ملاحظہ ہوا مضطر  
عَادَ ۵ ۳۱  
وہ پھر اس نے عود کیا وہ پھر آیا  
وہ گیا، نَصَرَ عَوَدَ سے جس کے معنی کسی چیز سے  
بہت جاننے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے  
میں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عَادَ اصل  
میں عَوَدَ تھا اور اوٹھ کر ماقبل مفتوح فتح رائی پر  
ثقیل تھا اس لیے واکر الف سے بلا عَادَ  
ہو گیا۔

واضح ہے کہ عود کے معنی کبھی صیروت کے  
بھی آتے ہیں چنانچہ طامنا صریح عبد الصمد طرزی  
المغرب میں لکھتے ہیں :-

عود کے معنی میں صیروت (ایک سال سے  
دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے) کے خواہ  
ابتداء ہو یا انانیا۔ پہلی صورت کی مثال ہے  
عَادَ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْفَدِيدِ اور یہاں  
تک کہ پھر آ رہے ہر جیسے پھٹنی پانی اور  
دوسری صورت کی مثال ہے كَمَا بَدَأْنَا

تَعْوَدُ رَبِّ جیسا کہ پہلی بنیاد دوسری  
لے بحث تمام احکام القرآن جہاں کا ترجمہ ہے۔

بار بزرگے خود کا تقدیر بنفسے بھی مڑتا ہے اور  
حرکت جادہ میں الیٰ علیٰ اور فی کے نام  
بھی نیر لام کے ذریعہ بھی جیسا کہ شائد سے  
وَقَوْلُهُ ذَا الْعَادُوْا لِيَعْلَمُوْا عَنِّيْ اور  
اگر کچھ بھی تو سپر کریں رہی جو منع ہوا صفت  
ان کو ۱

ایہ شریفی و مَن عَادَا وَلِلَّهِ اَخْبَارُ  
مَعْرِفَتِهَا خِلْدُوْنَ (اور جو کوئی پھر کے تو وہی ہیں  
دور رخ کے لوگ اسی میں رہ پڑے) میں عود سے مراد  
جیسا کہ حاج نے تفسیر کی ہے سو د کا پھر حلال  
سمجھنا ہے بعض سو خواری نہیں جیسا کہ زعفرانی نے  
اپنے اعتزال کی بدولت سمجھا ہے۔ اور آیت سے  
مناق کے عذاب دہی پر اسند لال کہا ہے کیونکہ  
عود کو کسی معنی پر محمول کیا جائے گا جس کی سابق میں  
تفسیر صحیح گذر چکی ہے۔ اور آیت سابق میں سو خواری  
اور بیچ پر قیاس کر کے اس کو جائز سمجھنے کا بیان  
ہے لہذا عود سے مراد اسی ناپاک اعتقاد کی  
طرت عود کا (ملاحظہ ہو تَعْدُوْنَ اَسَدُ ۱۲۴)  
عَادَا اَلْاَوَّلٰی، عَادَا اَوَّلٰی، اگلے عاو۔ یہاں اولیٰ

ہزہ کے ساتھ بغیر اس کا مرکز ظاہر کئے ہوئے لکھا  
جاتا ہے۔ اسی طرح رسم تشریفی میں عاد کی دال  
کے بعد ایک الف کا اور اضافہ کیا جاتا ہے کیونکہ  
یہ خود سے پہلے ہو کر رہے ہیں۔ ابن زید نے تفسیر  
کی ہے کہ ان کو عاد اولیٰ اسی لیے کہا جاتا ہے نہ سغیر  
فورح علیٰ نبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد  
پہلی ہلاک ہونے والی قوم یہی ہے ۲ اور صالحین  
قوم ہو علیہ السلام کو جنہوں نے ایمان کی بدولت  
نجات پائی تھی اور ان کی اولاد "عاد ثانیہ" کہلاتی ہے  
شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی عاد اولیٰ اور عاد ارم  
کو تو ایک خیال کرتے ہیں لیکن قوم ہو علیہ السلام  
کو عاد ثانیہ" بتاتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر غزالی میں تفسیر ابن  
دریں جاہ ابدا انت کہ علانام دو فرقہ است  
عاد اولیٰ کہ انہارا عاد قدیمہ نیز گویند و انہا  
اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح  
علیہ السلام اند۔ و انہارا عاد ارم  
نیز گویند زیر کہ ارم جد انہا  
بود و شہرا ارم نیز بنام جد خود  
سُحیٰ کردہ بودند

۱۔ تفسیر مدارک التنزیل، نام نسخہ ج ۱ ص ۱۰۰ ملاحظہ ہو تفسیر کشف آیہ ذکرہ ۲۵۷ فتح القدیر ج ۵  
ص ۱۱۲ - ۲۔ ملاحظہ ہو تفسیر لغوی اور تفسیر خاندن ج ۴ ص ۲۲۵ طبع مصر ۱۱۳۲ھ



اقرار تو خود حافظ ابن کثیر کو بھی ہے۔

حافظ ابن عساکر  
ہذا ہی عاد الاولیٰ عاد اولیٰ ہی میں کیوں کہ  
فان سیاقہا شبیبہ اس کا سیاق قوم ہود  
بسیاق قوم ہود کے سیاق کے مشابہ ہے  
وہم لاولیٰ اور قوم ہود عاد اولیٰ ہی  
میں۔

حافظ ابن کثیر کے شبیبہ کا شمار اسل ابن ابی کثیر کا  
وہ بیان ہے جو انہوں نے قوم عاد کی تباہی کے  
بارے میں تحریر کیا ہے اور جس کو مفسرین عام طور  
پر نقل کرتے ہیں۔ آئے ہیں کہ سب قوم عاد نے بجز  
کھڑکے ہر چیز کے مٹانے سے انکار کیا تو حق تعالیٰ  
شام نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک رکھا  
آخر جب یہ مجبور ہوئے تو انہوں نے تیر آدمیوں کا  
ایک وفد مکرہ کو روانہ کیا تاکہ وہاں جا کر پانی لے  
لیجئے دعائیں کریں اس زمانہ میں دستور تھا کہ جب  
کوئی سخت مجبوری ہوتی تو قرآن میں اگر اللہ تعالیٰ  
سے شائش کے لیے دعا کیا کرتے تھے چنانچہ  
یہ وفد مکرہ مغربیہ میں ایک ماہ تک تو معاویہ بن جبر کا  
ہاتھ بندھا کہ مزے سے وہاں سے نوشی کرتے اور اس  
کی وفود میں تھیں ان کا گانا گاتے کرتے ایک مہینہ

میں تک پہنچ پائے تھے اور ایک مہینہ یوں گزار دیا  
آخر مہینہ ان ہی کو خیال آیا مگر چونکہ واپسی کے لیے  
ان سے خود کہتے شرم آتی تھی اس لیے کچھ اشعار نظم  
کر کے لوٹ دیں کہ وہ دیکھ کر کہہ ان کو گائیں ،  
ان اشعار میں قوم عاد کی بد حالی پر توجہ دلائی تھی اور  
وفد کو اپنے فرض کی بجا آوری پر یاد دہانی کی تھی تو یہاں  
اشعار گانے لگیں تو وفد کو ہوش آیا ہرم محترم میں اٹھ  
کر گئے اور قوم کے لیے پانی کی دعا مانگی۔ رئیس  
وفد قیل بن غز نے جب دعا کی تو اشعار گانے نے  
تین دلیان بھیجیں سفید سرخ اور سیاہ اور آسمان  
سے مادی نے ندادی کہ اپنے اور اپنی قوم کے  
نیلے ان میں نہ کہ ہمارے ابر میں سے جس کو چاہے  
پسند کرے قیل نے کہا کہ میں ابر سیاہ کو پسند کرتا ہوں  
یہ ابر سیاہ ابر عذاب تھا جس نے قوم عاد کو تہ و بالا  
کر کے رکھ دیا۔ اور صفحہ ہستی سے ان کا نام نہ لے  
مشاؤلا۔ یہ قصہ بہت طویل طویل ہے ابن اسحاق  
نفس کو یہ تمام وکمال بیان کیا ہے سند امام  
احمد بن حنبل میں بھی یہ روایت حارث بن حسان  
بن زید اس قصہ کی کچھ اصل ملتی ہے اس  
بت پر حافظ ابن کثیر کو یہ شبیبہ ہوا کہ  
یہ حالات تو عادتاً نبی کے ہو سکتے ہیں کیوں کہ ابن اسحاق

کے بیان میں کہ شریف کا نام آیا ہے اور اس کا بن  
حضرت ابراہیم خلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے  
عہد میں ہوئی ہے نیز اس میں معانی بن بکر اور اس  
کے استعار کا تذکرہ ہے جو عواد اول کے بعد کا کلام  
ہے پھر اس کی زبان متقدمین کی زبان کے مشابہ  
نہیں لہذا سورہ اتحاف میں جس عواد کا ذکر ہے  
وہ بھی عاداتانہ ہیں۔ سو اس کے متعلق مرث اتنا  
عرض کیا جا سکتا ہے کہ سند کی روایت کے بارے  
میں تو خود حافظ ابی کثیر ہی نے لکھا ہے۔

هو غریب جدد ان وہ احادیث غرائب و  
غرائب الحديث و افراد میں غریب ترین  
افرادہ ملے روایت ہے۔

روای ابن اسحق کا بیان سورہ کوئی حدیث مرفوع نہیں  
کہ جس کی بنا پر خواہ مخواہ ظاہر سیاق قرآنی کو چھوڑا جاتا  
علاوہ ازیں قرآن مجید میں مصرع ہے **وَإِذْ كُنَّا أَحْسَا**  
**عَادِ إِذْ أَنْزَلْنَاهُ بِالْأَحْقَابِ وَقَدْ حَكَمْتَ**  
**الْعَالَمِينَ لَقَدْ كُنَّا مِنْ خَلْقِهِمْ أَعْبَادًا**  
**إِنَّا لَنَدُّهُ** (اور یاد کر عواد کے بھائی کو جب ڈر لیا اپنی  
قوم کو اختلاف میں اور گزر چکے تھے ڈرانے والے اس سے  
پہلے اور اس کے پیچھے کو نہ زندگی کر کسی کی اللہ کے سوا)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے  
بھی اور پیچھے بھی عادیں متعدد رسول گزر چکے ہیں لہذا  
بجائے اس کے کہ خود **تَسْمَانُ** کو سیاق کے  
خلاف اتحاف کے عواد کو عاداتانہ بتایا جائے مگر  
یہ کہنا چاہیے کہ ابن اسحق کے بیان میں جس عواد کا  
تذکرہ ہے وہ عاداتانہ تھے۔ اور یہ واقعہ حضرت  
ہود علیہ السلام کے علاوہ کسی اور پیغمبر کے عہد  
میں ہوا ہے پھر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ خود  
حافظ ابن کثیر حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق  
مسند احمد سے اسناد حسن و صحیح بیت اللہ کا واقعہ  
بھی نقل فرما رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ مسند ابی یعلیٰ  
سے حضرت نوح علیہ السلام کے حج کو بھی نقل  
کیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ کعبہ شریف کی بنا  
عہد ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہی ہونا چاہیے  
اور یہ ماننا چاہیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
ہم قول اس کی دوبارہ تعمیر میں آئی تھی۔  
**عَادُوا** : وہ پھر سے انہوں نے پھر کی عادت  
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب **لَعَادُوا** (وہ  
پھر جاتے وہ پھر کرتے ہیں) میں لام جواب لو میں  
واقع ہے (ماخوذ ہوا لام)۔

عَدُوْنَ اَحَد سے گزرنے والے اَحَد سے بڑھنے والے اَحَد سے نکلنے والے، عَدُوٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع عسَاد کی جمع بکالت رفع، عَادُوْنَ اہل میں عَادُوْذُوْنَ تھا، واو کلمہ میں جو تھی جگہ آیا اور بقیل اس کا معصوم زمانہ لہذا اس کو سی سے تبدیل کیا عَادُوْذُوْنَ ہوا، منہ سی پر دشوار تھا، نقل کر کے ناقبل کو دیا اب دو ساکن جمع ہوئے ی اور و سی کو حذف کر دیا عَادُوْذُوْث ہو گیا۔

علامہ رانجب اصغہانی ایضاً شریفیہ بَلْ اَسْمُ قَوْمٍ عَادُوْذُوْث (بلکہ تم لوگ جو وعدہ بڑھنے والے) کے تین معنی کرتے ہیں ۱۔ اَعْدُوْذُوْث یعنی اَحَد سے نکلنے والے ۲۔ اَعْدُوْذُوْث (بلکہ تم لوگ جو وعدہ بڑھنے والے) ۳۔ معاوِز الطور یعنی طور طریق سے ہٹنے والے یہ عرب کے محاورہ عدا طورہ (وہ اپنے طور سے ہٹ گیا) سے ماخوذ ہے۔ اس شعر میں معنی ہوں گے انسانیت کے طور سے ہٹ جاسیوں ایضاً شریفیہ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِضُوْنَ اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ وَاِنَّهُمْ لَغَفَّارُوْنَ مَعِيَّ اَتَمُّوْا ذٰلِكَ قَاوِلًا لِّكَ هُمْ اَعْدَاوُْذُوْث (وہ جو لوگ اپنے شہوت کی جگہ تھامتے

ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال دونوں پر سروران پر نہیں لایا، پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا کچھ سو دہی میں حد سے بڑھنے والے ہاتھ کی ناسخ ہے کیوں کہ ناسخ ہے کہ جن عورتوں سے متعہ کیا جاتا ہے وہ دونوں تالیقیناً نہیں ہیں، اور ازواج میں بھی داخل نہیں کیوں کہ وہ وارث نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ بات بالاجماع ثابت ہے حتیٰ کہ درافض بھی ان کی وراثت کے قائل نہیں ہیں بلکہ بیویاں سران مجید کی رو سے وارث ہیں اور ان کا حصہ زنان شریفین بصر ارحمت نکو ہے جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں رائج تھا۔ کوئی شخص جب کسی شہر میں جاتا اور وہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو وہ جتنی مدت کے لیے وہاں قیام کا ارادہ کرتا کسی عورت سے عقد کر لیتا وہ عورت اس کے مال و متاع کی حفاظت کرتی اور اس کا کام کاج بھی کر دیتی تھی، تاہم جب آیت اَلْاَعْلٰی اَرْوٰحِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ نازل ہوئی تو سوائے بیوی اور لونڈی کے ہر شرم گاہ حرام ہو گئی ۱۱۹ ۱۱۹ ۲۹



عَدِیَّتہ: دوڑنے والیاں دگھڑے یا اونٹنیاں  
تامنی شوکانی لکھتے ہیں:

عَادَ بَاتٌ عَادَتَہُ لَکِی مَعَجَہُ جَوَہُ مَعْنٰی تِیْز  
دوڑنے والی کہ ہے اَلْعَدُوَّ سے شتن  
جس کے معنی تیز روی کے ہیں۔ واکو کا قبل  
کے کمزور ہونے کے درجہ سے یا سے تبدیل کر یا  
جہ جس طرح سے کہ عَادَ بَاتٌ میں جو  
عَدُوَّ سے بنا ہے۔

اہم راغب فرماتے ہیں کہ عَدُوَّ کے معنی میں شکار کرنے  
اور پیوستگی کو ختم کرنے کے اب اگر چیز چلنے میں ہو  
تو اس کو عَدُوَّ (دوڑنا) کہتے ہیں۔ یہاں عَادَ بَاتَ سے کیا  
مراد ہے اس بابے میں مفسرین سلف کے دو  
قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطا  
مجاہد، مکرر جس لہجہ کی کجی، متادہ، متاعلیٰ اور ابوالحسن  
غیرہ کا قول ہے کہ غاروں کے گھوڑوں کی صفت  
ساں کی گئی ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود  
رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ارث  
ہی، محمد بن کعب اور سعدی کا بھی یہی قول ہے  
۱۰۰۔

تفسیر کتابوں میں "العادی" کے متعلق حضرت

علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے مابین  
ایک نہایت دلچسپ کالم منقول ہے جو یہاں درج  
کیا جاتا ہے۔ ابن جریر ابن ابی حاتم، ابن النہبی  
در کتب الاضداد میں (حاکم اور ابن ہوش) اس روایت  
کو صحیح بھی لکھا ہے اور ابن جریر ابن عباس  
رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں کچھ ہموار  
کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نے سنا کہ  
"العادیات غنما" کے متعلق دریافت کیا، میں نے کہا  
یہ ان گھوڑوں کا بیان ہے جو اشتر کی راہ میں تاخت  
کرتے ہیں اور جب سرنام واپس ہوتے ہیں تو پھر  
لوگ کھانوں کی تیاری کئے لیے آگ جلاتے  
ہیں وہ میرے پاس سے پلٹ کر حضرت  
علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے پاس  
پہنچا آپ اس وقت زمر کے سفایہ کے نیچے  
تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ سے بھی سی  
کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا تم مجھ سے پہلے  
بھی اس کے بارے میں کسی سے دریافت کر چکے  
ہو کہنے لگا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما  
سے پوچھا تھا، انہوں نے بتلایا کہ یہ وہ گھوڑے  
ہیں جو اشتر کی راہ میں تاخت کرتے

میں آپ نے فرمایا اور انہیں میرے پاس لے آؤ  
جب میں آپ کے پاس لایا تو فرمائیے لگے کہ تم لوگوں کو  
وہ بات بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ خدا کی قسم یہ بلا  
غزوہ ہجرا اسلام میں ہوا وہ بدر تھا اور اس وقت  
ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک  
حضرت ازیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس کے پاس اور  
دوسرا حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ  
اس کے پاس آخر العادیات ضحاک سے یہ مطلب کب نکلا  
لعاذ بانحضراً سے تو وہ ازنیان مراد ہیں جو عترت  
سے مزولفہ تک وراثتی ہیں اور جب لوگ خروار  
سماں سے تھے تو پھر آگ روشن کرتے ہیں اور  
الغیراب ضحاک سے کب کو مزولفہ سے منیٰ کی  
طرف تاخت کرتی ہیں چنانچہ یہی جنتنا سے  
ہو رہا ہے اور خوار بہ نفعاً اس میں زمیں کے  
اُس غبار کا بیان ہے جو ان اونٹنیوں کے قدموں  
تلیے روندنے سے اُٹھتا ہے۔ ابن عباس رضی  
اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پھر میں نے اپنے قول کو  
چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف  
رجوع کر لیا۔ اور ابن جریر ابن المنذر اور ابن  
ابی عامر ابیہم نخعی سے نقل ہیں کہ جب حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ بدر میں گھوڑے  
نہ تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے  
کہا تھا کہ یہ سواروں کے ایک خاص دستہ کا  
بیان ہے جو کبھی جنگی مہم پر روانہ کیے گئے تھے  
اور عبد بن حمید نے شعبی سے جو اس مکالمہ کو  
نقل کیا ہے اس کے اخیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی  
رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا تھا کہ ما خلف فرطی  
اس میں غبار اُڑانے کا ذکر ہے اور غبار گھوڑوں  
کی پالوں ہی سے اُٹھتا ہے نیز عبد الرزاق، حمید  
بن منصور، ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم  
بغری، عمرو بن دینار، حضرت ابن عباس رضی  
اللہ عنہما سے لعاذ بانحضراً کی تفسیر میں راوی ہیں  
بس سبی من سوائے کتے اور گھوڑے  
الدواب جمع الا کے چوپایوں میں سے کوئی  
الکلب والفرس۔ جانور نہیں مانگتا۔  
حافظ ابن جریر عثمانی نے اس روایت کا اسناد  
کو صحیح کہا ہے۔  
اسی طرح کئی گفتگو ان دونوں حضرات کے ساتھ  
میں بھی ہوئی ہے۔ چنانچہ عبد بن حمید

ابوصالح سے قتل کرتے ہیں کہ میرے اور عکرمہ درمیان  
 العادیات پر گفتگو ہوئی وہ کہنے لگے کہ ابن عباس  
 رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ جہاد کے گھوڑے ہیں  
 اور میں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے  
 کہ یہ حاجیوں کا اونٹ ہیں اور میرے مولیٰ تمہارے  
 مولیٰ سے زیادہ عالم تھے۔ پھر حال گو اس اونٹ  
 بھی مراد لیجھا جاسکتے ہیں تاہم عامہ مفسرین و اہل  
 نے العادیات سے گھوڑے ہی مراد لیجئے ہیں چنانچہ  
 امام قرطبی فرماتے ہیں :-

کذا قال عامة المفسرين عامه مفسرين اور اہل لغت  
 و اهل اللغة نے ایسا ہی کہا ہے۔  
 اور قاضی محمد بن علی شوکانی لکھتے ہیں :-

وللرحم انہا الخيل اور راجح یہی ہے کہ یہ  
 کما دھب الجھور گھوڑے ہیں چنانچہ جہور  
 و کما هو الظہر میں اسی طرف گئے ہیں اور  
 ہدہ لاوصاف یہی ان ارشاد سے ظاہر  
 لہد کورۃ فی ہذہ ہوتا ہے جو اس سورت  
 سورتہ فارہا میں مذکور ہیں کیوں کہ  
 فی الخیل او منہا یہ صفات بہ نسبت

فی الزبل سے اونٹ کے گھوڑوں میں زیادہ  
 واضح ہیں۔

اور تفسیر کبیر میں اسی کو اکثر متعین کا قول لیا کر  
 کے لکھا ہے کہ۔  
 العادیات کا الف لام اگر ہم عہد کا قرار دیں  
 تو عمل قسم اسی سر تیرہ دستہ فوج کے سوار  
 ہوں گے اور اگر جنس کا قرار دیں تو یہ ان قدام  
 گھوڑوں کی قسم ہوگی کہ جو اللہ کی راہ میں دوڑ  
 ہیں۔

اور واضح رہے کہ آیتیں پکار کر بتلا رہی ہیں  
 کہ یہ گھوڑے ہی مراد ہیں کیوں کہ صبح گھوڑے  
 ہی میں پایا جاتا ہے۔ اور اونٹ کے نیچے  
 اس کا استعمال استعارہ ہے جیسا کہ شافعی  
 (اونٹ کے ہونٹ) اور حافض رکنہ کا انسان  
 کے پیچھے اور شغفستان (انسان کے دونوں ہونٹ)  
 کا پچھڑے کے لئے اور تصبیقت کو چھوڑ کر بلا وجہ  
 مجاز مراد لینا جائز نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سورۃ العادیات  
 کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ فارسی زبان میں لکھا ہے

جس کا نام ہے تحصیل الخاتم ولبیکات سورة العاديات  
اس میں العاديات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
”آوازنا سب راستہ نام است، صہیل کہ بلند  
کند آواز را چنانکہ عادت است و حمہ  
چنانکہ برائے علف کند و صبح آواز افس  
اور ورویداج“

عَادِيَتٌ: تم نے دشمنی کی، تم نے عدوت رکھی  
مُحَاذَاةٌ (باب مغالط) سے جس کے معنی کسی  
ساتھ دشمنی کرنے کے میں ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر  
(ملاحظہ ہو عَدَاةٌ)

عَادِيَتٌ: گئے والے، شمار کرنے والے عَدَّ  
سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر عَادَّ کل جمع سب  
نصب، عَادِيَتٌ اصل میں عَادِيَتٌ تھا، و حرف  
ایک ہی جنس کے جمع ہوئے لہذا ایک کا دوسرے  
میں اور نام کر دیا گیا، عَادِيَتٌ ہو گیا۔ یہاں عَادِيَتٌ سے  
بعض نے تو حساب والوں کو مراد لیا ہے اور بعض  
نے ان فرشتوں کو جو اعمال اور دنیا کے اوقات  
دوساعت قلم بند کرتے رہتے ہیں (ملاحظہ ہو  
تَعْدُوْنَ اور عَدَدًا)

عَارِضٌ: ابر، بادل، عَرَضٌ سے اسم ناعل کا  
صیغہ واحد مذکر، اما راعب لکھتے ہیں۔

”عَارِضٌ وہ ہے جو اپنے عرض (چوڑائی) کو  
ظاہر کرے یہ لفظ بھی تو بادل کے لیے مخصوص تھا  
ہے جیسے هَذَا عَارِضٌ مُنْطَرِفًا (یہ  
ابر ہم پر برسے گا۔ نیز جو بیماری لاحق ہوتی  
ہے اس کے لیے کہا جاتا ہے یہ عَارِضٌ  
من سقیہ (اس کو بیماری کا عارضہ ہے)  
اور کبھی یہ لفظ رخسارہ کے لیے خاص ہوتا ہے  
جیسے اخذ من عارضہ اخذ من  
رخساروں سے اس نے لیا، اور کبھی ناست ہی کے  
لیے آتا ہے چنانچہ ہنستے وقت جو اگلے آنٹ  
ظاہر ہوتے ہیں ان کو عَارِضٌ کہا جاتا ہے  
اور فلان مشدید العارضۃ  
جوت بیان سے کنایہ ہے“

کشاف میں ہے کہ عارضہ بادل ہے جو افق آگیا  
پر نمودار ہوتا ہے صاحب تاج العروس نے امہ  
لفظ سے اس کی حسب ذیل تشریحات نقل کی ہیں  
البزید کا بیان ہے کہ عارضٌ وہ بدل

یہ رسالہ المکاتیب والرسائل الیٰ رباب الکمال والفضائل کے ساتھ کہ جو شیخ کے مکاتیب کا مجموعہ ہے طبع ہوا  
ہے۔ ملاحظہ ہو المکاتیب والرسائل ص ۲۷، معبر بر ماشیہ اخبار الاخبار طبع مکتبانی دہلی۔  
۱۰۰ اکثبات عن حقانی خزائن، معنی التزیل ج ۲ ص ۲۰۲ طبع العامۃ مصر ۱۳۰۵ھ



قرار دیا گیا اس کی وجہ امام فخریہ بیان کرتے ہیں:-

والعصو للراح حقیقت میں تو "عصوف"

و انما جعله تابعا ہواؤں ہی کی صفت ہے

للبوم علیٰ حقیقت اور بوم کی جو اس کو بنایا گیا ہے

احد لہما از العصفو تو صوف و بوم سے ایک

و ان کان للبریم فان تو یہ گو "عصوف"

الیوم بوصف ہے "تو ہی کے لیے مخصوص

لاں الریحونکوں ہے تاہم بوم کو بھی اس کے

فیہ فجازاں یقال مصوف کر دیا جاتا ہے

یوم عاصف کما چونکہ آدھی اس دن

یقال یوم عاصف میں ہوتی ہے لہذا بوم

یارد والحد والبرد عاصف کہتے دست

فہما والوجہا رشح ہے جس طرح سے کہ

ان بقاں ارادی تو ہمارا اگر مہن اور بوم

یوم عاصف السبح بار و سردیوں کہا جاتا ہے

لانہا ذکرستی جبکہ ان دونوں میں گرمی و سردی

اول الکلمۃ - سردی ہر دوسری وجہ

دمج العروس ا یوم عاصف میں ہر اس کے

مرا دینے کے چونکہ ابتداء الايام

میں دہری مذکور ہے -

والعصف جمع (عصف) عصفاً ۱۳

۱۵

عصففت: جنم نکال دینے والیاں وہ ہا میں جو

تیز و تندی میں، آندھیاں، عصف سے اسم

فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، علامہ سید تفسیر زبیدی

تاج العروس میں لکھتے ہیں عاصفات وہ ہوائیں

ہیں کہ جس پر گزرتی ہیں مٹی ڈال کر اس کا بھس بنا

دیتی ہیں عاصف کی جمع -

واضح رہے کہ آں مجید میں حق تعالیٰ شانہ

نے سورۃ "المرسلات" میں حسب ذیل پانچ چیزوں

کی قسم کھائی ہے المرسلات العاصفات

الناشرات الفارقات الملعیات ان پانچوں

چیزوں کے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے

مختلف اقوال ہیں مولانا محمد سعید اسلمی مدنی

اپنی تفسیر میں اسباب الرحمن میں لکھتے ہیں:-

"بناکے مفسرین ذکر کردہ اندہ تفسیر اس پنج کلمہ

وجہ ہے چند اول اکہ مراد اس پنج باد ہائے

کہ ذکر کردہ شدہ تفصیل و برہینہ عبور ثانی

انکے مراد ازاں فرشتگانند و میں است مروی

از ابن مسعود رضی اللہ عنہ . . . . .

. . . . . و عاصفات ہماں فرشتگانند کہ چھ باد

شدیدی پرند و نازل شوند تشبیہ داد ہ

شدند فرشتگان در سرعت پرواز لیشاں

بوزمین باد صفت، و نیز در بنی مراد از عاصفات  
فرشتگانیکہ می برند و راج کفار را و ہلاک کنند  
ایشان را ما خود از قول عرب تصف بالقوم  
لے برود ہلاک و ناکند ایشان را و نیز اقول  
و اد کہ مراد از "عاصفات" آیات ہست کہ بود چوں  
زلزلہ و عاصفات و خسوف و مانند آن ...

ثالث آنکہ مراد از "مرسلات عرفا" آیات قرآن مجید  
است کہ فرودی کا یہ پے در پے پیغمبر خدا علیہ السلام  
بہر دعوت و خیر و عاصفات ہیں آیات قرآن  
است کہ می لرزاند و ہمارا بزرگ و عیدہ، آنکہ می گرداند  
ہمو بزرگ گشت افسردہ و ریزہ شدہ یا باد و  
محو کند سائر کتب را دیان را بے نسخ ...

رابع آنکہ مراد از بیخ کلمات پیچیدہ و اخصیت  
بلکہ چیز ہائے متغیرہ مراد است باینکہ از  
مرسلات تا ناشعرات باد را مراد  
است و از قول فالغارات  
تا ذکر فرشتگان

و بہر تقدیر بہر تاویل این پنج اسماء مقسم  
بہ بود و تم خوردن خدا تعالی باین چیز ہا  
دالت دارد و بہر لون آن معظم نزد خدا تعالی

و مناسبت در میان باد و فرشتگان چہی کہ فرشتگان  
روحانی اند سریع الحركات بسبب لطافت  
خود چوں باد، و نیز ایں ہر دو مخلوقات اکثر خود  
خداست تعالی اند چنانکہ در خبر است آنکہ  
جنود اللہ الملائکہ والرحیہ و از جہت ہیں  
مناسبت ذکر کردہ شدند ہم در قسم در و ہر خبر  
(انتہی غصبا بقدر الخافہ) ۲۰

عاصفۃ: باد تند، اندھی از دو ک ہوا عصف  
سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، ۲۱  
عاصیم، بپانے والا، حفاظت کرنے والا، روکنے  
والا، عصفۃ سے جس کے معنی حفاظت کرنے کے  
اور روکنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر  
۲۲ ۲۳

عاقبۃ: اعمات کرنے والے عفو سے ام  
فاعل کا صیغہ جمع مذکر، عاقب کی جمع ہیات لغب  
و ہر دو ملاحظہ ہو عفو، ۲۴

عاقب: اُس نے بلکہ دیا۔ اس نے نزاری  
مُعَاقِبَہ (معاقلہ) سے جس کے معنی عقوبت کرنے  
اور سزا دینے کے ہیں ماضی  
کا صیغہ واحد مذکر عاقب

اغْتَابَ اور مُعَاذِیۃ میں فرق یہ ہے کہ پہلے لغت  
کا استعمال جزا وغیرہ کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے  
کا جزا شر کے لیے علامہ ابوالقاسم بن القناع کتاب  
الافعال میں لکھتے ہیں۔

والعرب تقول اعقب الرجل یعنی میں  
جاریتہ بخیر نے اس شخص کے ساتھ  
و عاقبت جاریتہ بہتر بد کیا اور عاقبتہ  
بشر یعنی اس کو تبدیل دیا ۱۸

عَاقِبْتُمْ؟ تم نے بدلہ دیا۔ تم نے سزا دی۔ تمہاری  
باری اُئی مُعَاقِبَتِہ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر  
آر ش لضع وان فاقکم نسبی من الکفا فَعَاقِبْتُمْ  
فَانَا کَذِبْتُمْ وَهَوَّیْتُکُمْ اَنْزَلْنَا بِجَلَدِہِمْ مِثْلَ  
مَا اَنْفَعُوا اودا کر عاقی میں ہمارے ہاتھ  
کے کوئی تمہاری عورتیں کا زوں کی طرف پھرتی

نوبت آئے تو درد ان کو جس کی عورتیں جاتی رہی ہیں  
جبنا انہوں نے خرچ کیا تھا کے متعلق امام ابو  
جعفر ہستی تاج المصادر میں لکھتے ہیں:

قوله فَعَاقِبْتُمْ تاویلہ عَاقِبْتُمْ کا مطلب  
فکات العبد لکم و یہ ہے کہ قید تمہارے  
الغلبۃ لکم حق میں ظاہر ہو اور  
حتی غنمتم غلبہ تمہارا ہونا لکن تم

و معنی عاقبتہم غنیت حاصل کرو اور  
اصیخوہم فی معنی اس کے یہ ہیں کہ تم  
القتال بعقوبتہ نے جنگ میں ان کو اتنی  
حتی غنمتم عقوبت پہنچائی کہ غنیت  
حاصل کر لی۔

امام بیہقی نے معاقبتہ کے حسب ذیل معانی  
لکھے ہیں عقوبت کر دینا اور پہلے کے درہندہ  
برزخیت کا اسے کر دینا وغنیت یا غنن آیہ مذکور  
میں سب معانی بن سکتے ہیں تم نے ان کو سزا دی  
تم نے ان کا عاقب کیا۔ تمہاری باری اُئی تم نے  
غنیت پاتی ہر صورت میں مراد یہ ہے کہ جب تمہاری  
اور ایلگ مہر کی باری آئے۔ کیوں کہ یہ سب معانی  
کامیابی اور فتح و ظفر پر دلالت کرتے ہیں جس  
کے بعد ادائیگی مہر میں کوئی دقت نہیں۔

$\frac{۱۳}{۲۲}$   $\frac{۲۸}{۸}$

عَاقِبْتُمْ مَآ: ان دونوں کا انجام ہی دونوں کی  
عاقبت، عَاقِبَۃٌ مَعدَات، مَآ خیر شنیہ  
مذکر غائب مَعدَاتِہ (ملاحظہ ہو عَاقِبَۃ)

$\frac{۲۵}{۵}$

عَاقِبُوا؟ تم بدلہ دو، تم سزا دو، مُعَاقِبَۃً  
سے یعنی سزا دینے اور عقوبت کے امر کا صیغہ



جمع ذکر حاضر۔ ۱۳

عَاقِبَةُ: عاقبت، انجام، آخر، اصل میں عَقَبَتْ  
تَعَقَّبَ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے سے آنے  
کے ہیں لیکن اس کا استعمال ہر شے کے آخر اور  
انجام کے لیے ہوتا ہے۔ ۱۰۔ اَمَامَ رَاغِبٍ لَمْ تَقْرَحْ  
کئی ہے کہ اس کا استعمال ثواب کے لیے مخصوص  
ہے جیسے وَالْعَاقِبَةُ الْفَنَئِیْنِ (اور آخر بے لاپے  
اور رول کا) اور اضافت کی صورت میں کسی بھی عقوبت  
کے لیے بھی آتا ہے جیسے مَثَرُ کَاثَ  
عَاقِبَةُ الدِّیْنِ اَسَاوُذَارِ عَاقِبَتِ خَرَابِ مَوْتِ  
ان لوگوں کی جنہوں نے جُسا کام کیا تھا، اور آیۃ  
شَرِیْفَةٌ کَانَ عَاقِبَتُهُمْ اَنْهَمَا فِی السَّارِیْمِ  
آخِر ان دونوں کا یہ انجام یک پر اگر مدلول آگ  
میں ہیں، استعارہ بالعقد ہو سکتا ہے جیسا کہ  
قَبَسَتْ هُمُ بَعْدَ اَبِیْنِمْ دَسْوَانِ کُزْخَجْرِی  
دُکھ والی مار کی، میں کہ عذاب کی خوشخبری نہیں  
بلکہ دھمکی ہوتی ہے، لیکن یہاں مستفادہ بالعقد  
کے طور پر وعید کو ثبات سے تعبیر کیا ہے  
اسی طرح آیہ مذکورہ میں انجام بد کی تعبیر عاقبت سے  
کی گئی ہے اس کے جمع عواقب ہے۔

۱۳ ۱۲ ۱۱ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۱۳ ۱۲ ۱۱ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۲۸ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

عَاقِبَةُ: بانجھ، عفاۃ سے جس کے معنی عورت  
کے بانجھ ہونے کے ہیں، بروزن خاں معنی ام  
مسوب ہے، اَمَامَ رَاغِبٍ صغیرانی لکھتے ہیں،  
عَفْرُ الْمَوْضِعِ عَفْرُ الدَّارِ (پیش کے مسافہ)  
مَوْضِعِ اور گھر کے صحن اور جگہ کو کہتے ہیں، در  
عَفْرٌ بِالْفَتْحِ بھی بولتے ہیں۔ اور عَفْرٌ  
کے معنی میں میں نے اس کی عَفْرِ جڑ پر  
رسید کیا جیسے راسد کے معنی میں میں نے  
اس کے سر پر ضرب لگائی۔ اور اسی سے  
نکلا ہے عَقَبَتِ النخْلُ میں نے درخت  
خرما کو جڑ سے کاٹ ڈالا اور عَقَرُ البعیر میں  
نے اونٹن کو کونچیں کاٹ دیں، اور عَمَرْتُ  
ظہال بعیر فالعفر میں نے اونٹن کی پشت  
پر زخم لگایا تو وہ زخمی ہو گیا۔

اور اسی سے حسب ذیل الفاظ کا استعارہ کیا  
گیسا ہے سَزَجٌ مُعْفَرٌ (زخمی کر دینے  
والی زین۔ اور کَلَّتْ عَفْوَرٌ (دگ گززدہ  
کٹ کھٹا کٹا، اور رجل عافر (بانجھ مرد)  
اور اِمْرَاةٌ عَافِرَةٌ (عورت جو بچہ نہ جنمے گویا

مرد کے لفظ کو قطع کرنے والی ہے۔

یہ واضح ہے کہ اس کا فعل ضربت، سیم اور کرم تینوں بابل سے آتا ہے آج العرب میں ہے کہ عافاً اسم ہے نسبت کے معنی میں یعنی ذات عفت کے معنی جیسے کہ امراۃ حائضہ و معنی ذات حیض، امراۃ طالق (معنی ذات طلاق) ہے تا ماضی شوکانی نے لکھا ہے کہ اگرناعل کے معنی میں ہوتے تو عقیقہ ہونا چاہئے تھا تعزیر کی میں ہے کہ اس لفظ کا استعمال مذکر و مؤنث دونوں کے لیے کیاں ہوتا ہے اور تا ماضی شوکانی نے تصریح کی ہے کہ جو عورت بڑھاپے کے سبب سے نہ جنم وہ بھی عاف ہے اور جو باندھ ہو وہ بھی اور یہاں بخیر مراد ہے۔ ان بی بی صاحبہ کا نام ابن جریر نے فی البیاض بنت نافور بن بل بنایا ہے جو حنفی رضی اللہ عنہا کی ہیں جوئی ہیں حنفی رضی اللہ عنہا حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کا نام ہے اور مورخ ابن قتیبہ ان کا نام البیاض بنت عمران بیان کرتے ہیں۔ پہلے قول پران کے صاحبزادے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام حضرت سیدے

علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے خالہ کے بیٹے ہوتے ہیں اور مذکور قول پر خود مفسر علی علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے

عَافِيَةُ

عَافِيَةُ: رہنے والا، باشندہ، متوطن، مجاور لگ بھگ عافیت، اسم کا صیغہ واحد مذکر، راعب اصغہانی لکھتے ہیں۔

عَافِيَةُ کے معنی میں تعظیم کے طور پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اس کو لازم پکڑ لینا۔

”ماج المصاد میں اس کے حسب فی معانی لکھے ہیں، روکا جانا کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا کسی چیز کے گرد جمع ہونا۔ کسی جگہ میں مقیم ہونا اور باری العاکف فذہ قائلہ کے متعلق امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ ”سلف کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ عَافِيَةُ سے مراد اہل حرم اور باد سے غیر اہل حرم ہیں۔ اور ظلت علیہ عَافِيَةُ میں عَافِيَةُ معنی مجاور و متکف ہے کیوں کہ جب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَالِ : سرکش، متکبر، غالب، قابض، غلظت

سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، علامہ ابو جعفر

بیہقی نے غُلُوّ کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں :

سرکشی کرنا۔ بلند ہونا۔ کسی کام پر قابض ہونا، کسی چیز کے

ادب ہونا۔ کسی شخص پر غلبہ پانا۔ یہاں سب معانی

بن سکتے ہیں لیکن اس کے استعمال مذمت کیلئے

ہوا ہے۔ اس لیے اس کا لحاظ ہے عَالِ اصل

میں عَالِ تھا غَاڑ میں جو قلیل ہوئی رہی اس میں بھی

ہوئی ہے (بلا خط ہو غَاڑ اور غُلُوّ) ۱۹

عَلِمَ : جاننے والا۔ علم رکھنے والا۔ عِلْمُ

سے ہمہ عمل کا صیغہ واحد مذکر قرآن مجید میں اس

لفظ کا استعمال حق تعالیٰ کی ذات عالی ہی کے لیے

ہوا ہے۔ اور جب حق تعالیٰ شانہ کے لیے اس

لفظ کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے

ہیں وہ ذات عالی کہ جس پر کوئی چیز مخفی نہ ہو اور

ہر چیز کی حقیقت سے باخبر ہو۔ چنانچہ امام بیہقی

کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں :-

قال الطبرسی فی علمی نے عالم کے معنی

معنی العالم انہ تباہے ہیں وہ ذات جو

مدرك الاشياء اشياء کا اس طرح ادراک

عُكُوف کا اصل علی آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے

ہیں کسی چیز کی طرف اس طرح الٹ کر پیچ جانا کہ

اس کی طرف سے منہ ہی نہ موڑے تاج العروس

میں ہے وحلف علیہ عکوفنا اقبل علیہ

مواظبا لا تصرف وجہہ عہ یعنی اس کی

طرف اس اہتمام سے متوجہ ہو کہ اوہر سے منہ

ہی نہیں ہٹانا۔ ۲۰ عَاكِفًا ۲۱

عَاكِفُونَ : مختلف اعتکاف کرنے والے

مجاہد اگر جمع ہونے والے عُكُوف اسم فاعل

کا صیغہ جمع مذکر عَاكِف کی جمع سموات رفع

تاج العروس میں ہے کہ عَاكِفُونَ ہی مقمور

ملازمین (ادب رجوع یعنی خیم ہونے والے اور

یہ جہنے والے کہلے ہی نہیں، اور عکوف فی المسجد

کے معنی ہیں مسجد میں اعتکاف کرنے کے اور اعتکاف

شرع میں کہتے ہیں عبادت کی نیت سے اپنے

آپ کو مسجد میں روک کر رکھنے کو۔ ارشاد الہی عَاكِفُونَ

فِی الْمَسَاجِدِ مَا عَاكِفُونَ سے معکف لوگ اور

میں اور یہاں یہ لفظ اپنے شرعی معنی میں استعمال

ہوا ہے اور مَا هَذِهِ الْعَمَلُ الَّذِیْ أَنْتُمْ لَهَا

عَاكِفُونَ (یہ کیا صورتیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے)

میں عَاكِفُونَ سے اس کے لغوی معنی مراد ہیں

علیٰ ما ہی بدہ کہ جس طرح پرکرو  
اور نام راغب رقم طراز ہیں :-

والعالم فی وصف عالم جب اللہ تعالیٰ کا  
اللہ ہوا الذی وصف ہر تو اس کے  
یخفی علیہ شیء و معنی میں وہ ذات جس  
ذلک لا یصم الا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں  
فی وصف اور یہ بات صرف اللہ  
تعالیٰ - تعالیٰ ہی کے وصف  
میں صحیح ہے ۔

ملاحظہ فرمادیں ۱/۱۵ ۲/۱۱ ۳/۱۲ ۴/۱۵ ۵/۱۳

۶/۱۶ ۷/۱۶ ۸/۱۶ ۹/۱۶ ۱۰/۱۶

عَالَمِیْنَ : جاننے والے، علم رکھنے والے  
عِلْم سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر عالم کی جمع  
سجالت رافع ۲۱

عَالِمِیْنَ : جاننے والے، علم رکھنے والے، علم  
سے اسم ناعل کا صیغہ جمع مذکر عالم کی جمع  
نصب و جہ ۱/۱۵ ۲/۱۱

عَالَمِیْنَ : اس سے جہان، رقام، عالم،

عَالَمِیْنَ : جمع سجالت نصب و جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات  
کے سوا سب مخلوقات کو "عالم" کہتے ہیں ۔

علامہ ابوالبرکات عبدالمشہد ابن احمد سبکی تفسیر  
مالک الترمذی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں ۔

"ہجاء جواہر اور اعراض جن سے خالق کا علم  
ہوتا ہے یہ سب عالم میں یا اللہ تعالیٰ کے  
سوا کچھ موجود ہے اس کا نام "عالم" ہے  
اور یہ نام اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ  
کے وجود کی علامت ہے۔"

اور نام راغب مفہومات القرآن میں رقم طراز ہیں

"عالم آسمان اور آسمان کے لیے جو جواہر و اعراض  
میں ان کا نام ہے ۔ یہ اصل میں اسم ہے اس  
چیز کا جس کے ذریعہ علم حاصل کیا جاسکے جس  
طرح سے طالع (شمس) اور خاتمہ (مرہ)  
ان اشیاء کے اسم ہیں کہ جن سے شمس نکالیا جاتا  
اور مرہ کی جاتی ہے اور اس صیغہ پر اس کی  
بناد بھی اسی لیے رکھی گئی ہے کہ وہ بھی  
بمنزلہ آلہ کے ہے کیونکہ عالم اپنے بنائے

لے کتاب مذکور ص ۱۵ جامع انوار احمدی الدیاد - سے واضح رہے کہ منطقی ذات کو "جوہر" کہتے ہیں اور وصف کو "عرض"۔  
ذات کی دو قسمیں ہیں جسم اور روح جسم اس کو کہتے ہیں کہ جو محسوس ہو اور طول، عرض، عمق رکھتا ہو اور ایک صورت اور مقدار  
اس کی معین ہو اور اپنی صورت اور مقدار کو چھو نہ کر دوسری صورت اور مقدار کو اختیار نہ کرے اور روح وہ  
شے جو ایسی نہ ہو ۱۵ ہا رک مالک الترمذی ج ۱ ص ۱۶ طبع مصر ۔

کی طرف رہنائی کا اکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی واحدیت کی معرفت کے سلسلہ میں ہم کو عالم ہی کا حوالہ دیا ہے۔ ارشاد ہے **أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَآلِآءِ زٰیْنٍ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ سَمٰوٰتٍ وَآرَاضٍ اِلَّا بِحَسْبِ عِلْمٍ عِندَہٗ** کیا انہوں نے نگاہ نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ اللہ نے بنایا ہے اس میں ۱

اور اس کی جمع بھی اسی لحاظ سے ہے کہ ان مخلوقات کی ہر نوع "عالم" کہلاتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے۔ عالم انسان، عالم آب، عالم آتش نیز مروجی ہے کہ حق تعالیٰ کے ذہ و چند ہزار "عالم" ہیں۔ اور جمع سلامت کی وجہ یہ ہے کہ انسان بھی ان عالموں کے زمرہ میں شامل ہے اور جب کسی لفظ کا استعمال انسان اور غیر انسان کا دونوں کے لیے مشترک ہو تو انسان کا حکم غالب ہوتا ہے اور بعض کہتے کہ چونکہ اس سے مخلوقات کی اصناف خاص یعنی فرشتے، جن اور انسان ہی مراد ہیں اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات مرد نہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اس بنا پر اس کی یہ

وہ جو زوجی العقول کے ساتھ خاص ہے۔

جمع لائی گئی ہے اور امام جعفر بن محمد دصادق کا قول ہے کہ غلبہ سے مراد صرف انسانی ہیں اور ہر انسان کو ایک عالم قرار دیا گیا ہے امام موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں ایک عالم کبیر یہ آسمان اور جو کچھ زیر آسمان ہے اس کا نام ہے اور دوسرا عالم صغیر جو انسان ہے کیوں کہ وہ عالم کی ہئیت پر بنایا گیا ہے اور حق تعالیٰ نے جو کچھ عالم کبیر میں ایجاد فرمایا ہے وہی اس میں پیدا فرمایا ہے۔

علامہ محمود زنجشیری کا یہی فتاویٰ یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم ارباب علم کا نام ہے چنانچہ وہ انکشاف من حقائق التنزیل میں لکھتے ہیں۔  
العالم اسم لدوی "عالم" نام ہے ذشتون جنوں العلم من الملئکۃ اور انسانوں میں سے ان والنعین وفیل کل لوگوں کا جو اہل علم ہیں او کہا ما علم بہ الخالی گیا ہے کہ وہ سب اجسام من الاجسام وعرامن کہ جن سے والاعراض خالق کا علم

ہوتا ہے عالم میں

۱۰ دوسرے قول کو چونکہ علامہ موصوف نے لفظ قبل ذکر کیا ہے جو اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ علامہ پہلے قول کے قائل ہیں۔

مشہور محقق علامہ میر شریف علی بن محمد حیرجانی المتوفی ۸۱۶ھ کی تحقیق یہ ہے کہ مخلوقات کی ہر جنس پر عالم کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا وہ اجناس کے مابین تقدیر مشترک کا نام ہے اور ہر جنس پر بھی بولا جاتا ہے اور مجموعہ اجناس پر بھی چنانچہ سید موصوف جو اشیاء کثافات میں زرخش کی عبارت ان کے تحت دستہ طراز ہیں۔

”مطلب یہ ہے کہ جس طرح طایعہ اور خاتم دو نام میں ٹھپہ لگانے اور نہر کرنے والی چیزوں کے اسی طرح عالم بھی چونکہ اس کا استقاق

علم سے بنے اور باب علم کا نام ہے یعنی وہ الباسم ہے کہ جس کا اطلاق اہل علم کی اجناس میں سے ہر جنس پر ہوتا ہے فرد پر نہیں چنانچہ عالم المملک (فرتوں کا عالم) عالم الانس و منافوں کا عالم، عالم الجن و جنات کا عالم، تو بولا جاتا ہے پر عالم زند

مثلاً نہیں بولا جاتا۔

اور کہا گیا ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو ہر اس جنس پر بولا جاتا ہے کہ جس سے خالق کا علم ہو یعنی اللہ کے ماسوا ہر جنس کو ”عالم“ کہتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ عالم انماک عالم عناصر، عالم نبات، عالم حیوان، عالم اعراض، وغیرہ۔

پس عالم نام ٹھہرا اس قدر مشترک کا کہ جو اجناس اہل علم و دان اجناس کے مابین ہے کہ جن سے خالق کا علم ہوتا ہے۔ لہذا اس کا استعمال ان میں سے ہر ایک کے لیے بھی صحیح ہے اور ان سب کے مجموعہ پر بھی اور مصنف (یعنی علامہ زرخش) کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ مجموعہ میں حیث المجرع کہ اعتبار سے مجموعہ ذوی العلم یا مجموعہ علم الخالق کا نام ہے ورنہ اس صورت میں اس کی جمع بنانی ناممکن ہوگی کیونکہ یہ دو مجموعہ میں اس حیثیت - کوئی تقدیر نہیں ہے۔“

سید محمود اوسی بھی جو متخرن علما میں بڑے

پہلے مفسر ہوئے ہیں اس تئیں میں سید شریف کے  
ہمزبان میں چنانچہ روح المعانی میں ارقام فرماتے  
ہیں :-

”عالم جو خاتم کی طرح سے ہے نام ہے  
اس شے کا کہ جس کے ذریعہ کسی چیز کا علم  
کیا جائے، اس کا غالب استعمال اس  
شے کے متعلق ہوتا ہے کہ جس سے خالق  
عالم کا علم حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا  
کچھ ہے جو ہر ہول یا اسرار میں وہ سب عالم  
میں۔ عالم کا اطلاق جس طرح ایک یا ایک  
سے زائد جنس پر ہوتا ہے اسی طرح مجموعہ  
اجناس پر بھی ہوتا ہے۔ گویا یہ قدر مشترک کا  
نام ہے۔ ورنہ یا تو اس میں اشتراک ماننا پڑے  
گیا یا حقیقت و مجاز، حالانکہ اصل ان دونوں  
چیزوں کی نفی ہی ہے۔“

عالم کا استعمال جنس کے کسی ایک فرد کے  
لیے نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح  
حالم النسل کہا جاتا ہے عالمہ نہ نہیں  
کہا جاتا۔ اور شاید یہ صرف غلبہ استعمال

اور اصطلاح کی بنا پر ہے ورنہ اصل معنی کے  
لحاظ سے فرد پر اس کا اطلاق صحیح ہونے  
میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کیوں کہ اس  
لفظ کا جو مصداق ہے وہ اس میں قطعی  
طور پر موجود ہے کیوں کہ حضرت حق سبحانہ  
و تعالیٰ کے وجود باوجود جس طرح کہ اس کے  
ماسوا مجموعہ مخلوقات نیز مخلوقات کی ہر جنس  
سے استدلال کیا جاسکتا ہے ٹھیک  
اسی طرح اس مجموعہ کے اجزاء میں  
سے ہر ایک جز۔ سے اور ان اجناس  
کے افراد میں سے ہر فرد سے بھی اس نہات  
حال کے متعلق استدلال کیا جاسکتا  
ہے۔“

اور ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :-

”بعض علماء نے العلمین کو ملائکہ اور  
نفیس کے اور باب علم سے مخصوص کر دیا  
اور جو اشرف الوجودات کا رب ہے وہ  
اور ول کا بھی رب ہے۔ امام سیوطی  
فرماتے ہیں کہ اس معنی کے اعتبار سے لفظ

وہ یعنی جب تک تحقیق طور پر لفظ کا مشترک ہونا یا حقیقت و مجاز ہر معلوم نہ ہر اصل قاعدہ کے اعتبار سے اس کو  
ایک ہی معنی کے لیے موضوع سمجھا جائے گا۔ لہٰذا روح المعانی ج ۱ ص ۸، طبع منیر مصر۔

عالم علم سے مشتق ہے۔ اور جو عالمیں میں  
عموم مانا جائے تو علامۃ (نشانی) سے، لیکن  
اس میں بیزاری ہے کہ دو معنی پر دونوں لفظوں  
سے اشتقاق ہو سکتا ہے لہذا یہ تنصیب  
و عمومی بلا دلیل ہے۔

زبان نے بھی جو متقدمین ائمہ لغت و عربیت  
میں سے ہیں، اس کو علامہ اور علامۃ دونوں سے  
ماخوذ بتایا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ظہن جمع  
مذکر سالم کے وزن پر اسم جمع ہے۔ اور یہ اس بارے  
میں اپنی آپ نظیر ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں معلوم  
ہوتا۔ علامہ محمود اسی فرماتے ہیں:-

”اور لگایا ہے کہ وزن سلامت پر اسم جمع  
ہے اور اس کی کوئی نظیر نہیں ہے لیکن اس  
میں بحث ہے کیوں کہ جو اسم دو سے زیادہ  
پر دلالت کرتا ہے وہ اگر اکثمی اکائیوں کے  
لیے وضع کیا گیا ہے اور ان پر اس طرح  
دلالت کرتا ہے کہ جس طرح واحد عطف کے  
ساتھ تکرار پر دلالت کرتا ہے تو وہ جمع کہلاتا  
ہے اور اگر وہ حقیقت کے لیے وضع کیا گیا

اور فردیت کا اعتبار اس میں ٹھنڈ نہیں تو وہ اسم  
جنس جمعی ہے جیسے قَسَمٌ (اسم جنس جمعی)  
اور قَسَمَةٌ (واحد) اور جو معنی مجموع احاد کے  
لیے وضع کیا گیا ہے تو وہ اسم جمع ہے خواہ  
اس کا کوئی واحد ہو جیسے رَكْبٌ (کہ اس کا  
واحد تاکب ہے) خواہ اس کا واحد نہ ہو جیسے  
رَهْطٌ (اب خود غور کر لیجئے کہ اس پر کونسی  
تعریف صادق آتی ہے)۔

قاموس میں ہے کہ سلسلے عالمہ اور عالم  
کے نازل کے وزن پر کوئی بھی لفظ ہو اس کی  
جمع و اولوں کے ساتھ نہیں آتی ہے اور ارجح  
میں بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ سلسلہ  
حبیب یعنی خلق ہو تو اس کی جمع عوالمہ ہوتی ہے  
عالمو کے متعلق ایک بحث یہ بھی ہے کہ اس کا  
واحد نامہ ہے یا نہیں، علامہ ابن خالویہ لغوی  
اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن العظیم میں لکھتے ہیں  
”عالمیں جمع ہے اس کا واحد عالم ہے  
اور عالم بھی جمع ہے مگر اس کا واحد اس  
لفظ پر بھی نہیں آتا۔ البتہ ہر جملہ حرس  
امراۃ یہ سب اس کے واحد میں غیر لفظ



ہیں اور دیگر علامہ یہ کہتے ہیں کہ عالم کا واحد ہی نہیں ہے نہ اس کے لفظوں پر نہ اور لفظوں پر کیوں کہ وہ ہشتاد مختلفہ کی جمع ہے۔  
بہر حال جیسا کہ سابق میں معلوم ہوا عالم کبھی مجموعہ مخلوقات مراد ہوتا ہے اور کبھی مخلوقات کی جنس خاص اس لیے قرآن مجید میں اس کے معنی کا تعین موقع اور محل استعمال کے اعتبار سے کرنا پڑے گا۔ چنانچہ یہاں لفظوں میں علموں سے کل مخلوقات کا مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ خدا کی ربوبیت عام کے لیے ہی معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔  
والمناہل للعجم هنا یاں تو عموم موقع کے هو العموم زیادہ مناسب ہے  
اور آیہ ستر لفظہ اِنِّیْ فَصَّلْتُکُمْ عَلٰی لَعَلِّیْنَ اور وہ جو ہیں تم کو نبی کیا جہان کے لوگوں سے میں علیین سے اسی زمانے کے لوگ مراد ہیں چنانچہ امام راغب اصغہانی لکھتے ہیں:-  
اِنَّ شَاذَ الْاٰیِ وَ اِنِّیْ فَصَّلْتُکُمْ عَلٰی لَعَلِّیْنَ  
یعنی نے تو یہ کہا ہے کہ "عالیین" سے اس زمانے

کے جہان مراد ہیں۔ اور کسی نے کہا ہے کہ اس سے اس علم کے وہ فضلاء مراد ہیں کہ جن میں سے ہر ایک اللہ کی دینی اور اس کی نوازش کی بدولت ایک عالم کا قائم مقام تھا۔ اور ان کو عالم سے موسوم کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِنِّیْ اَنْزِلْہُمْ کَانَتَ مِنْ اٰمَتِہِ نام سے موسوم فرمایا ہے۔  
اور علامہ محمود بن عمر نخسری نے تفسیر کثافات میں اس کا ترجمہ انسانوں کے جم غفیر سے کیا ہے جس سے وہ اس بیت کے تحت لکھتے ہیں:-

ارتداد اِنِّیْ بَرَزْتُہُمْ لِلْعٰلَمِیْنَ دہم  
نہ اس زمین میں لوگوں کے لیے برکت کبھی  
کی طرح سے یہاں بھی علیین سے  
انسانوں کا جم غفیر مراد ہے۔ محاورہ ہے  
مرأیت عالم من الناس میں لوگوں  
کا ایک عالم دیکھا اس سے کثرت مراد  
ہوتی ہے۔

لیکن امام فخر الدین رازی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

میر قول ضعیف ہے اس واسطے کہ عالم کا لفظ علم سے شق ہے اور علم کے معنی دلیل کے ہیں پس جتنی چیزیں حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہیں وہ سب عالم ہیں اور علماء تکلمین کا جو یہ قول ہے کہ عالم ماسویٰ اللہ کے کہتے ہیں اس کی تحقیق بھی یہی ہے اس بنا پر عالم کی تخصیص بعض موجودات کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ لہ

اس پر قاضی محمد بن علی شوکانی فتح القدیر میں رقم طراز ہیں:-

”میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض ساطع ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس کا اشتقاق علم سے بتا دعویٰ بجا دلیل ہے۔ دوسرے اس بنا پر کہ اگر اس اشتقاق کی صحت کو ہم تسلیم بھی کریں تب بھی اس میں وہ معنی موجود ہیں کہ جس کے ہوتے دلیل وجود باری کا وہ مفہم اس میں قائم رہتا ہے کہ جس کی بن پر لفظ عالم کا اطلاق اس پر صحیح ہے۔ اور یہ معنی تو اسناد مخلوقات میں سے ہر فرد میں موجود ہیں کہ اس سے خالق کائنات

کے وجود پر استدلال ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ عالم کی جمع اس بات کو مستلزم ہے کہ مخلوقات کے مہبت سے افراد پر ان کو نفیست دی گئی ہے لیکن یہ بات کہ ہر زمانے میں ان کو کل خلق پر نفیست عطا کی گئی تیرے اس لفظ ہی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور نہ اس کا اشتقاق ہی اس پر دلالت کرتا ہے۔

اور جن لوگوں نے کہ ”عالم“ سے اہل زمانہ مراد لیا ہے ان کے معنی پر بھی زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ چند زمانوں کے اعتبار سے ان کو نفیست ہوگی نہ کہ ہر زمانہ کے لحاظ سے لہذا اس لفظ سے ان کی نفیست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل عصر اور از مائدہ البعد کے لوگوں پر لازم نہیں آتی۔ یہ بات حسب ذیل آیات کی تفسیر کرتے وقت بھی یاد رکھنی چاہیے (۱) اِذْ جَعَلْنَا فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ وَجَعَلْکُمْ خُلَاقًا ۚ اَلَمْ تَکُمْ تَاٰلِہٖ ذِیُوْبَ لَحَدًا ۚ اِنَّ الْعٰلَمِیْنَ رَحْبٌ پیدائش کے تم میں نبی اور کہ دیا تم کو بادشاہ اور

یاد کرو جنہیں دیکھی کہ جہان میں (۲۱) وَلَقَدْ  
اخْتَرْنَا نِسَاءَ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ  
اور ان کو ہم نے پسند کیا جان بوجھ کہ جہان کے  
لوگوں سے (۳۱) اِنَّ اَذَىٰ اصْطَفٰی  
اَدَمَ وَنُوحًا وَآلَ اِبْرٰهیمَ وَآلَ عِمرَانَ  
عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ (بلاشبہ اللہ نے برگزیدہ کیا  
آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے کنبے کو اور عمران  
کے کنبے کو سارے جہان پر)

اب گریہ، اعتراض کیا جائے کہ الغلمس  
کا معرفت باللام ہونا اس بات پر دلالت کرتا  
ہے کہ یہ لفظ ہر عالم پر شامل ہے خواہ اس  
عہد کے عالم ہوں یا بعد کے، تو میں کہوں گا کہ  
اگر ایسا ہر جب بھی یہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا  
الصلوٰۃ والسلام پر انصافیت کو مستلزم نہیں  
کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کُنْتُمْ خَيْرَ  
اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِیْنَ (تم ہو بہتر امت  
جو پیدا ہوئے ہیں لوگوں میں) لہذا یہ ادا ہی  
طرح کی دوسری آیات ان آیتوں کا تخصیص  
کر دیں گی۔

مفسرین سلف میں سے مجاہد، ابوالعالیہ اور قتادہ

سے اس آیت کی تفسیر میں عالمی دنیا مسموع  
ہی مروی ہے۔

اسی طرح وَكَلَّمَ مُوسٰی اَلْعِیْنِ (اور  
سب کو ہم نے بزرگ دی سارے جہان والوں پر،  
اور وَكَلَّمَ مُوسٰی اَلْعِیْنِ (اور اس نے  
نم کو بزرگ دی سب جہان پر) اور اسی طرح کی  
دیگر آیات میں اسی عہد کے لوگ مراد ہیں اور  
نِسَاءَ الْعَالَمِیْنَ سے بھی اس عہد کی عورتیں مراد ہیں  
لیکن زجاج کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد  
ساری دنیا کی عورتیں ہیں۔ اور سلم علیٰ نوح علی  
الْعَالَمِیْنَ (سلام ہے نوح پر سارے جہان  
والوں میں) میں ملحق عالمین سے ملائکہ اور جن انس  
مراد ہیں۔

اسی طرح وَكَلَّمَ مُوسٰی اَلْعِیْنِ (اور  
نِسَاءَ الْعَالَمِیْنَ (اور عورتیں عالمین سے مراد وہ مامون فاس  
ہیں کہ جو نزل قرآن مجید کے وقت موجود تھے اور  
آئندہ قیام قیامت ہونے والے خواہ وہ مومن

ہوں یا کافر۔  
۱۶۱۵۱۵۵ ۱۶۱۵۱۵۵ ۱۶۱۵۱۵۵  
۱۶۱۵۱۵۵ ۱۶۱۵۱۵۵ ۱۶۱۵۱۵۵

لے تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۶۰ مع بابی ص ۱۳۴ لے تفسیر ظہر کاح اسودہ بقبرہ ص ۶۶ بحوالہ ابی جریر

۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱  
۱۳۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۱ ۲۰ ۱۹  
۱۳۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۷ ۲۵ ۲۳ ۲۲  
۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

عَالِيَا: سرکشی، تکبر، جبر کرنے والا، عَلُو سے

اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر (ملاحظہ ہو حال)

عَالِيَا: سرکشی کرنے والے، تکبر کرنے والے

زبردستی کرنے والے، بلند مرتبہ والے، عَلُو سے

اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، عَالِيَا کی جمع ہوتا

نصب وجہ: ۲۳ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

عَالِيَا: عال، اونچی، بلند، عَلُو سے بمعنی بلند

ہونے کے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، یہاں

اس کا استعمال مقام مدح میں ہوا ہے اور

جنت کی صفت میں آیا ہے کیوں کہ جنت مکان

کے اعتبار سے بھی سب امکان سے بلند ہے

اور قدر و منزلت کے لحاظ سے بھی سب سے بالا ہے

اور وہاں وہ سب چیزیں موجود ہیں کہ جن آنکھوں

کو نظر اور دل کو سرور ہوتا ہے۔ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

عَالِيَا: اس کا اوپر اس کا بالا۔ یہاں عالی

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

کا استعمال ماضی کے مقابل میں ہے، اور قوم لوط

علیہ السلام پر عذاب کا بیان ہے۔ لہذا ترجمہ

یوں ہوگا۔ زمین کا بالائی طبقہ، عَالِيَا، عَلُو سے

معنی بلند تر ہونے کے اسم فاعل کا صیغہ

واحد مذکر، معنات، اٹھا، ضمیر واحد مؤنث نائب

مضاف الیہ، ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

عَالِيَا: ان کے اوپر کی پوشاک، جو چیز اوپر

رہے اور بالا ہودہ، عالی ہے۔ اوپر کی پوشاک میں

بھی چونکہ یہ بات موجود ہے اس لیے وہ بھی عالی

ہے اور یہاں اس لفظ سے یہی معنی مراد ہیں،

عَالِيَا: مضاف، اٹھا، ضمیر جمع مذکر غائب مضاف

الیہ، ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

عَالِيَا: برس، سال، قاضی شکانی لکھتے ہیں۔

کے معنی سال کے ہیں۔ عَوَم کے

طرح اس کی اصل بھی مصدر ہے۔ جو

زمانہ کی اتنی مدت کا نام پڑ گیا ہے۔

اور علامہ احمد فیومی مصباح میں رقمطراز ہیں:-

عَامٌ فَعْلٌ بفتح فاء مفتوحة کے وزن پر (عَعَامٌ)

تھا۔ اسی لیے اس کی جمع اَعْوَامٌ آتی

ہے جیسے سَبَبٌ کی جمع اَسْبَابٌ۔

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں :-

عَوَّمَ کے معنی تیرنے کے ہیں۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ سال کا نام بھی عام اسی لیے پڑا کہ سورج اتنی مدت میں سب برجوں میں شاد روی کریتا ہے۔ اور آج کریمہ و کسائی صَدِّقَ تَسْحُوتِ اور سر کوئی ایک گھیرے میں پیرتے ہیں ابھی عَوَّمَ ہی کے معنی کو بتلاتی ہے :

حَامٌّ اور سَبَّحَ جو فرق ہے اس کا بحث کے ضمن میں تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کی جا چکا ہے اور آج شریفہ قَلْبِیَّ قَوِیْمَ اَلْفَ سَنَہِ اِلْحَمْدِیْنِ عَامًا پھر راہ اپنی قوم میں پیماس کم ہزار برس ایں جو مستثنیٰ منہ نفقہ سنہ اور مستثنیٰ لفظ عام ہے، اس کے متعلق امام راغب قویہ فرما کر کہ اس میں جو دقیق بحث ہے اس کا بیان انشاء اللہ اس کتاب کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر ہو گا۔ مفردات القرآن میں اس کے بیان کرنے سے گریز فرما گئے۔ لیکن علامہ محمد آلوسی المتوفی ۱۲۸۵ھ نے اپنی مشہور تصنیف روح المعانی میں اس کو تفسیر کے ساتھ بتا دیا ہے فرماتے ہیں :-

”اقبل میں لفظ سنہ کو اختیار فرمانے میں یہ نکتہ ہے کہ سنہ کا استعمال بر خلاف لفظ عام کے سختی اور قطع سالی کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ لہذا اس زمانہ دعوت کے لیے کہ جس میں حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے ہاتھوں وہ مصیبتیں جھیلیں کہ جو بیان سے باہر ہیں لفظ سنہ ہی اختیار کرنا مناسب تھا“

اور علامہ محمود زنجبیری اور امام ابوالبرکات نسفی کی رائے یہ ہے کہ فن بلاغت کی دوسے چونکہ ایک ہی جگہ میں ایک ہی لفظ کو بلا ضرورت مکرر لانے سے بچنا چاہیے، اس لیے ایسا کیا گیا ہے لفظ عام جیسا کہ فیومی نے تصریح کی ہے ، عَوَّمَ تھا۔ اجوت کا قاعدہ ہے کہ جو دو یا یا پر متحرک ہو اور اس کا قبل مفتوح ہو وہ العت سے بدل جاتا ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق پہلا بھی عَوَّمَ کا واو العت سے تبدیل ہو کر عام ہو گیا ہے۔ عَوَّمَ عَامًا سَنَہِ عَامِلٌ : محنت کرنے والا کام کرنے والا عمل کرنے والا عَمَلٌ ہے اسم فاعل کا صیغہ



عَالِدَارٍ يَنْتَهَىٰ عَنْهُ سَمْعُ فَاعِلٍ كَمَا مِثْلُهُ وَاحِدٌ مِّنْكُمْ  
عَلَامَةً رَّاغِبٍ اَصْفَهَانِي لِكَيْتُمْ هِيَ :-

ارشاد ہے وَوَحَدَكَ هَآئِلًا فَآغْنِي  
اور تھجہ کو فقیر یا یا سو غنی کر دیا، یعنی فقر نفس کو  
دور کر کے اسی "غنی اکبر" سے کہ جس کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
اغنى عنى المفسر رغنا دل غنى ہونے کا  
نام ہے آپ کو سرفراز فرمایا۔

اور بعض نے یہ معنی کیے ہیں کہ تمہیں الشک  
رحمت و بخشش کا محتاج پایا تو ساری اگلی  
پچھلی خطاؤں کی مغفرت فرما کر تم کو غنی  
کر دیا "

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اجماع الصبیح  
میں عَالِدَارٍ کی تفسیر عَالِدَارٍ سَکَلِ ہے ابو عبیدہ  
اور انھن کا بھی یہی قول ہے اور فرما اس کے معنی  
فقیر کے بتاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے خود  
آنحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے  
صحیف میں عدد ۵۱ کا لفظ دیکھا ہے جس کے  
معنی نادر کے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ  
حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ اپنی رضا کی  
دولت سے مالا مال فرمایا جو اصل غنا ہے کہوں کہ  
ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
دولت ظاہری کی فراوانی نہ تھی۔ بلکہ

اور ابن خالوید لغوی المتوفی ۸۰۵ لکھتے ہیں :-  
"المرء عرب عَالٍ الرَّحْلِ يُعِينُ عَدُوَّ  
فَهُوَ عَامِلٌ كَمَا اسْتَعَالَ كُشَيْبُ بْنُ جَعْفَرٍ  
جَانِئٌ كَيْتُمْ تَتِيءُ بِيءُ اور عَالٌ لَعُولٌ  
كَالْفُلْمِ كَمَنْعَةٍ كَيْتُمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں  
ذَلِكَ اَذْنَىٰ اَزْ لَعُولٍ اَزْ بِيءٍ بہت  
نزدیک ہے اس سے کہ بے (غنائی نہ کر دو)  
اور عَالٌ يُعِينُ کا کثیر العیال ہونے کے  
لیے "۳۰

## فصل الباء الموحدة

عَبَادٌ اَبْدَسُ غَلَامٌ اَعْبَدُ كَجَمْعِ اَرَاغِبٍ  
لکھتے ہیں کہ جو "عبد" بمعنی غلام کے ہے اس کی جمع  
عَبِيدٌ آتی ہے اور جو عبد کا معنی عابد یعنی پرستار حق  
اس کی جمع عِبَادٌ ہے لیکن میری باتیں رائے میں یہ تا حد  
کلیہ نہیں بلکہ اکثری ہے کیونکہ خود قرآن پاک میں

ایک مقام پر عباد کا استعمال غلاموں کے معنی میں ہوا ہے ارشاد ہے قَاتِلْهُمْ اِلَیَّامِ یَمِیْنِکُمْ وَ الصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ اِمَّا وَ کُمْ دَاوَر

نکاح کر و رائڈ مل کا اپنے اندر اور جو نیک ہوں متبار سے غلام اور نوڈیاں (تفصیل کے لیے ملاحظہ

ہو عباد ۲۱۹ ۲۱۸ ۲۱۷ ۲۱۶ ۲۱۵ ۲۱۴ ۲۱۳ ۲۱۲ ۲۱۱ ۲۱۰ ۲۰۹ ۲۰۸ ۲۰۷ ۲۰۶ ۲۰۵ ۲۰۴ ۲۰۳ ۲۰۲ ۲۰۱ ۲۰۰ ۱۹۹ ۱۹۸ ۱۹۷ ۱۹۶ ۱۹۵ ۱۹۴ ۱۹۳ ۱۹۲ ۱۹۱ ۱۹۰ ۱۸۹ ۱۸۸ ۱۸۷ ۱۸۶ ۱۸۵ ۱۸۴ ۱۸۳ ۱۸۲ ۱۸۱ ۱۸۰ ۱۷۹ ۱۷۸ ۱۷۷ ۱۷۶ ۱۷۵ ۱۷۴ ۱۷۳ ۱۷۲ ۱۷۱ ۱۷۰ ۱۶۹ ۱۶۸ ۱۶۷ ۱۶۶ ۱۶۵ ۱۶۴ ۱۶۳ ۱۶۲ ۱۶۱ ۱۶۰ ۱۵۹ ۱۵۸ ۱۵۷ ۱۵۶ ۱۵۵ ۱۵۴ ۱۵۳ ۱۵۲ ۱۵۱ ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

ہو عباد ۲۱۹ ۲۱۸ ۲۱۷ ۲۱۶ ۲۱۵ ۲۱۴ ۲۱۳ ۲۱۲ ۲۱۱ ۲۱۰ ۲۰۹ ۲۰۸ ۲۰۷ ۲۰۶ ۲۰۵ ۲۰۴ ۲۰۳ ۲۰۲ ۲۰۱ ۲۰۰ ۱۹۹ ۱۹۸ ۱۹۷ ۱۹۶ ۱۹۵ ۱۹۴ ۱۹۳ ۱۹۲ ۱۹۱ ۱۹۰ ۱۸۹ ۱۸۸ ۱۸۷ ۱۸۶ ۱۸۵ ۱۸۴ ۱۸۳ ۱۸۲ ۱۸۱ ۱۸۰ ۱۷۹ ۱۷۸ ۱۷۷ ۱۷۶ ۱۷۵ ۱۷۴ ۱۷۳ ۱۷۲ ۱۷۱ ۱۷۰ ۱۶۹ ۱۶۸ ۱۶۷ ۱۶۶ ۱۶۵ ۱۶۴ ۱۶۳ ۱۶۲ ۱۶۱ ۱۶۰ ۱۵۹ ۱۵۸ ۱۵۷ ۱۵۶ ۱۵۵ ۱۵۴ ۱۵۳ ۱۵۲ ۱۵۱ ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

ہو عباد ۲۱۹ ۲۱۸ ۲۱۷ ۲۱۶ ۲۱۵ ۲۱۴ ۲۱۳ ۲۱۲ ۲۱۱ ۲۱۰ ۲۰۹ ۲۰۸ ۲۰۷ ۲۰۶ ۲۰۵ ۲۰۴ ۲۰۳ ۲۰۲ ۲۰۱ ۲۰۰ ۱۹۹ ۱۹۸ ۱۹۷ ۱۹۶ ۱۹۵ ۱۹۴ ۱۹۳ ۱۹۲ ۱۹۱ ۱۹۰ ۱۸۹ ۱۸۸ ۱۸۷ ۱۸۶ ۱۸۵ ۱۸۴ ۱۸۳ ۱۸۲ ۱۸۱ ۱۸۰ ۱۷۹ ۱۷۸ ۱۷۷ ۱۷۶ ۱۷۵ ۱۷۴ ۱۷۳ ۱۷۲ ۱۷۱ ۱۷۰ ۱۶۹ ۱۶۸ ۱۶۷ ۱۶۶ ۱۶۵ ۱۶۴ ۱۶۳ ۱۶۲ ۱۶۱ ۱۶۰ ۱۵۹ ۱۵۸ ۱۵۷ ۱۵۶ ۱۵۵ ۱۵۴ ۱۵۳ ۱۵۲ ۱۵۱ ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عبادت کی: متباری بندگی، متباری عبادت متباری پرستش، عبادۃ مفات، کُھ منیر جمع ذکر حاضر مفات الیہ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عبادۃ ۱۱۱

عبادت کی: اس کی بندگی، اس کی پرستش

ان کی عبادت، عبادۃ مفات، منیر واحد

مذکر غائب مفات الیہ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عبادت کی: ان کی بندگی، ان کی پرستش

ان کی عبادت، عبادۃ مفات، منیر

جمع مذکر غائب مفات الیہ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عبادت کی: میری بندگی میری پرستش

میری عبادت عبادۃ مفات ہی منیر واحد

متکلم مفات الیہ ۲۱۱

عبادۃ: تیرے بندے، عبادۃ مفات لے منیر واحد مذکر حاضر مفات الیہ (ملاحظہ ہو عباد اور عباد ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عبادۃ کُھ، متبار سے غلام عبادۃ مفات

کُھ منیر جمع مذکر حاضر مفات الیہ ۱۱۱

عبادۃ نا: ہمارے بندے عبادۃ مفات

نا منیر جمع متکلم مفات الیہ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عبادۃ: عبادت، بندگی، پرستش عبادۃ

یَعْبُدُ کا مصدر ہے جس کے معنی پوجنے اور

عبادت کرنے کے ہیں اس کا فعل باب نَصَر

سے آتا ہے۔ اَمَامٌ رَءِیْسٌ لکھتے ہیں۔

عِبَادۃ الہاء فرشتوں کا نام ہے اور

عبادۃ اُس سے بھی بیخ تم ہے کیوں کہ

اس کے معنی انتہائی فروتنی کے ہیں اور

اس کا استعاق بھی سوائے اس ذات

عالی کے جس کے افعال و انعام بے حد

و نہایت ہیں اور کسی کو نہیں ہے اسی سے

ارشاد ہے اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَآہَ

اِبٰہُ (کہ نہ پوجو گمراہی کو)۔



فتح القزیر میں حافظ بن کثیر کے حوالہ سے عبادت کی شرعی تعریف ان لفظوں میں نقل کی ہے :-  
وفي الشرع عبادة الله وشرع في عبادته عما يجمع كماله وهو جو انتہائی ثنیت المحبة والمصنوع فزوتنی اور خوف پرستل والخوف ہو۔

اور علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن لغزادی نے تفسیر لباب اسناد میں بعض علماء سے اس طرح نقل کیا ہے کہ عبادت اس فعل کا نام ہے جس کے ذریعہ تعظیم الہی کے لیے ذبح کی ادائیگی عمل میں آتی ہے اور غزاد علی مہامی اپنی مشہور تفسیر تفسیر الرحمن وغیرہ میں بعض مائشیر الی اعجاز القرآن میں رقمطراز ہیں :-

العبادة تدل على عبادته اپنے اختیار للخیر عن اختیار دوسرے کی انتہائی تعظیم لغایہ تعظیم فخر ج کی غرض سے اس کیلئے

اور عبادت کہ دو تئیں ہیں ۱، عبادت بالتعظیم یہ وہی عبادت ہے جس کو ہم سجدہ کی محنت میں ذکر کر چکے ہیں (۲) عبادت بالاختیار جو ذریعہ حصول کے ساتھ خاص ہے اور جس کا حکم اَعْبُدُوا مَا تَبَعُوا رَبَّكُمْ (دیکھ کر دم اپنے رب کی) اور اَعْبُدُوا اللَّهَ (عبادت کرو اللہ کی) وغیرہ آیات میں دیا گیا ہے۔

قاموس میں عبادت کے معنی طاعت کے بیان کیے ہیں لیکن ابن الہیر کے نزدیک یہ الفاظ العبادہ فی سعة لغت میں عبادت نام ہے الطاعة مع اس کا ساجد عاجزی کے الحضور ساتھ ہو۔

علامہ ابن الہیر کی یہ تعریف بہت جامع ہے راجع انتہائی اور محمد الدین فیروز آبادی نے اس کے صرف ایک جز کو بیان کیا ہے۔ قاضی شوکانی نے تفسیر

عہ سجدہ کی بحث میں امام موصوف نے اس کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے۔

هو الدلالة الصامدة الناطقة المنبهة و خاموش دلائی جو کائنات کے مخلوق ہونے پر ناظر ہمارے علیٰ کو نہا مخلوق وانہا خلق فاعل حکیم جو متنبہا ہے کہ سب کچھ اسی حکیم کے دگر کا پیدا کردہ ہے نہ اس کی سے قدرت تعزیری کے معنی ہوں گے زبان حال کہ وہ خاموش دلائی جو اسے متنبہا ہے کہ کائنات کا ذوق اپنے خالق و مولیٰ کے حکم غلام کی اس ارادہ کا مطیع اور اس کی مشیت کا سحر ہے ! یہ تفسیر فتح القزیر ج ۱ ص ۱۲ لباب اسناد میں خازن ج ۱ ص ۱۹ طبع مصر ۱۳۳۵ھ۔

التسخیر السخر فتوحی کا نام ہے۔ لہذا تفسیر کیا بنا  
و الغلبام و پرہیزگاری کی غرض سے ایسا کرنا نیز  
الانصار لنوح تعظیم کی کہ یہ کسی کے واسطے  
تعظیم نہ کھڑا ہو جانا یا جھک جانا عبادت  
کا مرتبہ سے خارج ہے۔

مذکورہ صورت نے عبادت شرمی کی یہ بڑی جامع  
مائع تعریف کی ہے جو درجہ بہت سے افعال  
میں جو بظاہر عبادت معلوم ہوں گے حالانکہ حقیقت میں  
وہ عبادت کی تعریف میں نہیں آتے ایک شخص پر کسی  
نے تعظیم کا عمل کر دیا ہے وہ عبادت کے بہت  
سے کام کرتا ہے لیکن چونکہ اس کے اپنے ارادے  
اور اختیار کو اس میں دخل نہیں اس لیے اس کو  
عبادت نہیں کہا جاسکتا اسی طرح ایک شخص  
مذاق کے طور پر رسوم عبادت کو بجالاتا ہے دیکھنے  
والا جو حقیقت حال سے واقف نہیں بظاہر  
اس کو عبادت ہی خیال کرے گا حالانکہ ایسا نہیں  
کیوں کہ تعظیم کے لیے ان کو انعام نہیں دے رہا  
بلکہ مسخرہ بن کر رہا ہے۔ ایسے ہی نیام اور استعنا  
دیکھنا کہ شہارگو افعال عبادت میں ہے لیکن جبکہ  
اس سے مقصود غایت تعظیم نہیں کہ جو فی الواقع

عبادت ہے بلکہ ایک خاص قسم کی رسمی تعظیم ہے کہ  
جو سوسائٹی میں رواج پائی ہے تو اس کو عبادت  
نہیں کہیں گے۔ علامہ سید مرتضیٰ انصاری نے فرمایا  
تاج العروس میں جو اہر القاموس میں لکھتے ہیں ۱۔  
بعض المتألفات کا بیان ہے کہ عبودیت

کی اصل عاجزی اور زنتی ہے اور دوسرے  
حضرات یہ کہتے ہیں کہ عبودۃ کے معنی میں  
دوب جو کرے اس پر راضی رہنا اور عبادۃ  
کے معنی میں وہ کام کہ ناجس سے رب راضی  
رہے اول زیادہ محنت و مشقت کا کام  
ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ عبادۃ تو عالم  
آخرت میں ساقط ہو جائیگی مگر عبودۃ  
بدستور باقی رہے گی کیونکہ عبودۃ کا مطلب  
یہ ہے کہ دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے  
سوئے کسی کو مستقر نہ سمجھے۔

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ زبیدی فرماتے  
ہیں ۱۔

قال شيخنا وهذا ما روي عن علي بن ابي طالب  
ملاحظ صوفی لا، مونیانہ نظر نگاہ ہے لفظ

۱۔ تفسیر مہامی ج ۱ ص ۲۴ طبع بولاق مصر

۲۔ شیخ سے مراد ابو جہل محمد بن حبیب القاسمی المتوفی سن۱۱۰۰ میں انہوں نے کبھی تاملوں کا بسطہ شرح لکھی ہے



غلام کہتے ہیں لیکن اسما کی جگہ پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ احمد فیومی مصباح میں لکھتے ہیں:-  
 ”اس کی جمع تو بہت سی استعمال ہوتی ہیں مگر  
 اَعْبَدٌ، عِبِيدٌ اور عِبَادٌ  
 ان سب میں زیادہ مشہور ہیں۔“

اور امام راغب مفردات میں ارقام فرماتے ہیں:-  
 ”عبد کا استعمال چار طرح پر ہوتا ہے  
 اول عبد شرعی جو حکم شرع کے لحاظ سے  
 ”عبد“ ہو اور یہ وہ انسان ہے کہ جس کی  
 خرید و فروخت مسموع ہے جیسے اَلْعَبْدُ بِالْعَبْدِ  
 و غلام کے بدلے غلام، اور عِبْدٌ اَمْتَلُوقُ  
 لَا يَقْدِرُ عَلٰی شَيْءٍ ایک غلام پر ایسا مال  
 نہیں اختیار رکھنا کسی چیز پر، دوسرا ”عبد  
 بالایجاد“ جو اس اعتبار سے ”عبد“ ہے کہ اللہ  
 نے اس کو عدم سے وجود عطا فرمایا ہے  
 اور ایسا عبد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور  
 کسی کا نہیں پایا جاسکتا۔ یہ شریف راج کل  
 مَنْ فِي السَّحَابِ وَالْآخِرُ إِلَّا اِلٰهِي  
 الرَّحْمٰنُ عِبْدٌ اَلْاَوَّلُ اَلْاٰخِرُ

تَعْبُدُونَ دیکھتا ہے ہر ادبچی زمیں پر ایک  
 نشان کیلئے کہ اور جس چیز سے کوئی صبح  
 غرض حاصل نہ ہو اس کو عِبْتٌ کہتے  
 ہیں۔ ارشاد ہے اَفَحَسِبْنٰمْ اَتَمَّ اَخْلَافًا كُ  
 حَبْتًا دسو کیا تم خیال رکھتے کہ ہم نے تم کو بنایا  
 کیلئے کو؟

تاج العروس میں ہے کہ عِبْتٌ کے معنی میں کسی چیز  
 کے ساتھ کیلئے کہ اور جس چیز میں کوئی قابل لحاظ  
 فائدہ نہ ہو یا سرے سے کوئی فائدہ نہ ہو اس کو بھی  
 عِبْتٌ کہتے ہیں۔ پ

عَبْدٌ: بندہ غلام تاج العروس میں ہے  
 ”(عبد انسان کو کہتے ہیں آزاد ہو یا غلام محکم  
 اور موقوف میری ہی ہے گویا مصنف اس طرف  
 گئے ہیں کہ ”عبد“ وہ ہے جو اپنے خالق کا  
 پروردہ ہو، ابن خرم نے کہا ہے کہ  
 عبد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے  
 لیے استعمال ہوتا ہے و نیز عبد کے معنی  
 غلام کے بھی ہیں جو آزاد کے برخلاف ہے  
 ... سیبویہ نے بیان کیا ہے کہ یہ اصل  
 میں صفت ہے اہل عرب جبل عبد درود

زمین میں جو آئے رحمن کا بندہ ہو کر، میں یہی  
عبد مراد ہے۔ تیسرا وہ جو عبارت و خدمت  
کی بدولت عبد ہے۔ اس طرح کے لوگ دو قسم  
کے ہیں۔ ایک عبد اللہ جو اللہ کا غلص بندہ  
ہے اور اسی کا ذکر آیات ذیل میں مقصود ہے  
وَ اذْکُرْ عَبْدَنَا اٰیُوْبَؑ اِذْ دَعَا رَبَّہٗٓ اِنْہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا  
بندے ایوب کو، اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا  
رہے شک وہ تھا بندہ حق ماننے والا اَنْتَوَّلَ  
الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدٍہٗؑ اس نے اٹاری  
فیصلہ کی کتاب اپنے بندے پر اَنْزَلَ عَلٰی  
عَبْدٍہٗ الْکِتٰبَؑ اس نے اٹاری اپنے  
بندے پر کتاب، اِنَّ عِبَادِیْ لَکَیْنِ لَکَ  
عَلٰیہِمْ سُلْطٰنٌؑ وہ جو تیرے بندے ہیں  
ان پر نہیں تیری حکومت اَکُوْنُوْا عِبَادًا  
لِّحٰی اتم میرے بندے ہو جاؤ اِلَّا عِبَادَکَ  
مِنْہُمْ الْمُخْلِصٰیْنَؑ مگر جو تیرے چنے ہوئے  
بندے ہیں وَعَدَ الْتَّٰخِضٰتِ عِبَادَہٗ  
بِالْغُبٰیْرِؑ وعدہ کیا ہے رحمن نے اپنے بندوں  
سے ان کے بن دیکھے وَعِبَادَ الْتَّٰخِضٰتِ  
الَّذِیْنَ یَسْتَنْوٰنَ عَلٰی الْاُمَمِیْنِ هَؤُلَآءِ  
اور بندے رحمن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں

زمین پر دلچسپاؤں، اَنْ اَسْتَبِیْعَ اِدْعٰی  
لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبِعُوْنَؑ پھر نے نکل رات سے  
میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے  
فَوَجَدَ عَبْدًا اٰتٰی عِبَادًا پھر پایا ان دنوں  
نے ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا۔  
اور ایک عبد اللہؑ جو دنیا اور متاع دنیا  
ہی کا بندہ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے  
جو دنیا ہی کا غلام ہے اور اسی کی رعایت  
رکھتا ہے اور اَسْتَغْفِرَ صَلی اللہ علیہ وسلم  
کا جو ارشاد ہے تَعَسَّ عَبْدًا لِّدَرِّہِمْ لَعَسَّ  
عَبْدًا لِّیَا دَہْکَؑ جو درد پیدا ہو جائے  
اشرفی کا بندہ، اس سے یہی شخص مراد ہے  
اور اسی لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر  
انسان اللہ کا عبد بندہ، نہیں کہوں کہ اس  
صورت میں عبد بمعنی عابد ہے۔ لیکن عبد  
عابد سے زیادہ بلیغ ہے اور ویسے تو سب  
لوگ اللہ ہی کے بندے ہیں بلکہ انسان کیا تمام  
اشیاء کا بھی حکم ہے لیکن بعض عبد بالتسخیر  
اور بعض عبد بالاختیار  
جو عبد کہ بمعنی غلام ہے اس کی جمع عِبْدٌ  
اور بعض عِبْدٌ بھی بتائے ہیں اور جو عِبْدٌ کہ



جن میں حضرت خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے متعلق نہا مہر ہے کہ عہدیت کا ملکہ مبارک وصف انبیاء علیہم السلام زیادہ اندکس کے لیے زیبا ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت صدیقہ مریم بتول علیہ السلام پر کئی قوم طوفان اُٹھاتی ہے کہ یہ بن باپ کے کیسے پیدا ہو گئے تو حضرت آغوش مادر ہی میں بزبان فصیح گویا ہوتے ہیں اِنْحِثْ عَبْدُ اللَّهِ اَنْتُمْحِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا ہے سچ ہے یہ رور بدیش ہی عبودیت کا اثر ایک سچے نبی ہی کی نشاں ہو سکتی ہے ساقم ہی اس میں قدرت کا یہ لاندہ بھی یہاں تھا کہ چونکہ آگے چل کر عیسائی امت حضرت کو آپ کے ملکوتی صفات کے باندگی سے خدا کے درجہ پر پہنچا دے گی اس لیے سب سے پہلے کام تو آپ کی زبان مجاز سے ادا ہو وہ اعتراف عبودیت ہونا چاہیے۔

اور ہمارے نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لقب خود پیش کاہ ربانی سے عطا فرمایا

گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّخَذَ لِنَفْسِهِ عَبْدًا اللَّهُ يَذْكُرُهُ كَذُورًا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (اور یہ کہ جب کھڑا ہو اللہ کا بندہ کہ اس کو پکارتے تو لوگوں کا بندہ کہنے لگتا ہے اس پر مشتمل اس کیسے کہ میں خود حضرت حق جل مجدہ سے نفع حاصلی اللہ علیہ وسلم کو "عبداللہ" کے لقب سے موسوم فرمایا ہے۔ اساذ ابو علی دقان فرماتے ہیں ۱۔

مومن کے لیے کوئی صفت عبودیت سے زیادہ اکل و اشرف نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اسی لیے عزت کے سب سے اونچے موقع پہلے نبی کے لیے اس لفظ کا استعمال فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (۱) مُبِخْرَتِ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ (۲) اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ (۳) تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ (۴) فَاَوْخَىٰ عَلَىٰ عَبْدِهِ مَا اَوْخَىٰ لَهُ

اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد رندی

لہ ملاحظہ ہو المعراج البکیر لیلیٰ حانفہ نجم الدین غیطی ص ۸۷ طبع میمنیہ مصر۔

ایسے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں :-

مقامِ عبدیت فوقِ جمیع مقامات باشد  
چراغِ معنی در عبدیت اتم و اکمل است  
محبوبان را باین مقام شرف می سازند  
بذوق شود مثل لذت انداختن لذت در بندگی و  
انس بآن مخصوص بہ محبوبان است انس بآن  
مبتدا بہ محبوب است و انس محبوبان بہ بندگی  
محبوب دریں انس ایشان را باین دولت  
می رسانند و باین نعمت سرافرازی می سازند  
شاہ سوار یکہ تازیان میدان سرور دنیا  
و دین سید اولین و آخرین حبیب  
رب العالمین است علیہ من الصلوٰۃ التہاد  
من التحیات اکملہا و کسے سا کہ بمحض فعل  
خواہند کہ باین دولت برسانند و را کہ مال  
مستلحت آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
محقق می سازند و آن را بآن می برند  
ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اللہ  
ذو الفضل العظیم ۱۱

کسی نے کیا خوب کہا ہے :

مقامِ عبدیت کان منزلت از ہر مالہ و مالہ از فرید

۱۱ ۱۲

عَبْدُنَا اہم نہ پوجا۔ ہم نے عبادت کی  
عبادۃ سے ماضی کا مینہ جمع متکلم۔ ادا خدہ ہو

۱۳

عَبْدُنَا : ہمارا بندہ، قرآن پاک میں یہ مبارک  
الفاظ حضرت نوح، حضرت ایوب، حضرت داؤد  
اور آنحضرت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال  
فرمائے گئے ہیں جو کمالِ عبدیت کے مقام بلند پر  
فائز تھے اور خدا کے کامل ترین بندے تھے۔

۱۴ ۱۵ ۱۶

عَبْدُنَا : ہم نے اُن کی بندگی کی، ہم نے  
اُن کو پوجا، عَبْدُنَا ماضی کا مینہ جمع متکلم  
ہم نے ضمیر جمع مذکر غائب ۱۵

عَبْدِ : اس کا بندہ۔ قرآن پاک :-

سو آ ایک مقام کے کہ وہاں یہ حضرت زکریا  
علی نبیاء و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں آیا  
ہے۔ باقی سب جگہ عبد کامل، جناب محمد رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا ہے  
اور اسی لیے کہ شہادت میں آپ کی صفت سات  
کے اقرار کے ساتھ آپ کے لیے عبدیت کی شہادت



سہی لازم کر دی گئی ہے دہائی ہودامی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵، ۱۳، ۱۱، ۹، ۷، ۵، ۳، ۱  
عَبْدَ قَيْن : دہندے، عبد کا تثنیہ ہلات  
حجر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے دو مقدس و برگزیدہ بند  
حضرت نوح اور حضرت لوط علیہ السلام  
سلام علیہما کی معصیت میں آیا ہے ۲۰۔  
عِبْرَةٌ : عبرت نصیحت حاصل کرنا دوسرے  
کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔ دھیان کرنا  
راغب لکھتے ہیں :-

”اصل میں عِبْرٌ کے معنی میں ایک حال  
سے دوسرے حال میں گزرنے کے  
۔۔۔۔ اور اِغْتِبَارٌ اور عِبْرَةٌ اس  
حالت کے ساتھ مفعول ہے کہ جس کے  
ذریعہ ایک ایسی چیز کی معرفت سے  
کہ جو مشاہدہ میں آرہی ہے اس چیز کی  
معرفت تک پہنچا جائے کہ جو ابھی مشاہدہ  
میں نہیں آئی۔“

اور علامہ احمد منویمی المصباح النیر میں فرماتے  
میں ۱۔

”اِغْتِبَارٌ کے معنی نصیحت پکڑنے کے بھی

آتے ہیں۔ جیسے نَاعَةٌ بُرْوَیَا اُولٰٓئِکَ  
الْبَصَارِ دوسو نصیحت پکڑنے والے (ایمان  
والو) عِبْرَةٌ اسی اِغْتِبَارٌ سے آہستہ  
تخلیل نے کہا ہے کہ عبرۃ اور اعتبار  
بامضیٰ کے معنی ہیں گزرے ہوئے واقعات  
سے نصیحت پکڑنا اور عبرت حاصل کرنا  
عِبْرَةٌ کی جمع عِبْرٌ ہے جیسے سِدْرٌ  
کی سِدْرٌ۔“

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں :  
”عِبْرَةٌ کے معنی میں نصیحت حاصل کرنا  
یہ وہ نشانی ہے کہ جس کے ذریعہ حیات  
کے مقام کو عبور کر کے علم تک رسائی  
ہوتی ہے اس کی اصل عِبْرٌ سے ہے  
جس کے معنی میں ایک جانب سے دُعا  
جانب کی طرف پہنچ جاتا، اور اسی عِبْرٌ  
سے عِبْرَةٌ ہے جس کے معنی اس کلام کے  
ہیں کہ جو معنی کو نیکر مخاطب تک پہنچتا  
ہے اور اسی عِبْرَةُ الرَّیَا ہے کیونکہ  
وہ خواب کی تعبیر ہے۔“

علامہ خازن بغدادی نے اس کی تشریف ان

الفاظ میں کی ہے :-

العبرة الدلالة عبرت وہ دلالت ہے  
الموصلۃ الی الیقین یقین تک پہنچاتی اور  
المودۃ الی العلمیہ علم تک رسائی کرتی ہے  
اور قاضی شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں اس  
کی تشریح مختلف مقامات پر متعدد پیرایہ بیان میں  
کی ہے چنانچہ سورہ آل عمران میں لکھتے ہیں :-

رَبِّهِمْ يُعَذِّبُكَ يَوْمَ تَصِفُّ أَعْيُنُ النَّاسِ  
اور مراد ہے نصیحت حاصل کرنا اور تنکیر  
اس میں تعظیم کے لیے ہے یعنی عظیم عبرت  
اور بڑی موعظت " لہ

اور سورہ یوسف میں اس طرح لکھتے ہیں :-

"عبرت" وہ فکر و بصیرت جو جہالت و  
حیرت سے نجات دلاتی ہے بعین نے  
کہا ہے کہ یہ اعتبار ہی کی ایک نوع  
ہے یعنی طرفہ علوم سے طرفہ قبول کو  
عمور کرنا " لہ

اور زہریٰ آیت وَرَاقَ لَكُمْ فِي الْأَمْثَلِ لَعِبْرَةٍ

دوسرے شک نہایت یہ ہے کہ ان میں سے کچھ  
ہے یوں رقمطراز ہیں :-

"عبرة کے معنی میں اصل میں ایک چیز کی  
دوسری چیز کے ساتھ اس طرح تشبیہ دینا  
کہ مشابہت اور مشابہت کی بنا پر اس دوسری  
چیز کی حقیقت آنکھوں کے سامنے  
پہنچ جائے " لہ

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳

عَبَسَ اس نے تیوری چڑھائی، وہ ترش رہ  
ہوا۔ وہ چین کھین ہوا۔ اس نے سنا بنایا (ضرب)  
عَبَسَ اہ رجوس کے معنی ترش و ہونے اور ترونگا  
چڑھانے کے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
راغب لکھتے ہیں کہ دل تنگی سے ماتھے پر ہل آ  
جانے کا نام عبوس ہے۔ اور تفسیر کبیر میں مرقوم  
ہے :-

عَبَسَ عَبَسَ فَمَوْعَالَسَ کا استعمال  
ماتھے پر ہل ڈالنے کے لیے ہوتا ہے اور اگر  
اسی ترش روی میں دانت بھی ظاہر ہو جائیں

لہ فخذ کا ذریعہ حالت و نوع کے لیے ہے چنانچہ جلتہ تبس کی ایک خاص نوع اور حالت کے لیے استعمل  
کیا جائے گا اس لحاظ سے عبرہ عبور کی ایک خاص حالت و نوع کا نام ہوگا۔ لہ تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۴۲

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

تو پھر کھلج بولتے ہیں اور اگر منہ بنانے کا کڑو  
اتہام میں ہو تو اس کے لیے بسر آتا ہے  
اور جو تیوری پر بل ڈالنے کے ساتھ غصہ  
ہو جائے تو پھر بسل کہا جاتا ہے ۱۰

عَبْقَرِیِّ اِتَمٰی اَنَادِرِ عَجِیْبِ، خَوْصِیَّتِ  
بِجَوْدِ اِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ سَرِیْسَتْ قِیِّ نَزْہِہِ الْقُلُوْبِ  
جَوْلَعْتَ قُرْآنَ پَرَانِ کِی مَشْہَرِ تَرِیْنِ کِتَابِ  
رَقَطْرَاتِہِیْنَ ۱۱۔

۱۱۔ عَبْقَرِیُّ موٹے فرش میں، ابو عبیدہ نے  
کہا ہے کہ اہل عرب ہر بچھو نے اور فرش کو  
عبقری کہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبقر  
ایک خفہ ہے کہ جہاں نقش کھڑا تیار ہوتا تھا  
چنانچہ ہر عہد چیز کو اس کی طرف منسوب کیا  
جانے لگا نیز کہا جاتا ہے کہ عبقری ہر اس  
مردیز میں بچھونے کو کہتے ہیں کہ جو قابلِ قرین  
توصیف ہو اور اسی معنی میں حدیث میں  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے آیا ہے  
فَلَمْ اَرِ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیْتِہِ دِہْمِرِ  
مِنْ نَہِ اِیْمَا عَجِیْبِ وَ غَرِیْبِ کِی کو نہیں دیکھا

کہ جو ان کی طرح کام کرنے والا ہو  
اور اہم راغب مصنفانی فرماتے ہیں ۱۰۔  
”بیان کیا جاتا ہے کہ عبقر جنوں کی ایک  
بستی ہے جس کی طرف ہزار چیز کو انسان  
ہو یا حیوان یا کثیرا منسوب کر دیا جاتا ہے  
اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے  
بارے میں فرمایا گیا ہے فَلَمْ اَرِ عَبْقَرِیًّا  
مِثْلَہِ اور قرآن پاک میں ہے وَ عَبْقَرِیِّ  
حِجَانِ (اور قیمتی بچھونے نفیس) یہ جیسا کہ  
بیان کیا جاتا ہے بچھونوں کی ایک خاص قسم  
ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بچھونوں  
کے لیے بطور مثال بیان فرمایا ہے۔

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں  
جواہر القاموس میں لکھتے ہیں ۱۱۔

(عَبْقَر) پر وزن جعفر (ایک موضع ہے)  
بادیہ میں (جہاں جنات مہبت ہیں اشل چلی  
آتی ہے کا نہ جن عبقری دگر پائے عبقر  
کے جنات میں) بعض لوگوں کا بیان ہے کہ  
یہ یمن میں ایک جگہ ہے اور صحاح میں ہے  
کہ عرب یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جنات

لے تفسیر ج ۸ ص ۳۵۶ طبع مصر قدیم عین القوسین میں یعنی تانوس کا ترجمہ ہے۔

کی سرزمین میں ہے۔ چنانچہ لیبید کا شعر ہے  
ومن فاد من اخوانہم یلینہم کہول شبان کعبہ  
بعد میں ہر اس چیز کو کہ جس سے اس کی ہمارت  
یا خوبی صفت اور قوت کی بنا پر تعجب ہوتا  
اس کی طرف منسوب کرنے لگے۔ اور ابن  
الاشیر کہتے ہیں کہ عبقر ایک قریب ہے جہاں  
عربوں کے خیال میں جنات بستے تھے  
لہذا جب بھی کسی عمدہ اور عجیب چیز پر ان  
کی نظر پڑتی کہ جس کا بنانا دشوار اور اس  
کی ساخت نازک ہوتی یا خود وہ چیز  
بڑی ہی پر عظمت ہوتی تو اسے عبقری  
کہتے اور ابن سیدہ کہتے ہیں کہ عبقر  
(ایک شہر ہے) میں میں، اور ہم میں ہے کہ تبرہ  
میں ہے جہاں منتقش کپڑے اور فرش  
تیار کیے جاتے تھے اور اس جگہ کے  
کپڑے نہایت ہی نفیس اور عمدہ ہوتے  
تھے لہذا یہ ہر اس شے کے لیے کہ  
جو کسی اعلیٰ درجہ کی چیز کی طرف منسوب ہو  
ایک کہادت بن گیا اور جب بھی کسی چیز  
کی تعریف میں انتہائی مبالغہ کرنے لگے  
تو اسے عبقری کہہ دیا۔ اور بعض کہتے

ہیں کہ یہ اس کی طرف نسبت ہے کہ جو  
جنات کا موضوع ہے۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے  
کہ ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو  
یہ جانتا ہو کہ یہ شہر کہاں تھا اور  
کب تھا۔

قاموس میں عبقری کے حسب ذیل معانی  
اور لکھے ہیں، ۱۱۔ ہر وہ چیز جس میں کمال ہو، ۱۲۔  
سردار (۱۳) وہ جو سب سے فوق لے جا، ۱۴۔  
مضبوط اور قوی (۱۵) خاص قسم کے فرش اور کپڑے  
ساج المردس میں ہے کہ فرسار نے کہا ہے عبقری  
دبیز فرش میں۔ اور اس کا واحد عبقر ہے۔ ۱۰۔ اور  
عبقری دیا کو بھی کہتے ہیں۔ اور قتادہ نے اس کا  
ترجمہ غالیچہ کیا ہے۔ اور سعید بن جبیر نے نفیس  
غالیچے اور صراح میں یہ ہے کہ عبقری را حداد  
جمع دونوں ہے۔ ۲۶۔

عَبْقُورٌ مَنْ بَنَى دَالًا۔ توری حیرت خانے  
والا۔ ترش رو سخت منہ بگاڑ دینے والا عَبَسَ  
اور عَبَّوْی سے صفت مشبہ کا صیغہ قرآن پاک  
میں یہ لوم کی صفت واقع ہے۔ علامہ احمد  
فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ جس الیوم  
کے معنی ہیں دن کے سخت ہونے کے اس اعتبار

سے یوم عبود کے معنی سخت دن کے ہیں اور قاموس میں یومًا عبودًا کی تشریح ان لفظوں میں کی ہے اسی کو یہاں عبس من الوجوہ (ایسا مکروہ دن کہ جس سے منہ بگڑ جائیں) علامہ خازن نے تفسیر کی ہے کہ یوم کو جو عیوس سے موصوف کیا ہے یہ نماز ہے جس طرح سے کہ نہارہ صائمہ برتے ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس نے اس دن کو روزہ رکھا ہے۔ غرض مطلب یہ ہوا کہ اس دن میں لوگوں کے پیرے اس کے ہول اور شدت سے بگڑ جائیں گے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خود اس دن میں سختی اور شدت ہے اس لیے اس کو عبود سے موصوف کیا گیا ہے۔ ۲۱

عَبِيدٌ عَبْدٌ عَنِدٌ كِي جَمْعُ تَاجِ الْعُرْسِ

میں ہے :-

”عبد کی جمع عبید ہے جیسے کلب

در کلب در معر در معر جوہری

نہ کہا ہے کہ یہ جمع نادر ہے ہمارے شیخ

محمد بن مطلب فاسی کہتے ہیں کہ

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے

کہ یہ جمع ہے یا اسم جمع۔ اور شیخ ابن مالک نے اس کی وضاحت کی ہے اور کہا ہے کہ ازان جمع میں فیصل میں آیا ہے لیکن اہل عرب کبھی تو اس کے ساتھ جمع کا مسئلہ کرتے ہیں اور اس کو ثنوت لاتے ہیں جیسے عبید اور کبھی اسم جمع کا اور اس وقت ذکر استعمال کرتے ہیں جیسے حججہ اور کلب۔“

ازہری نے تفسیر کی ہے کہ سب اس پر اتفاق ہے کہ عباد اللہ اور مہالبت میں فرق ہے ۱۰ رت گزاروں کو عباد کہتے ہیں اور غلو کو عبید لیکن جیسا کہ امام راعب نے بیان کیا ہے جب عبید کی اصناف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو پھر اس سے جملہ بندگان خدام را دہوتے ہیں ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱

## فصل التاء المثناة

عَنْتَ اس نے سزا کی اس نے سرکشی کی اس نے نافرمانی کی (نَصْرٌ عَنْوً سے ماضی کا صیغہ واحد ثنوت غائب (ماضی بوعنوت) ۲۲

**عُتُلٌ**: سخت مزاج۔ گردن کش، اجداد عید  
 ہشتوی نے منتخب اللغات میں اس کے حسب  
 ذیل معانی لکھے ہیں ۱) بسیار خوار ۲) درشت ۳)  
 سنگم دار ۴) سخت گوشت۔ یہ عُتُلٌ سے صفت  
 کا صیغہ ہے جس کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر  
 پکڑ کر سختی اور زبردستی کے ساتھ پھینچنے کے ہیں  
 امام ابو بکر محمد بن عزیز سجستانی ترجمۃ القلوب  
 میں رقمطراز ہیں۔

عُتُلٌ سے مراد یہاں تند خوار و سخت مزاج  
 کا فہرے عُتُلٌ ہر سخت چیز کو کہتے ہیں۔  
 ابو عمر ثعلب سے اور وہ ابن الاعرابی  
 سے ناقل ہیں کہ عُتُلٌ وہ شخص ہے  
 جو فیضیت کو کچھ نہ سمجھے۔

اور مولانا محمد سعید سلمیٰ مدراسی تفسیر مواب  
 الرحمن میں لکھتے ہیں ۱۔

عُتُلٌ درشت خور، جفا کار سے حسن  
 بصری فرمودہ کہ بدکار درشت خور، قرآ  
 گفتہ شدید المضمومہ در باطن۔ و زہد کلی شدید  
 در کفر و ہر شدید در لغت عرب عُتُلٌ  
 است۔ و عُتُلٌ بضمین و  
 تشدید۔ مرد درشت آزار دہندہ و

سخت گوشت کما فی الصراح، و در قاموس می  
 گوید الاکول المنیع الحبانی الغلیظ  
 بسیار خوار سخت بازدارندہ و بجا کنندہ و در  
 ماخوذ از قول عرب عتله چون برانداد  
 را بد رشتی و سختی، و ابو عبیدہ در معنی عُتُلٌ  
 گفت بسیار خورندہ و بسیار آسان دوز در مند  
 زبردستیکہ نسخیدہ شود در میزان آخرت  
 یک جو ۱۔

تاضی شوکانی نے واحدی کے حوالہ سے  
 مفسرین کے اقوال کا خلاصہ ان دو لفظوں میں  
 نقل کر دیا ہے ۱۔

هو الشدید الخلق قتیل وہ ہے جو حیم کا مضبوط  
 الفاحض الخُلُنْ ہو اور اخلاق کا خراب  
 مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبدالرحمن  
 بن عثم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے القتال الزہیم کی تفسیر دریافت  
 کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

هو الشدید الخلق وہ جو حیم کا مضبوط ہو

۱۔ مواب الرحمن پارہ تبارک الذی ص ۲۱۰  
 طبع مطبع جامع الاخبار مدراس ۱۳۶۱  
 فتح القدیر ج ۵ ص ۲۶۱۔

کا نفل باب نصر سے آتا ہے۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں :-

الْعُتُوُّ مَجَاوِزَةُ الْحُدِّ عُتُوٌّ كَمَا مَعْنَى هِيَ مَرَكَشِي فِي الطُّغْيَانِ وَ فِي حَدِّهِ مَرَكَشِي مَعْنَى مَرَكَشِي نَافِرَانِي كِي آخِرِي مَنْزِلُ غَايَاتِهِ ۱۰ پُر پَنچ جانا۔

۲۱ عُتُوًّا ۱۱

عُتُوًّا : انہوں نے مَرَكَشِي کی انہوں نے نافرانی کی وہ مَرَكَشِي میں حد سے گزر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع ذکر غائب ۱۰ ۱۱ ۱۲

عُتِيًّا ۱۳ حد سے باہر ہونا، اگر بنا مَرَكَشِي کرنا یہی عَتَا يَعْتُوُّ کا مصدر ہے جو ہر ہی کا بیان کہے یہ اصل میں عُتُوٌّ ہی تھا اس کے ایک صنف کو کسرہ سے بدلا تو مادہ بھی یا سے بدل گیا عُتِيًّا ہوا۔ پہلے ایک کسرہ کے ساتھ دو سر کسرہ بھی لگا لیا تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے تو عِثْنَا ہو گیا۔ تاج المعاد میں عِثْنَا کا ترجمہ لکھا ہے "بغایت پیری رسیدن" روح المعانی میں ہے کہ عِثْنَا کے معنی ہیں جوڑوں اور بڑیوں کی شکل اور

الصَّحْبُ أَكُولُ الشَّرْبِ صَدَقَ مَرَكَشِي بَرَكَا كَمَا مَعْنَى الرَّحْمَةُ لِلطَّحَامِ وَ پینے والا جسے کمانے الشَّرَابُ الظُّلْمُ لِلنَّاسِ پینے کو ملتا ہے لوگوں الرَّحِيمُ الْمَجْرُوفُ ۱۰ پر بہت ظلم کرتا ہو اور قَوْلُهُ اس کی بڑی ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن نعم دھنی اللہ عنہ کے صحابی ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تاہم کبار تابعین میں ان کا شمار ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التبذیر میں لکھتے ہیں :-

"مَالِكُ بْنُ عَمْرِو بْنِ لَاحِقٍ (غیر پر زہر اور زہر ساکن) اشعری میں ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ مجلی نے کبار ثقات تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے۔ شہر ہجری میں دفن پائی" بہر حال حدیث مرفوعہ سے ہی مرسل پہلے جو امام ابو حنیفہ امام مالک وغیرہ دیگر ائمہ کے نزدیک مسیح ہی ہے۔ ۲۱

عُتُوٌّ : شرارت مَرَكَشِي : نافرانی عَتَا يَعْتُوُّ کا مصدر ہے جس کے معنی اطاعت سے انحراف سمجھ کر نہ اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں اس

ہو سست دوڑ جانے لگے راغب لکھتے ہیں موت  
الیکبر حیثیت کا مطلب یہ ہے کہ پیری کی اس حالت  
پر پہنچ گیا کہ اب اصلاح بخلاوے کی کوئی سیل نہیں  
رہی اور قاضی شہداء اللہ صاحب پانی پتی  
تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں۔

مُتَوَّعٌ کے معنی اطاعت سے انکار کر دینے  
کے ہیں یہاں کمال پیری مراد ہے کیوں کہ  
ضعیف آدمی کے اعشاء اس کے قاب میں  
نہیں رہتے اور وہ جو چاہے ان سے کام  
نہیں لے سکتا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ بڑیوں  
کا گھلنا مراد ہے اور جب کسی شخص کا سن  
انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور وہ بوڑھا ہو  
جاتا ہے تو اس کے لیے بولتے ہیں هُنَا  
الشیخ یعقوب هُنَا وَعَشِيَتْ اَرْجَبُ اُس  
کی بڑیاں خشک ہو جائیں تو اس کو عاتیت اور  
عاش کہا جاتا ہے ۱۱

اور آیت شریفہ اَيُّهَا شَدَّ عَلَى الرَّحْمٰنِ  
عِيَتْ اِذْ كُنَ سَابِغًا فِي مِزْجِ  
سے سخت اگڑنے والا، کے متعلق  
امام راغب نے لکھا ہے کہ بعض تو عیتا

کو یہاں مصدر بتاتے ہیں اور بعض عاتیت  
کی جمع - ۱۲

عَتِيْدٌ تیار۔ ابو بکر سستانی نے اس کے  
معنی حاضر کے لکھے ہیں۔ اور قاموس میں اس  
کا ترجمہ العاصر المہیا کیا ہے یہ عتلا جس  
کے معنی ضرورت سے پہلے کسی چیز کے ذخیرہ  
کر لینے کے ہیں برون فہیل بھی معنی ناعل آتا  
ہے اور کسی معنی مغول۔ راغب لکھتے ہیں  
وَالْعَتِيْدُ الْمَعْدُ وَالْعَتِيْدُ کے معنی  
میں تیار کر کے والا اور تیار کر دہ شدہ قاضی شوکانی  
نے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ  
عَتِيْدٌ اور منہ سے کوئی بات نہیں نکالنے  
باتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے،  
میں ناعل کے معنی لیے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

الْمَلِكُ هُنَا اَنْ مَعْدُ لِّلْكَتَابَةِ مَلِيْلًا لِّهَاسِ اِيْلًا  
یہ مراد ہے کہ وہ کتابت کے لیے  
تیار اور آمادہ ہے، اور وقال  
قَرِيْبُهُ هَذَا مَا لَدَيْ عَتِيْدٍ  
اور یوں اس کا ساتھ  
والا یہ ہے جو میرے پاس



ماضی تھا، میں ماضی کے چنانچہ یہاں فرماتے ہیں۔  
عیند حاضر قدھیئت یعنی ماضی ہے اور  
اسے میں نے تیار کر رکھا ہے۔ قاعنی صاحب نے  
یہ بھی لکھا ہے کہ جو ہری وغیرہ ائمہ لغت و نحو نے  
تفسیر کی ہے کہ فعل اور فحول واحد تیسرا اور  
جمع میں ماضی طور پر استعمال ہوتے ہیں۔  
۲۶۔

تَلْقِیْنِ اَقْدِمُ آزاد یہ یا تو عِنِّ سے جس کے  
معنی آزاد ہونے کے ہیں بر وزن فَعِلٌ بمعنی  
مُفْعُول ہے یعنی آزاد شدہ اور یا عِنَّا قَدِّمُ سے  
جس کے معنی قدیم اور پرانا ہونے کے ہیں صفت  
شبه کا صیغہ ہے۔ علامہ ابو بکر بن العربی کا مختار  
یہی یہی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

البيت العتيق فیل "عتیق" عتیق سے بڑن  
من عتیق امی قدّم فَعِلٌ ہے یعنی قدیم  
وجودہ و یقال الوجود او جب کسی طور  
سبب عتیق کو بنائے ایک زمانہ  
اذا تقدم ہو جائے کہتے ہیں "سبب  
صنعت عتیق پرانی طور ہے

عَتَقَ کا فعل باب مضارع ہے آتا ہے اور  
عَتَا قَدِّمُ کا باب کہم سے اور کبھی باب نصر  
سے بھی اور علامہ ناصر بن عبد اللہ مطرزی العفزی  
میں لکھتے ہیں :-

"عتق کے معنی میں غلامی سے نکلنا چنانچہ  
بولاجا تا ہے عَتَقَ العبد عَتَقًا وَعِنَّا قَدِّمًا  
عِنَّا قَدِّمًا وَهُوَ عَتِيقٌ وَهُوَ عَتَقًا اور  
اعتقہ میں لاف کے معنی آزاد کرنے کے ہیں اور  
کبھی عتیق کو بھی اعتاق کی جگہ استعمال  
کر لیا کرتے ہیں۔ یہ اس کے اصل معنی ہیں  
پھر شرافت اور اسی قسم کے معنی جیسے تیز گامی  
وغیرہ اس سے مراد لیے جانے لگے چنانچہ  
فہرست عتیق رافع اس غلہ گھوڑے کو  
بولتے ہیں کہ جو دوڑ میں آگے بڑھ جائے  
اور عتاق الحصل والطیر سے مراد بہترین  
گھوڑے اور پرندے ہوتے ہیں اور یہ بھی  
بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ گم پیر کہ مقدم کے معنی  
کو بتلاتا ہے۔ چنانچہ عتیق العرس الخیل  
کے معنی ہیں گھوڑا دوڑ میں اور گھوڑوں سے

۱۰ فتح القدیر ج ۵ ص ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱،

مقدم ہو گیا اور آگے نکل گیا اور کاغذ سے اور گردن کے درمیان جمعہ ابھرا ہوا ہے اس کو عاتق اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ آگے نکلا ہوتا ہے اور عتیق کے معنی قدیم کے آتے ہیں اور عتیق اور عتقاد کا استعمال پڑانے اور قدیم ہونے ہی کے لیے ہوتا ہے اور اسی معنی میں ہے دس ایجو عتیق دین اور تادم و لون کے پیش کے ساتھ یعنی پرانے درہم اور عتیق تشدید کے ساتھ لونا غلط ہے کیوں کہ یہ عتیق کی جمع ہے اور پوری تفصیل "المعرب" میں مذکور ہے۔

قرآن شریف میں یہ لفظ بیت کی صفت آتھ ہوا ہے ارشاد ہے وَلَبَقَوْا بِابِ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (اور طواف کریں اس قدیم گھر کا) اور اس سے مراد خانہ کعبہ ہے کعبہ شریف کو بت عتیق کیوں فرمایا گیا۔ اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں جو البیت العتیق کے ضمن میں گزر چکے ہیں لیکن حدیث میں خود اس کی وجہ تسمیہ مذکور ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
انما سمی البیت "بیت اللہ" شریف  
العتیق لانه لحد کانام "عتیق" اس لیے ہوا  
لظہر علیہ جبارۃ کہ اس پر کسی زبردست  
کا قبضہ نہ چلا۔

امام ابو حنیفہ ترمذی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن غریب اسی طرح حاکم نے بھی اس کو روایت کر کے صحیح کہا ہے ترمذی اور حاکم کے علاوہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن جریر وطبرانی وغیرہ دیگر ائمہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس روایت کی بنا پر کعبہ شریف کو "عتیق" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو زبیدتوں کے پنجے سے ہمیشہ آزاد رکھا اور کسی کو اس کے برابر کرنے کا موقع نہیں دیا چنانچہ آج تک تاریخ اس پر شاہد ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ عتیق بمعنی جید ہے

۱۔ جامع ترمذی ص ۵۲۱ طبع احمدی دہلی ۱۳۶۶ھ  
لیکن مصری نسخہ میں بجائے حسن غریب کے حسن صحیح ہے (ملاحظہ ہو صحیح ترمذی مع شرح

ابن المعری ج ۱۲ ص ۳۰-۱)

۲۔ ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۲۶ طبع منیر مصر

جو عرب کے عوام سے حقائق الخیل اور حقائق الطیر سے ماخوذ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ فَعِلٌ بمعنی مَفْعِلٌ یعنی مَعْنُیٰ ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے گنہگاروں کی گردنوں کا آزاد کرنے والا اور اعتاق کی نسبت اس کی طرف مجاز ہے کیوں کہ حقیقت میں تو اس کے طواف کی بدولت خود حضرت حق جل مجدہ ان کی گردنوں کو آزاد فرماتے ہیں۔ لے

حافظ ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں :-  
مفسرین عتیق بمعنی قدیم بیٹے ہیں اور گو اشتقاق میں بھی اس کی گنجائش ہے تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر زیادہ صحیح ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ سے دریا کیا گیا کہ روئے زمین پر پہلی مسجد کونسی تعمیر ہوئی ارشاد فرمایا مسجد حرام اسو یہ بھی اس کے متقدم ہونے پر نص ہے اس لحاظ سے خانہ کعبہ دونوں وجہوں کے اعتبار سے عتیق ہے۔ پر  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کو

اس بارے میں زیادہ نصبت حاصل ہے علامہ تاجدین میں سے علامہ محمود آلوسی بھی یہی کہتے ہیں :-

وهذا هو المتبادر عتیق بمعنی قدیم بھی معنی إِلَّا أَنْتَ تَعْلَمُ قبا در میں تاہم یہ آپ جاننے انہ افصح الحدیث میں کہ حدیث صحیح سم تو لا یعدل عنہ اس سے دو گردانی نہیں کی جاسکتی۔

لیکن قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کو یہ درویش وجہیں پسند نہیں وہ فرماتے ہیں :-  
”مجھے سفیان بن عیینہ کا قول پسند ہے کہ اس کا نام عتیق اس لیے ہوا کہ وہ کسی بشر کی ملکیت میں نہیں آیا، اور وہ تو کبھی کسی بشر کی ملکیت کیا سزا اس کے ارد گرد کا علاقہ یعنی حرم بھی کسی کی ملکیت میں نہیں بنا“

قاضی صاحب موصوف کو ترمذی کی حدیث پر یہ شبہ ہے کہ حسب ذیل روایا اس قول کی تکرار کر رہی ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسٹہ کا ایک شخص دو پتل پٹلیوں والا کعبہ کو ویران کرے گا۔

(۲) بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ بایک کعبہ کے سامنے ہے وہ سیاہ بشتی چھدری ٹانگوں والا جو کعبہ کا ایک ایک پتھر اکٹرا جاتا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک حبشی تمہیں چھوڑیں تم انہیں مت چھوڑو کیوں کہ کعبہ کے خزانہ کو سوائے ایک پتلی پٹلی ٹانگوں والا چھتھی کے اور کوئی نہیں نکالے گا۔ اس روایت کو ابو داؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

قاضی صاحب ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں :-

فان هذه الاحادیث یہ احادیث اس بات

تعل علی تسلط کو بتلاتی ہیں کہ آئندہ چل کر جبار علیہ فی اس پر ایک زبردست المستقبل لذلك کا قبضہ ہو جائے گا اور یہ یقینی کو نہ عیناً بات اس لحاظ سے اس بہذا المعنی کہ عین ہونے کے منافی لیکن انوس ہے کہ قاضی صاحب نے حدیث کے الفاظ پر غور نہیں فرمایا اس میں لہذا علیہ علیہ وارو ہے نہ لہذا علیہ قاضی میں تسلط کی نفی ہے نہ مستقبل میں لہذا ان روایات اور اس حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ حدیث ترمذی میں زمانہ گذشتہ کا بیان ہے اور ان احادیث میں علامات قیامت کا۔ یہ وہ زمانہ ہوگا جب دنیا کی عمر ختم ہونے پر ہوگی اور خدا سے واحد کا کوئی نام لیا جاتی نہیں رہے گا۔ لوگ خدا کعبہ کی حستہ ٹٹا چکے ہوں گے تب حبشیوں کے ہاتھوں کعبہ اس طرح برباد ہو جائے گا کہ پھر کبھی آباد نہ ہوگا چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں اس سلسلہ میں جو روایت مذکور ہے وہ بڑی مفصل ہے اس کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ منقول ہیں :-

لے ملاحظہ ہو تفسیر تفسیر ج ۶ ص ۲۰۵ سورہ حج شائع کردہ مدۃ المصنفین دہلی۔

ولن یستحلّ هذا  
البت الا اهلہ  
فاذا استحلوه  
فلا تسئل عن  
هکلت العرب  
ثم تجئى الحبشة  
فخربونه خرابا  
لا یعمر بعده احد  
اور اس کعبہ کو بے حرمت  
نہ کر گئے مگر کعبہ والے ہی  
پھر جب وہ اس کی حرمت  
کر چکے گئے تو اب عز کی  
تباہی کو نہ پوچھو۔ پھر تو  
حبشی جن کا شمار ہمیشہ  
دنیا کی ذیل قوموں میں  
رہا ہے انہیں گے اور کعبہ  
کو اس طرح برباد کر دیں گے  
کہ پھر کبھی آباد نہ ہوگا۔

علماء کی تصریح بھی یہی ہیں۔ چنانچہ علامہ محمود  
اسی روح المعانی میں فرماتے ہیں :-  
ان ذلک من اشواط یتقدّ علامات قیامت  
الساعة التي لا ترد  
نفضا  
اور امام البیہقی بن العسکری لکھتے ہیں :-

وذلك عند انقضاء  
الزمان ووجوب الساعة  
والخروج من ادبيات  
یہ کعبہ کی بربادی جب  
ہوگی جب کہ زمانہ ختم  
ہو رہا ہوگا قیامت

سر پہ ہوگی بار دنیا سے  
نکلنے کا زمانہ ہوگا۔  
اور علامہ محمد طاهر مٹنی مجمع بحار الانوار میں لکھتے  
ہیں :-

"یہ قریب قیامت میں ہوگا جب کوئی اللہ اللہ  
کہنے والا باقی نہ رہے گا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کی وفات ہو چکی ہوگی اور مسند آن  
سینوں اور کتابوں سے اٹھ چکا ہوگا  
رہا ارشاد حواما امنا سواں  
کے معارض نہیں کیوں کہ اس کے معنی  
یہ ہیں کہ اس کا ان قریب قیامت اور دنیا  
کی بربادی ایک ہے" (انتہی لطفا)  
اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسی  
کے قریب قریب لکھا ہے ۱۱

## فصل ثلث المثلثة

عشر: ۱ سے اطلاع دی گئی۔ اسے خبر کر دی گئی  
(نصر صحت) عشر: جس کے معنی بغیر جات  
کسی چیز پر مطلق ہو جانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ

۱۔ فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۹ لکھ روح المعانی ج ۱ ص ۱۲۰ لکھ عارضۃ الاسود ج ۱ ص ۱۲

۲۔ مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۱۵۶ و ۱۵۷ طبع نزل کشور لکھنؤ۔

وہاں نہ کہ غائب۔ راغب معنی میں لکھتے ہیں:-

عَثْرُ الرَّجُلِ يَعْثُرُ عَثَارًا أَوْ عَثُورًا  
کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔ اور مجازاً اس کا استعمال  
کسی شخص کے اچانک بلا طلب کسی بات پر  
مطلع ہو جانے کے لیے ہوتا ہے  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ عَثُرَ عَلَى  
أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ إِنَّمَا ذِكْرُ خَيْرٍ مِّمَّا بَدَأَ  
کہ وہ دونوں حق بات دہاگئے مگر اس معنی  
میں اس کا صلیح علی آتا ہے، اور عَثْرَتْ  
عَلَى كَذَا كَمَا جَاءَ فِي

علامہ احمد نیرمی نے مصباح میں مختصر العین کے  
حوالہ سے اس کے مصادر کا حسب ذیل فرق  
نقل کیا ہے۔

۱۔ انسان کے گرنے کے لیے عَثْرَ الرَّجُلُ  
عَثُورًا اور گھوڑے کے گر جانے کے لیے  
عَثْرَ الْفَرَسِ عَثَارًا اور کسی چیز پر اطلاع  
پانے کے لیے عَثْرَ عَلَيْهِ عَثْرًا وَ عَثُورًا  
ہے اب نصر سے۔

اور ام نضر الدین رازی تفسیر کبیر میں قیطر زمیں  
ملیت رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عَثْرَ

۱۔ تفسیر کبیر ج- ۲ ص ۶۸۶ میں مصرعہ

الرجل يعثر عثرًا کے معنی ہیں کسی چیز پر  
اس طرح اچانک جا پڑنا کہ دوسرا یکایک نہ  
پہنچ سکے، اور اعدت فلا ناعلی  
امری کے معنی میں میں نے غلام کو اس کی  
اطلاع دے دی اور عَثْرَ الرَّجُلُ يَعْثُرُ  
عَثْرَةً کے معنی ہیں کسی چیز پر گر پڑنے کے  
اہل لغت نے کہا ہے کہ عَثْرَ بَعْضُ أَهْلِ  
عَثْرَةٍ اِی سے ہے جس کے معنی گر پڑنے کے  
ہیں کیونکہ عَثْرَ اٹھو کہ کھا کر گر پڑنے والا،  
ایسی ہی چیز پر گرنا ہے جس کو وہ نہیں دیکھتا  
پھر جب اس پر گر پڑتا ہے تو اس مطلع ہو  
جاتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ کیا چیز ہے  
اسی لیے جب کوئی شخص کسی بار پر مطلع ہو جو

اس سے پوشیدہ تھی تو بونے میں صد  
عثر علیہ (اس پر مطلع ہو گیا) اور اعثر  
غیرہ (اس نے دوسر کو اس پر مطلع کر دیا)  
اور اسی معنی میں ارشاد ہے وَكَذَلِكَ  
عَثَرْنَا عَثَرَ جَدِّ (اور اسی طرح ہم نے  
لوگوں کو ان کی خبر پر ہر کر دی)۔  
عَثْرَ کا استعمال اطلاع پانے کے معنی میں

حقیقت ہے یا مجاز اس بارے میں صاحب کی تصریح آپ کی نظر سے گزری۔ صاحب روح المعانی نے خوری سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ استعمال کسی مخفی چیز پر اطلاع پانے کے معنی میں مجاز ہے۔ اصل میں عَشْر کے معنی میں کہا یعنی وہ منہ کے بل گر پڑا چونکہ منہ کے بل گر پڑنے سے اپنے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا ہے اور اسے پہچان کر اس پر مطلع ہو جاتا ہے اس لیے مجازاً مطلع ہو کے معنی میں بھی اس کو استعمال کرنے لگے لیکن خود صاحب روح المعانی اس کو مجاز ماننے میں مذنب ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

”لیث نے کہا ہے کہ عَزَّ بمعنی اظلم کا مصدر عنوز ہے اور عَشْر بمعنی کہا کا عِشَار اور اس صورت میں قول بالمجاز کی نفی ہوتی ہے کیوں کہ مصدر کا اختلاف مجاز ماننے کے منافی ہے لہذا یہ دعویٰ لاغیب کے قول کے مطابق۔۔۔ دو وزنوں مصدر کے استناد ہی کی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ اور قاموس میں ہے کہ عَزَّ بِرِزْنٍ صَرَبٌ وَنَصْرٌ وَعَلِيلَةٌ

وَكَمْ عَشْرٌ أَوْ عَشْرَيْنَا وَعَشْرًا اس کے معنی میں منہ کے بل گرنا اور عَشْر کے معنی میں مطلع ہونا نیز عَشْر بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مجاز نہیں ہے۔ نیز اس معنی میں بعض معاصر کا استناد کسی سمجھ میں آتا ہے۔“

بلاشبہ اختلاف معاصر سے انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر نقل نے اس کو بیان کیا ہے لیکن یہ فرق کثرت استعمال کے لحاظ سے ہے، اور بعض معاصر حسب تصریح صاحب قاموس و دیگر لغت دونوں معنوں میں یکساں متعمل ہیں تاہم اس مادہ کی اصل وضع حسب تصریح لغت و عربیت کرنے ہی کے معنی کے لیے ہے اور اطلاع ہونے کے معنی بعد کی پیداوار ہیں۔ امام رازی کے بیان سے بھی یہی پتہ چلتا ہے علامہ مطرزی بھی الغرہ میں امام رازی کے ہمزبان ہیں، اور سید مرتضیٰ زبیدی نے قوتی العروس میں صاف لکھا ہے وعن المحاذ (العشور) بالصم (الاطلاع) علی العرو من سید

وکلام الجوہری وکلام الجوہری کا کلام بتاتا ہے کہ  
 یفید اختصاص مبالغہ عجباًت بغیر تشدید  
 التبالغة بعجاب نہیں بلکہ عجباًت کے ساتھ  
 مشددة العجب مخصوص ہے جس کے ہم  
 لا بالخفض نہ تشدید ہے۔

لیکن قاضی صاحب موصوفت کو یہ لکھتے وقت شاید  
 خیال نہیں رہا کہ قُصِّلَ اور فَعَّالٌ دونوں مبالغہ  
 کے اوزان ہیں۔ روح المعانی میں ہے۔

عُجَابٌ اِیْ بَلْبَغٍ "عُجَاب" کے معنی میں بہت  
 فی المعجب فان ہی اُجْبِیْہِ کی چیز کیوں کہ  
 فاعلاً مبالغہ فَعَّالٌ مبالغہ کا وزن ہے  
 کہ چل طواں جیسے چل طواں بہت  
 و مِزَاعٍ لیامر داوڑ چل سماع  
 بہت جلد باز شخص۔

نیز جوہری کے الفاظ جو قاضی صاحب نے نقل کیے  
 ہیں وہ یہ ہیں۔ والعجب بالتشديد اکثرت  
 یعنی عُجَابٌ جو تشدید کے ساتھ ہے اس میں  
 عُجَابٌ سے بھی زیادہ اچنبھا ہے معلوم ہوا  
 کثرت تعجب تو عُجَابٌ میں ہی ہے لیکن  
 عُجَابٌ میں اس سے بھی زیادہ ہے بتلا

طلب كالعجز، بالفتح۔ زبیدی حقیقت  
 باز کا فرق عام طور پر علامہ زنجشیری کی اساس  
 البلاغہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور زنجشیری لغت  
 و عربیت میں جو درجہ ہے محتاج بیان نہیں

## فصل ابجیم المعجم

عُجَابٌ: عجب، عجیب، تعجب میں ڈالنے  
 والی چیز۔ امام راغب کے نزدیک عُجَابٌ کے معنی  
 میں اچنبھ کی ایسی چیز جو بار نہ ہو عُجَبٌ سے  
 بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ جوہری لکھتے ہیں  
 "جس سے اچنبھا ہو وہ عجبت ہے اور یہی  
 معنی عُجَابٌ بالغم کے ہیں اور عُجَابٌ  
 بالتشديد وہ جس میں اس سے بھی زیادہ  
 اچنبھا ہو"

بعض علما نے کہا ہے کہ عُجَابٌ بالخفض اور  
 عُجَابٌ بالتشديد دونوں حد زیادہ تعجب کو  
 بتلاتے ہیں جس طرح سے کہ طویل کہتے ہیں البے  
 کو اور طواں وہ ہے جو حد سے زیادہ لمبا ہو  
 قاضی شوکانی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔



عَجَافٌ لاغر۔ دلی نام عزیز ہی جستانی نزلہ  
القولب میں لکھتے ہیں۔ عَجَافٌ وہ میں بولاغی  
میں انتہا کو پہنچ چکی ہوں۔ اور تاج العروس میں  
ہے کہ عَجَافٌ کے معنی ہیں ایسی لاغر کہ جن پر نہ  
گوشت ہو نہ چربی، اَعَجَفٌ اور عَجَفٌ دونوں کی  
جمع ہے جو عَجَفٌ سے جس کے معنی چربی کے جاتے  
رہنے کے میں صفت مشبہ کے صیغے میں، پہلا واحد  
مذکر کا صیغہ ہے اور دوسرا واحد مؤنث کا  
امام محمد سعد الدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز  
ہیں :-

”لیث کہتے ہیں عَجَفٌ کے معنی میں چربی  
کے جاتے رہنے کے اس کا فعل آتا ہے  
عَجَفَ يَعْجِفُ اور مذکر کی صفت اَعَجَفَ  
اور مؤنث کی عَجَفَاءُ ہے اور مذکر مؤنث  
دونوں کی جمع عَجَافٌ ہے۔ عربی زبان میں  
سوائے اَعَجَفَ اور عَجَفَاءُ کے اَفْعَلُ  
اور فَعْلًا کی کوئی جمع فِعَالٌ کے وزن  
پر نہیں آتی ہے اور عَجَافٌ جمع شاذ ہے  
جس کو لفظ سَمَانٌ پر حمل کر کے سَمَانٌ الہ  
عَجَافٌ بولتے ہیں چونکہ یہ دونوں باہم

نقیض ہیں اور عرب کی عادت ہے کہ وہ  
ایک نظیر کو دوسری نظیر پر اور ایک نقیض  
کو دوسری نقیض پر حمل کر لیا کرتے  
ہیں“ لہ

یہاں یہ مؤنث یعنی عَجَفَاءُ کی جمع واقع ہے  
قاعدہ کے لحاظ سے اس کی جمع عَجَفٌ ہونا چاہیے  
مسی جیسے کہ خنجر اڑے سے خُمُر ہے مگر عرب کی عادت  
کے مطابق یا تو یہ اپنی نقیض سَمَانٌ (زبر) پر  
معمل ہے یا اپنی نظیر صَحَافٌ (مکسور اور لاغر)  
پر بہر حال یہ جمع غلات قیاس اہل عرب سے سردی  
ہے کہ کراع کا قول ہے کہ عَجَفَاءُ عَجَافٌ کی کوئی  
نظیر کو حسنا و حساں کے کلام عرب میں  
نہیں ہے لیکن سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج  
العروس میں تقریح کی ہے کہ اس بات میں  
اس لیے زور نہیں کہ اہل عرب نے مَظْطَاوُ کی  
جمع مَکْسَرِطَاوُ اور بَرَفَاوُ کی بَرَاءُ بنائی ہے  
افتس نے اسی حمل اشیٰ علیٰ صندہ کی مثال  
میں عَدُوَّةً کو بھی پیش کیا ہے جس کے معنی  
دشمن عورت کے ہیں، اور جو صَدِيقَةٌ دوست  
عورت کی صند۔ کیوں کہ عَدُوَّةً میں ہا کو محض

صَدِّقُنْکِ بِاِیْدِ اَعْلٰی کِیَا گیا ہے اَحْلَاکُکُمْ فَعُولٌ  
جب بمعنی فاعل ہو تو اس کے مُؤنث میں ہا نہیں  
آیا کرتی۔ بلکہ وہ مذکر مؤنث دونوں میں یکساں  
استعمال ہوتا ہے۔ ۱۲

عَجَبٌ : عجب، تعجب، اچنبھا، عجیب۔ یہ  
عَجَبٌ یَعِیْبُ کا مصدر بھی ہے جس کے معنی تعجب  
کرنے اور اچنبھا ہونے کے ہیں اور اسم بھی تفسیر  
کبیر میں ہے۔

عَجَبٌ مصدر ہے اور عَجَبٌ کی جگہ بھی استعمال  
ہوتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ عَجَبٌ  
سے زیادہ بلیغ ہے۔ ۱۳

اور امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:-

عَجَبٌ مَجْزُؤٌ لَاجَا تَا ہے (یعنی باب مِمَّ  
یَسْتَمُّ ہے) آتا ہے اور جس چیز سے اچنبھا  
ہو اس کو عَجَبٌ بولتے ہیں اور جس کی مشا  
نہ دکھائی دے اس کو عَجَبٌ کہتے ہیں،  
ارشاد ہے اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَن  
اَوْحَیْنَا رَکِیًّا لَّوْکُلٍ کُو تَعِیْبٌ ہوا کہ وحی  
بھیجی ہم نے ایسے بات پر تنبیہ ہے کہ  
یہ بات تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد مبارک سے قبل ہی لوگ دیکھ چکے ہیں  
نیز ارشاد ہے وَیَحْزَنُوا اَنۡ یَّجَارَ فِیْہِمْ مُّنْذِرٌ  
اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا ان  
کے پاس ایک دُرُسنا لے والا) وَاِنَّ تَعِیْبَ  
فَعَجَبٌ قَوْلُہُمْ (اور اگر تو عجب بات چاہے  
تو عجب ہے ان کا کہنا) اور یہ جو فرمایا ہے  
اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکُتُھِبِ  
الترقیم کا نواہین ایاتنا عَجَبًا رکھا تو خیال  
کرتا ہے کہ غار اور کھروہ والے ہماری قدر میں  
میں اچنبھا تھے اس واس کا مطلب یہ ہے  
کہ یہ کوئی حد درجہ تعجب کی چیز نہیں بلکہ ہمارے  
کام تو ایسے ہیں کہ ان سے بھی کہیں  
ٹھہر چڑھ کر ان میں تعجب اور اچنبھا ہے  
خَرَّ اَنَّا عَجَبًا کے معنی ہیں ایسا قرآن کہ جس  
کی مثال نہ دیکھی گئی اور نہ اس کا سبب  
معلوم ہو سکا۔

اور کسی بطل و استعداد اس کا استعمال  
کسی محل اند عمدہ چیز کے لیے بھی ہوتا ہے  
چنانچہ بولتے ہیں اَعَجَبُوْا کَذَّارِجِیْہِ  
معلوم ہوا اسی معنی میں ارشاد ہے وَرَمٰنَ

التَّائِسِ مِنْ يَحْيٰى قَوْلُہٗ (اور بعض آدمی

وہ ہے کہ پسند آتی ہے سمجھ کو اس کی بات، اور

وَرَدَ تَغْيِبُکَ اَمَوَالُہُمْ (اور تخیجے بھائیوں

ان کے مال، اور وَیَوْمَ حُثِیْنٍ (اذا اَعْجَبَتْکُمْ

کثر تکتکم (اور جنہیں کے دن جب خوش ہوئے

تم اپنی کثرت پر اور اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نِسَابُہٗ

(خوش لگا کافروں کو اس کا سبزوہ) اور ارشاد فرمایا

ہَلْ تَعْجَبْتَ وَیَسْخَرُونَ (یعنی آپ کے

تو چونکہ پختہ طور پر معرفت حاصل ہے اس لیے

اس پر تعجب ہے کہ یہ دوبارہ جی اٹھنے سے

کیوں انکار کرتے ہیں اور یہ اپنی جہالت سے

ٹھٹھا اڑاتے ہیں اور بعض نے یہ معنی لیے ہیں کہ

آپ کو ان کے انکار کا دلی تعجب ہے۔

سان العرب میں ہے کہ تعجب وہ ہے جس کا

سبب مخفی ہو معلوم نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے

کسی چیز پر تہاوری نظر پڑے اور تم یہ خیال کرنے لگو

کہ ایسی چیز کبھی نظر سے نہیں گزری اس کا نام

التعجب ہے شیخ ابوالطیب فاضل قاضی کا مفسر کے

قدیم حواشی سے اس کے معنی کے متعلق اہل لغت

نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا حاصل ان لفظوں

میں پیش کیا ہے :

التعجب حیرۃ

تعرض للانسان

عند و سبب

جہل الشیء

(تاج العروس)

علامہ احمد زمری نے مصباح میں بعض نساء سے

اس کی تفریق یہ نقل کی ہے۔

التعجب انفعال

النفس لن مبادۃ

وصف و التعجب

من۔

کی زیادتی کے باعث

بیدا ہوتا ہے۔

وما ظہرہ تعجب (تہ عَجَبًا ۱۱۱

۲۱

عَجِبْتُ : تو نے تعجب کیا۔ تو نے اچنبھا کیا

وَسَمِعَ اَعْجَبَ سے ماضی کا صیغہ واحد ذکر حاضر ۱۱۱

عَجِبْتُ : تم نے تعجب کیا، تمہیں اچنبھا ہوا۔

عَجِبْتُ سے ماضی کا صیغہ جمع ذکر حاضر ۱۱۱

عَجِبُوا : انہوں نے تعجب کیا۔ انہوں نے

اچنبھا کیا۔ عَجِبْتُ سے ماضی کا صیغہ جمع ذکر

غائب ۱۱۱ ۲۱

عَجَزْتُ : میں عاجز ہوا، میں ناتواں ہوا۔

راغب (عجزے جس کے معنی ناتواں اور عاجز ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں :-

عَجَزَ کے معنی ہیں اصل میں کسی چیز سے پیچھے ہٹنے نیز کسی شے کے بالکل معاملہ کے اخیر میں حاصل ہونے کے جیسا کہ دُبُر میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور عرف میں کسی فعل کی انجام دہی سے قاصر رہنے کا نام "عجز ہے جو قدرت کی ضد ہے۔ ارشاد ہے اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ (مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہو جاؤں)

۴۔

عَجَل : جلدی کرنا، تباہی کرنا۔ عَجَلَ يَعْجَلُ کا مصدر ہے۔ راغب لکھتے ہیں :-

"عَجَلَ کے معنی ہیں دقت سے پہلے کسی چیز کی طلب اور اس کا تقد کرنا اور چونکہ یہ خواہش نفسانی کے تقاضے کا نتیجہ ہے اس لیے قرآن مجید کے تائید موافق استعمال میں یہ مذموم بن گئی ہے حتیٰ کہ علامہ ہو گیا ہے العجلة من الشیطان جلدی کام شیطان کا،

ایہ شریف خلیفۃ الإنسان میں عَجَلَ پیدا کیا گیا ہے انسان جلدی سے میں بعض نے عَجَلَ کے معنی حَمًا یعنی گارے کے بیان کیے ہیں جو کچھ نہیں ہیں بلکہ اس طرز بیان سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان جلد بازی سے غالی نہیں رہتا اور جس اخلاق پر کہ اس کی ترکیب عمل میں آئی ہے ان میں سے ایک یہ چیز بھی ہے یہی مطلب دوسری آیت میں اس طرح ادا کیا گیا ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُولًا (اور ہے انسان جلد باز) امام راغب نے قائل کا نام نہیں بتایا لیکن حسب تاج العروس نے ابن الاعرابی سے یہی معنی نقل کیے ہیں۔ ابن الاعرابی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ شعر بھی پیش کیا ہے۔

والنعم في الصخرة الماء منبت  
والنخل بينت بين الماء والعجل  
رنج کا درخت تو سخت چٹان میں اُگتا ہے  
اور کھجور کا درخت پانی اور گارے میں  
ابن عرفہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی کسی ایسے شخص کا حوالہ نہیں دیا گیا کہ جو علم لغت کا مرجع ہو

وہاں لکھتے ہیں دبر فلان النقم صار خلفہ یعنی دبر کے معنی پیچھے ہونے کہتے ہیں۔

ازہری نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ ابو عبیدہ کا بیان یہ ہے کہ عَجَل کے معنی گائے کے حیرری زبان میں آتے ہیں مشکل یہ ہے کہ وہ بھی سند میں اسی شعر کو پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے علامہ زعفرانی کو لکھنا پڑا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِصَحْتِہِ یعنی ابو عبیدہ کے دعوے کی صحت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے۔ ابن درید نے بھی اسی کے قریب قریب اشارہ کیا ہے اور علامہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ آیت میں قلب ہم اس لیے معنی یہ ہوں گے خَلَقَ الْعَجَلَ مِنَ الْاِنْسَانِ یعنی انسان جلدی سے نہیں بلکہ جلدی انسان سے پیدا ہوئی ہے۔ صاحب تاج العروص نے قلب اور صاحب روح المانی نے ابو عمرو ابو عبیدہ اور قطر بن بھی یہی نقل کیا ہے۔ ان حضرات کے خیال میں جس طرح آیت یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلٰی السَّارِ داؤد جس دن میں ان کے جانیں گے کافر آگ پر بہت تلب واقع ہوا ہے اور آیت کے معنی میں تعرض النار علیہم یعنی آگ ان پر پیش کی جائے گی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی تلب ہے لیکن

سید رفعتی زبیدی ابن جنی سے ناقل ہیں :- سب سے پہلی یہ ہے کہ اس کی تقدیر خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ یہ ہے بابت میں کہ انسان جلدی کو بہت کام میں لاتا ہے اور اس کا عادی ہے۔ اور یہ معنی خلق العجل من الانسان مراد لینے کا بہ نسبت زیادہ قوی میں کیوں کر یہ معنی درست بھی ہیں اور اس کی گنجائش بھی ہے اور قلب پر معمول کرنا فن کے لحاظ سے بھی بعید ہے اور معنی کو بھی پسند کر دیتا ہے۔

ابن جنی نے یہ بھی کہا ہے کہ غالباً یہ مقام بعض لوگوں پر واضح نہ ہو سکا تو انہوں نے عَجَل کے معنی گائے کے کہ ڈالے راہ جنی کہتے ہیں سو اپنی جان کی قسم لغت میں اس کے یہ معنی بھی آتے ہیں لیکن اس جگہ بجز عجلت اور شتابانی کے اس سے اور کچھ مراد نہیں لیا جاسکتا۔ دیکھیے اس کے عین ما بعد اشد عزائم کا کیا ارشاد ہو رہا ہے سَأَرْفِکُمْ اٰیَاتِیْ فَلَآ تَسْتَعْجِلُوْا

اب دکھلاتا ہوں تم کو اپنی مثال میں جو مجھ سے جلدی  
مست کرو آیت مذکورہ ہی کی نظیر یہ آیتیں  
میں ہیں وَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَجُولًا (اور  
انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے) اِدْرْ خُلِقَ  
الْإِنْسَانُ صَغِيرًا (اور بنا ہے انسان کمزور)  
کیوں کہ عجلت بھی ضعف ہی کی ایک قسم ہے  
بائیں طور کہ شستابی اس کی ضرورت اور حاجت  
کا اظہار ہے عرض یہ اس آیت کی اصل  
توجہ یہ ہے

بات یہ ہے کہ عربی زبان کا یہ عام محاورہ ہے  
کہ بعض اوقات جب کسی چیز میں کسی صفت کی  
بافراط موجودگی کے میان کرنا ہوتا ہے تو بطور مبالغہ  
اس کی تعبیر ان لفظوں میں کرتے ہیں کہ خلق مند  
یعنی وہ تو اس سے بڑا ہے خود ہماری زبان میں  
بھی ایک ایسا ہی محاورہ مستعمل ہے کہ فلاں شخص  
تو حرفوں کا بنا ہوا ہے یعنی بڑا چالاک اور عیار ہے  
لوگوں کو باتوں باتوں میں دم جھانسی دے جاتا ہے  
اسی طرح یہ بھی محاورہ ہے کہ فلاں شخص ہلکا  
بتلا ہے یعنی بڑا آتش خور اور مشعل مزاج ہے۔ آیت مذکورہ  
میں بھی انسان کے عجلت پسند اور جلد باز ہونے  
کے لیے یہی بیان اختیار فرمایا گیا ہے جس طرح

پر دوسری جگہ ارشاد ہے خَلَقْنَاكَ مِنْ ضَعْفٍ  
یعنی اللہ نے تم کو ضعیف پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ  
ابو اسحق زجاج منہ دیتے ہیں۔

عرب کو ان کی ہی سمجھ کے موافق خطاب  
فرمایا گیا ہے۔ اہل عرب اس شخص کے لئے  
کو جس سے کوئی چیز کمزورتر نہ ہو کہ خلق مند  
منہ دیتے ہیں یعنی تو تو اس سے بڑا ہے مثلاً  
کسی شخص کے وصف لعب رکھیل کو دیکھ کر اگر  
مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہو گا تو یوں کہیں  
گے خلق مند لعب (تو تو رکھیل سے  
بڑا ہے) اسی طرح اگر ازا طردانی کے  
ساتھ کسی متصف کریں گے تو کہیں گے  
خلق فلان من الکلیس (فلاں شخص  
دانائی سے بنا ہے یعنی عقل کا پتلا ہے)  
(راج العروس)

ازہری نے تہذیب میں فرما ہے اس کی  
تشریح ان الفاظ میں نقل کی ہے :-

خُلِقَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا "خلق الانسان من اجل" علی  
من عجل و علی عمل مسمی میں من عجل معنی  
عجل کا نام میں تم بولتے ہر کب علی العجلۃ  
قلت کما علی العجلۃ یعنی وہ تو عجلت سے بنا ہے



اور عَجَّلَ سے معنی جلدی کرنے کے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ وَ عَجَّلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى اور میں جلدی آیا تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو میں جو حق تعالیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ذکر کیا ہے کہ جملت گو مذموم ہے مگر اس کا جو دہائی تھا وہ امر محذو ہے یعنی طلبِ رضا کے الہی۔ ۱۴۔ عَجَّلْتُمْ تم نے جلدی کی تم نے جلد بازی کی عَجَّلَ اور عَجَّلَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۱۵۔

عَجَّلْنَا ہم نے جلدی کی تَعَجَّلَ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۶۔

عَجَّوْرٌ : بڑھیا۔ پیرزن۔ راغب نے لکھا ہے کہ بڑھیا کو عجز اس لیے کہتے ہیں کہ بہت سے امور کی انجام دہی سے عاجز ہے۔ علامہ فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں :-

ابن الکیسیت نے کہا ہے کہ ہمارے ساتھ اس کی تائید نہیں ہوئی۔ اور ابن الانباری کا بیان یہ ہے کہ تائید کے مزید اثبات کی غرض سے عَجَّوْرٌ ہمارے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔ اور یونس سے مروی ہے کہ میں نے

اہل عرب کو عجز بالہا بولتے ہوئے سنا ہے عَجَّوْرٌ کی جمع عَجَّوْرٌ اور عَجَّوْرٌ ہے۔

عَجَّوْلًا : بہت جلد باز، بڑا تازا، بہت زیادہ شباب کا راجحَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔ ۱۵۔

عَجِيبٌ : عجیب تعجب کی چیز۔ چھپنے کی بات۔ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ جس چیز کی مثل نہ پائی گئی ہو وہ عجیب کہلاتی ہے۔ عَجَبٌ سے بروزن قَعْبِلٌ مبالغہ کا صیغہ عَجَابٌ جمع ۱۶۔ ۱۷۔

## فصل الدال المهملة

عَدًّا : شمار کرنا، گنا، گنتی، شمردن۔ یہ عَدٌّ يَعُدُّ کا مصدر ہے۔ مضاعف ہے اور اس فعل باب نصر سے آتا ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں :-

بعض اعداؤ کو بعض کے ساتھ ضم کرنے کا نام عَدٌّ ہے۔ . . . . اور محاذ عَدٌّ کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے۔ کبھی تو کبھی ایسی چیز کے مقابلہ میں کہ جو کثرت کے



باعث شمار میں نہ آ سکے اور جس کو قرآن پاک میں یحییٰ حساب سے تعبیر فرمایا گیا ہے کسی تھوڑی سی چیز کو "شیء معدودہ" کہتے ہیں چنانچہ **إِلَّا آيَاتًا مَّا تَعَدُّوْنَ** (مگر گنتی کے چند دن) میں یہی معنی مراد میں یعنی تھوڑے سے دن "کیونکہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہمیں تو صرف اتنے ہی دن عذاب دیا جائے گا کہ جتنے دن ہم نے کچھڑے کی پو جا میں گزارے ہیں۔"

الکعبی بالکل اس کے خلاف معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے جیش عدید کے معنی میں لشکر کثیر اور انہم لذو عدد یعنی وہ لوگ اس قلد میں کہ کثرت کے باعث ان کا شمار کرنا ضروری ہے۔ اس صورت قلیل کے لیے شعبی غیر معدودہ آتا ہے یعنی اتنی کم چیز کہ جسے گننے کی ضرورت ہی نہیں اور آیت **فِي الْكَافِرِينَ سِنِينَ عَدَدًا** میں دونوں معنی کا احتمال ہے یعنی برس برس کہ جن کو شمار کرنا ضروری ہے یا گنتی کے چند سال یعنی تھوڑے سے برس۔ عرب کا محاورہ ہے **هَذَا غَيْرُ مَعْدُودٍ** اس معنی

میں مستقل ہے یعنی یہ چیز اتنی کم حیثیت یا اتنی کم مقدار میں ہے کہ لائق التفات اور قابل شمار نہیں۔

یہ تشریف **أَتَمَّا تَعَدُّ لَكُمْ عَذَابًا** (تم تو ان کے لیے تعداد کا شمار کرتے جاتے ہو) میں بھی عذاب کا استعمال اظہار قلت ہی کے لیے ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمود الوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں:-

"یعنی ان کے چند دن اور کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں کہ جو ہم شمار کر رہے ہیں مطلب یہ کہ بہت تھوڑے سے اور ہیں جیسا کہ دناہر **مَعْدُودَةٌ** کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ یہاں بھی معدودہ بیان قلت کے لیے ہے **عَذَابًا** : عداوت، دشمنی۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ

"جب عذاب جس کے معنی تباہی کرنے اور بربستی اور تعلق باہمی کے ختم ہو جانے کے ہیں اس کے معنی کا طلب میں اعتبار کیا جائے تو عذاب اور معاذاة کہتے ہیں یعنی دل سے تعلق اور رہبستگی کا منقطع ہو جانا"

ستیر یعنی زہیدی نے تاج العروس میں  
لکھا ہے کہ عَدَاۃً اَعْدُوۃً سے اسم عام ہے۔

عَدَاۃً ۱۵ ۲۲ ۲۱ ۲۰

عَدَاۃً لِّہٖ: تم نے پھر کیا۔ تم نے دوبارہ کیا عَدَاۃً  
سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر عَدَاۃً تم میں (افام  
مبتغائیں ہے۔ (ملاحظہ ہو تَعَوُّدٌ اور عَادَ)

۱۵

عَدَاۃً لِّہٖ: ان کی گنتی ان کا شمار ان کی تعداد  
عَدَاۃً مضافات ہُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف  
الیہ (ملاحظہ ہو عَدَاۃً ۱۵ ۲۱ ۲۰)

عَدَاۃً لِّہٖ: ان کی مدت، عَدَاۃً مضاف  
ہُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ (ملاحظہ  
ہو عَدَاۃً ۲۸ ۲۱ ۲۰)

عَدَدٌ گنتی، شمار، تعداد عَدَدٌ یَعْدُ کام  
ہے۔ اور کہیں یعنی معدود شمار کیا ہو گا ہوا بھی  
استعمال ہوتا ہے اس صورت میں فَعْلٌ بمعنی

مَعْمُولٌ ہو گا اَعْدَادٌ جمع۔ ناغیب مہنہ فی نظر آئے  
عَدَدٌ احاد مرکب یعنی مرکب اکائیل کو کہتے  
ہیں اور بعض نے ترکیب احاد کو "عد" کہا

ہے اور یہ دونوں معنی درحقیقت ایک ہی  
ہیں ارشاد ہے عَدَدَ السِّبْیٰنِ ق

الْحِسَابِ گنتی برسوں کی اور حساب،

اور آیت کریمہ فَصَّرْنَا عَلٰی الَّذِیْنَ هُمْ فِیْہِ  
اَنْکَلَفَ سِیْنِیْنَ عَدَدًا اور پھر تھپکتے

ہم نے اُن کے کان اس کھنہ میں (یعنی سنا  
دیا) برس برس میں لفظ عدد کو سالوں  
کی کثرت پر تنبیہ کرنے کے لیے ذکر کیا ہے۔

اور علامہ فیومی اور صباح النیر میں فرماتے ہیں:-

عَدَدٌ یعنی مَعْدُوْدٌ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ  
عَدَدٌ وہ مقدار ہے جو اکائیوں سے  
مرکب ہوتی ہے۔ اس صورت میں لفظ

عدد کا استعمال اس کے ساتھ مخصوص ہے کہ  
جو فی ذاتہ مستعد ہو۔ اسی لیے واحد و ایک  
عدد نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس میں تعدد نہیں  
کہ تعدد تو کثرت کا نام ہے۔

اور بخوبی یہ کہتے ہیں کہ واحد بھی عدد میں داخل  
ہے کیوں کہ وہ تو اصل ہی ہے اور اسی پر عدد  
کی بنا ہے اور یہ بالکل بعید ہے کہ شے کی

اصل اس سے خارج ہو علاوہ انہیں واحد  
میں فی نفسہ کثرت موجود ہے کیوں کہ جب  
یہ سوال کیا جائے تھا اسے پاس کتنے ہیں؟  
تو اس کے جواب میں جس طرح تین

غیرہ: عدد کا بیان کرنا صحیح ہے اسی طرح ایک بتانا بھی درست ہے۔

زجاج نے کہا ہجو کہ عدد کا استعمال کبھی مصدر (کتنے) کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد الہی سَبِّحْ عَدَدًا (کئی سل گن کر) میں ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت کا بیان یہ ہے کہ یہاں بھی اس کے وہی معنی ہیں کہ جس میں اس کا عام استعمال ہے یعنی مِیْرَبِیْن، مَعْدُوْدَہ، عَدَدًا بمعنی مَعْدُوْدَہ۔

یہ ترفیع و اخفی کلّ تَبَّیْحِ عَدَدًا (اور گن لیا ہر چیز کو شمار میں) کے متعلق تاج العرّس میں ابن الاثیر سے منقول ہے کہ یہاں عَدَدًا بمعنی معدودہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کو نصب بر بنائے حال ہوگا۔ اور بمعنی إحصاء بھی اس صورت میں مفعول مطلق ہوگا اور مصدر کے معنی دے گا۔ "عدو" اور "حساب" میں جو فرق ہے اس کو قاضی شوکانی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

"عدو" اور حساب میں فرق یہ ہے کہ "عدو"

ایک کیت والی چیز کا اسی جیسی چیز کے ساتھ بار بار شمار کرنا ہے بغیر اس کے کہ کوئی بات نکالے (یعنی محض گن لینا) اور حساب کتنے میں کسی کیت والی چیز کو اسی جیسی چیز کے ساتھ بار بار شمار کرنا یا اس طور کہ اس کیت کے ایک معینہ حصہ سے اس شمار کے ذریعہ ایک معینہ حصہ حاصل ہوتی جائے کہ جس کا خاص نام ہو۔

مثلاً سال پر اگر صرف اس حیثیت سے نظر ڈال جائے کہ وہ کتنے دن کا ہوتا ہے تو اس کو عدد کہیں گے لیکن اگر اس حیثیت سے اس کو دیکھا جائے کہ وہ کتنے مہینے کا ہوتا ہے اور ہر مہینہ کتنے دن کا اور ہر دن کتنے گھنٹوں کا اور ہر گھنٹہ کتنے منٹ کا تو اس کا نام "حساب" ہے۔

۱۱ ۱۵ ۱۰ ۱۵ عَدَدًا ۱۱ ۱۵ عَدَدًا  
اس نے اس کو بار بار گنا عَدَدًا تَعْدِیْدًا۔

سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، انا ضمیر واحد مذکر غائب، انا ابو جعفر بہیقی نے تاج المصادر

میں تعدید کے معنی لکھے ہیں "بڑی تعداد میں مال کا جمع کرنا اور نہایت انتہا میں کسی چیز کا گنتا" علامہ نیرمی نے مصباح میں بقمر ص ۷۱ کی ہے کہ عَدَدٌ بالتدبید کا استعمال مبالغہ کے لیے ہوتا ہے تفسیر کبیر میں ہے کہ -

"ارشاد الہی وَعَدَدٌ کے معنی کئی طرح ہو سکتے ہیں :-

قول یکہ عَدَدٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی وغیرہ کے ہیں چنانچہ اَعَدَدْتُ الشَّيْءَ لِكَذَا اور عَدَدْتُہ کا استعمال ایسے موقع پر ہوتا ہے جب کماں غرض کے لیے مال کو روک رکھا جائے اور حوادث زمانہ کے خیال سے اس کا ذخیرہ اور اندوختہ کیا جائے -

دوم یہ کہ عَدَدٌ کے معنی ہیں اس کو خوب گنا اور تشدید کثرت معدود کے لیے آئی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ یُعَدُّ فضائل فُلَانٍ و فُلَانٌ یُعَدُّ کی فضیلتوں کو خوب گنتا ہے (اسی لیے سدی نے عَدَدٌ کے معنی بیان کیے ہیں احصاء یعنی اس نے خوب شمار کر رکھا ہے اور گنتا ہوتا

ہے کہ یہ بھی میرا ہے یہ بھی میرا ہے غرض میں بھروسہ مالی مصروفیت میں ختم ہو جاتا ہے اور رات آتی ہے تو چھپا کر رکھ دیتا ہے۔ سوم یہ کہ عَدَدٌ بمعنی کثرت ہے یعنی اس کو خوب زیادہ کر لیا۔ محاورا ہے فی بنی فُلَانٍ عَدَدٌ یعنی بنو فُلَان میں بڑی کثرت ہے اخیر کی دونوں توجیہوں کا تعلق عدد کے معنی سے ہے اور پہلی کا عَدَدٌ کے معنی سے "لہ

تہ حاج نے پہلے ہی معنی اختیار کیے ہیں اور ضحاک نے اس کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے اَعَدُّ لہ مالو دشتہ یعنی اپنے وارثوں کے لیے مال کا اندوختہ کیا۔ اس تفسیر پر بھی یہ عَدَدٌ ہی سے ماخوذ ہے پتہ

عَدَسِہَا : اس کے سور عَدَسِہ سور کو کہتے ہیں، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ - پتہ

عَدْلٌ : عوض بدلہ، معاوضہ، العفص برابر انا ابوجہر غزیری جوستانی ازہرہ العکوب فی تفسیر غریب القرآن میں لکھتے ہیں -

عَدْلٌ کے معنی فدیہ کے ہیں جیسے وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا  
عَدْلٌ اور دنیا جاوے اس سے فدیہ  
ہیں کچھ اور وَإِنْ تَعَدَّلْتَ كُلَّ عَدْلٍ لَّيُؤْخَذُ  
مِنْهَا اور اگر فدیہ دے ہر فدیہ تب بھی اس  
سے دنیا جائے گا اور عَدْلٌ کے معنی مثل  
یعنی برابر اور یکساں کے بھی آتے ہیں جیسے  
اِرْشَادٌ ہے اَفْ عَدْلٌ ذَلِيلٌ  
جیسا تھا (یا برابر اس کے رُزے یعنی اس کے

مثل ابو عمر نے کہا ہے کہ عَدْلٌ بمعنی عَدْلٌ  
صرف ابو عبیدہ کے نزدیک بولا جاتا ہے  
ابو عمر نے یہ بھی کہا ہے کہ عَدْلٌ بِالْفَتْحِ  
کے معنی قیمت کے بھی ہیں، فدیہ کے بھی  
مرد صالح کے بھی اور حق و انصاف کے بھی  
اور عَدْلٌ بِالْكَسْرِ کے معنی مثل کے  
ہیں

اور اَمَّا رَاغِبٌ اَصْغَبَانِ رِقْطٌ اَزْهِي -

عَدَالَةٌ اور مُعَادَلَةٌ وہ لفظ ہے جو  
مسلمات کے معنی کو مقتضی ہے اور اس کا استعمال  
ان پیروں کے لیے ہوتا ہے کہ جن کا اور ان بصیرت  
سے ہوتا ہے جیسے کہ احکام میں چنانچہ اسی معنی

میں ارشاد ہے اَفْ عَدْلٌ ذَلِيلٌ جیسا تھا  
عَدْلٌ اور عَدْلٌ کا استعمال ان اشیاء کے لیے ہوتا  
ہے کہ جن کا ادماک حاسہ سے ہوتا ہے جیسے کہ  
موزونات (توڑے جانے والی چیزیں) معدودات  
(خمار کی جانے والی چیزیں) اور کمیدات (لپے  
جانے والی چیزیں) میں عرض عَدْلٌ کے معنی  
جوئے بالکل برابر ستر ابر حصہ لگا دینا۔  
ایہ شریفانِ اَئِدْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ الْاِخْتِصَانِ  
بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور  
صلاتی کرنے کا، میں عدل سے مراد برابر کا بدل  
دینا جیسے کسی کی چیز اس کی کے موافق اور برائی کی سزا  
برائی کے مطابق۔ اور احسان کے معنی یہ ہیں  
کہ خیر کا بدلہ زیادہ ہو اور شر کا کم

عَدْلٌ اصل میں معد رہے جیسا کہ ارشاد  
ہے وَ اَشْهَدُ وَاذْخِي عَدْلٌ يَمْنُكُمْ  
اور گواہ کرو و صاحبانِ عدل کو یعنی ایسے دو  
شخصوں کو کہ جو صفت عدالت سے موصوف  
ہوں -

اور آیت شریفہ اَفْ عَدْلٌ ذَلِيلٌ  
جیسا تھا میں عَدْلٌ بمعنی مایعادل  
ہے یعنی اتنے روزے کہ جو فدیہ تمام

کے برابر ہوں اسی طرح غذا کو بھی چوب  
اس میں مساوات کے معنی ملحوظ  
ہوں گے تو "عدل" کہا جائے گا۔  
اور علامہ میمنی صراح میں یہ فرماتے ہیں۔  
عَدْل کے معنی میں معاملات میں میاندوزی  
سے کام لینے کے یہ جوہر کے خلاف ہے  
عَدْل فی امرٍ عَدْلًا اور عَدْل  
عَلَى الْقَوْمِ عَدْلًا باب ضرب  
سے متعل ہے۔ عدل الشیء بالکسر  
جو جنس میں یا مقدار میں اس شے کی مثل ہو  
ابن فارس کہتے ہیں عَدْل وہ ہے جو  
جنس اور مقدار میں برابر ہو اور عَدْل  
بالفتح وہ ہے جو غیر جنس میں اس شے کا  
قائم مقام ہو چنانچہ اَوْعَدْل ذَلِکَ  
صیغہ میں عدل سے یہی مراد ہے یہ  
بھی دراصل مصدر ہے جب ایک چیز کو  
دوسری چیز کے مثل اور اس کا قائم مقام  
کر دیا جائے تو بولنا چاہتا ہے  
عَدْلْتُ هَذَا لِهَذَا میں نے اس کو  
برابر کر دیا اس معنی میں بھی یہ باب  
ضرب ہی سے آتا ہے

۱/۱۵ ۲/۱۵ ۳/۱۵ ۴/۱۵ ۵/۱۵ ۶/۱۵ ۷/۱۵ ۸/۱۵ ۹/۱۵ ۱۰/۱۵ ۱۱/۱۵ ۱۲/۱۵  
۱۳/۱۵ ۱۴/۱۵ ۱۵/۱۵ ۱۶/۱۵ ۱۷/۱۵ ۱۸/۱۵ ۱۹/۱۵ ۲۰/۱۵ ۲۱/۱۵ ۲۲/۱۵ ۲۳/۱۵ ۲۴/۱۵ ۲۵/۱۵  
عَدْلٌ عَدْلًا الفاعل المستتر  
عَدْلْتُ ہجھ کو برابر کیا ہجھ کو اعتدال پر  
بنایا و ضرب اعتدال عَدْلٌ سے ماضی کا  
صیغہ واحد ذکر غائب ان ضمیر واحد ذکر حاضر  
واضح ہے کہ عدل کے معنی برابر کرنے کے بھی آتے  
ہیں اور لوٹنے اور پھرنے کے بھی چنانچہ یہاں  
اہل لغت نے دونوں معانی بیان کئے ہیں۔  
تفسیر کبیر میں ہے۔

یکوفہ کے تالیوں نے فَعَدْلُکَ کو تھخیف  
کے ساتھ پڑھا ہے یعنی عَدْلُکَ تشدید  
کے ساتھ نہیں پڑھا جبکہ قرآن سبعہ میں  
سے بعض کی قرأت ہے، اور اس کی کئی  
توجہیں ہیں۔

۱) ابوعلی فارسی کہتے ہیں اس کے معنی یہ  
ہیں کہ تیرے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ  
اس طرح برابر کر دیا کہ سب میں اعتدال  
آگیا۔

۲) قرآن کہتے ہیں فَعَدْلُکَ کے معنی یہ  
ہیں جس صورت کو ہجھ کو چاہا لوٹا دیا  
اس کے بعد قرآن نے کہا ہے کہ تشدید کی قرأت

زیادہ بہتر ہے کہ یہ کہ صَرَ فُتْکَ اِلٰی کَذَا  
کی طرح عَدَّ لُتْکَ اِلٰی کَذَا بھی متصل  
ہے لیکن عد لُتْکَ فیہ اور صَرَ فُتْکَ  
فیہ متعین نہیں اب پہلی قرأت (یعنی تشدید)  
پر تَوْفِیْتَ اَحْبَ صُوْرَةٍ میں لغو  
فَتْ ترکیب کا صلہ ہوتا ہے جو بالکل مناسب  
ہے اور دوسری قرأت (یعنی صورت  
تخفیف میں) پر عَدَّ کَلَّ کا صلہ قرار پاتا  
ہے جو ضعیف ہے۔

تاہم یہ معلوم رہے کہ قرآن کا اعتراض  
اس دو سحر معنی پر تو چلتا ہے جو خود ان  
کے اپنے بیان کردہ ہیں، لیکن پہلے معنی  
جو ابو علی فارسی نے بیان کیے ہیں اس پر  
یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

رس، تعالٰی نے بعض اہل لغت سے یہ بھی  
نقل کیا ہے کہ عَدَّ اور عَدَّلَ یہ  
دونوں لغتیں ہیں اور دونوں کے معنی ایک  
ہی ہیں، لے

عَدَّیْنِ۔ رشتہ بان کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر  
ہے اور اس کا فعل باب ضربت اور نصر سے

لے تفسیر کبیر سورۃ الانعام

آتا ہے جَنَّتِ عَدْنِ کے معنی ہیں رہنے بسنے  
کے باغات یعنی وہ جنتیں کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا  
فماضی رہے کہ عدن کو بعض علماء عالم قرار  
دیتے ہیں اور بعض صفت جو لوگ علم کہتے ہیں وہ اس  
کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام بتاتے ہیں  
اور دوس میں اس آیت شریفہ کو پیش کرتے ہیں۔

جَنَّتِ عَدْنِ الْاٰیِیْ وَ عَدَّ السَّخْنِ عِبَادَہٗ  
بِالْعِیْبِ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا  
گیا ہے نیز ہزار اور راوی قطنی (المتکلف والموثق)  
میں (اور ابن مردودہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے راوی ہیں کہ) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا عدن حق تعالیٰ کا (بنایا ہوا) گھر ہے کہ جس  
کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی بشر کے دل پر  
اس کا خیال آیا۔ اس میں انبیاء صدیقین اور شہداء  
ان جنتوں کے علاوہ اور کوئی نہ رہے پائے گا  
اور حق تعالیٰ فرمائیں گے:-

طُوبٰی لِمَنْ دَخَلَکَ دَلَّہٗ جَدَّہٗ جَوَّجْہِہٖمِیْنَ دَاخِلِ  
ہو اس کے لیے خوشی ہے،

اور جو لوگ عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی  
بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل





عَدَاہ بمعنی جَاوِزَہ یعنی حد بڑھ جانے اور  
زیادتی کرنے کے معنی میں مستعمل ہے اور دونوں  
معنی قریب قریب میں کیوں کہ ظالم بھی حد  
تجاوِز بھی کرتا ہے ۱۱

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال  
حق تعالیٰ شانہ کے لیے بھی ہوا ہے اب بند  
اور خدا کی عداوت میں کیا فرق ہے قاضی صاحب نے  
دوسری جگہ یہ اس فرق کو بھی واضح کیا ہے فرماتے  
ہیں :-

والعداۃ من العبد نبیہ کہ اللہ سے عداوت  
ہو حد و راہ المعاصی یہ ہے کہ اس سے اللہ کے معا  
منہ للہ والبغض صلابہ بول اور وہ اولیاء  
لاولیاء والعداۃ اللہ سے بغض رکھے اور  
من اللہ للعبد ہی اللہ کی عداوت بند سے  
تعدیب مذنب سے یہ ہے کہ اس کا گناہ  
وعدم التجاوز عندہ پر اسے مذاب و اور  
بالمغفرة ۱۲ مغفرت کے ذریعہ اس کو رزق کرتے

اور علامہ قسیمی البصاح المیز میں مختصر الیقین سے  
ناقل ہیں کہ عَدُوٌّ کا استعمال واحد جمع اور  
مذکر مؤنث کے لیے یکساں ہوتا ہے لیکن قاموس

میں ہے کہ کبھی کبھی تنذیر جمع اور مؤنث بھی آتا ہے  
اور صراح میں ابن السکیت سے منقول ہے کہ  
عَدُوٌّ جب بمعنی فاعل ہو تو مؤنث میں با  
نہیں آتی جیسے کہ رَجُلٌ صَبُورٌ اور امْرَأَةٌ  
صَبُورٌ۔ سما ایک لفظ کے کہ جس کا استعمال  
نادر ہے چنانچہ بولتے ہیں ہَذِهِ عَدُوٌّ  
اللہ لیکن فراموش نہ کیا کہ اس میں جو آکو  
داخل کر دیا ہے وہ محض صدفہ کی مشابہت  
کے لیے کیا ہے کیوں کہ کبھی کسی لفظ کو اس  
کی ضد کے وزن پر بھی بنایا کرتے ہیں اولیاء غائب  
اصغابانی لکھتے ہیں :-

مُعَادَاةٌ (باہم دشمنی کرنا) سے رَجُلٌ  
عَدُوٌّ (دشمن شخص) اور قَوْمٌ عَدُوٌّ  
(دشمن قوم) بولا جاتا ہے (یعنی مرا عداۃ جمع  
دونوں کے لیے آتا ہے) ارشاد ہے  
بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ رَمَ ایک دوسرے  
کے دشمن ہو۔ اگرچہ اس کی جمع عِدَدِی اور  
بھی آتی ہے۔ ارشاد ہے وَیَوْمَ یُخْتَصَرُ  
أَعْدَاءُ الدِّیْنِ (اور جس دن اکٹھے  
کئے جائیں گے دشمن اللہ کے)۔

اور عدو کی دوستیں ہیں۔ ایک وہ جو دشمنی کے  
قصہ ارادہ کی بنا پر عدو قرار پایا ہے جیسے  
قَالَ كَانَ مِنْ فُجُورِ عَدُوِّي كُفْرًا اور اگر  
وہ ایسی قوم ہے ہو کہ جو تمہارا دشمن ہیں اور  
جَعَلْنَا لِكُلِّ سَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ  
لکھے ہیں ہم نے دشمن ہر نبی کے گنہگاروں میں  
سے اور دوسری آیت میں ہے عَدُوًّا  
شَبِيحِينَ اِلَّا نَفْسٍ وَالْجُنَّ  
شیطان آدمی (اور جن)

اور دوسرا وہ عدو کہ جس کے قصہ ارادہ  
ارادہ کو تو دشمنی میں کچھ دخل نہ ہو لیکن اس  
کی حالت ایسی ہو کہ جس کی بنا پر اس سے  
وہیسی ہی اذیت پہنچتی ہو جیسی کہ دشمنوں سے  
پہنچا کرتی ہے جیسے اَشْدُّ مَوْتًا وَفَاتَمًا  
عَدُوِّي الْاَهْمَبُ الْعَلَمَيْنِ یعنی خدا  
کے سوا جن کو بھی تم اللہ تمہارے اگلے باپ دادا  
پو جتے چلے آئے وہ سب معبودان باطل میرے  
دشمن (مفسر میں) اور اولاد ازواج کے بارے  
میں فرمایا جابر ہے اِنَّ مِنْ اَنْفَرٍ اِحْكَمَ وَ  
اَوْلَا دِكْرًا عَدُوًّا لَكُمْ فَاخْذَرُوْهُ  
بعضی تمہاری جو روئیں اللہ تمہاری اولاد دشمن

ہیں تمہاری سوان سے بچتے رہو یعنی بوجھو  
اور اولاد کے بارے میں محتاط رہو ورنہ بعض  
وقت ان کی حالت اس درجہ بگڑ جاتی  
ہے کہ جس طرح دشمن سے اذیت پہنچتی  
ہے ان سے بھی پہنچے لگتی ہے

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۲۸ ۲۵ ۲۳ ۲۰ ۱۹ ۱۷ ۱۶ ۱۵  
عَدُوًّا ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱  
۲۸ ۲۵ ۲۳ ۲۰ ۱۹ ۱۷ ۱۶ ۱۵

عَدُوًّا نَظْمٌ بستم زیادتی یہ عَدَا بَعْدُو  
کا مصدر ہے جو باب نصر سے آتا ہے ۱۰ ام  
ابوبکر عزیزی سمجھتی لکھتے ہیں  
”عَدُوًّا کے معنی تعدی اور ظلم کے ہیں ۲ یہ  
فَلَا عَدُوًّا اِلَّا عَلٰی الظَّالِمِيْنَ کے  
معنی ہیں فلا جزاء ظلم الا علی ظالم  
یعنی ظلم کا بدلہ صرف ظالم ہی سے دیا جائیگا  
اور امام راعی نے مانتے ہیں :-

وہ عدوان کہ جس کی ابتداء کرنی ممنوع ہے  
اس آیت میں مراد ہے وَتَعَاوَا عَلٰی الْبِرِّ  
وَالْعَوَايِ لَا تَعَاوَا عَلٰی الْاَشْرَارِ  
الْعَدُوًّا (اور آپس میں مدد کر دیک کام

۱۶ ش

عُدْوَةٌ بکنارہ، ناکہ، جانب ہست، قر  
امام ابو بکر عزیزی لکھتے ہیں:-

”ارشاد عز وجل ہے اِذَا اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ

الْاَعْدَاءِ وَهَذِهِ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى

جس وقت کہ تم تھے درے کنارے پر اور وہ تھے

پرے کنارے پر (عُدْوَةٌ بکسر العین

اور عُدْوَةٌ بضم العین دونوں کے معنی

کنارہ راہی یعنی میدان کے ناکہ کے ہیں اور

دُنْبَا اور قُصْوَى اور اَذْنٰی

کی تائید ہیں“

علامہ فیومی نے مصباح میں تصریح کی ہے کہ

قریش عین پر پیش بولتے ہیں اور قیس زہرہ دیتے

ہیں۔ اور سبعہ میں دونوں طرح قرارت کی گئی ہے

میدان بدر کے درے کنارے کو جو مدینہ منورہ

کی جانب تھا اور جہاں کہ نمبر ۱ فرودکش تھا

قرآن مجید نے ”الْعُدَّة الدنیا“ فرمایا ہے اور اس کے

پہلے کنارہ کو کہ جو کہ مغفکہ کی جانب تھا اور جہاں

کفار نابکار پڑاؤ لے سکتے۔ ”الْعُدَّة القصویٰ

فہرست ہے۔

واضح رہے کہ بدر کے اطراف و جوانب میں

پر اور پر ہی گاری پر اور مدد نہ کرو گناہ اور

زیادتی پر (لیکن جو عدوان، ناکہ بدلہ کے طور پر

ہو اور جس کا اس شخص کے ساتھ ہزننا

رعا ہے کہ جو اس کی پہل کر چکا ہے وہ اس

آیت میں مراد ہے فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلٰی

الْمُظْلَمِيْنَ تو زیادتی نہیں مگر بے انصاف

لوگوں پر؟

اور تاج العروس میں ”عدوان“ کے معنی عدوانہ

کرتے ہیں عد سے گزر جانے کے لکھے ہیں اور آیت

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلٰی الْمُظْلَمِيْنَ کی تفسیر کی ہے

ای لاہبیل الا علی المظلمین یعنی دار و گیر

نہیں مگر ظالموں پر۔ اور بعض علماء سے نقل کیا ہے

کہ ”عدوان“ کے معنی ہیں بری طرح حد بڑھ جانے

کے خواہ یہ با قوت (استعداد) میں ہو یا فعل میں یا

حال میں۔ اور اسی معنی میں ارشاد ہے وَمَنْ

يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ

نُعَذِّبُهُ نَذَارًا اور جو کوئی یہ کام کئے زیادتی سے

تو ہم اسی گے اس کو ناکہ میں، ۱۶ ۱۶ ۱۶

۱۶ ۱۶ عُدْوَانًا

عُدْوَانًا: تہہ را دشمن عُدْوَان مضاف

ضمیمہ جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۶ ۱۶

جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے  
 موسوم ہیں ان میں سے جو دو سفید پہاڑیاں دور سے  
 ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی پڑتی  
 ہیں اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ  
 کی جانب ہے اس کا نام العدة الدنیا ہے اور  
 دوسری جو مکہ مکرمہ کی سمت ہے العدة القصویٰ  
 سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان  
 دونوں کے درمیان ہے وہ آج کل جبل اسفل  
 کہلاتا ہے کیوں کہ اسی کے نیچے نیچے اوسفیان  
 اپنے تجارتی نافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے  
 کنارے گزر گیا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں  
 الفاظ آیا ہے وَالْتَرْكِبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ  
 اور کارواں تم سے نیچا تھا، ۱۰  
 عَدُوٌّ : اس کا دشمن، عَدُوٌّ مَعًا :  
 ضمیر واحد مذکر غائب مضارع الیہ ۲۳  
 عَدُوٌّ هُمْ : ان کے دشمن، عَدُوٌّ مَعًا  
 ضمیر جمع مذکر غائب مضارع الیہ ۲۴  
 عَدُوٌّی : میرا دشمن، عَدُوٌّ مَعًا  
 ضمیر واحد متکلم مضارع الیہ، ۲۵  
 عُدَّةٌ : ساز و سامان، اسباب، علاء غیب  
 نے اس کے معنی لکھے ہیں مال ہتھیار وغیرہ بہت

ساز و سامان جو تیار کیا جائے کیوں ہی نے لکھا ہے  
 کہ اس کی جمع عُدَدٌ ہے جیسے کہ غُرَفٌ کی جمع  
 غُرَفٌ ہے۔ تاج العروس میں ہے۔  
 عُدَّةٌ بالضم جو کچھ بھی تم گردش ایام کے لیے  
 تیار کر سکو مال ہو خواہ ہتھیار اخذ کا استعمال  
 جس معنی میں مذکور ہے معنی میں اور غرض آتے ہیں  
 بل لاجا ہے اخذ لا امر عدتہ و  
 غنائہ یعنی اُس نے معاملہ کے لیے اپنی  
 تیار کر لی یا اپنے مقصد کا ساز و سامان  
 لے لیا غرض تینوں لفظوں کے معنی ایک  
 ہی ہیں یہ شخص کا بیان ہے اور ابن درید  
 کے الفاظ میں العدة من السلاح  
 ما اعتدته یعنی سلاح میں عُدَّة  
 اس کو کہتے ہیں جس کو تم نے تیار کر لیا ہو  
 ابن درید نے الفاظ میں تو سلاح کی تفصیل  
 کی ہے معلوم نہیں وہ معنی میں بھی عُدَّة  
 کو سلاح کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں یا  
 نہیں، ۲۶  
 عِدَّةٌ : گنتی شمار۔ عدت  
 امام محمد بن رازی تفسیر کبیر  
 میں لکھتے ہیں :-

عِدَّةً عَدَّتْ سَے بر وزن فَعَلَتْ بمعنی مَحْذُورٌ  
ہے جیسے کہ طَلَعْنَ بمعنی تَطَوُّنَ اور اسی  
بنابر النسلوں کی گنی ہوئی جماعت کو عِدَّةٌ  
کہتے ہیں اور عورت کی عدت بھی اسی معنی  
میں ہے یعنی اس کے گنے ہوئے دنوں (۱)  
اور راغب صفحہ ۱۱۱ لکھتے ہیں۔

عِدَّةٌ کے معنی ہیں گنی ہوئی چیز ارشاد ہے وَ  
مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ (اور نہیں رکھی ہم  
نے گنی ان کی) یہاں عِدَّتَهُمْ بمعنی  
عِدَّتُهُمْ آہے اور فرمایا فَعِدَّتُهُمْ  
اَقَامَ اَحَدٌ (تو گنی چاہیے اور دنوں سے)  
یعنی ماہ رمضان چھوڑ کر دوسرے وقت میں  
جی گنے ہوئے دن کے روزے رکھے  
جتنے کہ فوت ہوتے ہیں۔

اور "عدت" سے مراد عورت کی عدت  
ہے یعنی وہ ایام کہ جن کے گزر جانے پر اس سے  
نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے ارشاد ہے  
فَمَا لَكُمْ عَلٰیٰ ذٰلِكَ مِنْ عِدَّةٍ لَّنَعُدُّوْهُنَّ  
(سو نہیں ان پر تنہا رہے ایسے عدت میں بیٹھا  
کہ جس کو تم شمار کر لے لو) فَطَلَعُوْهُنَّ

لَعِدَّتِهِنَّ وَاحْصُوا الْعِدَّةَ رَوَان کو  
طلاق دوان کی عدت پر اور گنتے رہو  
عدت (۲)

عِدَّةٌ کی جمع عِدَدٌ ہے جیسے کہ سِدْرٌ  
کی سِدَرٌ تاج العروس میں ہے عِدَّةٌ  
حَدُّ کی طرح سے مصدر اور اس کے  
معنی جماعت کے بھی آتے ہیں خواہ وہ  
مجبوئی جماعت ہو یا بڑی۔

اور طلعت عورت کی عدت یا جس عورت  
کا شوہر مر گیا ہو اس کی عدت کے حیض  
یا حمل کے وہ ایام ہیں کہ جن کو وہ گنتی رہے  
یا چار ماہ دس دن نیز وہ ایام کہ جن کو شوہر  
کے سوگ میں گزارے اور مہینوں اور  
حیض اور وضع حمل تک وہ زمانہ کہ جن  
میں زینت سے مجتنب رہے (۳)

عِدَّتُهُمُ : تَوَان سے وعدہ کہ تَوَان کو وعدہ  
دے عِدٌّ وَعِدَّةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر  
هُنَّ : ضمیر جمع مذکر غائب (۴) واضح ہے کہ مثال  
وادی مجرد کے مفارغ مکسور (یعنی معرفت کا

کا ایک ٹکڑا ہے،

اور اگر اُغْب مفرقات القرآن میں رقمطراز ہیں :-  
عَذَابُ کے معنی سخت دکھ دینے کے ہیں۔  
اور اس میں اختلاف ہے کہ اس کی اصل کیا  
ہی بعض کہتے ہیں کہ عَذَابُ اسْتَحْجَلْ فَمَلَّوْا  
عَذَابُ سَبْ وَعَذَابُ سَبْ سے ماخوذ ہے  
جس کا استعمال کھانا اور سونا چھوڑ دینے  
کے لیے ہوتا ہے۔ لہذا عَذَابُ سَبْ کے معنی  
اصل میں یہ ہوتے کہ انسان کو بھوکا رہنے  
اور جاگنے پر مجبور کیا جائے اور بعض کہتے ہیں  
کہ اس کی اصل عَذَابُ شِیرِیْ اور گواہی  
ہے لہذا عَذَابُ شِیرِیْ کے معنی ہیں اَزَلْتُ  
عَذَابُ حیاہ یعنی میں نے اس کی زندگی کی  
شیرینی اور گوارائی کو زائل کر دیا۔ اس لحاظ سے  
مَرَضَتْ (میں سے اس کے مرض کا ازالہ  
کر دیا) اور قَذَبْتُ (میں نے اُس کی آنکھ  
سے فِدْحی یعنی تنکا نکال دیا) کے تادم  
پر ہے یعنی اس میں سلب ماخوذ ہے۔ اور  
بعض یہ کہتے ہیں کہ عَذَابُ کے معنی اصل  
میں کثرت سے عَذَابُ السَّوْطِ  
یعنی کوڑے کے چھندے سے مارنے کے ہیں

دار اہل جفا کلمہ ہے عذوب ہوتا ہے چنانچہ  
وَعَذَابُ عَذَابُ صَرْبُ بَصْرُت سے ہی اس  
اعتبار سے اس کا مضارع معروف یَوْعِذُ  
ہونا چاہیئے مگر قاعدہ مذکور کی بنا پر یَعِذُ ہو گیا  
ہو۔ اور مضارع سے واو لاقوا امر ہوتا ہے مضارع  
ہر اس میں گر گیا اس بنا پر یَعِذُ سے امر کا صیغہ  
یَعِذْ ہو گا (ملاحظہ ہو یَعِذْ اِیْنِ اور وَعِذْ) ۱۵  
عَذَابُ هُمْ: اس نے ان کو گئی رکھا ہو عَذَابُ  
عَذَابُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ  
ضمیر جمع ذکر غائب (ملاحظہ ہو عَذَابُ) ۱۶

## فصل البذل المعجمۃ

عَذَابُ: عذاب، سخت سزا، دکھ کی مار۔  
علامہ فیومی المصباح المنیر میں لکھتے ہیں :-  
عَذَابُ تَعَذَّبْتُ (سزا دینا) سے اسم  
(یعنی حاصل مصدر ہے) اصل میں عربی  
زبان میں اس کے معنی مارنے کے ہیں  
بعد میں ہر دردناک سزا کے لیے استعمال کیا  
جانے لگا اور استعارہ کے طور پر امر و شتہ  
کو بھی عذاب کہنے لگے چنانچہ محاورہ ہے  
السفر فصعہ من العذاب (سفر تو عذاب

اور بعض اہل لغت کا بیان ہے کہ نَعْدِبُ  
کے معنی خود مارنے کے ہیں اور بعض کا  
قول ہے کہ عرب کے محاورے مَا نَعْدِبُ  
سے ماخوذ ہے "مار غذب" اس پانی کو  
کہتے ہیں کہ جس میں کوڑا کرکٹ ہو اور گدلا  
ہو گیا ہو اس صورت میں عَذَابٌ  
کے معنی ہوں گے كَذَرْتُ حَلَكَةً حَيْثُ  
وَتَلَقَّيْتُ حَيَاتَهُ (یعنی میں نے اس کی  
زندگی مکر کر دی اور اس کا جینا ٹنگ کر دیا)  
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں  
منسختات میں ۱۔

"ہمارے شیخ (ابو الطیب فاسی) اہل استغراق  
سے نقل ہیں کہ عذاب کلام عرب میں  
عَذَابٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی روکنے  
کے ہیں چنانچہ عَذَابَتْ عَشْتُ کے معنی ہیں  
میں غصہ اس کو اس سے روک دیا اور  
عَذَابَتْ عَذُوبًا کے معنی ہیں وہ رُک گیا اور  
اور اب شیریں کو عذاب اسی لیے کہتے  
ہیں کہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے۔ ۱۔ اور  
عذاب کو بھی عذاب اسی لیے کہا جاتا ہے  
کہ سزا یافتہ کو دوبارہ اس قسم کے مجرم

کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور  
نہ صرف اسے بلکہ اوروں کو بھی اس کے  
کرنے سے باز رکھتا ہے۔"  
علامہ زبیدی اس کو نقل کر کے فرماتے  
ہیں "دہکلام حسن" (یہ عمدہ بات کہی ہے) اور  
علامہ جبار اللہ زنجبیری تفسیر کشاف میں  
ارقام منسختات میں :-

"عَذَابٌ نَّكَالٌ" کی طرح سے ہے نزل  
کے لحاظ سے بھی اور معنی کے اعتبار سے  
بھی چنانچہ جب کوئی شخص کسی چیز سے رُک  
جائے تو کہا کرتے ہیں اعذب عن الشيء  
جس طرح سے ٹھیکہ سی معنی میں کل عن  
الشيء بولتے ہیں اور اسی سے عَذَابٌ ہے  
کیونکہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے اور اسے  
ختم کر دیتا ہے بخلاف مُسْلِم یعنی آبِ شرب  
کہ وہ پیاس کو اور بڑھاتا ہے اور اس  
کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آبِ شیریں  
کو بغاخر بھی بولتے ہیں کیونکہ وہ تشنگی کو  
توڑتا ہے اور خُرات بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ  
قلب پر سے پیاس کو زائل کرتا ہے۔ بعد  
میں اس لفظ کے اندر وسعت ہوتے ہوتے





عَذَابِی: میرا عذاب، میری مار، میری سزا  
عَذَابِ مَصْنُوعِ، می ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ

۹ ۱۳ ۱۳

عَذَابٌ: شِیریں، میٹھا، گوارا، نام لاغیب  
نے لکھا ہے کہ مَارَ عَذَابٌ کے معنی عمدہ اور  
مُسْتَدِی پانی کے ہیں۔ عَذَابٌ سے جس کے  
معنی پانی کے خوشگوار اور میٹھے ہونے کے ہیں  
صفت مشبہ کا صیغہ ہے، عَذَابٌ اور عَذَابٌ

جمع، ۱۳ ۲۴

عَذَابٌ: اس نے عذاب کیا، اس نے سزا  
دی۔ تَعَذَّبْتُ سے جس کے معنی عذاب کرنے  
اور دردناک سزا دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ  
واحد مذکر غائب۔ علامہ راعی لکھتے ہیں  
عَذَّبْتُ عَذَابِیَّ کے معنی ہیں اکثراً

جسہ فی العذاب یعنی دیر تک اسے  
عذاب میں محبوس رکھا۔ ارشاد ہے اَرْعَدْتُمُ  
عَذَابِیَّ سِدْرًا (میں اس کو سخت سزا  
درن گار، سدا)

عَذَّبْنَا: ہم نے عذاب دیا۔ ہم نے دردناک  
سزا دی تَعَذَّبْتُ سے ماضی کا صیغہ جمع  
متکلم ۲۶ ۱۱

عَذَّبْنَا: ہم نے اس کو عذاب کیا۔ ہم نے  
اس کو بڑی بجادی سزا دی۔ عَذَّبْنَا ماضی کا صیغہ  
جمع متکلم اور ماضی ضمیر واحد مؤنث غائب ۲۸ ۱۸  
عَذَّبَ بَلَدٌ: اس نے ان کو عذاب دیا، اس  
نے ان کو سخت سزا دی عَذَّبْتُ تَعَذَّبْتُ سے  
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ضمیر جمع  
مذکر غائب ۲۸ ۲۸

عَذَّبْتُ: میں نے پناہ لی، میں نے پناہ پکڑی  
تَعَذَّبْتُ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ عَذَّبْتُ  
اصل میں عَوَّذْتُ تھا ماد متحرک باقبل مفتوح  
اس لیے الف سے بدلا گیا اور الف بفتح الین  
کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ پھر واو کی  
رباعیت سے مین کو ضمہ دے دیا ملاحظہ  
ہو اَعُوذُ، ۲۴ ۲۵

عُذْرًا: عذر۔ الزام کو دور کرنا۔ سبب  
مرتفعی زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں عذراً  
معنی معروف میں یعنی وہ دلیل کہ جس کے ذریعہ  
معذرت پیش کی جاتی ہے۔ اور علامہ فیرمی مصباح  
میں فرماتے ہیں کہ یہ عَذْرٌ یَعْذَرُ عَذْرًا اَفْهَسُو  
تَعَذَّرُوْا سے جواب حرکت سے آتا ہے اور جس کے معنی  
ملامت کو رفع کرنے کے ہیں اسم یعنی حاصل مصدر

ہے اور اس کی ذال پر ضم بھی آتا ہے اور سکون بھی اور جمع آغاز ہے۔ اور امام راغب مفردات القرآن میں قسط لکھتا ہے:-

بعض علماء نے کہا ہے کہ اصل میں عذْر عَذْرَہ سے ہے جس کے معنی نجس شے کے ہیں اور اسی لیے قلعہ سرزکر کا غلاف جس کو ختنہ میں کاٹ کر بھینک دیتے ہیں کو عَذْرَہ کہتے ہیں۔ اور عَذْرَتُ الصَّبِيِّ کا استعمال بچہ کی ختنہ کرنے کے لیے ہوتا ہے پس جس طرح اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں نے اس کو پاک کر دیا۔ اور عَذْرَہ کو زائل کر دیا۔ اسی طرح عَذْرَتُ فُلَانٍ کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اس شخص کا فقور معاف کر کے اس کے گناہ کی نجاست کا ازالہ کر دیا اور اسی طرح سے عَفْوٌ لکھ کے معنی صغرت ذنب کے ہیں یعنی میں نے اس کے گناہ کو بھیا دیا۔

اور ارشاد الہی عَذْرًا اَوْ ذُرًّا والزم ہمارے نظر یاد رہے کہ اس کے متعلق علامہ محمداوی لکھتے ہیں کہ ”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مصدر ہوں عَذْرًا عَذَرَ سے بمعنی بُرائی کو دور کرنے کے اور ذُرًّا اَنْذَرَ سے جس کے معنی ذرا

کے ہیں اور دونوں فَعْل کے ذری پر ہوں جس طرح سے کہ شُکْنُ اور کُفْنُ ہیں۔ نَذْرًا کا مصدر ہونا ظاہر ہے کیونکہ فَعْل مصدر ثلاثی میں سے ہے البتہ نَذَرَ کا مصدر ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلَ کا مصدر قاعدہ کے اعتبار سے اِفْعَال ہونا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اسم مصدر ہے جیسے کَطَاةٌ جیسا اس نَذَرَ کا مصدر ہے جو بمعنی اَنْذَرَ ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں جمع ہی ہوں عَذْرًا تو عَذِيزٌ جمع ہو بمعنی معذرت کے اور نَذْرًا نَذِيرٌ بمعنی اِنْذَارٌ (ڈرانا) کی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں صفت ہوں بمعنی عَازِرٌ (الناہ) تارنے والے، اور مُنْذِرٌ (ذرائع) ڈرانے والے اور تفسیر کہ یہ ہیں کہ:-

عَذْرًا اور نَذْرًا میں دو مشے بحث طلب ہیں۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اس میں دو قرأتیں ہیں ایک تو تنغیف کی یعنی ذال کے سکون کے ساتھ کہ جو ابو عمرو کی اور حفص کی روایت کے

مطابق عام کی قرات ہے اور باقی قاریوں  
لے اس کو عَذْرًا اَوْ نَذْرًا وبالقیل یعنی  
ذال کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے بتخفیف  
کی صورت میں تو اس کے مصدر ہونے میں کوئی  
نزع نہیں ہے۔ اور معنی میں اِخْتَارٌ  
اور اِخْتَارٌ کے یعنی الزام اتارنے اور ڈرانے  
کے لیکن تشقیل کی صورت میں ابو عبیدہ کا  
تو یہ خیال ہے کہ یہ جمع ہے مصدر نہیں اور  
انفخ اور زجاج کی یہ راستے ہے کہ یہ مصدر  
ہی ہیں اور ضمہ اور سکون دونوں لغتیں ہیں۔  
ابوعلی بھی انفخ و زجاج ہی کی تائید کرتے  
ہیں ان کا بیان ہے کہ عَذْرٌ اور عَذْبٌ  
اور نَذْرٌ اور نَذْبٌ ایسے ہی ہیں  
جیسے کہ مَنَكٌ اور مَنَكْبٌ ابوعلی نے یہ بھی کہا  
ہے کہ جو لوگ عَذْرًا پڑھتے ہیں۔ ان کی قرات  
پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَذْرًا عَذْرٌ کی جمع  
ہو جیسے کہ شَرَفٌ شَرَفٌ کی جمع ہے اور  
اسی طرح نَذْرٌ ہو سکتا ہے کہ نَذْبٌ کی  
جمع ہو ارشاد ہے هَذَا نَذْبٌ مِّنَ النَّذْرِ  
الَّذِي رِيَاكُ دُرْسَانِي وَاللَّهِ بِحَيْثُ مَا

(دلوں کا)

دوسرا شہید ہے کہ اس کے نصب میں تین  
وجہیں ہیں۔ دو وجہیں تو مصدر ہونے کی  
صورت میں ہیں۔

۱۱، ذکر اسے بر بنائے بل مفعول ہے  
۱۲، مفعول لڑ ہے اور معنی میں والمقلبات ذکر  
للاعتذار والاعتذار یعنی ذکر کا اقرار  
کرنے والے الزام اتارنے کو اور ڈرانے کو۔  
۱۳، اور جمع ہونے کی صورت میں نصب  
اس بنا پر ہے کہ یہ القاء سے حال ہے اور  
تقدیر عبادت یہ ہے فالمقلبات ذکر احوال  
کو نہر عاذرین او مذرین یعنی ذکر کا  
القاء کرنے والے درال حالیکہ وہ الزام اتارنے  
والے یا ڈرانے والے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر)  
۱۴، ۱۵ -

## فصل الرأء المہملۃ

عَرَّآءِ جلیل میدان کہ جس میں لُغاس نہ ہو  
علامہ فہرست نے مصباح میں اس کے معنی اہل بیع  
جگہ کے کلمے ہیں کہ جہاں ادب نہ ہو۔ اور امام ابو الجحر

لہ تفسیر کبیر سورۃ والصفات

سجنانی عزیزی کے زہرہ القلب فی تغیر غریب  
القرآن میں یہ الفاظ ہیں۔

”خا۔ وہ کھلی جگہ ہے کہ جس میں درخت وغیرہ  
کی ادٹ نہ لی جا سکے نیز روکے زمین کو بھی  
عَوَّاءُ کہتے ہیں“

امام فخر الدین رازی نے اس کے معنی خالی جگہ  
کہہ رکھے ہیں اور ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے خالی  
مقام کو عَوَّار اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہاں نہ تو  
درخت ہوتے ہیں اور نہ اس قسم کا درو کوئی چیز  
ہوتی ہے کہ جو اس جگہ کو ڈھانپ سکے۔ اس کی  
جمع اَعْوَاءُ ہے۔ ۲۳ ۲۴

عَوَّارًا : سہاگ والیاں۔ پیادہ لانے والیاں  
محبوبائیں۔ عَوَّوْتُہ کی جمع جو بد وزن فَعُول  
صفت مشبہ کا صنف ہے جس کے معنی اس جوڑکے  
ہیں کہ جو اپنے ناز و انداز کی وجہ سے اپنے شوہر کی  
محبوبہ جو نیز اپنی فراست کی بنا پر اس کی مزاح  
شناس بھی ہو۔ عَرَبُ کا مادہ چونکہ اظہار کو بتاتا  
ہے اس بنا پر امام راغب مصنفانی نے مفردات  
میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں :-

”اِمْرَاۃٌ عَوَّوْتُہ وہ عورت کہ جو زبان حال سے

۱۔ تفسیر کبیر ج ۱ - ص ۱۶۵

اپنی عفت اور اپنے شوہر کی محبت کا اظہار  
کرتے۔ عَرَبُہ اسی کی جمع ہے۔“

امام عبد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں عَرَبَا  
کی تفسیر کی ہے اَلْمَحَبَّاتُ اِلَى زَوْجِہِنَّ جو اپنے  
شوہروں کو محبوب ہوں، امام بخاری فرماتے ہیں۔

”عَرَبُہ بالغم ہے اور اس کا مادہ عَرَبُہ  
ہے جیسے کہ صَوَّوْرُ الدُّصْبُہ میں عَرَبُہ کو  
اہل مکہ عَرَبُہ کہتے ہیں اور اہل مدینہ عَجَبُہ  
اور اہل عراق شِکَلُہ“ ۲۵

اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کیا  
ہے کہ اس کے معنی شیریں کلام کے ہیں اور طبری جعفر  
بن محمد بن ابیہ عن جده مرفوعاً خود انحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے کہ عَرَبُہ کے معنی ان  
عورتوں کے ہیں جن کی زبان عربی ہو لیکن حافظ  
ابن حجر عسقلانی نے لُصْرُج کی ہے کہ یہ روایت  
ضعیف اللہ قطع ہے۔ اور طبری تیسیم بن حذام سے  
عَرَبُہ کے معنی ایسی عورت کے نقل کیے ہیں کہ جو شوہر کی

۱۔ صحیح بخاری تفسیر سنہ الاقد -

کہہ اور علامہ آدوسی لکھتے ہیں لَا اَطْن لَهَا اَصْحٰہ و

التفسیر بالمحبات هو الذی علیہ الاکثر یعنی  
میں اسے صحیح نہیں خیال کرتا۔ اور محبوبہ اللہ کی تفسیر یہ بھی اکثر  
علامہ میں در روح المعانی ج ۲۶ - ص ۱۲۲ طبع مصر۔

اللہ عز و جل فرمایا ہوا اور فرمایا ہوا اور عبد اللہ بن عبد بن  
عمیرہ کی سہیلہ نقل کیا ہے کہ عتبہؓ وہ عورت ہے  
جو اپنے شوہر کو چاہے ملے  
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی  
تفسیر سال الفاطمہ میں فرمائی ہے :-

العرب العواش یعنی عرب کے معنی ہیں وہ  
روز و رات اور  
ارواحہن لہن کہ عاشق ہوں اور ان کے  
عاشقوں۔ شوہر ان کے عاشق ہوں

حافظ ابن کثیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
کا ذکر وہ بالانفسیر کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ  
عبد اللہ بن مسرج، مجاہد، عکرمہ، البراء العالیہ  
یعنی بنی ابی کثیر، عطیہ حسن لعلی، قتادہ اور  
صہبک وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے ۲۵  
عکریؓ: عربی جو عرب کی طرف منسوب ہو  
یہ اسم منسوب ہے۔ اور یا اس میں نسبت کی ہے  
ہے۔ علامہ ناصر بن عبد اللہ مطرز می الفتر  
میں لکھتے ہیں :-

عربی نہ عرب کا نام ہے عرب لوگ

ہیں جو ملک عرب کے شہروں اور دیہاتوں  
کے باشندے ہیں۔

اور علامہ فیومی مصباح میں ارقام فرماتے ہیں :-  
"لفظ عرب" اسم مؤنث ہے۔ اسی لیے اس  
کی صفت بھی مؤنث آتی ہے چنانچہ بولتے ہیں  
العرب العاربتہ، العرب العرباء عرب  
وہ ہیں جو عجم کے سوا ہیں اور رجل عربی "وہ شخص  
ہے جس کا نسب عرب میں ثابت ہو گو وہ فصیح  
نہ ہو"

امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں  
لفظ عربی کے حسب ذیل معانی سپرد قلم فرمائے ہیں  
۱۔ المصفح یعنی وہ شخص جو فصاحت اور  
صنائی کے ساتھ ظہار مدعا کر سکے۔

۲۔ الفصیح البین من الکلام یعنی وہ کلام  
جو فصیح اور صاف ہو چنانچہ آیات ذیل میں عربیؓ  
سے یہی مراد ہے فَمَا اَنَّا عَرَبٌ بَشَرًا يَلْسَانُ عَرَبِيٍّ

مُتَنِينَ، فَصَلَّتْ اَيَانَهُ فَمَا اَنَّا عَرَبٌ بَشَرًا  
۳۔ مُحْكَمًا عَرَبِيًّا یعنی میں وہ خدا اور راجح  
حکم جو حق کو حق کر دکھائے اور باطل کو باطل

۱۲ ۱۹ ۲۲ عَرَبِيًّا ۱۲ ۱۱ ۱۵ ۱۲

عَرْجُونِ کجور کی ٹہنی شاخ خرماء عرجون  
اصل میں کجور کے گچھے کی وہ شاخ ہے جس میں اس  
گچھے کی جڑ جڑتی ہے یہ ٹیڑھی جڑ ہوتی ہے اور گچھے  
لو کاٹ لینے کے بعد درخت پر خشک ہو کر  
باقی رہتی ہے عَوَاجِدُن جمع علامہ محمود آلوسی  
نہایت میں :-

عَرْجُون کا لون جیسا کہ زجاج نے بیان  
کیا ہے زائد ہے اور اس کا وزن فُعْلُون  
ہے۔ یہ العِراج سے بنا ہے جس کے معنی  
ٹیڑھے ہونے اور مڑ جانے کے ہیں۔

اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور  
یہی راغب اور سہیل اور صاحب قاموس  
کا فتار ہے کہ اس کا لون اصل ہے اس  
صورت میں اس کا وزن فُعْلُول ہے۔

عَرْشُ عرش تخت شاہی۔ امام ابوبکر  
عزیزی جستانی نزہۃ القلوب میں فرماتے ہیں :-  
عرش کے معنی تخت شاہی کے ہیں چنانچہ

لے روح المعانی - ج ۲۳ - ص ۲۰۵ -

آیت ذیل میں عرش سے یہ مراد ہے وَ رَفَعَهُ  
أَبُو ذِي الْعَرَشِ (اور اونچا بٹھایا اپنے)  
باپ کو تخت پر اور فرمایا اُفْلَحْذَا لَعَنَ شَيْئًا  
رکھنا تخت بھی ایسا ہی ہے۔

اور امام راغب صفحہ ۱۱ مفردات القرآن میں  
رقطہ سار میں :-

عرش اصل میں مُشَقَّف شے کو کہتے ہیں  
اور اس کا جمع عُرُش ہے۔ ارشاد ہے وَ جِئْ

تَحَارِيثَ عَلٰی عُرُوشِنَا (اور وہ اسی پھرتیوں  
کے بل گرا پڑا تھا) اور اسی اعتبار سے عَرَشْتُ  
الْكُرْمِ اور عَرَشْتُ الْكُرْمِ معنی انگور  
کی سیلوں کے لیے ٹیال اور پھرتیاں لگانے

کے آتے ہیں۔ ارشاد ہے مَعْرُوشَتٍ وَ خَيْرٌ  
مَعْرُوشَتٍ رُشِيوں پر چڑھائے ہوئے اور  
بغیر چڑھائے ہوئے اور مِنَ الشَّجَرِ بِمَثَلِ  
يَقْرِي شُوت (درختوں میں اور جہاں پھرتیاں لگاتے

ہیں) اور وَ مَا كَانُوا اَيَّحْرُشُوت میں  
كَعُرُوشُون کے معنی ابو علیہ نے یَبْنُون کے  
کیے ہیں یعنی جو عمارتیں وہ بناتے تھے۔

اور بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ کو بھی اسی اعتبار  
سے عرش کہتے ہیں کہ وہ بلند جڑتی ہے چنانچہ

ارشاد ہے وَرَفَعَ أَبْوَابَهُ عَلَى الْعَرْشِ  
أَنكِدَّ يَا شَيْخِي بَعْرَ نَبْهَاتِهِ، تَكِيدُوا الْمَلَكَ  
عَرْشَهَا، أَهْكَدْ أَعْرَ شَلْبِ -

اور کبھی عرشِ عزتِ غلبہ اور سلطنت سے بھی  
کنایہ ہوتا ہے مادہ ہے فلان شل عرش -  
یعنی فلان کی عزت خاک میں مل گئی اور بیان کیا  
جاتا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ خدا کا آپ  
کے ساتھ کیا معاملہ رہا جواب دیا ولولہ ان  
ان تدارک لہ للہ بوحمدہ تسئل عرشہ  
اگر خدا اپنی رحمت سے میری دستگیری نہ فرماتا  
تو بس میری عزت ختم تھی -

اور عرش اللہ کے متعلق اشعر کو بجز نام کے  
اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں اور عوام کے ادہام  
اس بارے میں جس طرف جاتے ہیں وہ صحیح  
نہیں کیوں کہ اس صورت میں عرش  
ذات باری کا حامل ہو گا نہ محمول، حالانکہ  
ذات الہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز  
اُسے اُٹھائے، خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے  
إِنَّ اللَّهَ يَسُبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِن مَشَكُھُمَا

مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ (بلاشبہ اللہ تمام  
رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو گرٹل نہ جائیں  
اور اگر گرٹل جاویں تو اس کے سرا کوئی مقام  
نہیں سکتا)

اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ عرش فلک  
اعلیٰ آسمانِ بیہمی ہے اور کسی فلک ثوابت  
(یعنی آسمانِ شمس) یہ گروہ اس روایت سے  
استدلال کرتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ  
وسلم سے منقول ہے کہ ساتوں آسمان اور  
ساتوں زمینیں کسی کے مقابلہ میں ایسی  
ہیں جیسے جھگل سیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی  
ہو اور یہی حال کسی کا عرش کے مقابلہ  
میں ہے -

اور یہ جو ارشاد ہے وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى  
النَّارِ (اور تخت اس کا پانی پر یہ اس  
پر نہیں ہے کہ "عرش" جب سے وجود  
میں آیا پانی کے ادھر ہی رہا -

اور ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ (مالکِ تخت کا  
بڑی شان والا اور مَنْ فِيْهِ الْمَدْرَجَاتُ  
ذُو الْعَرْشِ (درجوں کو بند کرنے والا تخت کا  
مالک نیز اسی طرح کی جود آیات میں ان کے

متعلق کہا گیا ہے کہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی سلطنت و مملکت کی طرف اشارہ ہے اور اس کے مستقر کا بیان نہیں ہے کیوں کہ اس کی ذات عالی اس سے بالا ہے۔

اور امام ابو بکر احمد بن المبین البیہقی المتوفی ۵۵۷ھ کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں۔

مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم جسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور رشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اُسے اُٹھاتے رکھیں اور اس کی تعلیم اور طواف کے ذریعہ عبادت

کو ببالائیں جس طرح سے کہ زمین میں اس نے ایک گھریبہ فرمایا اور نبی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور نمازیں اس کی طرف منہ کیا کریں۔

اور امام عبد الوہاب شعرائی البیہاقیت والحداد فی عقائد الابرار میں ارقام فرماتے ہیں :-

اگر تم یہ سوال کرو کہ عرش کو عظیم کہیم اور مجید تین ناموں سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے کیا یہ الفاظ مترادف ہیں یا نہیں۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ مترادف نہیں ہیں بلکہ عرش کو اگر اس کے احاطہ کی حیثیت سے دیکھو تو وہ عظیم ہے کیوں کہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ اٹھا کر کے ہوئے ہے وہ کہیم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی اور جسم اس کا احاطہ کر کے اس سے وہ بالا ہے وہ مجید ہے۔

۵	۱۱	۱۳	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸
۱۴	۶۰	۵	۵	۴	۳	۱۵
۱۹	۱۱	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵
۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸

عَرْشُکَ : تیرا تخت، عرش معنٰ

ضمیر واحد مؤنث حائز معنات الیہ ۱۹

عَرْشُکَ : اس کا عرش عَرْشُکَ معنٰ

ضمیر واحد مذکر غائب معنات الیہ ۱۲

عَرْشُکَ : اس کا تخت، عَرْشُکَ معنٰ

ضمیر واحد مؤنث غائب معنات الیہ ۱۹

عَرْشُکَ : مالِ سماع، سامان، اسباب، امام

راغب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں۔

عَرْشُکَ وہ ہے جس کو ثبات نہ ہو مشکلیں جو



”عرض“ کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ عرض وہ ہے جس کا قیام بغیر جوہر کے نہ ہو جیسے کہ رنگ اور مزہ ہے، سو یہ تعریف اسی سے مستعار ہے اور یہ جوہر لاجانا ہے الدنیا عرض حاضر جو مال متاع اب ہے اس کا نام دنیا ہے، یہی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لیے ہے ارشاد ہے تَرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ رقم چاہتے ہو جس دنیا کی اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور فرمایا۔ يَتَّخِذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ رِيتِهِمْ اسباب اس ادنیٰ زندگی کا اور لوگوں کا عَرَضًا فَرِيقًا کے معنی ہیں اگر کچھ آسان سا مطلب ہوتا۔“

اور علامہ سیّد مفسر زبیدی تاج العروس میں

جوہر القاموس میں اتمام فرماتے ہیں :-

عَرَضٌ کے معنی میں دنیا کے مٹ جانے والے مال و متاع کے اور عَرَضٌ سکون یا کے ساتھ سونے چاندی کے علاوہ جو کچھ بھی دنیوی اثاثہ اور ساز و سامان ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں اور جمع عَرَضٌ آتی ہے۔ لہذا ہر عَرَضٌ عَرَضٌ ہے اور ہر عَرَضٌ عَرَضٌ

نہیں اور جو کچھ بھی تھوڑا بہت مال ہو اس کو ”عرض الدنیا“ کہتے ہیں، صحاح میں مثل نقل کی ہے الدنیا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَكُلُّ مِنْهُ الدُّورُ وَالْفَلِجُ دُنْيَا مَوْجُودِ مال و متاع کا نام ہے جس میں بے نیک بھی کھاتا ہے اور بیکار بھی لیکن یہ فروع حدیث ہے جس کے راوی حضرت رشاد بن اوس رضی اللہ عنہ ہیں، ایک اور حدیث ہے لیس الغنی عن كثرة العرض انما الغني غني النفس (غنا دنیوی مال و اسباب کو دنیا کا نام نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ”غنا“ تو اصل میں دل کا غنی ہونا ہے، اجماعی نے کہا ہے کہ دنیا کا نام پائیدار اثاثہ اور جو کچھ انسان دنیا میں حاصل کر لیتا ہے وہ عرض ہے اور ارشاد الہی يَتَّخِذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ يَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا اس دنیا کے دنی کا مال و متاع لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے غرور و مغفرت ہو جائیگی اے فیعلوں کے بارے میں ان کے رشوت لینے کا بیان ہے اور البصیرہ نے کہا ہے کہ جميع متاع الدنيا عرض المراد من عرض ما کے زبر کے ساتھ

دنیا کے سارے مال و اسباب کو کہتے ہیں۔  
اور لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا مِّنْ عَرَضٍ  
سے مراد مالِ فنیہ ہے نیز عرض کے معنی طبع  
کے بھی آتے ہیں۔

دنیوی انا کہ عَرَضٌ کیوں کہتے ہیں اس کی وجہ  
نامنی شوکانی نے لکھی ہے۔

وہی متاعِ لدنا عرضاً حرام دنیوی کا نام عرض  
لاندہ عرضِ دانی اس لیے لڑکا کہ وہ بھی ماضی  
غیر ثابت۔

عَرَضًا ۱۱ ۱۲ ۱۳

عَرَضٌ: وہ پیش کیا گیا، وہ رو بہ رو لایا گیا،  
عَرَضٌ: ماضی مجہول کا صیغہ واحد مکرر غائب  
اور محظوظ ہوئے تَعَرَّضُونَ اور عَرَضًا ۱۳  
عَرَضًا: رو بہ رو لانا۔ پیش کرنا، عَرَضٌ تَعَرَّضَ  
کا مصدر صحابہ لازم اور متعدی دونوں طرح  
ستعمل ہے یعنی پیش ہونا اور پیش کرنا، لیکن  
یہاں یہ متعدی ہے۔ ۱۴

عَرَضْتُمْ: تم نے پردہ میں بات کی تم نے  
اشارہ کیا تم نے کہا تم نے مبہم کہا تَعَرَّضَ جس  
کے معنی بغیر کوئے تاکہ دینے کے میں ماضی کا

صیغہ جمع مذکر حاضر امام ابو جعفر بہیقی نے فتح جملہ  
میں تَعَرَّضَ کا ترجمہ لکھا ہے مدغم سرسبت  
گفتن اور امام ابو بکر محمد بن عزیر سبستانی  
نہایت القلوب میں لکھتے ہیں۔

التعريض الایمان۔ تعلقین کے معنی میں بغیر  
والتلویح من کھولے اور صاف بتائے  
غیر کشف ولا کسی بات کو ایسا اشارہ میں  
تبیین۔ کہہ ڈالنا۔

اور علامہ راغب اسہبانی مفہومات القرآن  
میں قسّماتے ہیں

التعريض كلام۔ تعلقین وہ گفتگو ہے جس  
لہ دو جہان من کے دو پہلو میں ایک صحیح  
صدق و کذب دوسرا غلط ایک ظاہری  
او ظاہر و باطن پہلو ہو اور دوسرا باطنی  
اور قاضی شامہ اللہ صاحب یانی پتی تفسیر مظہری  
میں قمر طہر میں۔

التعريض من۔ تعلقین وہ کلام ہے جس سے  
الکلام ما یفہم۔ سننے والا کہنے والے کا اراد  
السامع مراد اس کلمہ سمجھ جاتے حالانکہ لفظ اس  
من غیوان یکون مراد کے لیے نہ حقیقتاً وضع

اللعط موضوعا للمزادہ کیا گیا ہو نہ مجازاً  
حقیقۃً ولا مجازاً

اور امام غزالی دین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں  
"تقریض لغت میں تعریض کی ضد ہے اور اس  
کے معنی میں اپنے کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ  
جو اپنے مقصود پر کبھی دلالت کی صلاحیت  
رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانب مقصود کی  
طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح  
ہو یہ اصل میں عرض الشیء سے ماخوذ  
ہے جس کے معنی جانب اور کنارے کے  
ہیں مگر یا تقریض کرنے والا شخص اپنے مقصد  
کے گرد گھومتا تو ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا  
اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجت مند شخص  
ایک شخص سے کہ جو اس کی حاجت برآری  
کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حصہ کے سلام  
کو حاضر ہوتا ہوں اور محض آپ کی زیارت  
کو آیا ہوں اسی معنی میں یہ نہ سمجھے۔ ع  
و حسرت بالنسبہ می معاصداً نتیجہ سے

تقاضے کو میرا سلام کافی ہے اللہ تقریض کو  
کبھی تلویح سے بھی موسوم کرتے ہیں کیوں کہ  
(تلویح کے معنی اشارہ کرنے کے ہیں اور)  
"تقریض" مستکلم کی مراد کی طرف اشارہ ہونا  
ہے۔

"کنایہ" اور تقریض میں فرق یہ ہے کہ کنایہ  
کسی شے کے اس طرح ذکر کرنا ہے کہ اس کے  
لوازم کو ذکر کر دیا جائے مثلاً فلان طو س  
النجاد لیے پر تلے والا اس کے طویل القامت  
ہونے سے کنایہ ہو اور کنیو الزناد بڑی  
راکھ والا اس کے بڑے جہاں نواز ہونے  
سے اور تقریض یہ ہے کہ تم ایسی بات ذکر  
کر دو جس میں تمہارے مقصود کا کبھی احتمال ہو  
اور غیر مقصود کا بھی مگر تمہارے قرائن و احوال  
اسی بات کے موید ہوں کہ اسے تمہارے ہی  
مقصود پر محمول کیا جائے۔

بعض محققین نے ثابت کیا ہے کہ تقریض اور  
کنایہ میں عموم و خصوص من وجہ ہے چنانچہ حاجت مند کا

۱۰ خیر طبعی، ج ۱ ص ۳۰ طبع دہلی ۱۳۵۷ء میں شائع ہوا اس کے لیے لازم ہے کہ تلا بھی  
ایسی رکھے اسی طرح جو بڑا جہان نواز ہوگا اس کے بیان کھانا بھی خوب کچے کا جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس کے  
چلوں گا، لکھ بھی ہو بہت ہوگی۔ ۲۰ تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۹۸ طبع قیوم ۱۳۵۷ء میں خصوصاً منہج کے لیے  
ما نظر ہو لفظ رسول

ہر کوئی عزیز کرے گا یا کہے بھگہ کو ارادہ نکاح ہے

۱۳

عَرَضْنَا : ہم نے پیش کیا۔ ہم نے رد ہو گیا۔  
عَرَضَ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ملاحظہ ہو  
عَرَضْنَا ۱۴ ۱۵

عَرَضْنَا : وہ پیش کیے گئے، وہ رد ہو گئے  
عَرَضَ سے ماضی مہول کا صیغہ جمع مذکر غائب

۱۵

عَرَضْنَا : انشاءً بفتح الدال، اطر، علامہ سید  
نعمود اللہ کو سخی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

عَرَضْنَا : بدوزن خُذْ لَہُ بمعنی مفعول ہے  
جیسے کہ قُضِيَ اور عَرَضْنَا ہیں اور یہ یہاں

یا تو عرض النہی سے ہے جو باب نصر با  
صرابت سے ہے اور اس کے معنی ہیں

حمل معترضاً یعنی اس چیز کو اڑ بنا لیا  
یا عرضہ للبیع عرضاً سے جو باب

حسرت سے متصل ہے اور جس کے معنی  
اتے ہیں کسی چیز کو فروخت کے لیے پیش

کر دینا، اور سو دے کے لیے لکھ کر اڑنا  
اور البکر بن العزنی، التکام فقرات میں

یہ کہنا کہ جنتک لاسلم علیک (میں آپ کے سلام  
کو حاضر ہوا ہوں) انبیاء بھی ہے اور تعرض بھی  
اور نہ یہ صوبل النجاد مکیا ہے تعرض نہیں  
اور مثلاً ایک شخص تمہیں ایذا دیتا ہے اور تم اس کی  
موجودگی میں بغیر اس کو غی طیب کیے کہتے ہو لا ینق  
افستعرف (تو نے مجھے ستایا ہے مگر اب تجھے پتہ  
پٹے گا یہ یوزی کو تعرض کی صورت میں دھمکی  
ہے مگر کنایہ یہ نہیں ہے۔

یہاں تعرض سے مراد ہے عورت کو اس کی  
عدت میں دہرہ اپنے سے نکاح کا پیغام  
سنادینا۔ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی فرماتے ہیں  
میں لکھتے ہیں:-

یعنی عورت ایک خاندان سے چھوٹی اور عدت  
میں ہے تب تک کسی اور کو رو نہیں کہ  
اس سے نکاح باندھ لیسے یا صاف  
دعہ کر رکھے، مگر دل میں نیت رکھے کہ یہ  
فارغ ہوگی تو میں نکاح کروں گا یا اس کو یہ  
میں سارے تھماں سے پتہ کوئی دینے کہ  
بیٹھا پودہ یعنی تعرض، بلکہ ایک بات  
کہ جسے عروج بھی، متذکور کو کہے کہ بھگہ

عُرْفَتہ کی شرح کرتے ہوئے قسط سزا میں۔

۴۔ راحن کا مجموعہ عربی زبان میں مختلف معانی میں گردش کرتا رہتا ہے مگر ان سب معانی کا موجد ہے منع کرنا، کیوں کہ جو چیز بس عارض ہو جاتی ہے وہ مانع بن جاتی ہے چنانچہ آسمان پر جو ابر بھا جاتا ہے اس کو اسی ایسے عارض کہتے ہیں کہ وہ آسمان چاند، سورج اور کستور کے دیکھنے سے مانع ہوتا ہے۔ عاودہ ہے ہذا عُرْفَتہ یعنی یہ تو تمہارا بہانہ اے تمہیں کھٹکھٹا ہے جیسے تم پر اس چیز کے ایسے کام میں لاسکتے ہو جو تمہیں دوسرے میں ہے۔

آیہ شریفہ لَا تَخْلُقُوا اللہ عُرْفَتہ لَا تَخْلُقُوا اللہ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لیے اور یا جان نہ بناؤ کی تفسیر میں میں ایک یہ کہ کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر نہ الی قسم نہ لکھا بیٹھ اور جب اس کے کرنے کو کہا جائے تو پھر قسم کی آڑ نہ لو اس تفسیر پر عُرْفَتہ کے معنی ہو گئے مانع اور آڑ کے اور دوسری یہ کہ مطلب نکالنے کے ایسے بات بات پر اللہ کی قسم نہ لکھنا کہ وہ اگر اس صورت میں اللہ کا باعزت

نام تمہاری قسموں کا نشانہ بن جائیگا۔ اور تم ہر وقت قسم کے ذریعہ کام نکالنے کی فکر میں لگے رہو گے اس تفسیر پر عُرْفَتہ کا ترجمہ تمہیں کھٹکھٹا، نشانہ اور بہانہ کرنا چاہیئے۔ بہر حال آیہ شریفہ میں توں باقیوں کی ممانعت ہے۔ ۲۲

عُرْفَتُہَا : اس کی وسعت، اس کا چوڑاؤ، اس کا پھیلاؤ، عَرْضُ مضاف، ہا خبر بڑا آمد مرتب فاعل مضاف الیہ، امام ابو بکر رحمتی نے لکھا ہے کہ عَرْضُ کے معنی یہاں وسعت کے ہیں اور اس سے مراد وہ عرض نہیں ہے جو طول کے خلاف ہے بلکہ ایک امارا غیبی، مفرات القرآن میں منسخت ہے :-

- آیہ شریفہ وَحَمَّہُ عُرْفَتُہَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضُ اور زمین میں بعض نے قریہ کہا ہے کہ یہ وہی عرض ہے جو طول کے برخلاف ہے اور اس کے تصور کی مختلف صورتوں میں ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جنت کی چوڑائی عالم آخرت میں اتنی ہوگی جتنی کہ اس عالم میں آسمانوں اور زمین کا ہے

کیوں کہ ارشاد ہوتا ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ (جس روز دوسری زمین بدل دی جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان) اور یہ بالکل ممکن ہے کہ آسمان اور زمین عالم آخرت میں موجود عالم سے بہت بڑے ہوں۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ عرض سے مراد اس کی وسعت (یعنی گنجائش) ہے لیکن پیمائش کے لحاظ سے نہیں بلکہ مسرت اور خوشی کے اعتبار سے جس طرح سے کہ اس کے بالکل مخالف مفہوم میں یہ عاودہ مستعمل ہے الدنيا على فلاح طلائع خيانتہ رکعت حاصل (دنیا فلاح نے پراگشتی کے حلقہ دار شکاری کے جال کی طرح ڈنگ) ہو گئی ہے اور اسی طرح یہ بھی عاودہ ہے سعة هذه الدار كسعة الارض راس المهر کی وسعت نور دے زمین کی وسعت کے برابر ہے

اور بعض کہتے ہیں کہ عرض یہاں عرض البیح سے ماخوذ ہے کہ جب کوئی خیر کی سامان کے عوض بیچ ڈالی جاتی ہے تو بولتے

میں بیع کذا بعرض یعنی یہ چیز اس سوکے کے عوض فروخت کی گئی۔ اس صورت میں عرض کے معنی اس کے بدلے اور عوض کے بدلے کے جس طرح کہ بولا جاتا ہے عرض هذا الثوب کذا وکذا (اس کپڑے کا بادل یعنی معادضہ یہ ہے) ۲۷۷

عَرَضَهُمْ: اس نے ان کو پیش کیا۔ اس نے ان کو رد کر دیا۔ اس نے ان کو سامنے کیا۔ عَرَضٌ سے ماضی کا ماضی واحد مذكر غائب ماضی غیر مذكر غائب (ماضی ماضی عَرَضًا) یہ عَرَفَ: پسندیدہ کام۔ نیک کام۔ نیکی عَرَفَ یَعْرِفُ سے جس کا استعمال معانی پہچاننے کے لیے ہوتا ہے بردن فعل ہم ہے بمعنی مَعْرِفَتُکے۔ امام ازہری تفسیر میں لکھتے ہیں۔

العرف والعارفة عرف، عارفة أو معرفت والمعرف هو کل ہر اس امر کو کہتے ہیں جس کے امر غیر اندر لایند متعلق معلوم ہو کہ اس کا کرنا من الایمان ہو ضروری اور اس کا ہونا ان وجوہ خیر اس کے نہ ہونے سے من عدم نہ بہتر ہے۔

۱۔ تفسیر کبیر ج ۲ ص ۹۵ ملبورہ مصر طبع قدیم۔

قاصی شکرانی نے "عرف" کے معنی لکھے ہر وہ  
چیز جس کو عقل پسند کرے اور جس پر مطمئن  
ہو۔ لہ ۱۶

عُرْفًا: نیکی، احسان، بخشش، متواضعی، بے پے  
.. عرف کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک معنی  
معروف یعنی نیکی اور نیک کام، دوسرے معنی پے  
در پے کے، مملوہ ہے جانا القوم عرفاً عرفاً  
یعنی لوگ پیارے اور لگاتار ایک دوسرے کے  
پیچھے آئے۔ اس معنی میں یہ عرف الفرس سے  
ماخوذ ہے عرف فرس "گھوڑے کے ابال کہتے

میں یعنی جس طرح ابال کے بل لگاتار ایک دوسرے  
کے پیچھے ہوتے ہیں اسی طرح لوگوں کی آمد و رفت  
ہوئی۔ آیہ کریمہ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا میں مرسولات  
معنی کئے گئے ہیں یعنی نیکی اور خوبی کے ساتھ بھیجی  
ہوئی یا پے در پے بھیجی ہوئی اس کے منقوہ ہونے  
کی چار وجہیں ہو سکتی ہیں ۱) مفعول لہ ہونے کی بنا  
پر منصوب ہو یعنی المرسلات لاجل العرف  
اس صورت میں عرف بالمعنی خبری و احسان ہوگا (۲)  
حال ہو یعنی متابعتہ ایسا ہے یعنی اس حال  
میں بھی گئیں کہ وہ پے در پے تھیں (۳) عُرْفًا

مفعول مطلق ہو یعنی مصدر اور اسلا کے معنی دے  
یعنی المرسلات اس حال میں صورت میں بھی  
اسلا بمعنی لگاتار اور دہریا پے ہی کے ہوگا۔

۴) منصوب ہو بہ نزاع غافل معنی المرسلات  
بالعرف اس صورت میں عرف بمعنی معروف  
ہوگا۔ ۲۹

عُرْفًا: اس نے خلادیا۔ اس نے پہنچا دیا  
تَرْفِئَ جس کے معنی اگاہ کرنے، جملہ نے اور  
پہنچانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
۲۵

عُرْفَاتٍ: عرفات، مشہور مقام کا نام ہے  
جہاں عرفہ کے دن وقوف کرنا حج کا اہم ترین رکن  
ہے، تعجب ہے کہ امام سیوطی نے اپنی کتاب  
الاتقان فی علوم القرآن کی "النوع التاسع و  
الستون میں جو ان سمار کے بیان میں ہے کہ جن کو  
ذکر قرآن پاک میں آیا ہے عرفات کا نام نہیں  
لیا حالانکہ جمع کا ذکر کیا ہے اور وہ قرآن پاک  
میں مزلوہ کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے مگر الحمد  
فیومی العباد النیر میں لکھتے ہیں کہ اس کے اور  
مکہ منکر کے مابین تقریباً نو میل کا فاصلہ بیان

کیا جاتا ہے لیکن صاحب تائوس نے تصریح کی ہے کہ عرفات مکہ مکرمہ سے بارہ میل پر ہے اور سید مرتضیٰ زبیدی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ بخلاف تائوس کی یہی تحقیق ہے۔ تائوس میں یہ بھی ہے کہ جوہری نے غلطی سے اس کو منیٰ کا ایک مقام بتایا ہے اور زبیدی لکھتے ہیں اسی طرح اور لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ یہ مکہ کا ایک مقام ہے یہ بھی غلط ہے ہاں اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ یہ منیٰ یا مکہ معظمہ کے قریب ہے تو صحیح ہے عرفات کی رتبہ سمی کے بارے میں تاج ماعری میں حسیب فیل انوال مذکور ہیں :-

۱۱۔ چونکہ جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا دنیا میں پہلا تعارف اسی مقام پر ہوا تھا اس لیے اس کا نام "عرفات" ہوا۔

۱۲۔ حضرت جبریل علیہ السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعلیم دے چکے تو اسی مقام پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مطالبہ کر کے کہا تھا۔ اَعْرِضْتَ اَعْرِضْتَ رکھا تو نے جلن لیا کیا تم نے جان لیا، اور حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا تھا عَرَضْتُ عَرَضْتُ (میں نے جان لیا، میں نے جان لیا) (۱۳) چونکہ یہ مقام مقدس اور معظم ہے اس لیے عرفات کہلایا میں معنی کہ کاتھا عَرَضْتُ گویا وہ خوشبودار کر دیا عَرَضْتُ کے معنی عربی میں خوشبو کے بھی آتے ہیں۔

۱۴۔ لوگوں کا اس مقام پر باہم تعارف ہوتا ہے (۱۵) دُعا اور دعا کے ذریعہ لوگ اللہ تعالیٰ سے متعارف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی اعتبار سے "عرفات" کے معنی مَرُفَع کے کیسے آتے ہیں۔ روح المعانی میں ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ "اس کے علو و رفعت کی بنا پر اس کا نام "عرفات" پڑا۔"

اس کے بعد علامہ سائسی مصنف روح المعانی لکھتے ہیں کہ :-

تسمیہ میں جمع کے لفظ کو مبالغہ کے واسطے اختیار کیا گیا ہے گویا ایک عرفات نہیں بلکہ وہ جو مذکورہ کی بارہ مقدود عرفات ہیں اور محققین کے نزدیک عرفات قطعی طور پر اسماء مرتجلہ میں سے ہے "۱۶



سے مانع ہے کہ یہ تو خود اس کا بدل ہے  
اور منت کی تار کی طرح ٹونٹ کے لیے  
مخصوص ہے۔" لے

تاکوس میں ہے:

"عرفات اسم ہے بلفظ جمع۔ اس کی جمع نہیں  
آتی ہے اور بلکہ وجود جمع ہونے کے معرّفہ  
ہے کیوں کہ مقامات اپنی اپنی جگہ پر رہتے  
ہیں اس لیے وہ بمنزلہ شے واحد ہی ہیں  
اور منصرف ہے کیوں کہ تا اس میں سکون اور  
مستلین کی بار اور واؤ کی طرح ہے۔"

بہر حال جو لوگ عرفات کو غیر منصرف سمجھتے  
ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ غیر منصرف تو اس وجہ سے  
ہے کہ اس میں علیت اور زانیث موجود ہیں اور  
اسی لیے اس کا افعال نام نہیں آتا۔ باقی رہی اس کی  
تنبیہ سورہ جمع مذکر کے لون کے مقابل میں ہے کیونکہ  
جمع مذکر کا لون اس تنبیہ کا قائم مقام ہے جو واحد  
میں ہوتی ہے اور واحد کی تنبیہ صرف اس کے  
تمام ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح جمع  
ٹونٹ کی تنبیہ بھی صرف اسم کے تمام ہونے  
کی علامت ہے پھر اس میں بجز مقابلہ کے

ماہم ابو سعید حمادی اپنی شہرہ فقیر ارشاد  
العقل السیم الی مزایا الکتاب الیکیم میں رقمطراز  
ہیں :-

- عرفات جمع ہے اور اسی سے موسوم ہے  
جس طرح کہ آذرعائے ہے اور باوجودیکہ  
اس میں علیت اور زانیث دونوں باتیں  
موجود ہیں مگر پھر بھی اس پر تنبیہ بھی آتی  
ہے اور کسرہ بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع کی  
تنبیہ تنبیہ مقابلہ ہے، تنبیہ ممکن نہیں ہے  
اور اسی لیے یہ جمع الف لام کے ساتھ نہیں  
آتی اور کسرہ کا نہ آنا تنبیہ نہ آنے کے  
تابع ہوتا ہے۔ منصرف نہ ہونے کے  
بدلے میں نہیں ہوتا،

یاد رہے کہ عرفات میں زانیث  
یا تو تار مذکور کی بنا پر ہے سو یہ تا زانیث  
نہیں ہے بلکہ اپنے ماقبل الف کے ساتھ  
جمع ٹونٹ کی علامت ہے۔ یا اس میں تا  
تار مقدّر کی بنا پر ہوگی جس طرح کہ سعاد  
میں ہے۔ اور اس کی بھی کوئی صورت نہیں  
ہی سکتی کیوں کہ تار مذکور تار مقدّر کے ماننے

توین کے معانی میں سے اور کوئی معنی موجود بھی نہیں  
ہیں اور غیر منصرف میں یا تہی توین کا ہونا منع بھی نہیں  
ہے بلکہ توین تک کا ہونا منع ہے کیوں کہ وہ فعل  
سے اسم کے مشابہ نہ ہونے کو بتلاتی ہے۔ رہا کسر  
اس کا نہ آنا غیب مختص کے مطابق توین کے  
نہ آنے کا تابع ہے، غیر منصرف ہونے کا  
قیحہ نہیں۔

اور جو علماء عرفات کو منصرف سمجھتے ہیں وہ یہ  
کہتے ہیں کہ اس میں غیر منصرف ہو گا دوسرے سبب  
تانیث موجود نہیں ہے کیوں کہ اس کی تانیث  
کی نہیں بلکہ جمع ٹونٹ کی علامت ہے اور  
تانیث کو یہاں مقدر بھی نہیں نا تا ہا سکتا کیوں  
کہ یہ تاج جمع ٹونٹ کے ساتھ مختص ہے اس  
لیے اب اگر ایک اور تاء تانیث مقدر مانی جائے  
تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تانیث کی دو علامتیں  
جمع ہو جائیں جو کسر سے غلط ہے۔ عرفات  
کی تاقوت بنت کی تاء کی طرح ہے کہ وہ  
تانیث کے لیے نہیں بلکہ راو عندوت کے عوض میں  
اور ٹونٹ کے ساتھ مختص ہے، لہذا کسی اور تاء  
کا مقدر نا تانیہاں صحیح نہیں ہے، اسی بنا پر مثلاً

اگر صلات یا سنت کسی موت کا نام رکھ دیا جائے  
تو وہ منصرف ہو گا۔

قرآن جو لغت و نحو کے نام ہیں تفسیر کی  
ہے کہ عرفات کا واحد صحت کے ساتھ کوئی نہیں  
ہے اور لوگ جو یہ بولتے ہیں کہ نزلنا بعرفہ ہم  
عرفہ میں اترے ایہ موت کے مشابہ ہے اصل عربی  
نہیں بعض لوگوں نے قرآن کے اس بیان پر اعتراض  
کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ حدیث میں  
آتا ہے الحج عرفہ ارجع عرفہ کا نام ہے جو  
اب یہ کہ حدیث میں عرفہ کا لفظ مقام کا نام نہیں بلکہ  
عرفہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو کہتے ہیں جیسا کہ  
راغب البغوی اور کرمانی نے تفسیر کی ہے  
اور قرآن کا جو اعتراض ہے وہ مقام کا نام ہو کر ہے  
ملاحظہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عرفات  
کو المستعر المحرم، المستعر الاقصیٰ اور الاحول  
مردن ہلال بھی کہتے ہیں اور عرفات کے درمیان  
میں جو پہاڑ ہے اس کا نام جبل الرحمت ہے  
ذی الحجہ نویں تاریخ یعنی "عرفہ" کو جو حج کا  
دن ہے عرفات میں بچنا حج کا سب سے بڑا رکن  
ہے اگر یہ رجائو پھر حج ادا نہیں ہوتا، ۲

القرآن میں لکھتے ہیں :-

”عَرْفَةَ“ کے معنی خوشبودار کرنے کے بھی آتے ہیں جنت کے بارے میں جو یہ ارشاد مہر ۱۰ ہے  
عَرْفَہَا لَمْ اس کے معنی یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ  
نے جنت کو اہل جنت کے لیے خوشبودار اور  
نیز کر دیا۔ اور بعض نے اس کا ترجمہ یہ کیا  
ہے کہ ان سے اس کا وصف بیان کیا، شوق  
دلایا اور اس کی طرف رہنمائی کی۔“ ۲۶

عَرْفَہُمْ: اس نصاب کو پہچان لیا عَرْفَتْ  
عِرْفَانٌ اور عَرْفَہُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر  
غائب اور ہم صغیر جمع مذکر غائب۔ ۱۳

عَرِّمَ: نیز و تندر و دروازہ سخت یا عَوَظًا اور  
عَرَامٌ سے جن کے معنی بلطالق اور سخت و درشت  
ہونے کے ہوتے ہیں صفت شبہ کا صیغہ ہے لغت  
کے اعتبار سے اہل معنی تو عَرِّمَ کے یہی ہیں لیکن  
بہت سی ان اشیاء کیلئے بھی کہ جن میں یہ وصف  
نمایاں طور پر پایا گیا اس کا استعمال ہوتا ہے اسی بنا  
پر یہاں اہل لغت اور مفسرین نے اس کے بہت  
سے معانی نقل کیے ہیں جو درج ذیل ہیں :-

(۱) سخت باتیں (۲) بند (۳) بند کا پشتہ (۴)  
گھٹوس (۵) اس خاص بند کا نام جو زمین میں

عَرِّفْتُمْ تونے ان کو پہچان لیا ہے عَرْفَتْ  
مَعْرِفَہُ اور عَرْفَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر  
حاضر ہم صغیر جمع مذکر غائب علامہ احمد فیومی نے  
مبصر ج میں لکھا ہے کہ عِرْفَانٌ کے معنی ہیں کسی شے  
کو اس غیب میں سے کسی حاسہ کے ذریعہ معلوم کرنا  
۔ معرفت اور علم کا جو دقیق فرق امام راغب  
اصفہانی نے بیان کیا ہے اس کو کم معرفت کی  
تشریح میں تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کی چلے ہیں  
اس فرق کو بیان کرنے کے بعد راغب لکھتے ہیں  
کہ عِرْفَانٌ کے اس معنی میں استعمال ہونے کی اصل  
یہ ہے کہ وہ یا تو معرفت بمعنی اصبت عرفیے مأخوذ  
ہے جس کے معنی ہیں میں نے اس کی خوشبو بولی اور  
یا اصْبَنْتُ عَرْفَہُ سے ہے جس کے معنی آتے ہیں  
میں نے اس کی حد کو پایا (ملاحظہ ہو تعریف) ۱۴  
سُكَّرُوا انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا معرفَہُ  
اور عِرْفَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۵

عَرَّفَہَا: اس نے اس کے شناسا کر دیا، اس  
نے اس کو پہچنا دیا۔ اس نے اس کی تعریف کی عَرَّفَتْ  
لَعْنَتُہُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب صغیر  
واحد مؤنث غائب مام راغب اصفہانی مفردات

تیسرے جہاں ۱۶۱ ایک وادی کا نام، وہ سیلاب کے جس کو روکا نہ جاسکے (۸) وہ اتر کر جو درجہ اول کے درمیان میں ہو اور ۱۹ درجہ سرخ پانی کو جس کی آلودگی نے عذاب کی شکل میں اس بند میں بھیج دیا اور اس نے اس بند کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

یہ بھی بحث ہے کہ عجم جمع ہے یا واحد اور جمع ہونے کی صورتیں اس کا واحد کلمہ ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں یہ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا اور بعض اس کا واحد عرمتہ کہتے ہیں۔ عرمتہ کہتے ہیں تھے اور پر رکھے ہوئے پتھروں کو یا اس شے کو جو وادی کے عرض میں ہو۔

قرآن پاک میں سورہ اسبا میں سیل عرم کا ذکر آیا ہے جو قوم سبا پر ان کے گھر کی پاداش اور حکام الہی سے روگردانی کی بنا پر عذاب الہی کی صورت میں بھیجا گیا تھا۔ سبا اہم قطیفہ کی مشہور ترین شاخ ہے جس نے قدیم زمانہ میں عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈالی تھی جنوب عرب میں یمن کا مشرقی حصہ ان تمدن کا اصل مرکز تھا۔ نہرباب جو صنعاء میں موجود پایہ تخت (تخت منزل) ہے ان کا دار الحکومت تھا۔ تبخ اور وہ ملک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی

تھی اور جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اسی قوم سے تھی۔ ان کا ملک بڑا سرسبز و شاداب تھا۔ دولت کی فراوانی تھی اہل ہاتھ کھیت طرح طرح کے معمول چل باغات اور نہروں کی سہولت تھی اور یہ سرے سے دوا بیش و عشرت دستے تھے چنانچہ تواریخ میں سبا کی دولت و عظمت کا ذکر تفصیل سے آیا ہے سبا نے اپنے عروج کے زمانہ میں بہترین فنکار اور عمارتیں بنائی تھیں ان میں سے بعض عمارتیں زمانہ اسلام تک باقی رہیں جن کو مسلمان مورخین نے خود دیکھا ہے اور ان کے حالات اپنی تصانیف میں درج کئے ہیں چنانچہ حمدانی کی کتاب الکمل کا ایک مستقل باب ان اسی عمارتوں کے حالات کے بیان میں ہے۔ اسی طرح لسنو ان بن سعید حمیری نے نقیدہ حمیرہ میں یمن کے قریب شاہی راتوں کا ذکر کیا ہے اور قصص ملکیں جو بادشاہ کے رہنے کا محل تھا اس کے نشانات تو اب تک موجود ہیں اب پاشی کی غرض سے بھی سب نے ان کو ملک میں جگہ جگہ مہذبانے تھے جن کے ذریعہ بارش کے پانی کو روک کر ملک کی زمین کو سیراب کرتے تھے۔ ان میں سب سے مشہور

وہ بند تھا جو سد مارب کہلاتا ہے اور جس کے ٹوٹنے کو قرآن مجید نے میل العرم سے تعبیر کیا ہے مولانا سید سلیمان ندوی نے ارض باقرآن میں اس کے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائی کہ میں جو ہدیہ ناظرین میں فرماتے ہیں۔

”اسی سلسلہ عمارت میں ایک چیز بند آب ہے جس کو عرب حجاز، ”سد“ اور عرب یمن ”عرم“ کہتے ہیں، عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں صرف سلسلہ کوہستان ہے۔ پانی پہاڑوں سے بہ کر رگیناؤں میں خشک ہو جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے، زراعت کے مصارف میں نہیں آتا، اسے مختلف مناسب موقوفوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی ٹوک جائے اور بعد ضرورت زراعت کے منصرف کیے جاسکے۔ مملکت سبا میں اس قسم کے سیکڑوں بند تھے ان میں سب سے مشہور سد مارب تھا خود دارا سکومت کے اندر واقع تھا۔

شہر مارب کے جنوب میں دہسنے بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ الحق ہے دونوں کے بیچ میں وادی اذینہ

ہے پہاڑوں سے نیرادھر اور دھر سے پانی جمع ہو کر وادی اذینہ میں ایک دریا جاری ہو جاتا ہے۔ سبار نے ان دونوں پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۱۰ میل قبل مسیح میں سد مارب کی تعمیر کی تھی یہ بند تقریباً ۱۵۰ فٹ لمبی اور ۵۰ فٹ چوڑی ایک دیوار ہے اس کا اکثر حصہ تواب افتادہ ہے تاہم اس کی ایک شلت دیوار اب بھی باقی ہے۔ ازانو ایک یوپی سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فروغ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے طیار کیا ہے۔ اس دیوار پر چابکا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے ہیں۔

عام مسلمان مورخین چونکہ ہر قدیم عمارت کو بنائے سلیمانی کہنے کے عادی ہیں اس لیے اس سد کا بانی وہ بلقیس ملکہ میں و حرم سلیمانی کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن سد مارب کے تعمیر حصار پر جو کتبات ہیں ان میں بانیوں کے نام بھی خوش قسمتی سے باقی رہ گئے ان میں سے شیعہ امر بن بنیوت سمعلی مکارب کا بہ اسمعلی نیوت بن ذمر علی مکارب سا

قرآن مجید ان آیات میں انہی باغوں کی طرف  
است راہ کرتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ سَبَاسُكَ لَوَلَوْ كَيْفَ خَدَانِ  
فِي مَسْكِنَيْهِمْ اَبَةً كَيْفَ مَعْرِضِ خَدَاكِ اَيْمَنَ  
جَنَّاتٍ حَتَّىٰ يُصَيِّبَ فَنَاشِئَ مَوْجُودَتِي دُرَّ بَانُونَ  
وَنِشَالٍ مَّكْشُوفٍ دَاسِطٍ اَبْنَانِ اَبْنَانِ سَبَا كَيْفَ  
تَرَوْنِي مَتَّعْتُكُمْ وَ دُورَ اَبْنَانِ دُرَّ بَانُونَ  
اشْكُرُوا لِلَّهِ اِنَّكُمْ لَشَاكِرُونَ اَبْنَانِ  
طَلَبَتْ وَ تَرَبَّتْ عَنَّا اَبْنَانِ دُرَّ بَانُونَ  
ہمارے پاس اس جنت زادہ کے قلعے عربوں  
کی روایت سے کئی سو سال بعد کے موجود ہیں  
لیکن خود ہمارے شمنوں کے سفینوں میں اس کی  
معاہدہ شہادتیں جو محفوظ ہیں ان کو ایک دفعہ  
پھر لے چھو۔

ارالو شہنشاہ جو ۱۹۲۲ء ق م سببا کا معاہدہ تھا  
لکھتا ہے۔

”سببا کے لوگ ہیں جن کا دار الحکومت شہر مارب  
ہے۔ یہ قطعہ ملک مصر زریں سے بڑا ہے  
گزریوں میں باڑیں جوتی ہے اور دریا جاری ہوتے  
ہیں جو میدانوں اور تالابوں میں خشک ہو جاتے  
ہیں اس سبب سے زمین اس قدر سرسبز

کرتب ایل تین بی شیع امر مکارب سببا ذمر علی نوح  
ملک سببا الیدیع ایل دتار کے نام پڑھے گئے  
ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سببا ایک  
زمانہ متمدن میں مختلف سلاطین میں کے مہمیں تعمیر  
ہوا ہے اس کا پہلا بانی شیخ امر تھا جو کھوپڑی منڈ  
نام میں تھا اس میں ادیر نیچے تک بہت سی  
کھوپڑیاں تھیں اور پر سے نیچے تک کی کھوپڑیاں  
سب ضرورت کمولی اور بند کی جاتی تھیں سد  
کے دائیں بائیں دو بڑے بڑے دروازے تھے  
جس سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی مینوں  
زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس سد کے  
حالات ہمارے مفسرین نے جو بیان کیے  
ہیں بعینہ ارناؤ کے بیان سے اس کی  
تصدیق ہوتی ہے (تفسیر بیت مذکور  
طبری اور بغوی میں دیکھو حاشیہ ارض القرآن)  
اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں  
جانب اس بیکانی اور شور ملک کے اندر ۲۰۰  
مربع میل سیکڑوں کو سن تک بہشت زار  
طیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے  
میوے اور خوشبودار درخت تھے ان کی خوشبو  
دور تک پھیلی رہتی تھی۔

اور شاداب ہے کہ تخم زری وہاں سال میں دو بار  
ہوتی ہے سبار کا ملک خوش و خرم ہے  
آنا تھار شیدس جو شہر قہم میں سبار کے زمانہ  
و عصر میں تقابیان کرتا ہے :-

سبار عرب کے حصہ سرسبز و آباد میں رہتے ہیں  
جہاں اچھے اچھے بے شمار میوہ ہوتے ہیں، دریا  
کے کنارہ جو زمین ہے اس میں نہایت غلہ بصورت  
درخت ہوتے ہیں جو دیکھنے میں بہت بھلے معلوم  
ہوتے ہیں اندرون ملک میں نجدات و احبیبی  
اور چھوڑے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان  
جنگل ہیں اور ان درختوں سے نہایت شیریں پھل  
کرتی ہے درختوں کے انام کی کثرت اور تنوع  
کے سبب ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے جو  
خوشبو اس میں سے بڑی ہے وہ جنت کی خوشبو  
کے کم نہیں اور جس کی تعریف انفلوں میں لکھی  
ہو سکتی جو شہر قہم میں سے دور ساحل سے  
نہتے ہیں وہ کجی جب ساحل کی طرف سے جو  
چلتی ہے تو اس خیمہ کے منظر ہوتے ہیں۔  
وہ گویا بہت کمال سے اٹھاتے ہیں وہ تشبیہ  
جیسا کہ قوت و حیات کے قہم میں لکھی  
ارقی مبدروس جو سبار کے عہد خرم و خوشحال ہے۔

سبار کا بادشاہ و اس کا ایوان ماریب میں ہے  
جو ایک پُر شہار مہار پر عیش و مسرت زمانہ  
خوشحالی م میں واقع ہے  
خدا سے پاک اس کے بعد زمانا ہے۔

فَاغْرَحْنٰوْا پھر انہوں نے سترانی کی تو ہم  
فَاَنْهَسْنٰمَآءُہُمْ نے ان پر بند توڑ کر اس کا  
سَمِیْلَ الْعَرَمِ۔ سیلاب بھجوا۔

یہ سیلاب آیا اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن  
اس عسکر بخنی میں جب ہر غیر معاصرانہ روایت  
قابل شک و شبہ ہے، خدا کے قرآن نے  
اپنے کلام عجز کی صداقت کا نیا سامان پیش کیا  
یعنی اس بند کے ٹوٹے ہوئے کھنڈ میں قہم  
سیلاب کے شرح حالات کا کتبہ جو ایک  
عبائی فاتح ہمیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مل  
گیا ہے۔ یہ عبائی فاتح وہی ہے جو اپنے  
بھقوں کے مل پر کعبہ کوڑھانے نکلا تھا لیکن  
آج سے دشمن کعبہ کا سنگی ہاتھ کعبہ کوڑھانے کی کتا  
مقدس کی تعریف کے لیے بلند ہے۔

وَمَا تَدْرُکُہُمْ اَرَاۤیْکُمْ اَعْلٰی بِالْغُلُوْلِ سَبِیْلَ  
تَدْرُکُہُمْ اَرَاۤیْکُمْ اَعْلٰی بِالْغُلُوْلِ یعنی  
تَدْرُکُہُمْ اَرَاۤیْکُمْ اَعْلٰی بِالْغُلُوْلِ یعنی

وَسَيُخَذُّ مِنَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بَاقٍ وَيُذِيهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَئِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ  
يَا كَافِرُونَ ذَارَ هَذَا مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ  
فَتَكْفُرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الَّذِي أَتَاكُمْ مِنْهُ الْحَقُّ تَصْغِيرًا

فَرَجَانٌ مَجِيدٌ بِنَاوِلٌ هُوَ مَا تَعْلَمُونَ مَا سَمِعْتُمْ  
وَمَا تَرَوْنَ فِي شَكْلِهَا مِنْ نَمُودَارِ هَوْنِي لَيْسَ كَمَا  
هِيَ مَشْفُوعَةٌ بِشَيْءٍ خُودِ مَعَانِيهِ كَمَا تَعْلَمُونَ لَيْكِنْ جَادِ  
سُورِيسَ كَمَا بَعْدَ بَعْضِ بَرَاءَتِ الْعَيْنِ بِرِسَاخِ  
كَوْنِهَا آتِي تَحْتِ الْبَاقِ الْمَتُونِ مَشْفُوعَةٌ جِسْ  
كِ مَدَانَتِ بَيَانِي كَمَا نَصَرَفَ سِيَاحِي بِوَرْدِ  
بَلَدِ ثَرْوِي رَاكِبًا وَتَبَاتِ بَعْضِ مَعْرِفَتِ هِيَ وَفَوْزِ  
چَوْتُ حَقِّ صَدِی كَمَا اِتَّكَلُ فِي شَهَادَتِ عَيْنِي بِشِ  
كَرْتَا بَعْدَ كَمَا اِنْ بَاغُوْنِ كَمَا بَلَدِ بَلَدِ كَمَا دَخَلَتْ  
اَتَتْ هِيَ كَمَا كَيْسِ اَوْ رَنْبِی ۱۵ ۲۲

عُرُوْثُ شَمْسٍ: اِسْ كَلِّ حَصْنِیْنَ اِسْ كَلِّ حَصْنِیْنَ  
اِسْ كَلِّ ثُمَّ اِسْ كَلِّ وَتَنْزِیْلُ كَلِّ حَصْنِیْنَ  
ہے ہا خیر و حد و تَنْزِیْلُ ثَمَّ اِسْ كَلِّ حَصْنِیْنَ  
عُرُوْثُ شَمْسٍ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
بَزِیْلُ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ

عُرُوْثُ شَمْسٍ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ

عُرُوْثُ شَمْسٍ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ

اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ

اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ  
اِسْ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ كَلِّ



مفسرین کی عبارتیں مختلف ہیں، مجاہد کہتے ہیں  
 عرۃ سے مراد ایمانی ہے، سدی کہتے ہیں اسلام  
 ہے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سعید  
 بن جبیر اور حمک لا الدارۃ اللہ بیان کرتے  
 ہیں اللہ ان سب عبارات کوں کا مطلب ایک ہی  
 ہے۔ ۱۵

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن  
 مالک رضی اللہ عنہ سے قرآن الدارۃ السلام بنی  
 الجعد سے حسن بنی اللہ اور بعض فی الشیعی نقل  
 کیا ہے نیز مجہم میں بھی اس آیت کی تفسیر میں نہیں  
 لیکن حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے  
 ایک خواب کی تفسیر میں خود انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے بھی 'عرۃ' موسیقی کی تفسیر 'اسلام'  
 ہی منقول ہے۔ ۱۶ ۱۷ ۱۸  
 عکر بعض: خوب چوڑی عرض سے برون  
 صفت مشبہ کا صیغہ جو مبالغہ کے لیے ہے  
 واجب استنباطی لکھتے ہیں :-

"عرض وہ سب جو طول کے خلاف ہے، اصل  
 میں تو اس کا استعمال جسم کے لیے ہی ہوتا تھا۔  
 (کیونکہ جسم ہی طول عرض اور عمق کے ساتھ

موصوف ہوتا ہے) لیکن غیر جسم میں بھی  
 اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ارشاد ہے  
 قَدْ وَدَّعَا عِرْکَ بَعْضٍ دُتُوْخٍ لِّمٰی جُوْزٰی  
 و عاتیں کرتا ہے"  
 اور قاضی شوکانی فرماتے ہیں:

عرض کے معنی کثیر کے ہیں، عرب طول و عرض  
 کا استعمال مجاز اکثریت کے معنی میں کیا کرتے  
 ہیں چنانچہ محاورہ ہے اطل فلان فی  
 کلام و اعرض فی الدار اذ اکثر  
 یعنی کثرت سے باتیں کیں اور خوب ڈیل کیں۔ ۱۹

## فصل الزاۃ المعجمہ

عِزًّا: عزت، قوت، ایثار، عزت کا مصدر  
 ہے جس کے معنی قوی ہونے کے ہیں تاج العروس  
 میں ہے :-

العز: الحصل عِزًّا کے معنی ہیں اصل میں  
 لقوة ولحدة و قوی ہونا، سخت ہونا، غلبہ  
 العلب والرجعة و غلبہ۔ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳

۱۵ - تفسیر زمخشری ج ۳ ص ۲۸۲ ج ۱ ص ۱۹۳

۱۶ - تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۱ طبع مصر ۱۳۲۵ھ ۱۷ - نفع القیدیہ ج ۴ ص ۵۰ طبع مصر

اور ابی القحطاف نے کتاب الافعال میں اس کے معنی اعانت کرنے کے بھی لکھے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس کا ترجمہ یہاں ”مدد“ کیا ہے۔ ۱۶

عَزَّ ذِكُّكَ تیری عزت، عَزَّوْا مَصَالِحَ واحد مذکر حاضر مضاف الیہ امل محظہ ہو عَزَّوْا

عَزَّوْا رَفَعُوْهُمْ تم نے ان کی مدد کی، تم نے ان کو قوت پہنچائی تم نے ان کی تعظیم کی۔

عَزَّوْا رَفَعُوْا تَعَزُّوْا سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، فاعل اشباع کا ہے عَزَّوْا صیغہ جمع مذکر غائب یا قاموس میں تَعَزُّوْا کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں شَرَعَ میں کسی حد کی جو سزا مقربہ ہے اس سے کم مارنا، یا بہت زیادہ مارنا۔ بزرگ ماننا اور تعظیم کرنا، اسی بنا پر یہ اصناد ہیں سے ہے (یعنی ایسے ورد مختلف معانی میں اس کا استعمال ہوتا ہے کہ جو ایک دوسرے کی ضد ہیں) اعانت کرنا اور یہی معنی عَزَّوْا کے آتے ہیں قوت پہنچانا، مدد کرنا، علامہ ربیع تفتنی زبیدی شرح قاموس میں لکھتے ہیں۔

عَزَّوْا اور عَزَّوْا کے معنی ہیں مدد کرنے کے

ارشاد ہے لَتَعَزُّوْا تفسیر میں اس کے معنی آتے ہیں لَتَعَزُّوْا بِالتَّيْنِ یعنی تلوار کے ذریعہ آپ کی مدد کرو اور عَزَّوْا عَزَّوْا کے معنی لکھے ہیں عَزَّوْا تَعَزُّوْا تم نے ان کی تعظیم کی، ابراہیم بن اسری کا بیان ہے کہ یہی معنی حق میں و اللہ اعلم۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عَزَّوْا کے معنی اعانت میں مدافعت کرنے اور رد کرنے کے ہیں اور عَزَّوْا رَفَعُوْا مَصَالِحَ جو ماد پرک ہے ایسے ہوتا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں نے اس کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو برائی سے اس کو روک دیتا ہے جس طرح سے کہ نکلنا یہ کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اس کو وہ سزا دی کہ جس کی بنا پر دوبارہ اس کام کو نہیں کرے گا۔ لَتَعَزُّوْا رَفَعُوْا کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے ان کی مدد کی یا اس طور کہ ان دشمنوں کی ان سے مدافعت کی، اور اگر تَعَزُّوْا کا مطلب صرف تو قیری ہوتا تو اس کی تشریح اغوی میں اسی اعطاء سے بہت اچھی طرح استفہام ہو جاتا۔ پھر جب نصرت واجب ہوئی تو تعظیم بھی اس میں لگتی کیوں کہ انبیاء کی نصرت کے معنی

یہی ہیں کہ ان کی طرف سے مدافعت کی جائے  
اور ان کے دین کی حمایت ہو۔ خود ان کی تعظیم  
توقیر ہوا چنانچہ عربی زبان میں تعزیر کے معنی  
توقیر کرنے اور زبان اور تلوار کے ذریعہ مدد کرنے  
کے آتے ہیں۔ حدیث مبعث میں ہے۔

قال ورقة بن نوفل بنی لعلی نے کہا کہ  
نوفل ابن بعت اگر یہ یعنی آنحضرت صلی  
والہ وسلم فاعزہ اللہ علیہ وسلم میرے سامنے  
وانصرہ۔ مستحکم ہوئے تو میں ان کی  
توقیر کروں اور ان کو مذکورہ

یہاں تعزیر کے معنی عات توقیر اور بار بار مدد  
کرنے کے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تعزیر و فہم) یہ  
عَزَّوَجَلَّ انہوں نے اس کی تعظیم کی  
انہوں نے اس کو قوت دی انہوں نے اس  
کی رفاقت کی۔ عَزَّوَجَلَّ انہیں نے اسے امانی کا صیغہ  
جمع مذکر غائب کا ضمیر واحد ذکر غائب ہے۔  
عَزَّوَجَلَّ ہم نے قوت دی ہم نے مدد دیا  
تعزیر سے جس کے معنی قوت دینے کے ہیں مانی  
کا صیغہ جمع متکلم ہے۔

عَزَّوَجَلَّ تو نے ایک کنارے کر دیا تو نے

جدا کر دیا تو نے علیحدہ کر دیا صَرَّبَ عَزَّوَجَلَّ سے  
جس کے معنی کسی شے کو جدا کرنے، علیحدہ کرنے  
اور ایک کنارے لگا دینے کے ہیں، امانی کا  
صیغہ واحد ذکر حاضر ہے۔

عَزَّمْ اہمیت، اہمیت ارادہ، امام راغب لکھتے  
ہیں عَزَّمْ اور عَزَّوَجَلَّ معنی ہیں کسی کام کے  
کر گزرنے پر دل کو پکا کر لینا یہ معنی بغیر م کو مصدر  
ہے اور اس کا فعل باب ضرب سے آتا ہے  
یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی عَزَّمْ بضم ع ز معنی فہم  
اور اس سے مراد ہے وہ عمل کہ جس کو اس کی خوبی  
بڑائی اور عزت کی بنا پر ہر ایک کو کرنے کا پختہ  
ارادہ کر لینا چاہیے یا اس کام کی انجام دہی حتیٰ تعالیٰ  
کی طرف سے بندوں پر پختہ اور محکم کر دی گئی ہے لہذا  
آیہ شریفہ لَقَدْ عَزَمْنَا الْحَبَّ اَدَمَ مِنْ  
قَبْلِ مَنَسِي وَ لَقَدْ عَزَمْنَا لَهُ عَزَمًا اور ہم نے  
تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے پہلے پہر بھول گیا اور نہ  
پائی ہم نے اس میں کچھ سختی کی تفسیر کرتے ہوئے  
امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

عَزَّمْ کے معنی ہیں محکم اور پختہ ہونے کے  
اور لَقَدْ عَزَمْنَا لَهُ عَزَمًا میں یہ بھی احتمال

کہ یہاں بھی "عزم" سے صبر ہی مراد ہے۔  
 اور آج کر یہ قاصِدٌ کما عَصَبٌ لِّوَلِّیِّ الْعِزِّ  
 مِنَ الشَّسْلِ (تو آپ صبر کو عصبہ اور عمت الہی  
 رسولوں نے صبر کیا تھا اس کے متعلق روح المعانی  
 میں مرقوم ہے۔

”من اس میں بیان یہ ہے جس طرح کہ  
 فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ میں  
 اور مِنَ الشَّسْلِ میں مجاور و حال کی جگہ میں  
 اس صورت میں ”اول العزم“ سارے رسولوں  
 کی صفت ہوگی چنانچہ ابن زید جبائی اور ایک  
 جماعت اس طرف گئی ہے یعنی آپ بھی اسی  
 طرح صبر سے کام لیجئے جس طرح کہ اور رسول نے  
 صبر کیا اور تبلیغِ وحی میں برابر اس طرح جدوجہد  
 کرتے رہے کہ نہ کوئی روکنے والا انہیں روک  
 سکا اور نہ جھکے والا انہیں جھکا سکا اور  
 حق سبحانہ تعالیٰ نے جو کچھ ان سے عہد لیا تھا  
 اور بالواسطہ یا بلا واسطہ جو کچھ ان کے حق میں  
 قصار و قدر کا فیصلہ فرمادیا تھا اس پر  
 ثابت قدم رہے۔

اور عطا خراسانی حسن بن افضل کلینی متاخر

کہ عزم سے روک معیت پر قائم رہنا جو اس صلوٰۃ  
 میں یہ طرح کے زیادہ قریب ہوگا (یعنی ہم نے  
 ان میں معیت کا پختہ ارادہ نہیں پایا بلکہ بوجہ کہ  
 انہوں نے ایسا کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس  
 مراد یہ ہو کہ ہم نے ان میں ترکِ معیت کا پختہ  
 ارادہ نہ پایا، یا غفلت سے محفوظ رہنے اور اس  
 سے پہنچنے میں سختی نہ دیکھی یا اپنی کوشش میں  
 احتیاط کا پختہ قصد نہ پایا یہ سب معانی اس صورت  
 میں ہیں کہ جب ہم حضرت سیدم علی بن ابی طالب علیہ السلام  
 واسلام کی خطا اجتہاد میں مابین لے  
 اور قاضی شوکانی فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

”بعض لوگوں نے عزم کے معنی صبر کے  
 بھی کیے ہیں یعنی ہم نے ان میں اس شجرِ ممنوعہ  
 کے کھانے سے باز رہنے پر صبر نہ پایا نہ اس  
 نے کہا ہے کہ لغت میں بھی اس کے یہ معنی  
 آتے ہیں چنانچہ بولا جاتا ہے لفلان  
 عزم یعنی فلاں شخص میں معاصی سے بچنے اور  
 ان سے سالم رہنے پر صبر اور ثابت قدمی  
 موجود ہے اور اسی معنی میں یہ آیت بھی ہے  
 كَمَا صَبَرْنَا لَوْلَا الْعَزْمُ مِنَ الشَّسْلِ

قائدہ ابوالاعلیٰ اور ابن جریر سے یہ مروی ہے کہ اکثر مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں کہ من تبعیض کے لیے ہے اور ابوالاعزم سے بعض رسول مرد ہیں البتہ ان کی تعداد اربعین میں مختلف اقبال میں حسن بن اخص کا بیان ہے کہ یہ وہی اٹھارہ پیغمبر ہیں جو نام نہام سورہ انفام میں مذکور ہیں کیونکہ ان کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا ہے قہنہاھم افئسۃ رسوایں ان ہی کے طریق پر چلیے۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ نو حضرات ہیں ۱) حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے زمانہ دراز تک اپنی قوم کے ساتھ پر صبر کیا ۲) حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے آگ میں ڈالے جانے پر صبر کیا ۳) موسیٰ یعنی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے اپنے فرج مرنے پر صبر کیا ۴) حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے اپنی اولاد کے گم ہوجانے پر صبر کیا ۵) حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے کنویں میں ڈالے جانے اور قید ہونے پر صبر کیا ۶) حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ

الصلوٰۃ والسلام جن سے ان کی قوم نے کہا تھا انا لکذکرکون ہم تو بچے سے گئے اور انہوں نے فرمایا تھا کلاً ان تبعیض ہوتی کوئی نہیں ہے یہ سارے ہیں ہر ایک ۸) حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو چالیس سال تک اپنی خطا پر روتے رہے ۹) حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے دنیا میں کبھی اینٹ پر دوسری اینٹ نہیں رکھی اور فرمایا کہ دنیا گزرگاہ ہے اس پر گزر جاؤ اور تعمیر (کے لمحہ) میں رہنمائی

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سات حضرات ہیں ۱) حضرت آدم ۲) حضرت نوح ۳) حضرت ابراہیم ۴) حضرت موسیٰ ۵) حضرت داؤد ۶) حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض ان چھ حضرات کو بتاتے ہیں جن کو خدا نے خدا سے جنگ کا حکم ملا تھا حضرت نوح ۷) حضرت ہرود ۸) حضرت صالح ۹) حضرت موسیٰ ۱۰) حضرت داؤد ۱۱) حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام چنانچہ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی نقل کیا ہے اور قتادہ سے بھی چھ ہی کی تعداد دی ہے مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ

وہی حضرت ہیں جن کو جبار کا حکم ملا بلکہ وہ حضرت  
نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت یعقوبؑ  
حضرت یوسفؑ اور حضرت یونسؑ علی نبینا وعلیہم  
الصلوٰۃ والسلام کو بتاتے ہیں اور ابن عساکر نے  
قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت نوحؑ  
حضرت ہودؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت رثیبؑ  
در حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام  
ہیں اور اس کی ظاہر ہے کہ وہ اس بات کو نال  
تھے کہ ان کی تعداد پانچ ہے مگر عبد الرزاق  
عبد بن حمید اور ابن المنذر ان ہی یہ نقل کرتے  
ہیں کہ یہ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت  
موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ  
والسلام ہیں۔ اور اس روایت سے ظاہر ہے  
معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان کی تعداد  
چار ہے اور یہی صحیح ترین قول ہے۔

اور جلال الدین سیوطی جو یہ فرماتے ہیں کہ ان  
سب میں صحیح ترین قول ہے کہ یہ پانچ ہیں چار  
تو یہی حضرات مذکورین اور پانچویں ہمارے  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام  
ابن حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی نقل کیا  
ہے اور یہی ائمہ اہل بیت میں سے ابو جعفر  
امام باقرؑ اور ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ  
شتر و تہی اللہ کسی بزرگ نے اس کو نظم بھی  
کر دیا ہے چنانچہ ان کا شعر ہے :-

ار لوالعزم نوح والحبل المجد  
وموسیٰ وحسب الحسب حسد

یہ اسی بنا پر ہے کہ نزولِ بیت اور پانچ نبی  
رضی اللہ علیہم وسلم کو جو یہی مشترک پیروی کا حکم دیا  
کیا تھا ان کی پیروی کے بعد اب ابو العزم  
یعنی حضرت مراد بیٹے جاتے ہیں اور سیوطی

کا مطلب بالکل نہیں ہے کہ آیت میں صحیح  
ترین قول کے مطابق یہی پانچوں حضرات علیہم  
الصلوٰۃ والسلام امر ہیں کیوں کہ اس صورت پر یہ لازم  
آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی طرح  
سے نمبر کرنے کا حکم دیا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا  
اور یہی مطلب ابو العالیہ کے اس قول کا کہ جو  
عبد بن حمید ابواسخیر اور بہیقی نے شعب الایمان  
میں نثران عہ کرنے سے روایت کیا ہے کہ یہ تین  
حضرات ہیں :-

حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہودؑ اور  
جو تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم السلام  
اور شہادت میں زیادہ بہتر قول دل ہی ہو جائے  
میں اول الذکر کا استعمال ان باخون حضرات  
کے ساتھ ان کی شہرت کی بنا پر مخصوص ہو گیا ہے  
جس طرح سے کہ اور انعام غالب کا حال ہے  
لہذا آیت میں گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ آپؐ کو  
حق اللہ صمد کے ہشت کرنے میں اسی طرح  
پوستے طور پر صبر سے کام لیجئے جس طرح کہ آپؐ  
پیغمبر کے بعد ان کے رسولوں کیا ہے (علیہ السلام)  
(اصول فقہ اسلام)

حافظ عبد القادر درستی حنفی نے اسکو ابراہیم الغضیہ  
فی طبقات المغنیہ کے دیباچہ میں بغیر ان اول الذکر  
پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے جو اسی کے  
قریب قریب ہے۔ ۳/ ۲۱ ۲۵ ۲۶  
عَزَمَ ۱۶  
عَزَمَ ۱ جب معمم ہو گیا، جب سنجہ ہو گیا  
عَزَمَ ۲ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
تفسیر گریز میں ہے  
اے شہر افروز اَعَزَمَ الْأَمْرُ میں عَزَمَ

کی نسبت امر کی طرف ہے۔ اس لیے اس کے  
معنی ہوں گے جب صاحب امر نے عزم  
کر لیا، چنانچہ مختصری نے یہی معنی کیے ہیں  
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو مجزؤ کہا جائے  
جس طرح کہ ہم بول کر تے ہیں جائے لاخترؤ و لی  
اامراؤ اور چلا گیا، کیونکہ پہلی صورت میں یہ بھی ہو سکتا  
ہے کہ امر کا وقوع ہی نہ ہو لیکن جب معاملہ  
ان ہی پر سے اذرا سے ناپسند سمجھنے والوں  
کے بال کر کے سے عاجز ہو جائے تو اس  
صورت میں پھر اس کا وقوع ہو کر ہی رہے گا علیہ  
عَزَمْتُ : تو سنجہ کر چکا تو نے پکا کر لیا، تو نے  
عزم کیا۔ عَزَمَ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
عَزَمُوا : انہوں نے سنجہ کرادیا عَزَمَ سے ماضی  
کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۲۱

عَزَمْتُ : اس نے مجھ پر غلبہ کیا، اس نے مجھ سے  
زبردستی کی اس مجھ پر باؤ ڈالا۔ عَزَمْتُ سے ماضی  
کا صیغہ واحد مذکر غائب ان دنوں اسی صیغہ واحد مذکر غائب  
اہم راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

عَزَمْتُ فِي لِحْطَابٍ کا مطلب یہ کہ اس نے گھس گھس  
مجدید باؤ ڈالا، بعض نے اس کے معنی دیکھے ہیں کہ وہ

غلاب کرنے اور جگر ٹھنڈے میں مجھ سے زیادہ باعزت

بن بیضا<sup>۲۳</sup>

عَنْ قَوْلِهِ: عَزَّتْ، غَلِبَ زَوْرًا، بَدْرًا، اِقْبَالَ، بِهَ عَزَّ  
لَعْنَةُ كَامِقَصْدِهِ، اَوْ لَطُورِ اسْمِ سَبِيٍّ اسْتَعَالَ تَوْبَتَهُ  
اِمَامِ رَاغِبِ اسْفَهَانِي، رَقِطْرَانِ مِي:۔

حقہ اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب

ہونے سے بچائے، یہ اوص عزار سے ماخوذ

ہے جس کے معنی سخت زمین کے ہیں (گورا جس

حرج سخت زمین کھدائی سے مانع ہوتی ہے

اسی طرح عزت مغلوب سننے سے روکتی ہے)

اِزْلا سے قَدْ لَئِيْهِ الْوَعْدَةُ وَلَيْسَ مُؤَلِّفٌ وَ

لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور زور دہے اللہ کا اور اس کے

رسل کا اللہ ایسا دلوں کا اور شیخ تریک

تَبِيَّتِ الْوَعْدَةُ (پاک ذات ہے تیرے رب کی

جو مالک ہے عزت کا) پھر کہتی عزت کے ذریعہ

مدح کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے ان آیات

میں ملاحظہ فرمایا اللہ بھی اس کے ذریعہ خدمت بھی

ہوتی ہے جس طرح کہ کفار کی عزت کے متعلق اِزْلا

ہوتا ہے كُلِّ الدِّينِ كَلَمًا فِي حِرَّةٍ وَشِقَاقٍ

بلکہ جو لوگ کافر ہیں وہ عزت کے گمنام ہیں

(مقبض ہیں) اللہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عزت

اللہ رسول انسانوں کی ہے صدائی ہے اللہ

باقی اور حقیقی عزت ہے اور کافر کی جو عزت

وہ تو بے بنیاد کی عزت ہے جو حقیقت میں عزت

نہیں بلکہ ذات ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا ارشاد ہے كُلُّ عِزٍّ لَّيْسَ بِاَللّٰهِ فَمَوْذُوْنٌ

وَجُوْزُ عِزِّ اللّٰهِ ذَرِيْعَةٌ مِنْ عِزِّ اللّٰهِ فَمَوْذُوْنٌ

اور اسی معنی میں ارشاد ہے وَاعْدُوْا اِيْمَنَ

ذُوْنَ اللّٰهِ لِيَكُوْنُوْا لَكُمْ دَارًا اَوْ مَوْكَلًا

چھوڑ کر اور موقوفہ تجویز کر رکھے میں ماکوہ ان کے یہ

باعث عزت ہوں اور مذلت سے روک سکیں۔

اور یہ جو ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْوَعْدَةَ

فَلْيَتْلُ الْوَعْدَةَ جَمِيْعًا دُجَسَ كَرَجَاتِ عِزَّتِ

تو اللہ کی عزت ساری اس کا مطلب یہ

ہے کہ جو کوئی عزت چاہتا ہے اسے اس بات

کی ضرورت ہے کہ اللہ کے یہاں سے

عزت حاصل کرے، کیوں کہ عزت تو اہل

اسی کی ہے اور کبھی بطور استعارہ عزت

کا استعمال حمیت بیجا اور مذموم خود

داری کے لیے بھی ہوتا ہے

جیسے اَخَذْنَاهُ الْعِزَّةَ لِيَاْزِمَهُ اَسْمَاءُ اَنَّى

ہے حمیت گناہ پر، ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱



۲۲ ۲۳ ۲۴  
۱۲ ۱۰ ۱۳

عُزْرٰی : عُزْرٰی ایک بت کا نام ہے مولانا  
سید سلیمان ندوی ارض القرآن لکھتے ہیں :-  
”اُزْرٰی اس کے متعلق یہ تو ظاہر ہے کہ یہ  
بَعْرَ شے مشتق ہے جس کے معنی غلبہ کے ہیں  
”عُزْرٰ“ کا اسم تفصیل ٹونٹ عُزْرٰی ہے ،  
یعنی بہت غائب آنے والی دیہی ”عجب  
نہیں کہ یہ قریش اور ان کے ہم نسب قبائل  
کی لڑائی کی دیہی ہو اور غالباً یہی سبب ہے  
کہ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست  
ہوئی اور وہ کوہ اُحد پر چڑھ گئے تو ہوسنیا  
نے دامن کوہ میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کو  
خطاب کر کے عُرٰی کی جے پکاری تھی کہ  
لنا العزٰی و زعمزٰی لکم ہماری طرف عُرٰی  
ہے تمہاری طرف کوئی عُرٰی نہیں انحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حضرت عمرؓ نے  
اس کے جواب میں فرمایا اللہ مولانا ولا  
مولیٰ لکم ہمارا اتنا اللہ ہے تمہارا کوئی اتنا  
نہیں صحیح بخاری ، مسند و اُحد  
اور آگے ہیں کہ لکھتے ہیں :-

عُزْرٰی ایک درخت تھا اس کے نیچے ایک  
بُت تھا چاروں طرف چار دیواری تھی  
اور سیرۃ النبیؐ میں تحریر فرماتے ہیں :-

عُزْرٰی ایک درخت تھا اس کے پاس  
ایک بُت تھا یہ قبیلہ غطفان کا بت تھا  
لیکن قریش بھی اس کی نہایت عزت کرتے  
تھے اور اس کی زیارت کو جاتے تھے قریش  
جب کعبہ کا کھنڈا کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے  
اللہ والعزٰی لنت العزٰی و زعمزٰی  
ومناة الثالثة ص ۱۷۷ یہ پڑھنے پر گریڈ  
الاحزٰی انہیں میں انسان کی سفارش  
الغرائبی العلے کی خدا کے ہاں امید  
وان شفاعتہن ہے ۔

لنت العزٰی  
(معجم البدان لفظ لات “ کتاب الامنام  
للکلبی مطبوعہ دار الکتب المصریہ  
۱۳۲۳ھ ص ۱۹ )  
سید صاحب نے عُزْرٰی کے بارے  
میں جو یہ فہرہ پایا ہے کہ اعجب  
نہیں کہ جو یہ قریش اور ان کے ہم نسب

قبائل کی لڑائی کی دیسی جزیرہ یعنی سیدھا موصو  
کا قیاس ہے تیار نغز اور تفسیر کی کتابیں اس کے  
ذکر سے خاموش ہیں۔

تاج العرب میں ابن سیدہ منقول ہے کہ  
عُزّی، عَزّی کی تائید ہے جیسے کہ فضلی  
اذھن کی اس صورت میں العزّی کا الف لام زائد  
ہیں بلکہ الحارث اور لحاس کی طرح ہے  
اور تادمہ کے لحاظ سے زائد ہونا چاہیئے  
کیوں کہ جس طرح الصخرہ لکھنی کا استعمال  
صفات کے سلسلہ میں سلب ہے اس طرح  
العزّی کا نہیں سنا۔

مشرکین اپنے دیوتاؤں کے نام زیادہ تر موش  
رکتے تھے چنانچہ لات، عَزّی اور منات تینوں موش  
میں وہ ان کو العبادہ اللہ خلا سے قدوس کی بیٹیاں  
سمجھ کر پوجتے تھے۔ امام محمد بن جریر طبری المتوفی  
۳۱۰ھ نے جو کہ بڑے مشہور مفسر اور مؤرخ  
گزرے ہیں عَزّی کے متعلق مفسرین سلف سے  
حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں :-

عجاہ :- یہ کچھ درخت تھے۔  
عبید بن جریہ :- ایک سفید پتھر تھا۔

ابن زید :- لطائف کا ایک مٹھ تھا۔

قنادہ :- یہ بطن نخل میں تھا۔

قاموس میں ہے کہ عَزّی ایک لیکر کا درخت تھا

جس کی فصلہ عطفان پوجا کرتا تھا۔ لیکن ابن سعد  
نے سب سے پہلے اس کی کیستش شروع کی تھی یہ ذات

عزق سے اور بستان کی طرف نو میل پر تھا اور علامہ

ابو حاتم ندوسی نے ابو عبیدہ سے یہی نقل کیا ہے کہ

عَزّی اور منہ کعبہ میں تھے، علامہ موصو نے

ابن سب قول میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ

ملک ہے کہ طائف، بطن نخل اور کعبہ بشریف

تینوں مقام پر اس کی صورتیں رکھی ہوں اور ہر

ایک نے اپنے علم میں اس نام کا ثبت جہاں

رکھا تھا، اس کو بتایا۔

اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

عَزّی ایک درخت تھا، جہاں ایک عمارت

بنی ہوئی تھی اور اس پر پڑے پڑے ہوتے تھے

یہ مقام نخل میں تھا جو طائف اور مکہ مکرمہ کے

درمیان ہے، قبریش اس کی بڑی عظمت

کرتے تھے، چنانچہ ابوسفیان نے اُحد کے

دن کو اُتالسا العزّی ولا عَزّی سک اور ذوال

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جواب دہ اللہ  
 مولانا ملا محمد علی، بخاری میں حضرت ابو ہریرہ  
 رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اولیٰ بنی  
 قسم میں والدات والعزى کہا دھنی لات  
 وعزى کی قسم اُسے چاہیے کہ لا الہ الا اللہ  
 کھائے اللہ جس نے اپنے ساتھی سے یوں کہا کہ  
 ”آج بھیس“ تو خدا نے یہ حکم اس شخص کے بارے  
 میں ہے کہ جس کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات  
 نکل جائیں جس طرح سے کہ زمانہ جاہلیت میں  
 لوگوں کی زبانوں پر یہ الفاظ چڑھے ہوتے تھے  
 چنانچہ سنائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری زبان  
 سے لات وعزى کی قسم نکل گئی تو میرے ساتھیوں  
 نے مجھ کو ٹوکا کہ تم نے بُرا کیا اور یہ وہ بات  
 زبان نکال، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں آکر واقعہ عرض کیا۔ آپ نے  
 ارشاد فرمایا کہ کولہ اللہ الا اللہ وحده  
 لا شریک لہ لہ الملت ولہ  
 الحمد وهو علیٰ کل شیء قدیر  
 اور میں دفعہ بائیں طرف تھکا دو، اور

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم  
 پڑھو اور آئندہ کے لیے ایسا کر دو  
 اس کے بعد ابن اسحق کی کتاب السیرۃ سے نقل کریں  
 ”اہل عرب نے کعبہ شریف کے اندر بھی بہت  
 سے شخص بناد رکھے تھے چنانچہ متعدد بت تھیں  
 ایسے تھے جن کی وہ خانہ کعبہ کی طرح سے نفیس  
 کرتے تھے ان بت خانوں میں بجا رہی اور  
 دربان بھی ہوتے تھے اور کعبہ کو جس طرح ہی جاتی  
 ہے یہاں بھی جاتی تھی، طواف بھی ہوتا تھا  
 قربانی بھی ہوتی تھی، حالانکہ وہ ان بت خانوں  
 پر کعبہ کی فصیلت بھی مانتے تھے، کیوں کہ انہیں  
 اس بات کا علم تھا کہ کعبہ حضرت ابراہیم علی نبینا و  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عباد کردہ اور آپ  
 کی مسجد ہے۔

چنانچہ مقام نخعی میں قریش اور بنی کنانہ کی  
 درمیانی عزمی تھی اور اس کے بجائے اور دربار قبیلہ  
 سلیم میں سے بنی شیبان تھے جو سنی ہاشم  
 کے حلیف تھے۔

میں راہن کثیر کتابوں رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ  
 عنہ کو عزمی کی طرف بھیجا تھا آپ نے اس کو

جا کر ادا کیا، اگر اتنے وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے  
باعتق کونک لاسبخلک، افراست اللہ ماہلک

اے عزی تیرا انکار ہے تیری یا کی نہیں میں  
نئے دیکھ لیا کہ اللہ نے تجھے ذلیل کر دیا۔

نسائی حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے مکہ شریف کو فتح فرمایا تو حضرت

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو سبیلہ کی جانب بلانے

فرمایا، عزی دیسی دہلی تھی، چنانچہ حضرت خالد

رضی اللہ عنہ وہاں آئے اس مقام پر یہوں کے

تین درخت تھے آپ نے سب کو کاٹ

ڈالا اور اس محلہ کو گرا دیا۔ اس پر بنا تھا

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک

میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی تو آپ

نے فرمایا واپس جاؤ تم نے کچھ نہ کیا، حضرت

خالد رضی اللہ عنہ واپس ہوئے۔

یہابیوں نے جو دربان بھی تھے ان کو

آتے دیکھا تو عین ہی کی جے لگاتے

ہوتے مہار کے اندر جا گئے، اب جو

حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں آئے

تو ایک عورت کو دیکھا برسنہاں لچھرت

ہوئے، سر پر خاک اڑ رہی ہے، اپنے

تلوار اس کے جسم میں اتار دی اور

اُسے قتل کر دیا۔ اور واپس آ کر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کی

تو آپ نے فرمایا کہ عشی یہی تھی، لہ

یہاں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ

ابوالمنذر شام کلی نے جو کتاب لاعناء میں ہے

لکھ دیا ہے :-

وقد بلننا ان اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ

رسول اللہ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عزی کا ذکر کیا

ذکر ہایوما او فرمایا کہ میں سے عزی یہ

فقال لقد ایک نالی رنگ کو چھوڑ کر

اھدیت العرب بنی سہم میں اپنی فرسے پر

شاة غفار وانا برتھا۔

علی دین قحیث

سو محض و اہمیت ہے۔ اول تو

شام کلی نے افسنی سنہور دروغ

سے اس پر طرہ بہہ اس کی کوئی سند

بھی نہیں بلکہ بلاغ ہے۔ خدا جانے کس طریقہ سے  
یہ روایت اس تک پہنچی اور پھر اس پر تمام  
اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام منبوت  
سے پہلے بھی شرک و کفر سے معصوم تھے۔

اسی طرح بخاری کی تاریخ صغیر میں بنی امیہ  
کی زبانی یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ایک صاحبزادہ عبدالعزیز بن ابی ہریرہ  
حدیث کے لفظوں سے جو ابوہریرہؓ نے اسلام  
قبل فوت ہو گیا۔ یہی شخص غلط ہے چنانچہ  
ابوحمزہ بن ابی ہریرہؓ بن ابی ہریرہؓ بن ابی ہریرہؓ  
عقب الدین ملکی وغیرہ ٹبرست نے بے حدیثین نے  
اس واقعہ کے غلط ہونے کی تصریح کی ہے۔

عَنْ نَسِیْ: ایک مشہور اسرائیلی بزرگ کا نام جن کے  
متعلق عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ لغو بالشیہ اللہ  
الغالی کے نزدیک علامہ البیہاں اندلسی غریباطی  
المتوفی ۱۱۵۶ھ اپنی مشہور تفسیر البحر المحیط میں  
مقطعہ از میں۔

ماہم اور کئی نے عمر بنو تھوین کے ساتھ

پڑھا ہے اس خیال سے کہ یہ عربی لفظ ہے  
اور باقی قراء سیدہ عائشہؓ و عیسیٰؓ اور  
عزرائیلؓ کی طرح عجیت اور علمیت کی بنا پر  
اس کو بغیر تنویں کے غیر منصرف پڑھتے ہیں  
بہر حال دونوں قراءوں پر آیت میں لفظ لبس  
اس کی خبر ہے اور ابوعلیہ نے کہا ہے  
کہ یہ عجیب ہے اور تعقید کی بنا پر نہ خفیف  
اس لیے نہ صرف ہے یہ کہ نوح لوط  
اور ہود میں اور انہوں نے اس پر یہ اعتراض کیا  
کہ یہ بات اس لیے صحیح نہیں کہ یہ لفظ چہا  
حرفی ہے اور مفسر نہیں بلکہ عجیب نام ہے جو  
مفسر کے وزن پر آیا ہے جیسے کہ سیلہا  
بر وزن عہا ہے مگر مفسر نہیں ہے  
عام طویل پر مشہور ہے کہ عزیر انبیائی  
اسرائیل میں تھے لیکن عبدہ محمود آلوسی روح  
المعانی میں لکھتے ہیں :-

واختلف فی عزیر اس میں اختلاف ہے  
هل هو نیا م لا کہ آیا عزیر یہی تھے یا  
وارکذوں علی نہیں اکثر علماء ان کو

الشانی لے نبی نہیں ملتے۔

چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی الاقان  
فی علوم القرآن میں ان ہی لوگوں میں ان کا  
نام لیا ہے جو نبی اور رسول نہ تھے، لے  
مولانا سید سلیمان ندوی ارض القرآن میں

لکھتے ہیں :-

عمرہ سے راویوں کا ہم میں جنہوں نے  
بات کو اپنے اعمیان سے دو بار زندہ کیا  
معرضین اسلام کا بیان ہے کہ یہودیوں  
میں عزیمہ کی انبیت کا کوئی عقیدہ نہیں ہے  
اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ سراسر خلاف واقع  
ہے۔ اس اعتراض کا سرسری جواب تو  
جیسا سیفادی نے لکھا ہے یہ ہے کہ قرآن  
نے اپنی آواز مدینہ میں یہودیوں کے مجمع کے  
اندر بند کی، اور کہیں سے اس کی سخت  
اور خلاف واقعیت کی صدا نہ اٹھی  
اس سے یہ معلوم ہوا کہ عرب کے یہودیوں  
میں یہ اعتقاد موجود تھا، ابن  
جوزی طبری نے حضرت ابن عباس

سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں اس اعتقاد  
کے لوگ موجود تھے۔ ابن حزم نے مل میں  
لکھا ہے کہ یہودیوں کا صدیقی فرقہ جو  
بین میں تھا اسی کا یہ عقیدہ تھا۔

در جلد اول صفحہ ۹۹

میرے نزدیک اصل یہ ہے کہ یہودیوں  
میں انبیت کا تخیل نہایت قدیم ہے تکوین  
کے چھٹے باب میں ہے کہ :-  
”خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ انسان کی  
بیٹیاں خوب صورت ہیں“  
”ہاں اللہ کے معنی عبرانیوں کے محاورے  
میں خدا کے محبوب اور پیار کے تھے اسی  
یہ مسلمانوں کے مقابلہ میں سرکے یہودیوں  
اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا :

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ هُمْ خُدا كے فرزند  
نَحْنُ ابْنَاءُ اللّٰهِ وَآيَاتُكَ۔ ہیں اور اس کے  
مائدہ، چہیتے۔

ایسی حالت میں یہود عرب اگر عیسائیوں  
کے مقابلہ میں ان کا غرور توڑنے کے لیے

لے روح المعانی - ج ۱۰ - ص ۸۲ - طبع منیر مصر - لے ملاحظہ ہو الاقان فی علوم القرآن کا النوع  
برایع والستون (ج ۲ - ص ۱۲۲ طبع جدید مطبوعہ مصر)

حضرت عزیر کو حضرت عیسیٰ کا مماثل اور  
مہر قرار دیتے ہوں تو کیا مجھے قرآنی  
سے بھی اسی موت پر یہودیوں کی اس قول  
کو نقل کیا ہے چنانچہ پوری آیت یہ ہے  
وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ  
اللَّهُ ذَاكَ خَوَّلَهُمْ  
يَقُولُ احْمِلْهُمُ الْبُهْلُوتَ  
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
مِنْ قَبْلُ - (الزمر)

آیت بالا کے اخیر حصہ کا مطلب بیان  
کرنے میں ہمارے مفسرین مفسر البیان  
ہیں کہ انبیت کے مسئلہ پر یہ کسی اگلی قوم  
کے عقیدہ کی نقل کرتے ہیں اور حقیقت  
یہ نہیں تمام بت پرست قوموں کی مینجولوجی  
کا جزو رہا ہے بسک شخصیت کے ساتھ  
عیسائیہ و عہد قوم سے اس عقیدہ کو

حاصل کیا وہ اہل مصر میں اور یہودی فرقہ  
نے عیسائیوں کی دیکھا دیکھی یہ کلمہ منہ  
سے نکالا ہے  
مولانا شبیر احمد خان نے شیخ الہند کے ترجمہ قرآن مجید  
”تدوینی“ پر یہ بھی لکھا ہے کہ۔

حکم سے ایک نہایت اہم نکتہ (حاجی  
امیر شاہ خان مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحت  
فلسطین وغیرہ کے دوران میں مجھے بعض  
یہود اس خیال کے لئے جی کہ اسی عقیدہ  
کی نسبت سے ”عزیری“ کہا جاتا ہے  
حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں تصریح  
کی ہے کہ:

”بہت سے علما نے کہا ہے کہ تورات کا  
تواریخ حضرت عزیر کے زمانہ میں ختم ہو گیا تھا“

عزیرؑ: نالاب زبیرؑ قمریؑ لکھنویؑ قد  
مشق و سنوار شاہ معروہ اسکندریہ کا لقب  
عزیرؑ سے قدیم کے وزن پر معنی نالاب مبالغہ  
کا صیغہ ہے۔ اور غائب آسمانی دیکھتے ہیں۔

عزیزؑ وہ ہے جو غالب ہو مغلوب نہ ہو ،  
 ارشاد ہے هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (وہ زبردست  
 ہے حکمتوں والا، اور یَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا  
 دے عزیز پڑی ہم پر) عَزَّ عَلَيَّ  
 کذا کے معنی شاق اور گراں گزارنے کے ہیں  
 ارشاد ہے عَزِيزٌ عَلَيَّ مَا عَنِتُّمْ  
 (شاق ہے اس پر یہ کہ تم ایذا میں پڑو) اور  
عَزَّ الشَّيْءُ کے معنی ہیں کیا ب ہزنا، اسی  
 معنی میں جس معنی میں کہ یہ مقولہ ہے کل  
 موجود معلول و کل مفقود مطلوب  
 دہر موجود چیز سے اکتایا جاتا ہے اور ہر مفقود  
 کو تلاش کیا جاتا ہے، اور یہ جو ارشاد  
 ہے إِنَّهُ لَكِنَّا، عَزِيزٌ و بلاشبہ  
 یہ کتاب ہے نادر، یعنی اس کا حصول اور  
 اس جیسی کتاب کا وجود دشوار ہے،  
 اور سید رفیع زبیدی تاج العروس میں  
 رقمطراز ہیں کہ:

عزیزؑ شاہ مصر و اسکندریہ کا بھی لقب  
 جو جس طرح سے کہ شاہ حبشہ کو نجاشی اور  
 شاہ روم کو قیصر کہتے ہیں۔ چنانچہ آیہ شریفہ  
يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَاوَاهُ لَنَا الصَّرُّ

(اے عزیزؑ پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی ہیں  
 عزیزؑ کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔  
 عزیزؑ حق تعالیٰ کی صفات اور اس کے  
 احسان میں سے ہے زجاج نے اس کے  
 معنی کیے ہیں ایسا زبردست جس پر کوئی  
 چیز غالب نہ ہو سکے اور دوسرے لوگوں نے  
 اس کا ترجمہ کیا ہے۔ قوی جو ہر شے پر غالب  
 ہو اور بعض نے کہا ہے کہ عزیزؑ  
 وہ ہے کہ جس کی مثل کوئی نہ ہو اور ارشاد  
 الہی وَلَا تَلْبِسْ  
الْبَاطِلُ مِنَ الْبَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا يَمُتْ  
خَلْفَهُ (اور یہ کتاب ہے نادر اس پر بھیج  
 کا دخل نہیں آگے اور نہ پیچھے سے) کا مطلب  
 یہ ہے کہ اسحاق سے محفوظ اور بالاتر ہے  
 اور امام بھٹی کتاب الاسماء العظام فرما  
 ہیں :-

”علیمی رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عزیزؑ کے  
 کے معنی ہیں اس ذات کے جس تک رسائی  
 نہ ہو سکے اور نہ کسی نامناسب بات کا عمل  
 دخل اس پر ممکن ہو کیوں کہ عزیزؑ عربی زبان  
 میں عزة سے مشتق ہے جس کے معنی صلابت





مثلاً یہ کہنا کہ انا ابن فلان (میں ہوں  
فلان کا بیٹا، انا صاحب فلان (میں  
فلان کا ساتھی)

اور بعض کہتے ہیں کہ حَزْنٌ عَزَّازٌ  
فہو عَزَّازٌ سے نکلا ہے جس کے معنی آتے ہیں  
بتکلف صبر کرنے اور دوسر کو اسی آل میں دیکھ  
کر تسلی پانے کے گویا عَزَّازٌ اس جماعت کا  
نام ہے جو ایک دوسر کو دیکھ دیکھ کر  
قلی پاتی رہتی ہے۔

ورعاً، ابو حیان اندلسی البحر المحیط میں قمر طراز  
ہیں :-

عَزَّازٌ جمع ہے حَزْنٌ کی، ابو عبیدہ نے اس  
کے معنی متفرق جماعتوں کے بیان کیے ہیں  
اور بعض کہتے ہیں کہ تین تین چار چار آدمیوں  
کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مراد ہیں، اجمعی کہا  
بیان ہے کہ فِی الدَّارِ عَزَّازٌ کے معنی ہیں  
گھر میں مختلف قسم کے لوگ ہیں۔

عَزَّازٌ کلام کلمہ محذوف ہے بعض کہتے  
ہیں کہ یہ حرف محذوف واو ہے اور اس  
کی اصل عَزَّازٌ ہے گویا ہر ٹولی اس کی طرف

منسوب ہے جس کی طرف دوسری ٹولی منسوب  
ہوئی اور اسی لیے وہ جدا جدا ہیں، کہا جاتا  
ہے کہ عَزَّازٌ عَزَّازٌ وہ یعنی اس کے اپنے کو دوسر  
کی طرف منسوب کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ  
اس کلام کلمہ ہائے اصل میں عَزَّازٌ  
تھا۔ اور جس طرح کہ سَنَنْتُ اور اس کے  
نظائر کی جمع راؤنوں کے ساتھ آتی ہے  
اسی طرح عَزَّازٌ کی جمع بھی آتی ہے اور جمع  
میں اس کی میں پر کسرہ اور تہہ دونوں  
آتے ہیں اے ۲۹

## فصل السین المہملۃ

عُسْرٌ اور شوریٰ، مثل، سختی، تنگی۔ یُسْرٌ  
(آسانی کی ضد ہے، اس کے معنی سخت اور دشواری  
ہونے کے ہیں یہ عُسْرٌ اور اس کا فعل باب  
سجَمٌ اور کَرَمٌ سے آتا ہے چونکہ غیر میں بھی  
تنگی اور سختی ہوتی ہے اس لیے نکرست ہونے  
میں بھی اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ فاسوس  
میں ہے کہ

عُسْرٌ بِالْعَمْرِ وَالْفَقْمِ عُسْرٌ اور

بالتحرک یعنی عُسْرٌ عُسْرٌ کی ضد ہے  
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی اس کی شرح  
تاج العروس میں لکھتے ہیں :-

یعنی بن عمر کا بیان ہے کہ ہر وہ اسم جو سہ  
حرفی ہو اور اس کے پہلے حرف پر بیش ہو اور  
پہلے حرف کا حرف ساکن ہو اس کو بعض عرب ترک  
دیتے ہیں اور بعض ساکن رکھتے ہیں جیسے عُسْرٌ  
اور عُسْرٌ اور حُلُوٌ اور حُلُوٌ اس کے  
معنی بھی سختی اور دشواری کے ہیں اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے سَيَجْعَلُ اللَّهُ نَقْدَ عُسْرٍ يُسْرًا  
اب کریم اللہ سختی کے پیچھے کچھ آسانی ابز  
ارشاد ہوتا ہے فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ  
مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (سورہ البقرہ) شکل کے ساتھ  
آسانی ہے البقرہ شکل کے ساتھ آسانی ہے  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے  
کہ انہوں نے اس آیت کو تلاوت کر کے  
فرمایا کہ بعرب عسر یسر (ایک عسر  
یسر) یہ برگزنا لب نہیں ہو سکتی ابوالعباس  
سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول  
کی تفسیر وہ اس کی مراد کو دریافت کیا  
لیا تو ابوالعباس نے کہا کہ اس نے

بیان کیا ہے کہ عرب جب ایک دفعہ بکرو  
بول کر دیا پھر اسی بکرہ کو انیس تو وہ بکرہ سے  
ہر جاتے ہیں اور جو دوا بارہ حرف کے ذکر  
کریں تو پھر وہی ایک چیز رہتی ہے چنانچہ  
کہا جا کہ اذ اکسبت درهما فانفق  
درهما (جب تو ایک درم کمائے تو دوسرا  
درم خرچ کر) تو یہاں درم ثانی درم اول کے  
ملاوہ سمجھا جائیگا لیکن اگر دوسری مضامین  
لام کے ساتھ اس کا ذکر ہوگا تو بعینہ وہی درم  
مراد ہوگا چنانچہ گویہ کہو کہ اذ اکسبت  
درهما فانفق الدرهم (جب تو ایک  
درم کمائے تو اس درم کو خرچ کر) تو یہاں  
درم ثانی سے وہی درم اول مراد ہوگا۔

ابوالعباس کہتے ہیں یہی معنی حضرت ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے بھی ہیں کہ  
حق تعالیٰ شانہ نے جب عسر کا ذکر فرمایا کہ  
دربارہ انعام کے ساتھ اسے ذکر فرمایا کہ  
معام ہو گا کہ اس مراد وہی عسر مذکور ہے  
و جب یسر کا ذکر فرمایا کہ انعام لام کے  
اس کا عاودہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہی  
در اول کے علاوہ نہ الہذا عسر ثانی



اور آیت وَالْقُبُورِ إِذَا تُفْعَلُونَ اور قسم جو  
صبح کی جب وہ مانس لیوے اس بات کو  
بتلاتی ہے کہ یہاں غُفَسَ بجے اذ بَسَرَ  
رات نے منہ پھیرا کے لینا زیادہ بہتر ہے  
اور بعض کہتے ہیں کہ تَغَفَسَ کا مقول  
ہے اور تَغَفَسَ کی ترکیب کسی چیز کے چلے  
جانے کو بتلاتی ہے اور یہی ابن فارس کا قول  
ہے۔

اور اہم اہم غائب المعنیٰ مفردات القرآن  
میں قسطہ راند میں :-

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ غُفَسَ غُفَسَ  
کے معنی اُغْبَسَ اور اذ بَسَرَ دونوں کے ہیں  
یعنی رات کا اندھیرا چھانے کے بھی اذ بَسَرَ  
جانے کے بھی اور یہ کیفیت رات کی ابتدا  
میں بھی ہوتی ہے اور انتہاء میں بھی، لہذا  
غُفَسَ اور غُفَسَ کے معنی ہوئے ہکا  
بہکا اندھیرا ہونے کے اور یہ رات کے  
دونوں اطراف میں ہوتا ہے۔ نہ  
غُفَسَ : عین بسین، قاف جروف  
متعلق ہیں جن کے معانی کا صحیح علم حق تعالیٰ  
کے ساتھ ص ہے (ملاحظہ ہو آلہ ۱۵)

غُفَسَ : تہذیب لفظ مذکر اور مؤنث دونوں  
مرد متعلق ہے، مگر تانیث کا استعمال زیادہ  
ہے علامہ عبداللہ بن فیروز آبادی معنی قافوس  
نہ ایک مقصود رسالہ ترقیق الاسل تصفیق لعل  
شہد کے منافع اوداس کے اسماء تصفیق  
کی ہے۔ ۲۶

غُفَسَ : غُفَسَ ہے شتاب ہے ممکن  
جو توقع ہے اندیشہ ہے کھٹکا ہے۔ علامہ  
عبداللہ بن سبطی، اللانقان فی علوم القرآن  
میں کہتے ہیں :-

غُفَسَ فعل جامد ہے، غیر منصرف اور اس کی  
نہایت ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حروف  
ہے اس کے معنی پسندیدہ بات میں اُمید  
کے اور نا پسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے  
ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں  
جمع ہو گئے ہیں، وَغُفَسَ اَنْ تَكْرَهُوا سَأَا  
وَعُوْخًا لَّكُمْ وَغُفَسَ اَنْ تَجِزُوا سَبِيْلًا  
وَهُوَ سُرْعَاتُكُمْ اور توقع ہے کہ ایک چیز  
تم کو بُرہی لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق  
میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی  
لگے اور وہ بُرہی ہو تمہارے حق میں،

ابن فارس کا بیان ہے کہ عَسَىٰ قُرب اللہ  
نزدیکی کے لیے آتا ہے، جیسے قُلْ عَسَىٰ اَنْ  
يَكُوْنَ تَرَدُّدٌ لِّكُوْر (تو کہہ کیا بعید ہے  
جو تمہاری پیٹ پر پہنچ چکی ہو) اور کسائی نے  
کہا ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں قرآن مجید میں عَسَىٰ  
خبر کے لیے آیا ہے البغیر واحد یا ہے عیا  
کہ آیت سابقہ میں ہے اور اس کے معنی ہوں  
گے عسیٰ احرار مکون کذا یعنی  
واقع ہے کہ معاملہ یوں ہو، اور جہاں استفہام  
کے لیے آتا ہے بصیغہ جمع ہوتا ہے جیسے  
قَدْ بَلَ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (پھر تم سے یہی  
اندیشہ ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے)  
ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ قُلْ عَسَيْتُمْ بَعْنِ  
قُلْ عَرَفْتُمْ ذَٰلِكَ (کیا تم نے جان لیا) اور  
هَلْ اَخْبَرْتُمُوْہ (کیا تمہیں یہ بتایا بھی گیا  
ہے) ہے۔

ابن ابی حاتم اور بیہقی وغیرہ حضرت ابن  
عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ  
قرآن پاک میں ہر جگہ عَسَىٰ واجبہ یعنی یقین  
کیلئے استعمال ہوا ہے اور امام شافعی فرماتے  
ہیں کہ عَسَىٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوب

کے لیے جو۔ اور ابی الانبار می نے کہا ہے بخیر خود  
جگہ کے سارے قرآن میں عَسَىٰ واجبہ ہے  
ایک تو عَسَىٰ تَرَجُّمُ اَنْ يَّوْضَحْتُمْ (بعید  
نہیں ہوتا ہے کہ وہ سب سے کہ رحم کرے تم پر)  
میں کہ یہ بنی انصیر سے خطاب تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ  
نے ان پر رحم نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی اور ان  
کو ان کے گھیر کر دار تک پہنچایا اور دوسرے  
عَسَىٰ تَرَجُّمُ اَنْ طَلَّقْتُ اَنْفِ  
تَبْدُوْلَہُ اَنْفِ وَاَجَا (اگر نبی چھوڑ دے تم سب  
کو تو ابھی اس کا رب بدلے میں دیکھ اس کو عورتیں)  
میں کہ یہاں بھی تسبیحی واقع نہیں ہوئی  
لیکن بعض علما نے اس استثناء کو بھی  
باطل قرار دیا ہے اور قاعدہ کو عام ہی رکھا  
ہے کیوں کہ رحمت اس شرط کے ساتھ  
مشروط تھی کہ وہ دوبارہ بدکرداری کے  
مرتکب نہیں ہوں گے، چنانچہ یہ مسلک دیا  
گیا تھا وَاِنْ غُذُوْا عَذٰبًا اِذَا تَمَّ لَہُ  
دوبارہ شراوت کی تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے  
لہذا جب نبی لغیر سے دوبارہ شراوت  
شروع کی تو انہیں سزا دینا ضروری تھا

اسی طرح ازدواج کی تبدیلی مشروط تھی اس  
بر کے ساتھ کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
ان کو طلاق دیدیتے اور جب آپ نے انہیں  
طلاق نہیں دی تو پھر تبدیلی بھی ضروری  
نہ تھی۔

تفسیر کشاف میں سورہ التحریم میں مذکور ہے  
کہ عسی کا غلط لفظ اللہ پاک کی طرف سے  
اپنے بندوں کو توقع دلانے کے لیے آتا  
ہے اور اس کی دو چیزیں ہیں ایک یہ  
کہ باجبروت بادشاہوں کا دستور  
ہے کہ وہ توقع اور یقین کے موقع پر کبھی  
جواب عسی اور لعن ہی سے دیتے ہیں  
دوسرے یہ کہ اس کا استعمال اپنے بندوں کو یہ  
سکھانے کے لیے ہوا ہے کہ وہ ہم درجہ  
کی حالت میں رہیں۔

اور برہان میں ہے کہ عسی اور لعن  
اللہ پاک کی طرف سے تو راجبہ ہی میں  
یعنی مفید یقین ہی میں گو مخلوق کے کلام میں  
ان کا استعمال امیدوار توقع کے سلسلہ  
میں ہوتا ہے کیوں کہ مخلوق کو تو شک کی اور  
مخرج طرح کے گمان پیدا ہو رہتے ہیں

اور حق تعالیٰ اس سے پاک ہے اور ان الفاظ  
کے استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امور ممکنہ ہیں  
چونکہ خلق کو تو شک ہوا کرتا ہے اور کسی ہوتا  
والی چیز کا ان کو یقین حاصل نہیں ہوتا اور  
اللہ پاک کو ہر شے والی چیز کا صحیح طور پر علم ہوتا  
ہے اس لیے ان امور ممکنہ کی دو نسبتیں  
ہوئیں، ایک نسبت الی اللہ جو نسبت  
قطع یقین ہے اور دوسری نسبت بجا  
خلق کی جو نسبت شک و ظن ہے بدین  
وجہ یہ الفاظ کبھی تو بلفظ یقین استعمال ہوتے  
ہیں اس اعتبار سے کہ جس طرح پر ان کا  
ہونا اللہ تعالیٰ کے یہاں طے ہو چکا ہے  
جیسے فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِسَقْرَةٍ  
يُجْهِتُمْ وَيُؤَيِّدُ تَوَاتُّؤَهُ تَوَاتُّؤُهُ فَقَرَّبَ لِلَّهِ  
ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس  
کو چاہتے ہیں اور کبھی یہ لفظ شک ان کا  
استعمال ہوتا ہے یہ اس نسبت کے اعتبار  
سے کہ جو خلق کے نزدیک ان کو حاصل ہے  
جیسے فَسَيُؤْتِي اللَّهُ أَتً تَأْتِي بِالسَّحَابِ  
آئینہ من عندہ (سو قریب ہے کہ اللہ بعد  
ظاہر واقعہ فتح یا کوئی حکم اپنے پاس

ہے اور فقولا کہ قَوْلًا لِّبِنَا لَسَلَّ  
يَتَذَكَّرُ اَنْ يَّخْشَى (سوم دونوں کہتا  
اس سے بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے)  
حلالہم اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ  
و حضرت ہارون علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ  
والسلام کو فرعون لعین کی طرف بھیجا تھا اس  
وقت بھی اس کو معلوم تھا کہ فرعون کا انجام  
کار کیا ہوگا لیکن جو افظ استعمال ہوا وہ  
تصویر ہے تو قیاس اور امید کی اس  
کشاکش کی کہ جو ان ہردو حضرات کے  
قلب میں برپا تھی۔

نیز چونکہ قرآن پاک اہل عرب کی زبان  
میں اُترا ہے اس لیے وہ ان کے محاورات  
کے مطابق اُترا ہے اور اہل عرب کا دستور  
ہے کہ وہ متعدد اغراض کی بنا پر کئی کئی  
بات شکوک صورت میں بھی پیش کیا کرتے  
ہیں۔

ابن الدہان کہتے ہیں کہ عنی لفظ اور  
معنی دونوں کے اعتبار سے فعل ماضی  
کیوں کہ اس کا استعمال اس موقع کے لئے  
ہوتا ہے کہ جتنا نے والی چیز کے بارے میں

حاصل ہو چکی ہے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ  
یہ لفظ کے اقتدار سے تو ماضی ہے مگر معنی  
کے لحاظ سے مستقبل ہے کیونکہ یہ اس توقع  
کی اطلاع ہے کہ جس کے وقوع کا وہ  
خواہش مند ہے۔

تنبیہ۔ عنی کا استعمال قرآن پاک میں  
دو طرح پر ہوا ہے ایک اس نام صریح  
کا رافع ہو کہ جس کے بعد فعل مضارع  
مقرر ہوا واقع ہو ایسی صورت پر، اس  
کے اعراب کی نسبت مشہور قول یہ ہے  
کہ وہ فعل ناقص کا صیغہ ماضی ہے اور  
کان کا سائل کرتا ہے۔ لہذا مرفوع اس کا  
اسم ہے اور مرفوع کا البعد اس کی خبر اور  
بعض کہتے ہیں کہ وہ فعل متعدی ہے اور  
عمل میں قائب کی طرح سے ہے اور بعض  
کا قول ہے کہ یہ فعل قاصر لازم ہے  
اور بمنزلہ فہم من ان یفعل کے ہے اور  
جاء کو محض توسیع کے لیے حذف کر دیا گیا ہے  
چنانچہ سیبویہ اور متبرکی ہی کہتے ہیں اور بعض  
نے یہ کہا ہے کہ ضرب کی طرح سے فعل  
قاصر ہے اماں بععل اس کے ماضی



بدل اشتہل ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عنی کے بعد ان اور فعل واقع ہوا اس صورت میں نیکو کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت میں یہ نامہ ہوتا ہے ابن مالک کا قول ہے کہ میرے نزدیک یہ ہمیشہ ناقصہ ہی ہوتا ہے اور اگر اس کو مدخل کر دے تو پھر وہ مدخل کو ناقصہ ہی ہوگا جیسے کہ أَحْيَبَ النَّاسُ أَنْ يَشْكُرُوا فِيَّ ہے۔

علامہ ابو حیان اندلسی نے البحر المحیط میں یہی تصریح کی ہے کہ عنی کا استعمال رجاء میں زیادہ ہوتا ہے اور خوف میں کم۔  
اور امام راغب اسفہانی مفردات القرآن میں مد نظر انداز ہیں:-

عنی کے معنی حَمِيمٌ اور تڑپتی کے ہیں یعنی تَوَقُّعٌ اور امید ہے اور بہت مفہوم نے قرآن پاک میں اس کی تفسیر لازم یعنی ضروری اور یقینی سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت طمع و حرص صحیح نہیں

ہو سکتی بلکہ یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کہ یہ کہ اللہ پاک نے جو عنی کا ذکر کیا ہے تو وہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے توقع رکھے نہ کہ خود اللہ تعالیٰ توقع رکھے پس عنی رَبِّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عَذَابِيْكُمْ (ازدیک جو کہ رب تمہارا پاک کر دے تمہارے دشمن کو) کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ سے اس کی توقع رکھو۔

صاحب تائوس نے لکھا ہے کہ عنی یا مطلقاً فعل ہے یا مطلقاً حرف ہے اس پر علامہ زبیدی اپنے شیخ ابو الطیب فاسی نقل میں کہ:-

”یہ دونوں باتیں تشنہ میں بلکہ عنی میں تفصیل ہے جب یہ ضمیر متصل پر مدخل ہوتا ہے جیسے عساکہ تو حریف ہوتا ہے جیسا کہ سیبویہ اور ایک جماعت کا مذہب ہے اور جب اسم ن پر مدخل ہوتا ہے تو افعال مقاربہ میں سے ایک فعل ہے چنانچہ یہی مبردا اور انش و غیرہ کی رائے

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ ج ۱۔ ص ۱۶۴۔ طبع مصر ۱۳۵۸ھ  
۲۔ البحر المحیط۔ ج ۲۔ ص ۱۳۴۔ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

ہے اور دونوں طرح استعمال ہونے کے ثبوت  
تہیں اور اس کی شروح میں مذکور ہیں۔  
اور مصنف قاموس کا کلام انتہائی ناقص،  
نا درست، اور تشنہ ہے لہذا قابل  
اعتبار نہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ گو نحوی عکسی کا شمار انفا  
مقدار میں کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ افعال  
تعارف میں سے نہیں بلکہ ان افعال میں سے  
ہر کدو پر پند الٹ کرتے ہیں جیسے کہ حری  
اور خلوت وغیرہ میں اور افعال تعارف میں سے  
ان کا شمار کرنا محض تغیباً تسمیۃً اسلک یا ہم البعض  
کے طور پر ہے۔ لے

الشیخ زینی شیعہ محمد بن حسن و ستر آبادی شرح  
کا قیہ میں لکھتے ہیں۔

”عکسی کی گردان نہیں آتی بلکہ اس سے  
صرف فعل ماضی مستعمل ہے کیونکہ کثرت  
کے معنی پر مشتمل ہے یعنی انشاء طبع و جبکہ  
ایسے ہی جیسے کہ لَعَنَ ہے۔ اور انشاء  
خیر حرف ہی کے معانی میں اور حرف

کی گردان نہیں آتی ہے رہا فعل جیسے بعث  
اور جملہ اسمیہ جیسے انب حراً سوال میں  
انشاء کا ہونا غارضی ہے“ لے

۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

عکسیتم: توقع ہے اندیشہ ہے عکسی جو  
افعال مقدار میں سے جو اس کا ماضی کا صیغہ جمع  
ذکر میں صرف ماضی شکرانی نے فتح القدر میں لکھا ہے  
کہ اس پر حرف استغناء یعنی هل کو مترفع  
کے ثبوت کے لیے داخل کیا ہے یعنی یہ تبتلانا  
ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔ لے  
عکسیو: سخت، مشکل، بھاری عکس  
بروزنی جوین: صفت مشبہ کا صیغہ لے

## فصل الثمن المعجم

عشاء: اندیرا پڑے عشاء کے وقت  
شبائک: نام مغرب اربعہ جانی لکھتے ہیں کہ  
”عشاء نماز مغرب سے یک نماز عشاء کے وقت

لے ملاحظہ فرمائیے شرح ابن عقیل علی الفیہ بن مالک ج ۱ ص ۱۸۲ طبع مصر ۱۳۵۲ھ

لے شرح کا فیہ لارضی ج ۲ ص ۲۵۲ طبع نول کشور لے فتح القدر ج ۱ ص ۲۲۶ طبع مصر ۱۳۳۹ھ

تک کہ کہتے ہیں نیز نماز عشا کو بھی عشاء  
 بولتے ہیں۔

اور علامہ ساجد فیومی نے المصباح المنیر میں اس  
 کے معنی سرٹ م کے اندھیر کے نقل کیے ہیں  
 اور صاحب قاموس ان دونوں معانی کے  
 علامہ میسرے معنی یہ بتائے ہیں کہ زوال آفتاب  
 سے لے کر طلوع فجر تک عشاء کہلاتا ہے  
 اور نماز عشاء کا وقت نصف کے غائب ہونے  
 کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔  
 عشاء: دس بجنے کی گاہیں اوشنیاں  
 یا ہی ہوتی اوشنیاں۔ امام ابو بکر محمد بن عزمہ  
 سجستانی نزہۃ القلوب میں لکھتے ہیں:-

عشاء حاملہ اوشنیاں ہیں اس کا واحد  
 عشاء ہے عشاء وہ اوشنی ہے جس  
 کو گاہیں ہر دس ماہ ہو چکے ہوں اور یہاں  
 بلکہ میٹھنے کے بعد تک اس کا یہی نام  
 رہتا ہے۔ ایسی اوشنی عرب کے نزدیک  
 نفیس ترین سمجھی جاتی ہے۔

علامہ فیومی نے المصباح المنیر میں تصریح  
 کی ہے کہ اس طرح کے واحد اور جمع کی  
 غیر صرف لفظ اور لفاظی نہ اور ان کو

کے علاوہ تیسری نظیر موجود نہیں ہے نہ  
 عَشْرٌ: دس بغیر بار کے تو کا عدد ہے  
 جو پہلی دہائی کے لیے مستعمل ہے اور جب اس  
 کے ساتھ اَحَدٌ سے لیکر سَعْدٌ تک کسی لفظ کو  
 ملا کر مستعمل ہوتے ہیں تو اس صورت میں اس کے  
 شیل کو فتح دیتے ہیں چنانچہ اَحَدٌ عَشْرٌ  
 اور ثَلَاثَةُ عَشْرٍ تِسْعَةُ عَشْرٍ تک

بولتے ہیں۔ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

عَشْرًا ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰

عِشْرُونَ: بیس۔ اسم عدد ہے اور مذکر  
 و مؤنث دونوں کے لیے یکساں مستعمل ہے اور  
 اس کا اعراب واو اور یا کے ساتھ آتا ہے  
 یعنی بحالت دفع عشرون اور بحالت نصب عجم

عشریت ۱۵

عَشْرَةٌ: دس اسم عدد ہے اور مذکر کے

یہ استعمال ہوتا ہے۔ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

عَشْرَتِی: شام، سورج ڈھلے دن دھسے

تیسرے پھر بعد زوال دن کا یکساں وقت

مولانا محمد امین دہلوی حذرات قرآن میں

لکھتے ہیں:

و عِشْرَتِی سورج ڈوبنے سے پہلے وقت ہے

بکہ سورن کی روشنی پہلی پڑھتی تھی ہے  
اور جن شہروں میں فضا صاف نہیں ہوتی  
وہاں دھوپ سلی پڑ جاتی ہے۔ اور یہی نماز  
عصر کا وقت ہوتا ہے اس وقت میں قدیم  
زمانے سے لوگ نمازیں پڑھتے آئے ہیں  
چنانچہ قرآن مجید میں انبیاء کے بارے میں آتا ہے  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا

اور اس کا ہے :-  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا  
وَ اذْکُرْ عِبَادَنَا  
داؤدَ الَّذِیْ دَعَوْا نُوْحًا

یا اَحِبَّائِیْ دُوْعَا  
عَلٰی نَظِیْقٍ مِّنْہَا  
یا السَّوْفِیَّ وَ النَّعْمٰنِیَّ  
ہے اس پر رکھا ہوا  
ان کی پند لیاں اور گریہیں

علامہ احمد فیومی المصباح النیر میں ہے  
اس کے حسب ذیل معانی نقل کیے ہیں :-  
۱، ذوال کے بعد سے کر غروب آفتاب  
تک اور اسی بنا پر نذر وعصر کو صلاۃ النعیمی  
کہتے ہیں -  
۲، دن کا کچھلا وقت -

۳، زوال سے لیکر صبح کا وقت  
۴، عشیٰ اور عشاء دونوں کے معنی میں نماز  
مغرب سے لیکر عشاء کی نماز تک کا وقت  
اسی لیے ابن فارس نے العشاء کا ترجمہ مغرب  
وعشاء کیا ہے -

امام راغب صفہانی نے اس کے معنی زوال  
سے لیکر صبح تک ہی لکھے ہیں اور اتنے عام  
ہیں کہ اہل لغت نے اس کے جتنے معانی لکھے  
ہیں وہ سب اس میں آجاتے ہیں -  
علامہ ابو حیان اندلسی البحر المحیط میں عشیٰ

کو عَشِيرَةٌ کا مفرد بتاتے ہیں جیسے کہ دکنی اور  
 لکھنؤ میں ہے۔ اور امام محمد بن احمد قرطبی اس کے  
 بالکل برخلاف عَشِيرَتِی کو عَشِيرَةٌ کی جمع سمجھتے  
 ہیں۔ تاج العروس میں بعض علماء سے منقول ہے  
 کہ عَشِيرَتِی بلا ہمارے دل کے آخری حصہ کہتے  
 ہیں اور عَشِيرَتِی ایک دکن خراجی عسکر کا نام ہے  
 اس لحاظ سے عَشِيرَتِی کا ترجمہ شام اور عَشِيرَتِی  
 کا ایک شام مونا چاہیے۔  $\frac{۲۳}{۱۱}$   $\frac{۱۵}{۱۲}$   $\frac{۳}{۱۲}$   $\frac{۳۳}{۱۱}$   
 $\frac{۲۳}{۱۱}$  عَشِيرَتِی  $\frac{۱۵}{۱۲}$   $\frac{۳}{۱۲}$   $\frac{۳۳}{۱۱}$   
 عَشِيرَتِی: رفیق ہم صحبت، ساتھی شریک  
 یہ بہ وزن قِصَل بمعنی مُعَانِی یعنی میل جول  
 رکھنے والا ہے۔ خواہ رشتہ دار ہو یا دوستا جیسے  
 کہ خَلِيلٌ بمعنی مُعَالِلٌ اور حَبِيبٌ بمعنی  
 مُصَادِقٌ ہیں  $\frac{۱۵}{۱۲}$   
 عَشِيرَتِکَ: تیرا کنبہ، تیرا قبیلہ، تیرے  
 ملت والے، تیرے رشتہ دار، تیری بلادی  
 عَشِيرَةٌ مصنفات لے ضمیر واحد مذکر حاضر  
 مصنفات ملیر راغب معنی ہائی سمجھتے ہیں۔  
 عَشِيرَةٌ انسان کے وہ رشتہ دار ہیں کہ جن کے

ذریعہ اسے کثرت حاصل ہوتی ہے۔ گویا  
 وہ لوگ اس کے بیسے عدد کامل کا کام دیتے  
 ہیں کیوں کہ عَشِيرَةٌ عدد کامل ہے اور نساؤ  
 وَأَزْوَاحُکُمْ عَشِيرَتُکُمْ (اور تمہاری  
 بیویاں اور تمہاری بلادی) لہذا عَشِيرَتِی  
 انسان کے اُن تمام رشتہ داروں کی ہر اس  
 جماعت کا نام ہو کہ جن کی وجہ سے اسے  
 کثرت حاصل ہو۔  
 قیومی سمجھتے ہیں کہ عَشِيرَتِکَ بمعنی قبیلہ نہیں  
 اس لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں آتا اور اس  
 کی جمع عَشِيرَاتٌ و عَشَائِرٌ ہے۔ اور علامہ  
 ابو حیان ندلسی لکھتے ہیں کہ عَشِيرَتِی کا وہ جماعت  
 ہے جو کسی سبب، معاہدہ یا دوستی کی بنا پر  
 مجتمع ہو جیسے کہ عقد عشرہ ہوتا ہے۔ اور  
 تاج العروس میں ہے کہ۔

اس لفظ کے ماخذ میں اختلاف ہے بعض اس  
 کا ماخذ عَشْرَةٌ بتاتے ہیں جس کے معنی معاشرت  
 یعنی باہمی میل جول کے ہیں کیوں کہ یہی ان  
 لوگوں کا نمایاں وصف ہے یا عَشْرَةٌ سے

خوف ہے جو عدد کا نام ہے گویا یہ لوگ بھی اپنے  
مکمل سوچیں عدد کامل کی طرح ہیں یا ان  
کی نسبت کا عقد بھی ”عقد عشرہ“ کے  
مانند ہے“

۱۹

عَشِيرَتُكُمْ: تمہاری برادری، المہاجر النبی  
تمہارا قبیلہ عَشِيرَةُ مَثَلًا کُفْ صَمِیر جمع مذکر  
حاضر مضاف الیہ ۱۹

عَشِيرَتُهُمْ: ان کا گھرانہ، ان کا کنبہ ان  
کی برادری عَشِيرَةُ مَثَلًا کُفْ صَمِیر جمع  
مذکر غائب مضاف الیہ ۲۰  
عَشِيرَتِي: ایک شام عَشَا یا اور عَشِيَّات  
جمع، مصباح میں ہے کہ:-

”ابن الانبار کی کا بیان ہے کہ عَشِيَّة: شام  
ہے اور بسا اوقات اہل عرب اس کو عَشِيَّ  
کے معنی کے اعتبار سے مذکر بھی استعمال کرتے  
ہیں۔ اور بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ عَشِيرَةُ  
واحد ہے اور اس کی جمع عَشِيَّ ہے“  
(ملاحظہ ہو عَشِيَّ، نہت)

فصل الصاد والمہملۃ  
عَصَاكَ: تیرا عصا، تیری لاکھی، عصا مضاف

۱۷ صمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ امام راغب  
نے تصریح کی ہے کہ:-

”عَصَا کی اصل واو سے ہے کیونکہ اہل عرب اس  
کے نشانی میں عَصَوْنَ بولتے ہیں اور اس کی  
جمع میں عَصِيَّ کہا جاتا ہے“  
اور فیومی مصباح میں لکھتے ہیں:-

”عَصَا مقصور ہے اور ثمرت ہے تنبیہ  
عَصَوْنَ ہے اور جمع اَعْوِی اور عِصِيَّ  
بوزن فَعُول جیسے کہ اَمَسَّ اور اُسْتُودَّ  
ہیں اور قواعد کے لحاظ سے اس کی جمع  
اَعَصَا نہ ہونا چاہیے تھی جیسے کہ سَبَب اور  
اَسْبَاب میں لیکن یہ جمع منقول نہیں، یہ  
ابن الکیلیت کا بیان ہے“

اور صاحب قاموس نے اس کی جمع اَعَصَاء  
بھی نقل کی ہے چنانچہ انہوں نے اس کی  
حسب ذیل جمیں لکھی: اَعْوِی، عَصَا، عِصِيَّ اور  
عِصِيَّ اور تاج المردس میں ہے کہ  
”عَصَا کو عَصَا اس سے کہتے ہیں کہ اس پر  
ماحقاد انگلیاں دوڑیں ممتنع ہو جاتی ہیں یہ  
عرب کے صحیح در عَصَوْنَ لَعْمَ اَعَصَوْا  
سے اخذ ہے جس کے معنی لوگوں کو  
جمع کرنے کے ہیں، یہی اہمعی نے بعض

بعض لوں نے قتل کیا ہے اور کہا ہے  
کہ یہ مد کے ساتھ درست نہیں اور  
”تاسکا اس پر داخل کرنا صحیح ہے“  
اور علامہ ابومفسر ثعالی، فقر لغت میں لکھتے  
ہیں کہ :-

”جس لکڑی کو آدمی بطور مشعل بنے ہاتھ میں  
رکھتا ہے وہ محضرہ دچھڑی ہے۔ اور جو ذرا  
لمبی ہوتی ہے اور چرواہے، گھڑے اور بوز  
کے کام میں آتی ہے وہ عصا کہلاتی ہے  
وجہ بعض اور ضعیف لوگ استعمال کرتے ہیں  
وہ منسآہ ہے“ ۱۷

۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲

عصائی : اس نے میری نافرمانی کی اس  
نے میرا کہانہ مانا۔ عَصَی ماضی کا صیغہ واحد مذکر  
غائب۔ ن وقایہ ہی ضمیر واحد مذکر، ملاحظہ ہو  
عَصَی (۱۲)

عَصَا : اس کی لکڑی، اس کا منسآہ عصا  
مضات، ضمیر واحد مذکر غائب مضات الیہ  
۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲

عَصَا : یہی لکڑی، یہی اعصا عَصَا ماضی  
مضی ضمیر واحد مذکر مضات الیہ ۱۹

عُصْبَةٌ : جماعت، گروہ یہ عُصْبَتُکے  
ماخوذ ہے جس کے معنی جمع ہونے اور گھرنے کے  
میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں :-

”عُصْبَةٌ اور عَصَابَةٌ، دُش اور دُش سے  
زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں اور بعض چالیس تک  
بتاتے ہیں، ان کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس نے  
اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہوتی ہے  
اور وقت پر پریر لوگ کافی سمجھے جاتے  
ہیں“ ۱۷

اور امام، بن جریر طبری نے تفسیر صحیح کی ہے کہ  
لَفْرٌ اور رَفْطٌ کی طرح اس کے لفظ سے بھی واحد  
نہیں آتے۔ اور صباح میں ہے کہ عُصْبَةٌ  
مرد کی جماعت اور اس کی جمع عُصْبَتٌ ہے جیسے  
عُرْفٌ کی جمع عُرْفٌ راعب اہل بلخی  
کہتے ہیں :-

”عُصْبَةٌ وہ جماعت جو جو ایک دوست کی  
پشتیان اور دوازدہ جو ارشادت لَسْتَوُ  
بالعصۃ اور صحابی ہوتی ہیں جو جماعت  
رؤس عُصْبَتٌ (اور یہیں جوری جماعت  
یعنی ہماری با ایک ہے اور ہم ایک دوسرے

کے بارود و گار میں۔

”عصبہ“ کتنے افراد کی جماعت کا نام ہے اس کے بارے میں علامہ ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط میں مفسرین سلف سے حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: دس سے زائد انہی سے ایک روایت میں دس چالیس تک مروی ہے۔

قتادہ: دس سے لے کر چالیس تک مجاہد: دس سے پندرہ تک مقاتل: دس

سعید بن جبیر: چھ یا سات بعض ایک سے دس تک اور بعض ایک سے پندرہ تک بتاتے ہیں۔

فرا: دس اور دس سے زائد۔

ابن زید، زجاج اور ابن قتیبہ: تین تک لغاً ہیں اس سے زائد ہوں تو نہ تک پہنچتے ہیں اس بھی زیادہ ہوں تو پھر عصبۃ ہیں اور دس سے کم عصبۃ نہیں ہیں لہ

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس

میں اپنے شیخ سے نقل ہیں کہ ”اصل میں تو اس کے معنی مطلق جماعت کے ہیں، پھر عرف میں ایک خاص تعداد کے ساتھ مخصوص ہو گیا، بعد کو عرف بھی مختلف ہو گئے، یا اہل لغت سے چونکہ اس کی تفسیر میں مختلف بیانات منقول ہیں اس لیے یہ اختلاف ہوا۔“

۱۲ ۱۵ ۲۰

عَصْر: زمانہ، وقت عصر، ام راعشب قمر از میں:-

عَصْر اور عصر کے معنی زمانے کے ہیں، اس کی جمع عَصُور ہے، ارشاد ہے وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكْفُورٍ قسم ہے زمانہ کی بیشک انسان لوٹنے میں ہے، نیز ”عصر“ کے معنی بچپن پہر یعنی دن کے آخری حصے کے بھی ہیں اور اسی معنی میں نماز عصر ہے۔

صاحب تامل نے اس کی جمع اعْصَارُ، عَصُورُ، اعْصُرُ اور عَصْرُ نقل کی ہے آیت میں عصر کے بعض نے زمانہ مراد لیا اور بعض نے نماز عصر اور دونوں معنی صحیح ہیں۔ سنہ ۱۲۰۲

لہ البحر المحیط ج ۵ ص ۲۸۲



عَصَفٌ بھس، بھوسا، بھوسی، چھلکا،  
کھیت کے پتے، تفسیر کبیر میں اس کے تسنیل  
معانی لکھے ہیں :-

۱، بھوسا جو ہمارے بوشی استعمال کرتے ہیں۔  
۲، اس پودے کے پتے کہ جس میں ڈنٹھل ہوں  
اور اس ڈنٹھل کے اطراف و جوانب میں پتے  
ہوں جیسے کہ خوشے کے اوپر کے پتے ہوتے ہیں  
۳، کھائے ہوئے پھل کا چھلکا، امام قسطلی اپنی  
تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عَصَفٌ جمع ہے اور اس کا  
واحد عَصْفٌ، عَصَافٌ اور عَوْصِفٌ ہیں

۲۷ بن ۳

عَصْفًا : آندھ کا نام، اس زور سے ہوا کا چلنا  
کہ چیزیں کو توڑ کر اعصاف، بھس بنا دے  
عَصْفًا کہ جو عصف کوڑا کرکٹ اڑا کر لاتا ہے  
یہ مصدر ہے اور اس کا فعل بعصاف سے  
آتا ہے (ملاحظہ ہو عَصَفٌ) ۲۸

عَصِمَ : رسیاں، عصمت کی جمع ہے نہ علاج  
نہ نصرت کی ہے کہ عصمت کے اصل معنی رستی  
میں اور یہی معنی محمد بن اسحاق حمیری نے منیاء المعلوم  
میں لکھے ہیں اور امام ابوبکر عمر بن عبد اللہ بنی ہشتم القلوب

میں منسبت ہے :-

"عَصِمَ کے معنی رسیدوں کے ہیں اس کا واسطہ  
عصمت ہے اور عصمت کے معنی ہیں کسی چیز  
کو روک رکھنے کے۔ اور آیہ شریفہ وَتَحْمِيكُو  
لِعَصِيْمِ الْكَوْكِسِ اور زکر کھولنے قبضہ میں  
ناموں کا زمرہ عزائم کے معنی یہ ہیں کہ ان  
کا فرعونوں کی رسیاں نہ تھامے رہو یعنی ان  
سے رغبت نہ رکھو"

اور تاج العروس میں اس آیت کی تفسیر میں ابن  
سعر ف سے نقل کیا کہ عصمت سے مراد یہاں عقد  
نکاح ہے، محاورہ ہے سیدہ عصمت لکاح  
یعنی اس کے ہاتھ میں تو عقد نکاح ہے نہ

عَصَوًا : انہوں نے نافرمانی کی، انہوں نے  
طاعت نہ کی، انہوں نے کسانہ مانا مَعْصِيَةً  
اور عصیان سے، ضی کا صیغہ جمع مذکر غائب  
عَصَوًا اصل میں عَصِيوْا تھا، یہ تخریک  
باقبل اسکا مفتوح ایسے اس یا کو الف سے  
بر لایا اب داوا اور یا دوسراں جمع ہوئے لہذا  
الف گر گیا اور عَصَوًا رہ گیا ملاحظہ ہو عَصَبَان  
اور مَعْصِيَةً ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰

۱۔ تفسیر کبیر سورۃ الزمر ج ۸، ص ۱۲۔ طبع قدیم ۲۔ تفسیر قرطبی سورۃ الفیل ۳۔ ملاحظہ ہو تاج العروس

عَصَوَاتٌ: انہوں نے تیری نافرمانی کی، انہوں نے تیرا کہا نہ مانا، انہوں نے تیری اطاعت نہ کی  
عَصَوَاتٌ صیغہ ماضی اور لٹ ضمیر واحد مذکر  
حاضر ہے ۱۹/۱۵

عَصَوْنِي: انہوں نے میری نافرمانی کی  
انہوں نے میرا حکم نہ مانا، انہوں نے میری اطاعت نہ کی  
عَصَوَاتٌ صیغہ ماضی، ن وقایہ اور ہی ضمیر واحد متکلم  
ہے۔ ۲۱/۱۵

عَصَى: اس نے حکم نہ والا، اس نے نافرمانی  
کی، اس نے کہا نہ مانا، اس نے اطاعت نہ کی  
مَعْوِيَّةٌ اور عَصِيَانَتٌ ماضی کا صیغہ واحد  
مذکر غائب، عَصَى اصل میں عَصَى فُعَا، ی بعد  
فتح کے واقع تھی اس لیے الف ہو گئی

۱۶/۱۳ ۲۹/۳۱ ۳۱/۳۱  
عَصِيَا: بڑا نافرمان، بہت بے حکم  
مَعْوِيَّةٌ اور عَصِيَانٌ سے بروزن فُجِّلَ بِمَعْوِيَّةٍ  
صفت مشبہ یا مبالغہ کا صیغہ ہے علامہ قرطبی  
نے اپنی تفسیر میں ہر کسائی سے نقل کیا ہے کہ عَصِيَّةٌ  
اور عَصَاں دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اس صورت  
میں یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہوگا لیکن ماہر انداز میں

تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ عَصِيَّةٌ، عَلَوِي سے  
بلوغ تربت جس طرح سے عَلَوِيَّةٌ اَلِیَّہ سے زیادہ  
بلوغ ہے اس اعتبار سے یہ مبالغہ کا صیغہ ہوگا  
علامہ ابو حیان اندلسی کی بی بی رائے ہے چنانچہ  
البحر المحیط میں رقمطراز ہیں:-

”عَصِيَّةٌ کے معنی ہیں ”عاصی کثیر العصیان“  
یعنی ایسا نافرمان جو بڑی نافرمانی کرے۔ یہ  
اصل میں عَصَوْتُ فُعَا بروزن فُعُولٌ جو مبالغہ  
کے لیے ہے اور اس کا بھی احتمال ہے  
کہ بروزن فُجِّلَ ہوا اور یہ بھی مبالغہ کا  
صیغہ ہے“ ۱۹/۱۶

عَصِيَانٌ نافرمانی، گناہ، عدول حکمی عت  
کی ضد ہے اصل میں تو عَصِيَّةٌ بَعْوِي کا مصدر  
ہے لیکن بطور اسم یعنی حاصل مصدر کے زیادہ  
مستعمل ہے۔ امام راعب لکھتے ہیں عَطَى  
عَصِيَانًا کے معنی ہیں اُطَا سے باہر ہونا اور  
اصل میں اس کے معنی ہیں ڈنڈے کے زور سے  
روکنا۔ ۲۱/۱۶

عَصِيْبٌ: سخت، بھاری، عَصَبٌ سے  
جس کے معنی سخت کہنے باندھنے اور گھیر لینے

کے میں بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے  
علامہ سید رفیع زبیدی تاج العروس میں  
رقطعہ لکھتے ہیں:-

قرآن مجید میں ہے هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ  
یہ دن بڑا سخت ہے، فرما کہتے ہیں یَوْمٌ  
عَصِيبٌ اور یَوْمٌ عَصِيبٌ کے معنی  
میں سخت گرم دن کے یا سخت دن کے اور  
یہی معنی لَيْلَةٌ عَصِيبٌ کے ہیں اور لَيْلَةٌ  
عَصِيبَةٌ نہیں بولتے ہیں کراخ نے کہا ہے  
کہ عَصَبُ الشَّيْءِ سے ماخوذ ہے جس کے معنی  
باندھنے کے ہیں لیکن یہ معروف نہیں ہے۔  
اور ازہری نے یہ کہا ہے کہ یہ عَصَبُ الْقَنْمِ  
أَمْوَالُهُمْ عَصَبٌ سے ماخوذ ہے جس کے  
معنی میں کسی سخت بات کا پیش آکر لوگوں  
کو اکٹھا کر دینا۔

اور امام راغب صفحہ ۱۱ فرماتے ہیں کہ  
”یَوْمٌ عَصِيبٌ میں عَصِيبٌ بمعنی شَدِّ  
ہے اور یہ فاعل کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے  
اور مفعول کے معنی میں بھی یعنی ایسا دن کہ  
جس کے اطراف باندھ دیئے گئے ہوں“  
جیسا کہ اسی معنی میں عرب کا محاورہ ہے یَوْمٌ

عَصِيبٌ حَاطِلٌ وَحَلَقَةٌ خَاطِرٌ ایسا دن  
جو شکاری کے جال اور انگوٹھی کے حلقہ  
کی طرح سے تنگ ہے، ۱۲  
عَصِيبٌ: میں نے نافرمانی کی، میں نے حکم  
نہ مانا، مَعْصِيَةٌ اور عَصِيَانٌ سے ماضی کا  
صیغہ واحد متکلم، ملاحظہ ہو مَعْصِيَةٌ، ۱۳  
۱۲ ۱۳

عَصِيبٌ: تو نے نافرمانی کی، تو نے حکم نہ  
مانا، مَعْصِيَةٌ اور عَصِيَانٌ سے ماضی کا  
صیغہ واحد متکلم حاضر، ۱۴ ۱۵  
عَصِيبٌ: تم نے نافرمانی کی، تم نے حکم نہ  
مانا، مَعْصِيَةٌ اور عَصِيَانٌ سے ماضی کا  
صیغہ جمع متکلم حاضر، ۱۶ ۱۷

عَصِيبٌ: میں نے اُس کی نافرمانی کی میں  
نے اس کا حکم نہ مانا، عَصِيبٌ ماضی کا صیغہ  
واحد متکلم، ضمیر واحد متکلم غائب، ۱۸ ۱۹  
عَصِيبٌ: ہم نے نہ مانا، ہم نے نافرمانی کی  
مَعْصِيَةٌ اور عَصِيَانٌ سے ماضی کا صیغہ  
جمع متکلم، ۲۰ ۲۱

عَصِيَةٌ: اُن کی لائٹھیاں ان کے عصا  
عَصَا کی جمع، اھم ضمیر جمع متکلم غائب

۱۹  
۱۲

## فصل اعضاء المعجم

عَصَدًا: بازو قوت بازو یا رومہ و گار  
راغب مصنفانی لکھتے ہیں۔عَصَدٌ کہنی سے لے کر کاندھے تک  
درمیانی حصہ ہے... محاذ ہے عَصَدٌ  
یعنی میں نے اس کا بازو تمام کیا، اور اس کو  
تقویت دی، نیز بید کی طرح سے عَصَدٌ  
کا استعمال بھی بطور استعارہ معین و دیگر  
کے لیے ہوتا ہے۔اور مسبح میں البوزید سے منقول ہے کہ  
”اہل تہامہ عَصَدٌ کو موت استعمال کرتے  
ہیں اور بنو تمیم مذکور ہوتے ہیں اور اس کی  
جمع اَعَصَدٌ اور اَعَصَادٌ ہے جیسے کہ  
اور اَقْعَالَ میں۔“

اور تاج العروس میں ہے کہ:-

قرآن پاک میں آتا ہے وَمَا كُنْتُ مُنْعِدًا  
الْمُضِلِّينَ عَصَدًا اور میں وہ نہیں کہ  
بنائوں بہکانے والوں کو اپنا قوسہ باندھ  
یہاں عَصَدٌ بمعنی اَعَصَادٌ یعنی الفسارمیں اور عَصَدُ الرجل کے معنی ہیں اس شخص  
کے احوال و انصار اسے یہاں مفرد اس  
یہ لایا گیا ہے تاکہ اور تمام دوسری آیات کے  
سافہ مفرد ہونے میں برابر ہو جائے۔امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لفظ عَصَدٌ کے  
بائے میں حسب ذیل آٹھ لغات نقل کی ہیں  
۱۔ عَصَدًا عین پر زبر اور ضاد پر پیش بھی  
جمہور کی قرأت ہے، اور یہی سب سے صحیح  
۲۔ عَصَدًا عین پر زبر اور ضاد ساکن  
یہ بنو تمیم کی لغت ہے۔۳۔ عَصَدًا عین اور ضاد دونوں پر زبر  
ابو عمرو اور حسن بصری کی قرأت یہی ہے۔  
۴۔ عَصَدًا عین پر پیش اور ضاد ساکن  
عالمہ کی قرأت ہے۔۵۔ عَصَدًا عین پر زبر اور ضاد ساکن  
ضحاک کی قرأت ہے۔۶۔ عَصَدًا عین اور ضاد دونوں پر زبر  
عیسیٰ بن عمر کی قرأت ہے۔۷۔ عَصَدًا عین پر زبر اور ضاد ساکن  
۸۔ عَصَدًا عین پر زبر اور ضاد ساکن  
اور فِخْدٌ بولتے ہیں۔ ۱۵  
۱۶۔ عَصَدًا عین پر زبر اور ضاد ساکن

عَصَدًا: تیرا بازو عَصَدَ مضاف لے

غیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ رہا ہے۔

عَصَوًا: انہوں نے کھٹ کھٹ کیا، انہوں نے

دانتوں میں دبایا دَسِیم، یہ عَصَی سے جس کے

معنی دانتوں کے کسی چیز کے پکڑنے سے کن ماضی

کا صیغہ جمع مذکر غائب دانتوں سے پکڑنا بھی کسی

چیز کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے ہوتا ہے

اور کبھی کھٹ کھٹانے کیلئے لہذا اس کا استعمال

دونوں معنوں میں ہوتا ہے، یہاں غصے کے

مارے اپنی انگلیاں چبا ڈالنے کے معنی میں آیا

ہے جو انسان غصے میں ملامت کے مارے کیا

کرتا ہے، اصباح میں ہے کہ:-

”اکثر اس کا استعمال باب فَخْر سے ہوتا ہے“

لیکن مصدر ساکن ہے اور باب فَتْح سے

یعنی ایک لغت ہے جو قلیل الاستعمال ہے

اور افعال ابن القطاع میں اس کو باب

نَصَرَ سے بھی ذکر کیا ہے۔

اور امام ابو جعفر بیہقی تاج المصنوع میں لکھتے ہیں کہ

”یہ متحدی بنفسہ بھی ہے اور اس کا تقدیر

علیٰ اور بار کے ساتھ بھی ہوتا ہے، نیز فتح

بھی اس میں ایک لغت ہے جو شاذ ہے“

۴

عِصْنٍ: پارہ پارہ ٹکڑے ٹکڑے بوٹی

بوٹی، عِصْنِ کی جمع ہکات نصب امام فخر الدین

رازی تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں:-

”اہل لغت نے عِصْنِ کے واحد کے متعین

دو باتیں ذکر کر لی ہیں:-

۱۔ اس کا واحد عِصْبٌ ہے جیسے کہ عِصْبٌ

بِرَّةٌ اور شَبَّہ میں یہ اصل میں عِصْبٌ تھا

عِصْنُ الشَّیءِ جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے

کرنے کے ہیں اور ہر ٹکڑا عِصْبٌ کہلاتا ہے

یہ ناقص وادوی ہے اور درجہ اول کلمہ تھا حد

ہو گیا ہے لَعْنَتِہ کے معنی تجزیہ اور

تفریق کرنے میں چنانچہ لڑتے ہیں عِصْنَتَ

الجزء واللسان تعصیت یعنی میں نے

اوٹ بکری کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے انسان

کو تقسیم کر دیا۔ اور حدیث میں آئے ہے کہ

للعصية فی میراث الا فیما یحتمل

القسمۃ امیرا میں صرف اسی چیز کے ٹکڑے

یکے جائیں گے جو تقسیم کے قابل ہو یعنی

جو چیز تقسیم نہ ہو سکے جیسے موتی جو تلوار

اس کو تقسیم نہیں کیا جاتا، پس ایہ شہ لفظ



یعنی اس نے مجھے اتنا دیا کہ جو مجھے کافی تھا،  
بعض نے کہا ہے کہ اس کے اس معنی میں  
ان تعط حتى يغول جسبی یعنی تم کسی اتنا دو  
کہ وہ کہنے لگے بس بس

اور علامہ سید رفعتی زبیدی، تاج العروس میں  
جوہری سے نقل میں :-

عَصَاً اَعْطَاہُ اِسْمٌ ہُوَ اَوْرَاسُ کِی صِل  
عَطَا رَہْقِی وَاوْکَہُ سَکْہِ کِیوں کہ یہ عَطَوْتُ  
سے بنا ہے مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب  
الف کے بعد واو اور یا آتے ہیں تو ان کو ہمزہ  
بنا لیتے ہیں کیوں کہ ہمزہ ان دونوں کی نسبت  
حرکت کو زیادہ برداشت کرتی ہے نیز واو و  
اسی طرح یاء پر بھی وہ وقف کو ثقیل سمجھتے ہیں  
عَطَاہُ اِکْ مُثَلِّ رِ دَاڑ ہے جو اصل میں ہر دَائِ  
تھا۔ پھر جب ان کے اخیر میں ہا ملتا ہے کہتے  
ہیں تو بعض تو واحد کے وزن کا خیال رکھتے  
ہوئے اس میں بھی ہمزہ لاتے ہیں اور عَصَاہُ  
وَرِیْدَ اَزْہُ بولتے ہیں اور بعض اس کو اصل  
کی طرف لوٹا کر عَطَاہُ اور رِیْدَ اِیْہُ کہتے ہیں  
اور اسی طرح تشبیہ میں بھی عَصَاہُ یَا و  
رِکَاوَانِ وِ عَطَاوَانِ اور رِیَا یَا بولا جاتا ہے

۱۲ ۱۵ ۲۰

عَطَاؤُنَا ہمارا بخشش ہمارا انعام  
ہمارا عطیہ ہمارا دین عَطَاہُ مَنَا  
ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۲۳

عَطِیفٌ : اس کا شانہ اس کا پہلو عَطِیفٌ  
مضاف و ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ  
عَطِیفٌ کے معنی میں جانب اور پہلو کے اور  
اس کی جمع عَطَافٌ ہے جسے کہتے ہیں  
کی جمع اَخْشَافٌ ہے نام زراعت مصفاہی  
مفردات القرآن میں فرماتے ہیں :-

عَطَفَا الْاِنْسَانُ اِسْرَے لے کر سرین تک  
انسان کے دونوں جانب یعنی پہلو میں اور  
یہ بدن کا وہ حصہ ہے جس کو وہ موٹا سکتا ہے  
اور نخی عطف کا استعمال ہوتا ہے منہ موٹا  
اندختی ہر تنے کیسے جیسے کہ نَائِی بجانہ  
اس نے پہلو تہی کی اور رَضَعَتْ بِحَدِہُ  
اس نے اپنا گال پھلایا وغیرہ الفاظ اسی معنی  
میں بولے جاتے ہیں اند حب اس کا  
اغذیرہ بذریعہ علی ہوتا ہے تو پھر بطور استعدہ  
اس کا استعمال شفقت اور میلان کے معنی  
میں ہوتا ہے چنانچہ بولا جاتا ہے  
عَفَفْتُ عَلَیْہَا وہ اس پر مہربان ہوا

تثابہ عَاطِفَتْ حَاشِم (اس کو بندہ رحم نہ کرے)  
 حَبِيبَةُ عَاطِفَتْ عَلَی رَیْحَانِ اسی ہرنی جوانیے کو پھل پڑا  
 ثَابِتٌ عَاطِفَتْ عَلَی رَیْحَانِ اسی نانا اپنے پیر  
 بُدِی شغفتہ جس سے

اور حسب بذریعہ عن اس کا تقدیر ہوتا ہے  
 تو سپہ رس کے بالکل مخالف معنی میں آتا  
 ہے جیسے عَاطِفَتْ عَلَی رَیْحَانِ میں نے نذر  
 سے منہ موڑ لیا اور اس سببے رخی کی

۱۱

عَاطِلَتْ : یوں ہی چھوڑ دی گئی، وہ بکا  
 چھوڑ دی گئی تعظیم سے جس کے معنی یوں ہی  
 چھوڑ دینے، دیکھ سہال نہ کرنے اور بے زور  
 کر دینے کے ہیں، ماعنی کا صیغہ واحد مؤنث  
 غائب یہاں نفع نہ اٹھانا، ادا یوں ہی ہے کار چھوڑ  
 دینا مراد ہے ۲۳

## فصل الظار المبعثرة

عِظَام : ہڈیاں، عِظْم کی جمع جیسے کہ  
 سِہَام سہم کی جمع ہے، ۲ ۱۱ ۲۳  
 عِظَامًا ۱۵ ۱۸ ۲۳  
 ۲۴ ۳۰  
 ۱۵ ۳

عِظَامَةٌ : اس کی ہڈیاں عِظَام سے  
 ۲ ضمیر واحد مذکر غائب صفت الیہ ۲  
 عِظْم : ہڈی، جمع عِظْم اور عِظَام  
 جیسے اَسْنَمٌ اور سِہَام میں ۲ ۲  
 عِظْوَهُنَّ : تم ان (عورتوں کو نصیحت کرو)  
 تم ان کو سجدہ (ضرب) عِظْوًا عِظْوًا سے ار  
 کا صیغہ جمع مذکر تاسمرا اور هُنَّ ضمیر جمع مؤنث  
 غائب معراج میں وعظ کے معنی لکھے ہیں الصم  
 والند کیوں بالعواجب نصیحت کرنا اور انجام کو  
 بتا دینا، اور ابن فارس کہتے ہیں الوعظ هو التوعیظ  
 والامذار وعظ کے معنی خوف دلانے اور ڈرانے  
 کے ہیں (ملاحظہ ہو تَعِظُونِمْ ۲۳)  
 عِظْمُهُم : توان کو نصیحت کر عِظْم وعِظْم سے  
 ار کا صیغہ واحد مذکر تاسمرا اور هُمْ ضمیر جمع مذکر

غائب ۲

عِظِيمٌ : بزرگ، بڑا، یہ عِظْم سے جس کے  
 معنی بڑا اور بزرگ ہونے کے ہیں بزرگ و عِظِيمٌ  
 صفت کا صیغہ ہے، امام راغب صفحہ ۱۱  
 منہ دات القرآن میں فرماتے ہیں:

عِظْم اُتِیَ کے معنی ہیں اصل میں کب  
 عِظْم یعنی اس کی ہڈی ہڈی ہو گئی، اسی



عظیم کے اصلی معنی ہوتے بڑی بڑی والا پھر  
بطور استعارہ ہر کبیر کہلاتے اس کا استعمال ہوتا  
ہوگا اور سب کبیر کے عظیم ہوتے لگے خواہ  
وہ شے محسوس ہو یا معقول، عین ذات ہو  
یا معنی (مفہوم)، ارشاد ہے۔ عَدَاتِ بَنِي  
عَظِيمٍ (ایک بڑے دن کا غضب، اُغلُھو  
نَمُوْا عَظِيْمًا) (تو کہہ کہ یہ بڑی خبر ہے)  
عَدِيْبًا لَّوْنٌ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ کیا بات،  
پوچھتے ہیں لوگ آپس میں، پوچھتے ہیں اس بڑی  
خبر سے) وَقَالُوا اَلَا نَزَّلَ هٰذَا الْفُرْقَانُ  
عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِیْسِ عَظِيْمٍ اور کہتے  
ہیں کیوں نہ آئے یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان  
دونوں بستیوں میں گئے۔

در عظیم کا استعمال جب احیان کے بارے  
میں کیا جائے تو قاعدہ کی رو سے اجزاء مفصلہ  
میں تو عظیم کا لفظ ناچاہیے اور اجزاء  
منفصلہ میں کثرت کا، لیکن کبھی کبھی منفصل  
میں بھی عظیم بول دیتے ہیں جیسے جَنِيْشٌ  
عَظِيْمٌ (بڑا لشکر) اور اِلَیَّ عَظِيْمٌ (بڑا مال)  
مگر ان دونوں جگہ عظیم کے معنی کثیری کے

ہیں۔

اور حد درجہ مختصری تفسیر کثافت میں رقمطراز ہیں کہ  
عَظِيْمٌ دو کتب میں فرق یہ ہے کہ عَظِيْمٌ  
مختصر کی نقیض ہے اور کَبِيْرٌ صغیر کی  
لہذا عظیم کبیر سے بعد کرتا ہے صغیر  
سے حقیر صغیر سے کمتر ہے ادا ان  
دونوں الفاظ کا استعمال احیاء اور اعراض  
دونوں کے ہوتا ہے۔

اور تاج العروس میں ہے کہ۔  
عظیم حق تعالیٰ شانہ کی صفات میں سے  
بھی ہے جو بمعنی کبیر ہے اور یہ دونوں  
متضاد لفظ ہیں، اور فخر الدین رازی کہتے  
ہیں کہ کبیر وہ ہے جو ذاتی طور پر بڑا ہو  
عظیم وہ جس کو دوسرے بڑا سمجھیں اسی سے  
اشتقاق کے وصف میں مجاہدے عظیم  
کے کبیر کا استعمال زیادہ ہے،  
اور امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے  
ہیں کہ :-

علیمی رحمہ اللہ نے لعظیم کے معنی میں یہ  
بیان کیا ہے کہ عظیم وہ ذات ہے جس پر

کسی قسم کی پابندی نہ ہو سکے، کیونکہ عظیم المقوم“  
اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کے معاملات کا مالک  
ہو اور لوگوں کو اس کے خلاف نہ تاب  
مقاومت ہو نہ اس کے حکم سے مجال سر تابی  
اور بلا شبہ گو اس کی اصل شان یہی ہے تاہم  
بہت سی آفتیں ایسی بھی پیش آ جاتی ہیں جن  
کے باعث وہ اپنے اختیار میں عاجز ہو  
کر اس درجہ بود اور ضعیف ہو جاتا ہے کہ  
اب اس کی مقاومت و رکنار اس کو مغلوب  
و ختم بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ  
شانہی قدرت والا ہے کہ اس کو کوئی  
چیز عاجز نہیں کر سکتی اور یہ ممکن ہی نہیں کہ  
اس کو دوبارہ یا مغلوب کر کے اس کی تلافی  
یا عدول حلیم کی جاسکے، لہذا حقیقی اور واقعی  
طور پر تو عظیم وہی ہے اور اس کے مساوی  
کے یہ جو یہ لفظ آتا ہے تو وہ محض مجاز  
اور ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ  
عظیم کے معنی میں عظمت و جلال والا اور  
اس معنی کا تعلق عظمت و شان اور جلال  
سے ہوا اور یہ وہ عظیم نہیں ہے کہ جو احکام

صفات میں آتا ہے کہ جس کے معنی بڑے  
ڈیل ٹول اور جتنے والے کے ہیں“ لے

$$\frac{1}{10} \frac{2}{19} \frac{3}{12} \frac{4}{9} \frac{5}{10} \frac{6}{10} \frac{7}{10} \frac{8}{10} \frac{9}{10} \frac{10}{10}$$

$$\frac{11}{12} \frac{12}{13} \frac{13}{14} \frac{14}{15} \frac{15}{16} \frac{16}{17} \frac{17}{18} \frac{18}{19} \frac{19}{20} \frac{20}{21}$$

$$\frac{21}{22} \frac{22}{23} \frac{23}{24} \frac{24}{25} \frac{25}{26} \frac{26}{27} \frac{27}{28} \frac{28}{29} \frac{29}{30} \frac{30}{31}$$

$$\frac{31}{32} \frac{32}{33} \frac{33}{34} \frac{34}{35} \frac{35}{36} \frac{36}{37} \frac{37}{38} \frac{38}{39} \frac{39}{40} \frac{40}{41}$$

$$\frac{41}{42} \frac{42}{43} \frac{43}{44} \frac{44}{45} \frac{45}{46} \frac{46}{47} \frac{47}{48} \frac{48}{49} \frac{49}{50} \frac{50}{51}$$

$$\frac{51}{52} \frac{52}{53} \frac{53}{54} \frac{54}{55} \frac{55}{56} \frac{56}{57} \frac{57}{58} \frac{58}{59} \frac{59}{60} \frac{60}{61}$$

$$\frac{61}{62} \frac{62}{63} \frac{63}{64} \frac{64}{65} \frac{65}{66} \frac{66}{67} \frac{67}{68} \frac{68}{69} \frac{69}{70} \frac{70}{71}$$

$$\frac{71}{72} \frac{72}{73} \frac{73}{74} \frac{74}{75} \frac{75}{76} \frac{76}{77} \frac{77}{78} \frac{78}{79} \frac{79}{80} \frac{80}{81}$$

$$\frac{81}{82} \frac{82}{83} \frac{83}{84} \frac{84}{85} \frac{85}{86} \frac{86}{87} \frac{87}{88} \frac{88}{89} \frac{89}{90} \frac{90}{91}$$

$$\frac{91}{92} \frac{92}{93} \frac{93}{94} \frac{94}{95} \frac{95}{96} \frac{96}{97} \frac{97}{98} \frac{98}{99} \frac{99}{100} \frac{100}{101}$$

$$\frac{101}{102} \frac{102}{103} \frac{103}{104} \frac{104}{105} \frac{105}{106} \frac{106}{107} \frac{107}{108} \frac{108}{109} \frac{109}{110} \frac{110}{111}$$

$$\frac{111}{112} \frac{112}{113} \frac{113}{114} \frac{114}{115} \frac{115}{116} \frac{116}{117} \frac{117}{118} \frac{118}{119} \frac{119}{120} \frac{120}{121}$$

$$\frac{121}{122} \frac{122}{123} \frac{123}{124} \frac{124}{125} \frac{125}{126} \frac{126}{127} \frac{127}{128} \frac{128}{129} \frac{129}{130} \frac{130}{131}$$

$$\frac{131}{132} \frac{132}{133} \frac{133}{134} \frac{134}{135} \frac{135}{136} \frac{136}{137} \frac{137}{138} \frac{138}{139} \frac{139}{140} \frac{140}{141}$$

$$\frac{141}{142} \frac{142}{143} \frac{143}{144} \frac{144}{145} \frac{145}{146} \frac{146}{147} \frac{147}{148} \frac{148}{149} \frac{149}{150} \frac{150}{151}$$

$$\frac{151}{152} \frac{152}{153} \frac{153}{154} \frac{154}{155} \frac{155}{156} \frac{156}{157} \frac{157}{158} \frac{158}{159} \frac{159}{160} \frac{160}{161}$$

$$\frac{161}{162} \frac{162}{163} \frac{163}{164} \frac{164}{165} \frac{165}{166} \frac{166}{167} \frac{167}{168} \frac{168}{169} \frac{169}{170} \frac{170}{171}$$

$$\frac{171}{172} \frac{172}{173} \frac{173}{174} \frac{174}{175} \frac{175}{176} \frac{176}{177} \frac{177}{178} \frac{178}{179} \frac{179}{180} \frac{180}{181}$$

$$\frac{181}{182} \frac{182}{183} \frac{183}{184} \frac{184}{185} \frac{185}{186} \frac{186}{187} \frac{187}{188} \frac{188}{189} \frac{189}{190} \frac{190}{191}$$

$$\frac{191}{192} \frac{192}{193} \frac{193}{194} \frac{194}{195} \frac{195}{196} \frac{196}{197} \frac{197}{198} \frac{198}{199} \frac{199}{200} \frac{200}{201}$$

## فصل الف

عَفَا: اس نے معاف کیا، اس نے بخش دیا  
اس نے گناہ مٹا دیئے عَفْو سے ماعنی کا صیغہ واحد  
مذکر غائب واضح رہے کہ عَفْو کا استعمال جب  
کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لیے ہوتا ہے تو اس کا  
تعدیہ بذریعہ عن ہوتا ہے ۱ ملا حظہ ہو

$$\frac{1}{2} \frac{2}{3} \frac{3}{4} \frac{4}{5} \frac{5}{6} \frac{6}{7} \frac{7}{8} \frac{8}{9} \frac{9}{10} \frac{10}{11}$$

$$\frac{11}{12} \frac{12}{13} \frac{13}{14} \frac{14}{15} \frac{15}{16} \frac{16}{17} \frac{17}{18} \frac{18}{19} \frac{19}{20} \frac{20}{21}$$

$$\frac{21}{22} \frac{22}{23} \frac{23}{24} \frac{24}{25} \frac{25}{26} \frac{26}{27} \frac{27}{28} \frac{28}{29} \frac{29}{30} \frac{30}{31}$$

$$\frac{31}{32} \frac{32}{33} \frac{33}{34} \frac{34}{35} \frac{35}{36} \frac{36}{37} \frac{37}{38} \frac{38}{39} \frac{39}{40} \frac{40}{41}$$

$$\frac{41}{42} \frac{42}{43} \frac{43}{44} \frac{44}{45} \frac{45}{46} \frac{46}{47} \frac{47}{48} \frac{48}{49} \frac{49}{50} \frac{50}{51}$$

امام ابو بکر عزیزی نے بہتہ القلوب میں لکھتے ہیں  
العفویت من الجب بن داس من غفرت  
والانفس وہ ہے جو بڑھا چڑھا ہو  
الفائق المبالغہ دون کی لیتا ہو اور  
الرئیس۔ سرغنہ ہو۔

اور رغبہ اسماعیلی رقمطراز ہیں :-

”ارشاد ہے عِفْوِیَّتٌ مِنَ الْحَقِّ جنوں میں  
سے عِفْوِیَّتٌ اس کو کہتے ہیں جو مودی اور  
خبیث ہو اور جس طرح انسان کو کبھی کبھی  
شیطان بھی کہہ دیتے ہیں اسی طرح استعارہ  
کے طور پر اسے عِفْوِیَّتٌ بھی کہہ دیا کرتے ہیں  
چنانچہ کہا جاتا ہے عِفْوِیَّتٌ لِعِفْوِیَّتٍ لِقَرَّتْ  
عَفْرِیَّتْ کا تابہ مہل ہے یعنی دیو دیو اور  
ابن قتیبہ نے عِفْوِیَّتٌ کا ترجمہ کیا ہے  
الْمَوْتُ الْخَلْقِ یعنی تمہیں مضبوط پاؤں کا او  
بڑے ڈیل ڈول والا“

اور امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس  
کے معنی سرغنہ سرکش اور قوی کے لکھے ہیں انہوں

نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل عرب کی اس میں دو  
نوعیں ہیں ایک عِفْوِیَّتٌ دوسرے عِفْوِیَّتٌ  
عِفْوِیَّتٌ کی جمع عَفَارِیٌّ اور عِفْوِیَّتٌ کی  
عَفَارِیَّتٌ ہے اور یہ محمود اسی نے تقریر  
کی ہے کہ مشہور قول کے مطابق عِفْوِیَّتٌ میں  
۱۰۰ بالغ کے ایسے ہیں لیکن علامہ ابن الاثیرؒ  
میں لکھتے ہیں کہ اس میں ۱۰۰۰ فِئْدِلٌ سے  
الفاظ کے ایسے ہیں یعنی اس ایسے ہے تاکہ  
فِئْدِلٌ کے وزن پر ہو جائے۔

عَفْوٌ : آسان حاجت سے زیادہ امٹنا  
کہہ دینا۔ یہ عَفَا بَعْفُو کا مصدر ہے اور اسم  
بھی۔ امام عزیزی نے بہتہ القلوب میں رقمطراز ہیں  
”عَفْوٌ کے معنی ہیں، اقدارِ حقّت جو برآئے  
محاورہ ہے خذ ما عفا لك یعنی جو تہ  
باسانی بغیر مشقت ملے وہ لے لو نیز عَفْوُ کے  
معنی بچے جو سے مال کے بھی ہیں چنانچہ بول  
جاتا ہے عَفَا لثَمِیْ یعنی وہ چیز زیادہ ہو گئی  
اور بچ رہی اور ارشاد ہے وَكُنْتُ لَكَ مَا

لہ تفسیر ابن جریر ج ۱۰ ص ۹۳۔ طبع مصر ۱۹۵۰ء۔ ص ۲۔ طبع سنہ ۱۹۵۰ء۔

۱۰ علامہ زحرفی نے تفسیر کثاف میں سورہ بقرہ اور سورہ اعراف دونوں جگہ تقریر کے ساتھ لکھا ہے کہ  
عَفْوٌ جُہْد کی ضد ہے۔ اور جہد کے معنی میں مشقت میں پُرا اور عَفْوٌ سے زیادہ بوجھڑا ٹھانا۔ اس اعتبار  
سے عَفْوٌ کا ٹھیک ٹھیک وہی ترجمہ ہو گا کہ جو امام عزیزی نے کیا ہے۔

مَا كَانَ يُفْقُونَ (اور سمجھنے سے پوچھنے میں کر کیا  
خرق کریں کہ وہ بے ہوشی کے اپنے خرق سے یعنی  
آپ سے دریافت کہتے ہیں کہ تم میں کیا دیں  
تو آپ کہہ دیجئے کہ عفو یعنی وہ دو جو تمہارے  
مال میں سے بچ رہے اور اس چیز کو بغیر کر کے  
کہ جو تمہارے اور تمہاری عیال کے نفقہ سے  
نہایت ہو)

لیکن امام افسانہ صغیرانی مفسر ذات القرآن میں  
یہ فرماتے ہیں کہ:-

”عفو کے معنی میں کسی چیز کے لینے کا ارادہ  
کرنا چنانچہ بلا جالبہ عفاہ و اعتفاہ  
یعنی جو کچھ اس کے پاس تھا اس کو لینے کا ارادہ  
کیا اور عفت الذی یخرج الدار و ہوا  
گھر کے نشانات مٹا دیئے یعنی ہوا گھر کا  
رُخ کیا اس کے آثار کو لیتے ہوئے، اور  
اسی معنی میں شاعر کہتا ہے ہم اخذ ابلی  
ایاتہا و بیدگی نے اس کی نشانیاں  
لے لیں، اور عفت الذار کا مطلب  
ہے کہ گویا خود گھر نے بیدگی کا ارادہ کیا  
اور عفا التبت و انسج کے معنی میں پودے  
نے اور درخت نے بڑھنے کا ارادہ کیا جیسے

کہ یہ محاورہ ہے اخذ التبت فی الزیادۃ (پودے  
نے بڑھنا شروع کیا)۔

اور عفو عنہ کے معنی میں قصدت ازالہ  
ذنب صارفا عنہ یعنی میں نے اس  
سے درگزر کرتے ہوئے اس کے گناہ سے  
کا رادہ کر لیا۔ یہاں درحقیقت مفعول مذکور  
نہیں ہے اور عن کا تعلق مفعول سے ہے  
پس عفو کے معنی ہوئے گناہ سے درگزر  
کرنا چنانچہ ارشاد ہے فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ  
اپھر جو کوئی معاف کرے اور بات کو سوار سے،  
اور وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبَ لِلْقَوِيِّ اور اگر تم مرد درگزر  
کو تو قریب پر پڑو گی، اور تَعْفُوا عَنْكُمْ دہر مٹا  
کیا ہم نے تم کو اور ان تَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ  
میں تم کو اگر ہم معاف کریں گے تو میں سے بعضوں کی  
اور قَاصَّةً عَنْهَا تَعْفُوں مٹا کر ان کو

اور خذ العفو عادت کر درگزر کی میں  
عفو سے ارادہ ہے مابہ ہل قصہ و تناولہ  
یعنی جس کا ارادہ کرنا اور جعل سہل ہو۔ اور بعض  
نے اس کے معنی لوگوں سے درگزر کرنے کے  
بھی کیے ہیں۔ اوسا یہ وَبَسْمَلُونَا مَا ذَا  
يُفْقُونَ قُلِ الْعَفْوُ میں عفو میں مراد وہ چیز

سے جس کا خروج کرنا آسان ہو۔

اور علامہ ابو الفتح، صرب عبد البیدطرزی حنفی  
 المغربی ترتیب العرب میں بوارق م فرماتے ہیں۔  
 حصہ مفایس نے اس ترکیب (یعنی عفو کے  
 بارہ کو) دو چیزوں پر دلالت کرنے والا قرار دیا، ایک ترک  
 برز و سرکسب پر لیکن عفو کا استعمال اس شخص کے متعلق  
 ترک عقوبت میں غالب ہو گیا ہے کہ برحق حق عقوبت  
 اور راعفا کا غالب استعمال مطلق ترک میں جواب  
 اور جواب لغت کہتے ہیں کہ عفو کے معنی میں فصل یعنی  
 سورا اور اند کے حصے ہیں کیونکہ جب کسی چیز کا تھوڑا سا بچا ہے  
 تو وہ بچی اور اند کہلاتی ہے۔

علامہ رشیدی بھی تعریض کی ہے کہ عفو کا تعظیم و جرم  
 اور ناکامی طرز اربعین ہوتا ہے جیسے عفا عنہ الاعفان  
 ذنبہ اور دو دنوں ایک ساتھ مذکور ہو تو جرم کی طرف کی  
 کا تعذیر و رعبہ اور جرم کی طرف اربعین ہوتا ہے جیسے عفو  
 لفلان عن ذنبہ۔

اور امام فخر الدین رازی تفسیر میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-  
 محمدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عفو کے اصل معنی لغت میں  
 زیادہ ہو کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کا معنی عفا عنہ  
 یعنی جو زیادہ ہو وہ اسے اور دوسرے کو فرمایا حتی عفو یعنی  
 جواب کی انتقامی اس سے زیادہ ہو سکے اور قتال سے کہا ہے  
 کہ عفو کے معنی میں جواب ہوا اور لفظ سے زیادہ ہے چنانچہ زیادہ

عفو کا لغت یعنی جو سر ہوا اور اس کا معنی ہوتا ہے کہ عفو  
 عن الذنب یعنی گناہ کا گناہ کرنے کے معنی میں ہی ہوا اور آسانی ہی کی  
 طرف راجع ہیں گئے  
 اور علامہ رشیدی نے یہی تفسیر دی کہ عفو کے معنی میں ہی ہوا  
 شارح قاموس سے نقل میں :-

عفو کا معنی ان کے ہونا کو عفو میں مشہور ہو گیا ہے مگر عرب  
 نہیں کہ عفو کا معنی عدم الزام نہ ہونا ہی ہے اور یہ  
 اصل معنی ترک ہے اور یہ ایک سادہ سادہ لغت ہے یہ تو خود  
 زبان عربی کے سب سے زیادہ کیا گیا کہ اس سے زیادہ کے معنی ہونے کی  
 مثال ان کے کرنے کے معنی میں اور یہاں لفظ کے کام میں بھی  
 حرف یا یا یا جاتے ہیں اور علامہ رشیدی نے عفو کے معنی میں  
 ہیں بھی لکھ کر ہے کہ اس کا اصل معنی نہ ہونا نہیں ہونا ایک  
 موصوٹ لکھتے ہیں کہ  
 صفحہ کے معنی میں سر میں کو چھوڑ دینے کے اور عفو کے  
 بیخ سے کہ عفو کا معنی نہ ہونا ہوتا ہے مگر سرزنش نہیں ہوتا  
 اور عفو کے معنی میں کسی شے کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنا اور یہی  
 اس کے اصل معنی میں اور یہی پاس کے سادہ معنی گزشتہ کرتے رہتے  
 ہیں جب کہ راعبہ و کو تعین ہے کہ یہاں بیخ نہ لیا گیا ہے۔

اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں  
 لیکن ظہرین پر واضح ہے کہ شیخ ابان حبیب نے بھی یہی معنی  
 لیا ہے کہ یہی معنی علامہ رشیدی کے ساتھ ہیں لغت میں ابن فارس سے



عَقِبَ الثَّانِي الْأَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہو گیا  
اور عَقِبَ اللَّيْلُ النَّهَارَ رات دن کے پیچھے ہو گیا

اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم  
کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ  
پاداش جرم کرنا چاہیئے۔ ۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰

۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰  
۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰

عِقَابٌ : میری طرف سے سزا یہ اصل  
میں جتنا ہی تھا عِقَابِ مِثْلِیِّ صَمِیْرٍ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ  
مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ

۱۱

عُقْبًا : بدلہ جزا انجام، عاقبت، ثواب، عاقبت  
احد فیہ می نے الصباح النیر میں تقریر کی ہے کہ

حُفَّتْ عَارِثَةُ بِیْ کی تخفیف ہے اور امام  
زاہد نے مفہود میں لکھا ہے کہ عُقْبٌ اول  
عُقْبِی دوزخ کا استعمال ثواب کے ساتھ مفہور

۱۵

عُقْبَةُ : گمانی پہاڑ میں چڑھائی کا جو ڈھلوان  
گزار راستہ ہوتا ہے اس کو عُقْبَةُ کہتے ہیں اس  
کی جمع عُقْبٌ اور عِقَاب ہے ۱۵

عُقْبِی : اس کی اولاد، عُقْبِی مضاف ۹

صَمِیْرٍ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ مِثْلِیِّ  
لکھتے ہیں :-

عُقْبٌ پاؤں کے پچھلے حصہ یعنی ٹہری کو  
کہتے ہیں اور بعض عُقْبٌ بوقت میں اس کی جمع  
اَعْقَابٌ ہے۔ حدیث میں مروی ہے وَتِلْكَ

لِلْاَعْقَابِ مِنَ السَّارِ الرَّابِعُونَ  
یسا تنفس دوزخ سے افسوس ہے اور بطور استعا  
عُقْبٌ کا استعمال بیٹے اور پوتے کے

یہ بھی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَجَعَلَهَا  
کَلِمَةً بَآرِئَةً فِی عَقِبِی اور یہی بتا چکے

سچوڑ گیا اپنی اولاد میں ۱۵

عُقْبِی : عاقبت، بدلہ انجام، علامہ ابو  
حیان نامہ لسی لکھنا محیط میں لکھتے ہیں:

العقبی خاتمہ الشئ "عقبی کے معنی میں کسی  
وما یجی من الامور چیز کا انجام اور جو باتیں کہیں  
علی عقبہ چیز کے پیچھے پیش آئیں۔

اور تاصنی نامہ اللہ صاحب باقی تہی تفسیر منظر  
میں مندرجہ ہیں :-

"عُقْبِی کے معنی میں کام کی جزا کے ناموس  
میں ہے کہ اَعْقَبَ کے بھی جزا دینے کے ہیں

لے ملاحظہ ہو تفسیر سورہ الشمس -

سزا فعل کا نام عقیبی اس لیے قرار پایا کہ وہ فعل کی انجام دہی کے بعد ملتی ہے لیکن عقیبت عقیبی اور عاقبت کا استعمال ثواب اور نیک کی بہتر سزا کے ساتھ مخصوص ہے جس طرح سے کہ عَفُوبٌ، مَعَاذِیۃٌ اور عَفَاۃٌ کا استعمال عذاب اور بُرائی کی سخت سزا کے لیے خاص ہے اللہ فرماتا ہے حَزِیۃٌ تَوَابًا وَحَزِیۃٌ عَقَبِیۃٌ (بہتر ہے انعام کے اعتبار سے اور بہتر ہے ثواب کے لحاظ سے) اور فَرِیۃٌ اُولٰٓئِکَ لَہُنَّ عَقَبِیۃٌ الذَّارِ (ای لوگوں کے لیے ہے عاقبت کا گھر) یعنی رہاں کا ثواب اور فَنِعَمَۃٌ عَقَبِیۃٌ الذَّارِ (سو خوب ملا گھر عاقبت کا) اور ارشاد ہے وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیۡنَ (اور آخر میں بھلائی ہے ڈرنے والوں کے لیے)۔

اور عذاب کے بار میں ارشاد ہے فَعَقِبَ عِقَابٍ (پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا) اور شَدِیۡذُ الْعِقَابِ (سخت عذاب ہے والا)۔ اور فرمایا وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَزَّزْنَا بِمِثْلِ مَا عَزَّزْتُمْ بِہِ (اور اگر بدلہ تو بدلہ اسی قدر جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی جاے اور

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِہِ (اور جس نے بدلہ لیا جیسا کہ اس کو دیا گیا تھا) لیکن مضاف کے ساتھ عَاقِبَۃٌ بمعنی استعمل عَقُوبَۃٌ میں بھی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے لَئِنْ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا السَّوْاۡیِ پھر ہوا انجام بر کرنے والوں کا بُرا) اور وَ کَانَ عَاقِبَتُهُمَا اَنَّہُمَا فِی السَّارِ (پھر انجام دونوں کا یہی کہ وہ دونوں میں الگ میں اب عَاقِبَۃٌ کا استعمال اس معنی میں یا تو اس لیے ہو کہ وہ دونوں معنی میں شریک ہے یا یہ اپنی ضد یعنی مخالفت معنی میں طلبہ استعارہ متعل ہے جیسا کہ ارشاد باری فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ (سنو شہزادی سنارے ان کو عذاب دردناک کی) میں عذاب کے لیے بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے

عَقِبَۃٌ کے بارے میں قاضی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ اس کا استعمال ثواب کے لیے خاص ہے یہی امام راغب اصفہانی نے بھی تحریر فرمایا ہے لیکن خود ترجمہ آن مجید کی حنیل



آیت میں اس کا استعمال ثواب اور عذاب دونوں کے لیے ہوا ہے ارشاد ہے يَذْكُرْ عَقَبِي الَّذِيْنَ اٰتَعَا وَ عَقْبِيْ لَكُفْرِيْنَ النَّارُ يَجْزِا ہے اُن کی جو ڈرتے ہیں اور سزا منکر دہلی آگ ہے، اور امام فخر الدین رازمی تفسیر کہیں فرماتے ہیں "واحدی نے کہا ہے کہ عَقْبِيْ (معنی میں، عاقبت کی طرح ہے) اور یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سُورِيْ اور قُرْبِيْ اور مُجْعِيْ ہیں اور اس قسم کے مصادر کبھی فعلی کے وزن پر بھی آتے ہیں جیسے کہ سُجُوِيْ اور دَعُوِيْ ہیں اور کبھی فعلی کے وزن پر بھی جیسے کہ يَذْكُرْ اور جَنْزِيْ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اسم ہو" لے

۱۳  
۱۲۱/۱۱۹

عَقَبِيَّة: اس کی دونوں اڑیاں عَقْبِيْ مضاف و ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ عَقْبِيْ اصل میں عَقَبِيْنِ تھا عَقَبِيْ کا شنیہ اس کا وزن اضافت کے سبب گر گیا ہے عَقَبِيْ اڑی کو کہتے ہیں اس کی جمع اعْقَاب ہے۔ ۲-۲-۲

لے تفسیر کبیر ج ۵ - ص ۲۹۴ - طبع قدیم

عَقَبِيَّهَا: اس کا انجام، اس کی پاداش اس کی عاقبت، عَقْبِيْ مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ یہاں بھی عَقْبِيْ کا استعمال ثواب کے لیے نہیں ہوا ہے۔ ۲-۲-۲ عَقْدٌ: گزریں اَعْقَدَہ کی جمع جس کے معنی گرہ کے ہیں۔ آیت شریفہ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (اور بدی ان جو رتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں) عَقْد سے مراد وہ گرہیں ہیں جن کو جادوگر نیاں ڈوریاں پر اسنوں پڑھ کر پھونکنے کے بعد لگایا کرتی ہیں اسی لیے عربی میں ساحر کو مُعَقِد بھی کہتے ہیں۔ ۲-۲-۲

عَقْدَتْ: اس نے باندھا عَقْد سے جس کے معنی باندھنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تاج المصادر میں عقد کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں گرہ و بیع و بیعت و سوگند خوردن و پیمان کردن اور راعب اصفہانی لکھتے ہیں:-

عَقْد کے معنی ہیں کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کر دینا، اس کا استعمال سخت اجسام میں بھی ہوتا ہے جیسے عَقْدُ الْخُطَل

رسی میں گرہ لگانا۔ عَقْدُ الْحَبِّ مکان کو منبٹ کرنا اور بطور استعارہ معانی کے لیے بھی بولا جاتا ہے جیسے عقد البیع و العهد یعنی بیع منعقد کرنا اور عہد باندھنا۔

اور تاج العروس میں ہے کہ :-

”امّا اشتقاق نے جو کچھ اس بارے میں تصریح کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اصل میں حَلَّ کی ضد ہے جس کے معنی کھولنے کے ہیں ابعد کو اس کا استعمال بین دین اور دیگر معاملات میں بھی ہونے لگا۔ زوال بعد اس کو یقین کی ننگلی اور عقد جاریہ کے لیے بھی بولتے ہیں :-

آبَتْ يَدُ وَالِدِنِ عَقَدَ ابْنَيْهِمَا  
سے زوال باندھنا تم نے میں عقد کیا ہے  
عقد و یمن کی ننگلی ہے۔

عَقْدُ تَمِّم نے گرہ باندھنی تم نے منبٹ کیا تم نے پختہ کیا، تَمِّم سے جس کے معنی گرہ لگانے اور معاہدہ کو پختہ کرتے ہیں مانسی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

عُقْدَةٌ : عقد، گرہ، رکاوٹ، لکنت بندش۔ راعب کہتے ہیں :-

مذکراح، پیمان وغیرہ جس چیز کو باندھا جائے اس کا نام ”عقدہ“ ہے، اور نہ ہے وَلَا نَعَزِمُوا عُقْدَةَ الْبَيْعِ (اور نہ ارادہ کر دے عقد کراچ کا) اور عُقْدُ لَيْسَانٍ کے معنی ہیں اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی، اور بِي لَيْسَانِهِ عُقْدَةٌ کے معنی ہیں اس کی زبان میں لکنت ہے، ارشاد ہے وَاخْلُتْ عُقْدَتَيْنِ لَيْسَانِي (اور میری زبان کی گرہ کھول دے)۔

۱۶ ۲۵ ۱۱

عَقْرٌ : اُس نے کوئیں کاٹ دیں (ضرب) عَقْرٌ سے جس کے معنی کوئیں کاٹنے کے ہیں ماضی کا صیغہ دوسرا مذکر غائب کو نہیں کہتے ہیں پاؤں کے پٹھوں کو جو چھپے کی طرف پڑی کے پاس ہوتے ہیں عرب میں دستور تھا کہ اونٹ کو حلال کرنا ہوتا تو پہلے اس کی کوئیں کاٹتے تاکہ جھاگ نہ جائے۔ پھر اس کو نحر کرتے فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ عَقْرٌ کا استعمال قرآن کوئیں کاٹنے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی کبھی نحر کے معنی میں بھی آتا ہے، ازہر نے اس کی وجہ بھی لکھی ہے کہ چونکہ نحر عام طور پر عَقْر کے بعد

ہی ہوا کرتا ہے اس لیے اس سے نھر کر بھی مراد  
لے لیتے ہیں۔ لہٰذا

عَقَرُوا: انہوں نے کوئیں کاٹ دیں، عَقَرُوا

صامی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

عَقَرُوْهَا: انہوں نے اس کی کوئیں کاٹ

ڈالیں، عَقَرُوا صیغہ صامی، هَا صیغہ واحد

مؤنث غائب ہے۔

حَقَلُوا: انہوں نے اس کو سمجھ لیا حَقَلُوا

حَقَلْ صامی کا صیغہ جمع مذکر غائب اور

ضمیر واحد مذکر غائب مجمل میں ہے کہ حَقَلْ

حَقْل کی ضد ہے۔ صَا قاموس نے حَقْل

کے حسب ذیل معانی نقل کیے ہیں:-

۱۔ علم دوم صفات اشیاء یعنی ان کی اچھائی

بُرائی، کمال اور نقصان کو جاننا، (۳)

دو بہتر چیزوں میں زیادہ بہتر کو اور بدتر

چیزوں میں زیادہ بدتر کو جاننا، بد بھلق اور کا

علم (۵) اس قوت کو کہتے ہیں کہ جس سے

نسانی اور کھالی میں تمیز ہوتی ہے (۶)

ان معانی مجتمعی الذہن کا نام ہے کہ جن

کے ذریعہ اطراف و مصالح کی درستی حاصل

۱۔ ملاحظہ ہوتا ہے العروس۔

ہوتی ہے (۱)، انسان کی وہ اچھی ہیئت جو

اس کی حرکات سکنت اور جبل چال میں پائی

جاتی ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

حق یہ ہے کہ یہ ایک روحانی نور ہے جس کی

بدولت نفس علوم ضروریہ و نظریہ کا دور اک

کھل کر رہا ہے۔ اور اس کے وجود کی ابتدا

اسی وقت سے شروع ہونے لگ جاتی جو

جب کہ بچہ مال کے پیٹ میں جنم لیتا ہے

اور پھر برابر وہ بدھتی رہتی ہے تا آنکہ سن

بلوغت میں جا کر تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔

صاحب قاموس نے حَقْل کے جن معانی لکھے

ہیں اس کے متعلق شائع قاموس علامہ سید

مرتضیٰ زبیدی بگڑی فرماتے ہیں:-

هذه الافعال التي یہ جننی باتیں مصنف نے

دکھا المصنف کلہا ذکر کی ہیں سب کا سب

فی معنی المعقولہ معقولہ کی کتابوں میں مذکور

ولم یخرج علیہا النسخہ میں مگر ائمہ لغت نے

اللغۃ۔ ان کی طرف التفات نہیں

رہا (تلمیح العروس) کیسے۔

علامہ ابن الہمام نے اس پر یہ میں لکھا ہے:

”عقل کو عقل اچھے کہتے ہیں کہ عقل کے مسمیٰ منع کرنے کے ہیں چونکہ عقل عاقل کو نازیبا باتوں سے روکتی رہتی ہے، اس لیے اس کا نام عقل ”مہربا“ عقل ”مفعول“ سے ماخوذ ہے عقل کہتے ہیں جو اپنے پناہ کو، اور چہ نہ عقل مند کو عقل کے حلے ہی پناہ ملتی ہے اس لیے اس کو عقل کہنے لگے۔“

عَقْدِ: قول و قرار۔ ہمدردیاں، عقد کی جمع ہے، عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مغبضی کے ساتھ باندھنے اور گرہ لگانے کو یہاں اس مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ میں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے ورنہ کسی میں داخل میں آفات اور معاملات کے جملہ ہمدردیاں کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔ - ۶

عَقِيمٌ : بالفتح، بے خیر و نفع اس لفظ کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے ہوتا ہے جب مرد کے لیے ایسا ہوگا تو اس کی جمع عُقَمَاءُ اور عِقَامٌ ہوگی اور جب عورت کے لیے ایسا ہوگا

١٥- تاريخ المرسوم -

تَوْحَاتُكَ اور عَفْوَ - امام عزیزی  
نزیہۃ القلوب میں لکھتے ہیں:-

”عائشہ العقیقہ“ دونوں کے معنی ایک  
 میں یعنی وہ عورت کہ جو بانجھ ہو اور وہ مرد کہ  
 جس کے اولاد نہ ہوتی ہو۔

اور عذابِ یقینِ حقیم میں تویم عقیم  
سے وعدن مراد ہے کہ جو اس سے بانجھ  
ہو چکا ہے کہ اس میں کافروں کے بیٹے  
کسی قسم کی خیر پیدا ہوں

اور امراض غلبہ قیصرانہ میں۔  
 - عُنُقُ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں  
 کہ جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو چنانچہ مملوہ  
 ہو عَقَمَتْ مَقَامِیْلُہ اُس کے جوڑ  
 خشک ہو گئے، اور دَارُ عُقَامَ کہتے ہیں  
 لا علاج مرض کو اور عورتوں میں عَفِیْمُ اس  
 کو کہتے ہیں جو مرد کے نقطہ کو قبول نہیں کرتی  
 چنانچہ لولا جاتا ہے عَقَمَتْ النُّرَّةُ دُوت  
 بانجھ ہو گئی اور عَثِبَ الْحَمُّ رچک  
 وئی خشک ہو گئی اور ارشد ہے  
 فَعَلَتْ وَفَعَلَهَا وَذَالَتْ مَخَوْرَ عَفِیْمُ  
 (پہ: یا نہ پیٹ لیا اور کہنے کی بڑھایا بانجھ)

اور یوم عقیقہ میں عقیقہ کا معنی ناعل بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ ہوا کہ جو نہ بادل کو لے کر آئے نہ کسی دشت میں پھل لائے اور نہ ہی مفعول بھی جیسے کہ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ہے یعنی وہ ہوا کہ جو کسی خیر کا اثر قبول نہ کرے اور چونکہ وہ نہ کسی چیز کو قبول کرتی ہے نہ کسی چیز سے اثر لیتی ہے اس لیے نہ کچھ دیتی ہے نہ اپنا اثر پھونکتی ہے ارشاد ہے اِذَا رَسَلْنَا عَلَیْہَا الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا خیر سے خالی یَوْمِ عَقِیْمٍ سے مراد وہ دن ہے کہ جس میں کوئی فرحت نہ ہو اور صبح میں یوم عقیقہ کے معنی کہے ہیں اور دن کہ جس میں جو نہ ہو اور سخت گرم ہو رہے کہ صاحب یوم عقیقہ میں بعض نے اس سے قیامت کا دن مراد لیا ہے اور بعض بدھ کا دن قیامت کا دن مراد لینے کی علت میں اس کے معنی ہونے لگے ایسا دن کہ جس کے بعد کوئی اور دن نہ ہو یعنی جس طرح ہر دن کے بعد دوسرا دن پیدا ہوتا رہتا ہے یہ بات قیامت کے دن میں نہ ہوگی اس لیے وہ عقیقہ یعنی بانجھ ہے کہ اب

اس کے بعد کوئی اور دن نہیں اور بدھ کا دن مراد لینے کی صورت میں اس کو عقیقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن بہت سی عورتوں کی اولاد قتل کر دی گئی تو گویا وہ بانجھ ہو گئیں کہ ان کے اولاد ہی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ۱۶ ۲۶ ۲۷ ۲۸ عَقِیْمًا ۲۵

## فصل اللام

عَلَا : وہ چڑھ گیا اس نے چڑھائی کی اور غالب آیا عَلُوْا سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ملاحظہ ہو عَلُوْا ۱۵) عَلَا م : خوب جاننے والا، علم سے بزرگ دَقَالَ : مبالغہ کا صیغہ ہے، قرآن مجید میں عَزَّوَجَلَّ (التعویذ کا استعمال حق تعالیٰ کی صفات کے سلسلہ میں ہوا ہے جس میں اس طرح اشارہ ہے کہ اس سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز چھپی چھپی نہیں رہ سکتی امام ابو جعفر یحییٰ کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں :

”اس کے معنی ہیں ایسا زبردست جانتے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گونگوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو چنانچہ جواب

موجود ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو اسلئے  
ہوگا اسی طرح جو چیز ہونے والی نہیں اس  
کا بھی اسے علم ہے اس کا بھی کہ اگر وہ  
ہوتی تو کس طرح ہوتی۔ ۱۷

۲۲ ۱۶ ۱۲

عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
جس کے معنی نشان اور پتہ کے ہیں ۱۲  
عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
قَامُوسِ میں ہے کہ یہ عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ کا مصدقہ  
جس کے معنی ظاہر اور آشکار ہونے کے آتے  
ہیں مگر مصباح میں اس کو اسم لکھا ہے۔ اور  
امام راغب لکھتے ہیں:

عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
بیشتر معانی میں ہوتا ہے، اعیان میں نہیں  
ہوتا۔ ۲۲ ۱۶ ۱۲  
عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
نہ ہوا ہو۔ امام راغب نے تو اس کے معنی صرف  
جسے ہوتے خون کے لکھے ہیں لیکن قاموس میں  
ہے کہ ۱۔

عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
بہت زیادہ شرح ہوا یا جا ہوا خون

۲۲

عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
کی وہ سبھی جو مٹی سے پیدا ہوتی ہے اس کی جمع  
عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
جسے ہوتے خون کو کہتے ہیں اور جب وہ بہتا ہو تو  
مغسور کہلاتا ہے۔ اور علم کو علمتہ اس  
یہ کہتے ہیں کہ وہ اس طوبت کے ساتھ جو  
اس میں لگی رہتی ہے معلق ہوتا ہے چنانچہ جب  
وہ طوبت خشک ہو جاتی ہے تو پھر علمتہ نہیں

کہلاتا، ۱۷ ۱۶ ۱۲

عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
کا مصدقہ۔ علامہ احمد فیومی، المصباح السیر  
میں لکھتے ہیں :-

عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ اِیْتِ، عَلَّمَ تِثْ اَشَانِیْنِ  
کہ اس کا کسی بات کے یقین کرنے کے لیے  
ہو کہ اسے نیز علم کے معنی معرفت کے اور  
معرفت کے معنی علم کے بھی آیا کرتے ہیں

چونکہ علم اور معرفت دونوں مسبوق باکمل ہونے میں باہم شریک ہیں اس لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنی پر متضمن ہے اور علم کا حصول اگرچہ کسب کی بنا پر ہوتا ہے مگر کسب جہالت کے بعد ہی ہوتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں مَتَاعَزْ فَوَاصِلِ الْحَقِّ دَس رَجْرَجَ کہ انہوں نے یقین کر لیا حق بات میں عَزَّوَاللَّهِ عَلَمُوا ہے اللہ لَا تَعْلَمُوهُمْ اِنَّہُ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ ان کو نہیں پہنچاتے اتمان کو پہچانتا ہے بمعنی لَا تَعْرِفُوْنَهُمْ اِنَّہُ یَعْرِفُ سِرَّهُمْ اللہ میرا کتاب ہے :-

وَاَعْلَمُ حَالِہِ الْیَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَہِ  
وَلَکِنِّیْ عَنْ حِلْمٍ مَا فِیْ غَدِیْ

امیں آج کی بھی معرفت رکھتا ہوں اور آج سے پہلے کل کی بھی لیکن کل کیا ہوگا اس کی معرفت سے میں نا بینا ہوں :-

اس شعر میں کبھی اَعْلَمُ بمعنی اعرف ہے معرفت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ وہ کبھی علم ہی کی ایک قسم ہے :- علم اور معرفت کا باہمی فرق سو وہ اس قدر

اور اپنے متعلقات کے اختلاف پر مبنی ہے، ہاں ذات باری سبحانہ و تعالیٰ اجل از کتاب سے منزہ ہے کیوں کہ جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آئندہ ہوگا اسے سب معلوم ہے اور جو نہ ہوگا اس کے متعلق بھی اس کو یہاں تک علم ہے کہ اگر وہ ہوتا تو کیوں کہ ہوتا۔ علم حق ایک صفت قدیم ہے جو ازل سے ذات الہی کے ساتھ قائم ہے لہذا اجلہم کا ہونا اس حق میں محال ہے علم کے معنی حسب یقین کے آئے ہیں تو مستعدی بدو مغبول ہوتا ہے اور حسب معرفت کے معنی دوتا ہے تو مستعدی بیک مغبول ہوتا ہے۔ اور کبھی شعور کے معنی پر بھی متضمن ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا تعذیب بذریعہ رب بھی ہوتا ہے جیسے حلت اور علمت بہ :-

اور اما ان اغلب نے لکھا ہے کہ "ایک حیثیت سے تو علم کی دو قسمیں ہوتی ہیں نظری اور عملی نظری تو وہ جو صرف علم ہی سے ممکن ہو جاتا ہے کہ عالم کا علم ہے اور عملی وہ جو بغیر عمل کے تکمیل نہ پائے جیسے کہ عبادات کا علم ہے اور دوسری حیثیت

اس کی دو قسمیں عقلی اور سمعی بھی ہوتی ہیں۔  
اور قاسمیں میں ہے کہ:-

”علم بردن سیم علمًا بالکسر معنی عرف  
ہے۔“

علم سیم مرتفعی زیدی تاج المعروف میں اس  
کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

”صحاح اللہ بہت سی اشاعت میں بھی اسی  
طرح مذکور ہے اور مصنف نے لسانی میں  
عرف کے ساتھ حق المعرفة کے الفاظ  
اور زیادہ کیے ہیں اب یہاں نیز آگے چل کر  
جو مصنف نے لکھا ہے کہ علم بردن

معنی شعر ہے۔ یہ اس بار میں بالکل  
ضریح ہے علم معرفت اور شعور کے ایک  
اسی معنی ہیں اور پہلے یعنی معرفت کے معنی  
میں یہ متعدی بغض ہے اور جب شعور کے  
معنی میں آتا ہے تو اس کا تقدیر بذریعہ ب  
ہوتا ہے ایقصر بن بشر لغت نویسوں کے  
کلام سے ملتی جلتی ہے مگر اکثر محققین ان سب  
میں باہم فرق کرتے ہیں مگر علم ان کے نزدیک  
ان تینوں اوصاف میں بالاتر ہے یہی وجہ ہے  
کہ علم کا اطلاق تو اشد تصانی پر جائز سمجھتے

ہیں مگر صحیح تر قول کے بموجب نہ اس کو عام  
کہتے ہیں نہ شاعرانہ اور ان کے باہم جو فرق ہے  
وہ اہل اشتقاق کی تصانیف میں مذکور ہے  
بلکہ خود علم کے بار میں اس قدر سخت  
اختلاف ہے کہ ایک جماعت تو یہ کہتی ہے  
کہ اس کی کوئی تعریف ہی نہیں کی جاسکتی  
کیونکہ یہ بالکل ظاہر اور بیسیات میں سے  
ہے اور دوسری جماعت اس کی قائل ہے  
کہ دشواری و دردت کی بنا پر اس کی تعریف  
کرنا ممکن نہیں اور دوسرے کچھ اور بھی کہتے  
ہیں۔

چنانچہ اس کجف کو مع مالہ و ما علیہ کے  
امام ابو الحسن یوسفی نے قانون العلوم میں تبیین  
کر دیا ہے اور اللہ المصون میں اس طرف  
بھی اشارہ ہے کہ کب کے ذریعہ اس تقدیر  
کی وجہ ہے کہ اس میں کبھی کبھی احاطہ کے  
معنی بھی ملحوظ ہوتے ہیں۔

اور سادہ و متوقیف میں لکھتے ہیں کہ علم  
وہ نکتہ اور جازم اعتقاد ہے کہ جو واقع کے  
مطابق ہو یا علم وہ صفت ہے جو اس  
تیز کو ضروری کر دیتا ہے کہ جس میں اس



کی نقیض کا امتحان تک نہ پویا علم کہتے ہیں عقل میں کسی شے کی صورت کے حاصل ہونے کو اور پہلی تعریف زیادہ خاص ہے۔

اور بصائیر میں ہے کہ "معرفت" کہتے ہیں کسی شے کے نشانات پر غور نہ فکر کر کے اس کے اور اک کرنے کو، اور یہ علم سے خاص ہے معرفت اور علم میں لفظی اور معنوی طور پر متعدد وجوہ سے فرق ہے لفظی تو یہ کہ

"معرفت" کا فعل ایک مفعول کو چاہتا ہے اور علم کا فعل دو مفعولوں کو، وجہ "علم کا ایک ہی مفعول مذکور ہوگا تو وہ معنی "معرفت" ہی ہوگا۔ اور معنوی حیثیت سے

ان دونوں میں حسب ذیل وجوہ سے فرق ہے (۱) معرفت ذات شے سے

ہوتا ہے اور علم کا اس کے احوال سے (۲) معرفت اکثر اس چیز کی ہوا کرتی ہے کہ جس کا اور ک پہلے سے قلب میں موجود تھا اور بعد میں جاتا رہا۔ چنانچہ اب دوبارہ جو اس کا اور اک ہوگا وہ "معرفت" کہلائے گا۔

برخلاف علم کے کہ اس میں یہ بات نہیں ہوتی، لہذا "معرفت" نام ہے ذکر نفسی

کی نسبت کا یعنی اس چیز کا حصول کہ جو ذکر سے غائب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ معرفت کی عند انکار ہے اور علم کی عند حصول (۳) "معرفت" کسی شے کی ذات کا ایسا تفصیلی علم ہے جو اس کو ماسوا سے الگ کرے لیکن علم کا تعلق کسی شے سے جمالی بھی ہو سکتا ہے نیز اس کے علاوہ اور بھی فرق ہیں۔

امام راجب نے تصریح کی ہے کہ آیت شریفہ یَوْمَ يَخْبِرُ اللَّهُ الرَّسُلَ مَقُولًا مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ذٰلِكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ پیغمبروں کو پھر کہنا تم کو کیا جواب ملا تو کہیں گے ہم کو خبر نہیں ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ اس روز ان حضرات کی مقبلں بھی دنگ ہو گئیں اور

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ مِثْلِ الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ اَفْضَلُ عِلْمٍ اَمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۱) "علم" سے مراد وہ علم خاص ہے کہ جو بشر سے مخفی ہوتا ہے اور وَالَّذِينَ اٰتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (۲) اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجے اسد بلند فرماتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر پر تنبیہ کی گئی ہے کہ علم اور اہل علم کے درجات و

سرتب مختلف ہیں، (ملاحظہ ہو اعلیٰ)

$\frac{1}{14}$	$\frac{2}{17}$	$\frac{3}{10}$	$\frac{4}{15}$	$\frac{5}{12}$	$\frac{6}{11}$
$\frac{7}{13}$	$\frac{8}{14}$	$\frac{9}{15}$	$\frac{10}{16}$	$\frac{11}{17}$	$\frac{12}{18}$
$\frac{13}{19}$	$\frac{14}{20}$	$\frac{15}{21}$	$\frac{16}{22}$	$\frac{17}{23}$	$\frac{18}{24}$
$\frac{19}{25}$	$\frac{20}{26}$	$\frac{21}{27}$	$\frac{22}{28}$	$\frac{23}{29}$	$\frac{24}{30}$
$\frac{25}{31}$	$\frac{26}{32}$	$\frac{27}{33}$	$\frac{28}{34}$	$\frac{29}{35}$	$\frac{30}{36}$
$\frac{31}{37}$	$\frac{32}{38}$	$\frac{33}{39}$	$\frac{34}{40}$	$\frac{35}{41}$	$\frac{36}{42}$
$\frac{37}{43}$	$\frac{38}{44}$	$\frac{39}{45}$	$\frac{40}{46}$	$\frac{41}{47}$	$\frac{42}{48}$
$\frac{43}{49}$	$\frac{44}{50}$	$\frac{45}{51}$	$\frac{46}{52}$	$\frac{47}{53}$	$\frac{48}{54}$
$\frac{49}{55}$	$\frac{50}{56}$	$\frac{51}{57}$	$\frac{52}{58}$	$\frac{53}{59}$	$\frac{54}{60}$

عَلَّمَ : اس نے جان لیا، اس سے پہچان لیا، اس نے معلوم کر لیا، وہ واقف ہو گیا، عَلَّمَ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

عَلَّمَ : اس نے سکھایا، اس نے تعلیم دی، تَعْلِيم سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اَمَ رَاغِب اَصْفَهَانِی لکھتے ہیں کہ :-

”اصل میں تو اَعْلَمَ اور تَعْلِيم کے معنی ایک ہی ہیں مگر اَعْلَم محض ہے، جلدی سے بتا دینے کے لیے اور تَعْلِيم محض ہے بار بار

اور کثرت سے بتانے کے لیے کہ تَعْلَم کدہن میں اس کا ایک اثر پیدا ہوا، اور بعض نے کہا ہے کہ تعلیم کہتے ہیں معانی کے لغز کے لیے نفس کے متوجہ کرنے کو اور تَعْلَم کہتے ہیں اس تصور کی طرف نفس کے متوجہ ہونے کو اور کبھی تَعْلِيم کا استعمال اَعْلَم کے معنی میں بھی ہوتا ہے جبہ اس میں بھی تکرار کے معنی موجود ہوں جیسے اَعْلَمَ

یہ کہہ دیا جاتا ہے جو اللہ کو اپنی دینداری

ایسے تالیف و عِلْم اَدَمَ اَزْ شَمَارْ کَلَمَا (اور سکھلا دیے کہ وہ کونام سب چیزوں کے) میں ”تعلیم اسماء“ سے مراد یہ ہے کہ ان کو وہ قوت عطا فرمائی کہ جس کی بدولت وہ گویا ہوئے اور انہوں نے اشیاء کے نام وضع فرمائے اور یہ سب کچھ ان کے اندر انعام ربانی عِل کے

میں آیا۔ جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات میں ہر ایک کو اس کا ایک مستقل کام سکھایا کہ جس کو وہ انجام دیتا رہتا ہے اور ایک مستقل آواز عنایت کی کہ جس کو وہ نکالتا رہتا ہے۔ اور یہ جو ارشاد ہے :-

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهُ مُوسٰی

هَلْ أَتَىكَ عَلَىٰ آتٍ نَعْلَمُ بِمَتَا  
عَلِمْتَ مُشَدِّدًا ۖ اَللّٰهُ سَمْعًا يَخْتَصُّ  
اِيشَ پَس سے اِيک عِلْم اِکھا اس کو مَوْتی نے  
کے تو تیرے ساتھ ہوں اس بات پر کہ  
مَجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے  
بہلی راہ، اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ  
اس سے اِيک خاص علم مراد ہے جو بشر سے  
مخفی ہوتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ اس  
سے واقف نہ فرماتے تو کون کے نزدیک  
قابل انکار ہی ہوتا ہے کیوں کہ جب حضرت موسیٰ  
علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئے  
تو جب تک اس علم کی حقیقت سے باخبر نہ  
ہوتے جو دیکھا اس پر انکار ہی فرماتے رہے

۱۱ ۲۴ ۳۱

عَلَّمَ مَوْتًا : علماء عالم لوگ، قرآن پاک میں  
اس کا رسم اُنھ سورہ شعراء اور سورہ فاطر دونوں  
جگہ میم کے بعد واو کے ساتھ ہے جس پر رمزہ  
اور واو کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے مگر پڑھنے  
میں نہیں آتا، علامہ احمد فیومی نے لمصباح المشر  
میں لکھا ہے کہ تعلیم کی جمع علماء اور عالم کی  
جمع عالِمون آئی ہے، لیکن صاحب قاموس

نے علماء کو عالم اور علیم دونوں کی جمع بتایا ہے  
اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے، ماچ المعروس میں  
ابن جنی سے اس کی یہ وجہ نقل کی ہے کہ۔  
مَدْعُومٌ کا وصف چونکہ مزدلت اور گہرے  
تعلق کے بعد پیدا ہوتا ہے اس لیے یہ وصف  
بمیزان طبیعت ہے اور ابتدائی طور پر علم میں  
داخل ہونے سے نہیں ہو سکتا کیوں کہ  
اس صورت میں وہ معلم کہلاتا ہے نہ عالم  
لہذا جب یہ وصف طبیعت کے معنی میں  
باب سمع میں آیا تو عالم بمعنی علیم ہوتا  
اور اسی لیے اس کی جمع بھی اسی کی طرح سَمْع  
آئی اور بعد کو اس کی ضد کو بھی اسی پر محمول  
کیا گیا، چنانچہ علماء کی طرح جہلاد  
بھی بولنے لگے۔ ۱۹ ۲۶

عَلِمْتُ : تو جان لیا، تو نے جان لیا۔ علم  
سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر ضرب ۱۵ ۱۶

عَلِمْتُ : میں نے جانا، علم سے ماضی کا  
صیغہ واحد مکمل۔ ۲۳ ۲۴

عَلِمْتُ : تو سکھایا گیا، تجھے تعلیم دی گئی  
تعلیم سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر

(ملاحظہ ہو عَلَّمَ ۱۵)

عَلَّمْتُکَ : میں نے تجھے تعلیم دی کَلَّمْتُ  
تعلیم سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم اول ک ضمیر  
واحد مذکر حاضر ہے

عَلَّمْتُمْ : تم نے جاننا تمہاں چکے ، علم سے  
ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۱۳

عَلَّمْتُمْ : تم نے سکھایا تم نے تعلیم دی  
تعلیم سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر

ملاحظہ ہو عَلَّمَ ۱۵  
عَلَّمْتُمْ : تم سکھائے گئے ، تم کو تعلیم دی  
گئی تعلیم سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر

حاضر ہے ۱۶  
عَلَّمُواکُمْ : تم نے ان (مردوں) کو جاننا

عَلَّمْتُمْ : ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر اور  
اشباع کا اور هُنَّ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۲۸  
عَلَّمْتُمْ : تو نے ہیں سکھایا تو نے ہم کو

تعلیم دی عَلَّمْتُ : ماضی کا صیغہ  
واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم ہے

عَلَّمْنِیْ : تو نے مجھ کو سکھایا تو نے مجھ کو  
تعلیم دی عَلَّمْتُ : ماضی کا صیغہ

واحد مذکر حاضر نا ضمیر واحد متکلم

عَلَّمْتُ : تو اس کو جان چکا ، تجھے معلوم  
ہے عَلَّمْتُ : ماضی کا صیغہ واحد

مذکر حاضر کا ضمیر واحد مذکر غائب ، پت  
عَلَّمْتُ : اس نے تجھ کو سکھایا اس نے

تجھے تعلیم دی ، عَلَّمْتُ : ماضی کا صیغہ ماضی  
اور ک ضمیر واحد مذکر حاضر ہے ۱۱

عَلَّمْتُمْ : اس نے تم کو سکھایا اس نے تم  
کو تعلیم دی ، عَلَّمْتُ : ماضی کا صیغہ ماضی  
اور ک ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۱۲

عَلَّمْنَا : ہم نے جانا ہم کو معلوم ہے

عَلَّمْنَا : ہم سکھائے گئے ہیں تعلیم دی  
گئی ، عَلَّمْنَا : ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم

عَلَّمْنَا : ہم نے اس کو سکھایا ہم نے  
اس کو تعلیم دی ، عَلَّمْنَا : ماضی کا  
صیغہ جمع متکلم کا ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۱۳

عَلَّمْنَا : ہم نے اس کو سکھایا ہم نے  
اس کو تعلیم دی ، عَلَّمْنَا : ماضی کا  
صیغہ جمع متکلم کا ضمیر واحد مذکر غائب ہے ۱۴

۱۵ ۱۴ ۲۳  
۲۱ ۹ ۳

عَلَّمَنِي : اس نے مجھے سکھلایا، اس نے  
مجھے تعلیم دی عَلَّمَ تَعْلِيمٌ سے صیغہ ماضی  
وقایہ ہی ضمیر واحد متکلم ۱۲

عَلِّمُونَا : انہوں نے جان لیا، علم سے ماضی  
کا صیغہ جمع مذکر غائب ۱۱ ۲۰

عَلَّمَ : اس نے اس کو جان لیا عَلَّمَ  
علم سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اور  
کا ضمیر واحد مذکر غائب ایہ شراغیہ عَلَّمَهُ

الَّذِينَ تَسْتَطُونَ مِنْهُمْ (تو جان لیتے  
اس کو جو تمہیں حق کرنے والے میں ان میں سے)

میں عَلَّمَ کے ماضی واحد کے بجائے جمع کے کیے  
جائیں گے کیوں کہ عربی میں قاعدہ ہے کہ فاعل

جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لگاتے ہیں چنانچہ  
یہاں بھی الَّذِينَ جو فاعل ہے جمع ہے اس

پر صیغہ فعل واحد آیا۔ ۱۳

عَلَّمَهُ : اس نے اس کو سکھلایا، عَلَّمَ  
تَعْلِيمٌ سے صیغہ ماضی کا ضمیر واحد مذکر غائب

۱۶ ۳ ۲۴  
۱۱ ۵

عَلِّمَ : اس کا جاننا، اس کا علم،  
مضات، ضمیر واحد مذکر غائب مضات

الیہ ۳ ۲ ۱۱ ۲۲ ۲۵  
۳ ۳ ۱۱ ۱۱ ۱

عَلَّمَهُ : اس کا علم، اس کا جاننا عَلَّمَ  
مضات، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضات

الیہ ۲ ۱۱ ۲۲ ۲۵  
۳ ۳ ۱۱ ۱۱ ۱

عَلَّمَهُ : ان کا جاننا، ان کا علم عَلَّمَ  
مضات، ضمیر جمع مذکر غائب مضات الیہ

۲۰

عَلِّمِي : میرا علم میرا جاننا عَلِّمِ  
مضات ہی ضمیر واحد متکلم مضات الیہ۔ ۱۹

عَلُّوا : وہ غائب اے عَلُّوا سے ماضی کا  
صیغہ جمع مذکر غائب۔ ۱۵

عَلُّوا : بلند ہونا، کھڑکی کرنا، کسی کام پر قوی  
ہونا، کسی چیز پر زبرد ہونا، کسی شخص پر غلبہ کرنا، یہ

عَلَّ تَعَلُّوا کا مصدر ہے اور اس کا فعل باب  
نَصَرَ سے آتا ہے۔ امام ابو جعفر یہی تاج المعانی

میں مذکورہ بالا معانی نقل کرنے کے بعد  
فرماتے ہیں،

والد کی بدلت علی اس مادہ کی ترکیب آلات  
السمی الزحف فاعل کرتی ہے بحضرت بلندی

مع کثرتہ۔ اور رفعت پر۔  
اور امام راغب الصفہانی، مسغرات القرآن

میں منہ دیتے ہیں :-

عُلُوٌّ سَفْلًا کہ منہ ہے اور عُلُوٌّ نِی اور  
سَفْلًا ان ہی دونوں کی طرف منسوب ہیں  
عُلُوٌّ کے معنی بلند ہونے کے ہیں اگر دال آن کی  
ہے، عَلَا بَعْلُو عَلُوًّا وہو عَلَا نیر علی  
بَعْلٰی عَلَا فہو عِلٰی بھی متصل ہے مگر  
عَلَا بالفتح کا استعمال ممکنہ اور اجہام کے  
بابے میں زیادہ ہے ارشاد ہے عَلَالِہَا سُو  
رَتَابٌ مُّسَدِّسٍ (اور کی پوشاک کے  
کپڑے میں باریک کشیم کے اور بعض نے  
کہا ہے کہ عَلَا کا استعمال قبل مدح اور  
قابل مذمت دونوں کے لیے ہوتا ہے مگر  
عَلٰی صرف قابل مدح ہی کے لیے بولا  
جاتا ہے

اٰیۃ شریفۃ شَبَّحْنَاہُ وَنَعَالٰی عَمَّا تُفَعِّلُوْنَ  
عُلُوًّا کَبِیْرًا (وہ پاک ہے اور بڑا بڑا کچی  
باتوں سے بہت زیادہ) میں عُلُوًّا نَعَالٰی  
کا مصدر نہیں ہے جس طرح سے کہ اَسْتَعْمَلُ  
مِنْ رُحْمٍ نَّمَا مِنْ مَّبَانَا اَسْتَعْمَلُ  
کا اور تَبَتَّلْ تَبَّتْ تَبَّتْ تَبَّتْ تَبَّتْ  
تَبَّتْ کا مصدر نہیں ہے

۱۵ ۱۹ ۲۰  
۱۱ ۱۶ ۱۲

عَلٰی : پر اور پر امام جمال الدین سیوطی  
الاقوال فی علوم اہل کتاب میں فرماتے ہیں :-  
"علی حرف سے ہے جس کے متعدد معانی  
ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مشہور  
"استعلا" (یعنی اظہار بلندی اور ترس) کے  
معنی ہیں خواہ استعلا حسی یا معنوی جیسے  
وَعَدْنٰہَا وَعَلٰی الْعُلْدِ نَحْمَلُوْنَ  
اور ان پر کشتیوں پر نہیں سوار کرایا جاتا  
ہے کُلِّ مَنْ عَلَمَتْ فَاٰی (جو کلمہ ہے  
زین میں فنا ہونے والا ہے) فَصَلَّ غَضَمُ  
عَلٰی بَعْلٰی (فضیلت دی ہم نے ان  
میں بعض کو بعض پر) وَلَمْ تُدْعَ عَلٰی ذَنْبِ  
اور ان کو مجھ پر بہت یک گناہ کا دعویٰ

۱۲ مع کی طرح معاجبت (یعنی میت)  
کے لیے جیسے وَ اٰی الْمَاعِ عَلٰی حُبِّ  
امی مع حب یعنی اس کی عبت کے ساتھ مل  
بھی دے وَ اِنْ تَرَکْتَ لَذُوْ مَعْفِرٍ  
یَلْتَمِسْ خَلٰی خَلِیْمٍ سُوْرۃ بَرّ رب مع

مع پہل دو شاہیں استند تسمی کی ہیں اور دوسری  
دوا استند معنی کی

بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود ان کے علم کے،  
 اِیٰی مَعْلَمِهِمْ (۳) میں کی طرح سے ابتداء  
 کے لیے جیسے اِذَا اَنۡسَاوْا عَلٰی النَّاسِ  
 (جب ناپس کر لیں لوگوں سے) بمعنی مَنْ  
 اَنۡسَاوْا اِیٰی طَرَحَ یَغۡرُوۡ وَ جِہۡنَمَ  
 خَیۡفُظُوۡنَ رَاۡ عَلٰی اَزۡوَاجِہِمۡ (اپنی  
 شہوت کی نگہوں کو تھمتھاتے ہیں گمراہی بیروں  
 سے) میں بھی عَلٰی بمعنی مَنْ ہے اور  
 اس کی دلیل یہ حدیث ہے (احفظ  
 عورتکَ لَا مِنْ نَرُوۡ حِسۡتِکَ تُوۡ اَبۡی شَرِّکَ  
 کی منافقت گمراہی بیوی سے (۱۲) اہم کی  
 طرح سے تفسیل لیں بیان سبب و علت  
 کے لیے جیسے وَلَیۡکُنۡفَا اللّٰہُ عَلٰی مَا  
 عٰدَا کُھُ اَکُھُ اَکُھُ تَمۡ بُرۡنِیٰ کُرۡ اَشۡکِ کَس  
 بات پر کہ تم کو ہدایت کی یعنی تیرے کہ اللہ نے  
 تم کو ہدایت فرمائی اس لیے تم اس کی بُرا یا  
 بدیہ کر دو۔ ردائی کی طرح سے ظر میت  
 کے لیے جیسے : دَحۡلُ اللّٰہِ عَلٰی  
 سَبۡیۡ حَقۡدَہِ مِنْ عَظَمَتِ (اور آیا شہر  
 اندر بہ رفت سبب شہر ہوئے تھے وہاں کے  
 کہ یہاں سے جہنم کی طرف)

ہو یعنی جس وقت میں کروہ بنے خیر تھے اور  
 وَ اَتَّبَعُوۡا مَا تَتَّبَعُوۡا السَّطِیۡنَ عَلٰی مُلۡکِ  
 سُلَیۡمٰنَ (اور پیچھے ہو لیے اس علم کے جو  
 پڑھتے تھے شیطان سلیمان کی بادشاہت  
 کے وقت میں) یہاں عَلٰی ملک سُلَیۡمٰن  
 بمعنی فِی مَمۡلَکَہِ (۱۱) اب کے معنی  
 میں جیسے حَیۡثُ عَلٰی اَنَّ لَا اَخُوۡلَ عَلٰی  
 اللّٰہِ لَا اَلۡحَیۡفَ (تو اُم اس پر کہ  
 کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے یہاں  
 علی اں، یاں کے معنی میں ہے چنانچہ  
 حضرت اَبۡی بَکَرِ کَمَب (رضی اللہ عنہ) کی  
 یہی قراءت ہے۔  
 فَاَمَدَ : وَ تَوَکَّلْ عَلٰی اَخِیۡ لَدِیۡ رَیۡبُوتِ  
 (اور میرے سر کر اس زمانہ پر کہ جس کو موت  
 نہیں آئی اور اسی تم کی آیات میں علی بمعنی  
 اخافت و سدا ہے) اِیٰی اخفت تو  
 تَوَکَّلْ اَسۡدَہِ لَیۡۃِ یعنی اپنے توکل کو اس کی  
 طرف لگا دو اِیٰی سے متعلق کر چنانچہ بعض نے  
 یہی بیان کیا ہے لیکن میرے نزدیک اس  
 میں عَلٰی باد استعانت کے معنی میں ہے  
 تَوَکَّلْ عَلٰی نَفۡسِہِ لَیۡۃِ حَمَدَ (اس نے)

لکھی ہے اپنے ذمہ ہر مانی جیسی آیات میں  
علی ذات الہی پر رحمت کے سیلاب و  
استحقاق کے لیے نہیں بلکہ محض اس کے  
فضل کی تاکید کے واسطے ہے، اور اسی  
طرح تَعْلَانَا عَلَيْنَا جِسَارُہُ سُوْد (بیک  
ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا، کی طرح آیا  
میں علی محض تاکید مبادرات کے لیے  
ہے۔

تنبیہ: علی جیسا کہ بخشش نے بیان کیا  
ہم اس بھی واقع ہوتا ہے جبکہ اس کا مجرور اور  
اس کے متعلق کا فاعل دونوں ضمیر میں ہوں  
جیسے کہ اَمْسِلْتُ عَلَیْكَ تَرَوْجَلْ  
(رہنے دے اپنے پاس اپنی بیوی کو)  
اور علامہ لغوی سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس  
شرح قانوس میں رقمطراز ہیں:

(علی ایک حرف ہے جو حرف افتاء  
یعنی حرور جاہ میں سے ہے، ان حرف  
کو حرف افتاء اس لیے کہا جاتا ہے  
کہ یہ فعل یا شبہ فعل کو اس اسم سے لگاتے

ہیں کہ جو اس سے متصل ہو اور جاہ بردی کہتے  
ہیں کہ چونکہ یہ معانی داخل کی اضافت  
اسما کی طرف کرتے ہیں، اس لیے حرور  
اضافت سے موسوم ہیں پھر بعض حرور  
تو فقط حرف ہی رہتے ہیں اور بعض کبھی  
حرف ہوتے ہیں اور کبھی اسم اور بعض کبھی حرف  
ہوتے ہیں اور کبھی فعل (اور سیبویہ کا بیان  
ہے کہ علی اسم ہے جو استعلا کے لیے آتا

ہے، اور حرف میں بھی اس پر آتا ہے اور  
اس صورت میں نیک معنی فوق ہوتا ہے جیسے  
اَبَشْرَ لَیْفَ (وَعَلَّیْہَا عَلَی الْفُلْکِ تُخْلَوْنَ  
اور صحاح میں ہے کہ علی حرف جاہ ہے اور  
کبھی اسم بھی واقع ہوتا ہے اور اس پر  
حرف میں آتا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے

غدت من علیہ تنفض الطل بعدما  
مرأب صاحب السمل اسوی نہ زفعا  
کہ یہاں من علیہ بمعنی من فوقہ ہے کیونکہ  
حرف جر پر حرکت جر نہیں آیا کرتا، اور مرد نے  
لکہ لفظ علی اسم، ان میں حرکت نہیں کئے یہ

لہذا تعالیٰ فی علوم القرآن - ج ۱ ص ۱۲۳۔ جامع علمائے  
بہ منیر ہے۔ اس کے متعلق یعنی اَمْسِلْتُ کا فاعل انت ہی غیر متحرک ہے۔  
مع میں اقرب میں یعنی قانوس  
کا ترجمہ ہے۔





تَنَانٌ عَلِيًّا كَبِيرًا يَكُ اشْبَهَ سَب  
سے اور بڑا اتنا اس سے معنی ہوں گئے اس  
ذات کے جو اس سے کہیں بڑا ہے کہ وصف  
بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا  
علم بھی اس کا احاطہ نہ کر سکے  
اور تاج العروس میں ہے کہ :-

” اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے عَلِيٌّ  
اور مُتَعَالٰی بھی ہیں، سو عَلِيٌّ کے معنی میں  
” اس ذات کے کہ جس کے اوپر کوئی نہیں  
جو ساری مخلوق پر غالب ہے اور جس نے  
سب کو اپنی قدرت سے مغلوب کر رکھا ہے“

$\frac{۳}{۴} \frac{۱۵}{۱۶} \frac{۲۱}{۲۲} \frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶}$

عَلِيًّا ۵  $\frac{۱۶}{۲۷}$

عَلِيًّا سب سے اوپر اعلیٰ کی تائید  
عُلُوٌّ سے افضل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث  
عَلٰی جمع ۱۱

عَلَيْكَ : تجھ پر تیرے اور عَلٰی حرف جار

لَکَ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ لَکَ مَاضٍ مَجْرُورٌ ۲  $\frac{۳}{۴}$

$\frac{۲}{۳} \frac{۵}{۶} \frac{۱۲}{۱۳} \frac{۱۵}{۱۶} \frac{۲۱}{۲۲}$

$\frac{۱۳}{۱۴} \frac{۱۵}{۱۶} \frac{۲۱}{۲۲} \frac{۲۳}{۲۴}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

$\frac{۲۳}{۲۴} \frac{۲۵}{۲۶} \frac{۲۷}{۲۸} \frac{۲۹}{۳۰}$

۲۸	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳
۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹
۲۹	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴
۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰

عَلَيْكَ : تہ پر تیرے اور علی حرف جر  
لے ضمیر واحد مؤنث حاضر مجرور، ۱۶  
عَلَيْكُمْ : تم پر تمہارے اور علی حرف  
جاء۔ کذا ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور

۲	۱	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱	۱۵	۱۴
۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱	۱۶
۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱۷
۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۱۸
۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۱۹
۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۲۰
۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۲۱
۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۲۲
۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۲۳
۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۲۴
۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۲۵
۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۲۶
۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۲۷
۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۲۸
۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۲۹
۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۳۰

عَلَيْكُمْ : تم دونوں پر تم دونوں کے اور  
علی حرف جاء کذا ضمیر تشبیہ مذکر جمع  
مجرور ۲۴

عَلَيْكُمْ : بڑا دان، خوب جاننے والا علم ہے

بِذَنْ فَعَيْنٌ مَبَالِغًا صِغَةً عَلَمًا وَ جَمْع  
امام راغب فرماتے ہیں :-

یہ آیت شریفہ وَ تَوْفِیْ عَلٰی ذٰلِکَ عَلَمٌ عَلَیْہِمْ دَور  
ہر جاننے والے کے اور ہے ایک جاننے والا  
میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علی سے اشارہ  
ایسے انسان کی طرف ہو کہ جو دوسرے کی  
نسبت علم میں بڑھا ہوا ہو اور لفظ عَلَیْہِمْ  
جو مبالغہ کے لیے آتا ہے اُسے خاص طور  
پر اس امر پر متنبہ کرنے کے لیے لایا گیا ہو  
کہ یہ اپنے اگلی کی بنسبت زیادہ عالم ہے  
گو اور پر والے کی نسبت سے ایسا نہیں۔  
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَیْہِمْ اگرچہ  
لایا گیا ہے مگر اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہو  
کیوں کہ حقیقت میں صفت علیم سے موصوف  
وہی ذات بزرگ و برتر ہے اس صورت  
میں تَوْفِیْ عَلٰی ذٰلِکَ عَلَمٌ عَلَیْہِمْ میں ذٰلِکَ  
علم سے مراد اقل سے کمتر تک پوری کی  
پوری اہل علم کی ممانعت ہوگی انہی سے  
میں علم میں اللہ تعالیٰ ان سب زیادہ  
علم ہے اور پہلی صورت میں ہر ایک ذی  
علم کے اور پر اس سے زیادہ علم رکھنے والا



اور علامہ ابوالحیاء اندلسی، البحر المحیط میں رقمطراز ہیں :-

عَلَيْتُونَ جمع ہے اور اس کا واحد عَلِيٌّ ہے جو عَلُوئے سے مشتق ہے اور مبالغہ سے لیے ہے یہ یونس اور ابن حنیّ کا بیان ہے ذرا بفتح کے کہا ہے کہ قاعدہ کے لحاظ سے اس کو عَلِيٌّ کہنا چاہیے تھا جس طرح کہ بالخانہ کو بھی عَلِيٌّ کہتے ہیں مگر چونکہ اس کی تاء حذف کر دی گئی ہے اس لیے اس کے عوض میں اس کی جمع دواوون کے ساتھ لائی گئی ہے۔ واللہ بعض کہتے ہیں چونکہ یہ ملائکہ کی صفت ہے اس بنا پر دواوون کے ساتھ جمع آئی ہے اور فرما کا بیان یہ ہے کہ یہ اسم ہے جو جمع کے وزن پر وضع کر لیا گیا ہے مگر اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا جیسے کہ عشرين اور ثلاثين میں اور عرب کلاستور ہے کہ جب وہ کوئی ایسی جمع بنائیں کہ جس کے واحد اور تشبیہ کا کوئی صیغہ نہ ہو تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں میں دواوون کے

ساتھ میں بولا کرتے ہیں۔ اور زجاج نے کہا ہے کہ اس اسم کا اعراب جمع کے اعراب کی طرح ہے ہے جیسے هَذِهِ فِقْتَرُونَ اور تَأْتِي فِقْتَرِينَ ہے۔

اور عَلِيٌّ سے مراد یا تو فرشتے میں یا بلند مقامات یا پھر یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے کہ جس میں وہ تمام چیزیں مطلق ہیں کہ جو فرشتے اور تمام صلوات جن دانش انہما دیا کرتے ہیں یا اس کے معنی ہیں دگنی چوگنی مبنی پر مبنی یہ تین اقوال ہیں جو زنجہری نے بیان کیے ہیں ۱۔

عَلِيٌّ: اس پر اس کے اوپر علی حرف جرہ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور۔

۱	۲	۳	۴
۵	۱۰	۱۶	۲۱
۱۰	۱۶	۲۱	۲۶
۱۶	۲۱	۲۶	۳۱
۲۱	۲۶	۳۱	۳۶
۳۱	۳۶	۴۱	۴۶
۴۱	۴۶	۵۱	۵۶
۵۱	۵۶	۶۱	۶۶
۶۱	۶۶	۷۱	۷۶
۷۱	۷۶	۸۱	۸۶
۸۱	۸۶	۹۱	۹۶
۹۱	۹۶	۱۰۱	۱۰۶

۱۔ کہ یہ اسم صدف میں اور جمع کے وزن پر میں گزرتا ہے میں کیونکہ عشرين اگر جمع ہو تو کم از کم تین عشرين تیس کے لیے بولا جاتا، حالانکہ اس کے معنی میں کے ہیں۔ اسی طرح ثلاثین اگر ثلاث کی جمع ہو تو اس کے معنی کم از کم نو کے ہوتے حالانکہ اس کے معنی تیس کے ہیں ۱۔ البحر المحیط ج ۸ ص ۴۲۲ جمع مصر۔



عَلَيْنِ تَيْنِ: علیٰ علیہ، اوپر سے اوپر ہی اور پر سے پر  
اس کا اعراب وادونوں کے ساتھ آتا ہے اور  
بکالت نصب وجر یا دونوں کے ساتھ تفصیل  
کے لیے لا محظہ وعلیٰ تون ۱۔ ۲۔

## فصل المیم

عَمَّ: کس چیز سے زجاج کا بیان ہے کہ یہ  
اصل میں عَنْ مَا تَعَا، نون کا میم میں ادغام کر دیا  
گیا ہے کیوں کہ نون اویم دونوں غنے میں سرک  
ہیں اور مَا کا لفت اس معرض سے حذف کیا  
گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور ما خبر میں  
تمیز باقی رہے، جس طرح سے کہ فیم اور یم  
وغیرہ میں ہوا ہے۔ ۱۔ ۲۔

عَمَّاء: جس چیز سے، اصل میں عَنْ مَا تَعَا  
حسب قاعدۃ سالین اس میں ادغام ہوا اور لفت  
کو اس لیے حذف نہیں کیا گیا کہ ما موصولہ ہے

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

عَمَّتْ: تیری چوہیں۔ عَمَّاب: عَمَّاب  
کی جمع، منصب اور تکمیل واحد ذکر حاضر مضارع  
المیم عَمَّاب کے معنی سمجھو بھی گئے ہیں۔ ۱۔ ۲۔  
عَمَّتْ: تیری چوہیں۔ عَمَّاب: عَمَّاب  
کے ضمیر جمع ذکر حاضر مضارع المیم ۱۔ ۲۔ ۱۸۔

عَمَّاد: ستون، علامہ احمد بن حنبل، المصباح  
میں لکھتے ہیں: عَمَّاد، وہ چیز جس کا سہارا لیا  
اس کی جمع عَمَّاد بقیۃ میں امام راسب نے  
بھی یہی معنی لکھے ہیں مگر قاسم میں حَمَّاد  
کے معنی بلند عمارتوں کے بنا کیے ہیں اور اس کو  
عَمَّادہ کی جمع بتایا ہے، الہ یہ بھی تصریح کی  
ہے کہ یہ نوٹ بھی متصل ہوتا ہے، ج، ل، ع، و، ہ  
میں ہے کہ

”ایہ شریعتی نام ذاب العَمَّاد میں بعض نے  
مَنَازِل العَمَّاد کے معنی دروازہ قاصت بیان کیے  
ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس مراد ستونوں  
والی بلند عمارت والے ہیں اور اس کی جمع عَمَّاد  
ہی قرآن نے کہا ہے کہ ذات العَمَّاد ان کو  
اس لیے کہا گیا کہ وہ خیموں والے تھے  
یہاں سبزہ زار ہوتا تھا میں منتقل ہو جاتا اور

پھر اپنی فرزند گاہوں پر دلا پس آجاتے تھے اور  
لیث کا بیان ہے کہ ان غیر شہین لوگوں کو جو  
ڈیروں اور غیموں کے علاوہ اور کچھ نہیں  
رہتے، اہل عمود اور اہل عماد بولتے

ہیں۔ ۳۳

عِمَادَةُ اِسَانًا، آباد کرنا، بسنا، آباد ہونا یہ عُمُر  
نغمہ کا مصدر ہے اور لازم و متعدی دونوں  
طرح سے تعلق ہے، امام راغب نے لکھا ہے کہ  
عِمَادَةُ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ ۳۴  
عَمَدٌ، ستون، عُمُودٌ اور عِمَادٌ کی جمع

۳۵ ۳۶ ۳۷

عُمُر، عمر، زندگی، ناموس میں ہے کہ عُمُرُ  
عُمُرٌ اور عُمُرٌ تینوں کے معنی زندگی کے ہیں امام  
راغب لکھتے ہیں:

عُمُرٌ اور عُمُرٌ زندگی سے جگہ آباد ہونے  
کا نام ہے، یہ معنی میں نداء سے فرد تو ہے  
چنانچہ جب طال عمر کہہ دیتے ہیں تو اس کے  
معنی رُوح سے بدن آباد ہونے کے ہوتے  
ہیں، لیکن حال بقاء اس معنی کا متقاضی  
نہیں کیونکہ بقاء فنا کی ضد ہے اور  
چونکہ لفظ بقاء کو لفظ عمر پر فضیلت ہے

بدیں و جنتی تعالیٰ کو بقا کے ساتھ تو مومن  
کیا کرتے ہیں مگر عمر کا استعمال اس کے وصف  
میں بہت کم ہوتا ہے۔

۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵



مضافاً ان ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ امام  
راغب نے تصریح کی ہے کہ

عُمْرٌ اور عُمْرٌ اگرچہ دونوں ایک ہی ہیں لیکن  
قسم عُمْر کے ساتھ مخصوص ہے، اس وقت  
عُمْر نہیں لڑتے جیسے لَعْمٌ لَعْمٌ  
لَعْنٌ سَلَمٌ یہ نہایت ہون (قسم تیری  
جان کی وہ اپنے نشے میں مدہوش  
ہیں)۔

قسم فتح میں کے ساتھ اس بے مخصوص ہوئی کہ فتح  
اخت الحركات ہے اور عرب کی زبان پر چونکہ  
لَعْنٌ جی اور لَعْمٌ کثرت سے پڑھا ہوا  
ہے اس لیے سخت اختیار کرنے کے لیے  
مرث فحہ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے  
کہ لَعْنٌ پاک میں اللہ تعالیٰ نے بجز انحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پیغمبر کی قسم نہیں  
کھائی ہے۔ ۱۲۔

عُمْرٌ لَعْنٌ: تیری عمر تیری زندگی عُمْر مضاف  
لے ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

عُمْرٌ و ہا: انہوں نے اس کو سایا، انہوں  
اس کو آباد کیا۔ عُمْرٌ و عِمَارَةٌ سے ماضی

کا صیغہ جمع مذکر غائب ہا ضمیر واحد مؤنث  
غائب (ملاحظہ ہو عِمَارَةٌ) ۱۳۔  
عُمْرٌ: اس کی عمر اس کی زندگی، عُمْر  
مضاف، ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ  
۱۴۔

عُمْرَةٌ: عمرہ زیارت بیت اللہ کے  
سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے  
جو حج کی طرح خاص وقت کے ساتھ مخصوص  
نہیں ہے، ہاں عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا  
بجالاتا بشرط استطاعت مسنت ہو کہ وہ ہے  
مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی موضح قرآن میں  
نہاتے ہیں:

و عمرے کا طریق یہ کہ احرام باندھے جن  
دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے اور مضاف  
اور مردہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا  
کر احرام اٹکے۔ ۱۵۔

عَمِلْتُ: تیرا چاہا عَمِلَ مضاف لے  
ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ عَمِلَ  
عربی میں چھپا کے میں۔ ۱۶۔

عَمَلٌ: عمل، محنت، کام۔ امام راغب  
اصنافی مضمرات القرآن میں بتا رہا ہے

”عمل ہر وہ فعل ہے جو کسی جاندار سے بالقصد صادر ہو۔ فعل سے انھیں ہے کیوں کہ فعل کی نسبت کبھی ان حیوانات کی طرف بھی ہوتی ہے کہ جس سے بلا ارادہ فعل سرزد ہوتا ہے نیز کبھی جمادات کی طرف بھی فعل کو منسوب کر دیا جاتا ہے مگر عمل کی نسبت ان چیزوں کی طرف بہت ہی کم ہے حیوانات کے لیے قرآن کا استعمال صرف البقرہ الحوامل (دودھ پل کر جن سے کام لیا جائے یعنی جوڑے چلانے والے گھڑی کرنے میں کام آتے ہیں) میں ہے۔ نیز عمل کا استعمال اچھے اور بُرے دونوں قسم کے اعمال میں ہوتا ہے“

عَمِلْتُ اِس نے عمل کیا، اِس نے کام کیا  
اِس نے کیا (سَمِعَ، عَمِلَ سے جس کے معنی عمل کر کے ہیں) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
عَمِلْتُ اِس نے کیا، اِس نے عمل کیا، اِس

نے کام کیا، اِس نے بنایا، عَمِلَ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو بُنِيتُ

عَمِلْتُ اِس نے عمل کیا، اِس نے کام کیا، اِس نے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔  
عَمِلْتُ اِس نے اِس کو بنایا، عَمِلْتُ عَمِلَ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ضمیر واحد مذکر غائب، ”عمل“ سے مراد یہاں کسی چیز کو عمل میں لانا یعنی اِس کا بنانا ہے (ملاحظہ

ہو بُنِيتُ،  
عَمِلْتُ اِس نے عمل کیا، اِس نے کام کیا، اِس نے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔  
عَمِلْتُ اِس نے اِس کو بنایا، عَمِلْتُ عَمِلَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

عَمِلْتُ اِس نے عمل کیا، اِس نے کام کیا، اِس نے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔



عُمَيَّاتًا، اندھے کو ردل، یہ بھی اُغنی کی جمع ہے۔ ۱۹

عُمَيَّاتٌ: وہ بھائی نہ دی، وہ شتبہ ہو گئی۔ وہ نظر دل اور جمل ہو گئی، عُمَی سے ماضی کا صیغہ واحد موش غائب، علامہ احمد فیومی نے مصباح میں عُمَی الخَبَر کے معنی خبر کے پوشیدہ ہو جانے کے لکھے ہیں۔ اور امام راعب فرماتے ہیں۔

عُمَی علیہ کے معنی ہیں کسی چیز کا ایسا شتبہ ہو جانا کہ آدمی اس کے لحاظ سے اندھا ہو جاوے اور وہ چیز اسے بالکل بھائی نہ دے، ارشاد ہے نَعِیْتُ قَلْبَهُ لَآئِبًا یَوْمَئِذٍ دیکھ بھائی نہ دیں گی ان کو باتیں اس روز ناز و آئینی رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِی فَعِیْتُ عَلَیْکُمْ رائد اس نے بھی مجھ پر رحمت اپنے پاس سے پھر وہ تمہاری نظروں سے اور جمل کر دی گئی؟

(ملاحظہ ہو بُسْتٌ، ۲۰)

عُمَیَّتٌ: وہ چھپا دی گئی، وہ نظروں اور جمل کر دی گئی تَعِیَّتٌ جس کے معنی اندھا کر دینے اور چھپا دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ

واحد موش غائب۔ ۱۲

عَمِیقٌ: دور البعید عُمُی سے بڑا زنی فَعِیْلٌ صفت شبکہ صیغہ عُمُی کے معنی اصل میں تو گہرا ہونے کے ہیں مگر دور و دراز ہونے کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی نے بولغت و عمریت کے امام ہیں تصریح کی ہے کہ عُمُی کا استعمال جب راستے کے لئے ہوتا دور و دراز ہونے کے معنی ہیں اور جب کنوئیں کے متعلق ہوتا اس کے معنی گہرا ہونے کے ہیں۔ ۱۱

عَمِیقٌ: اندھے کو ردل عَم کی جمع بات لفظ و جہر (ملاحظہ ہو عُمُی) ۱۵

## فصل النون

عَن: سے احرف جر ہے، امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن میں فرماتے ہیں:-

”عَن حرف جر ہے جو مستند معانی میں استعمال ہوتا ہے (۱) مجازات کے لیے جو اس کے مشہور تہمیں معنی ہیں جیسے فَلَنُخَذَّ بِأَلْذَنِیَن یُحَالِفُونَ عَن آخِرِهِ سَوَدَةً میں وہ

لہ تاج العروس

لوگ جو خلاف کہتے ہیں اس کے حکم کا یعنی جو  
لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے  
تجاہز کرتے اور درود پڑھتے ہیں (۲) بلے  
کے لیے جیسے لَا تَقْرَبُوا نَفْسَ عَنْ نَفْسٍ  
مَشِينًا (۱) کام نہ کرنا کسی گسی بد سے میں  
کچھ بھی (۳) تعلیل یعنی بیان سبب کے لیے  
جیسے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لِذُنْبِهِ  
اِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ (۱) اور نہ تباہی کا  
الراحم کا اپنے باپ کے واسطے مگر ایک  
وعدہ کی وجہ سے یہاں عَنْ مَوْعِدَةٍ یا بظہر اجل  
موعدہ سے اور وَمَا عَنْ يَمَانِي اِلٰهِنَا  
عَنْ قَوْلِكَ (۱) اور ہم نہیں جھوٹے دے اپنے  
موجود دل کو تیرے کہنے سے، اس میں عَنْ  
قَوْلِكَ بخلاف قَوْلِكَ ہے (۲) یعنی  
جیسے فَاَتَمَّا يَنْتَحِلُ عَنْ نَفْسٍ (۱) تو حقیقت  
میں خود اپنے سے نکل کر ہے کہ اس میں  
عَنْ نَفْسٍ یعنی علی نفس ہے (۲) یعنی  
میں جیسے يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ  
(۱) اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے یہاں  
عَنْ عِبَادِهِ یعنی عَنِ عِبَادِهِ ہے (۲) اور  
اس کی دلیل آیہ فَسُقِطَ مِنْ اَحَدِهِمَا

(سماں میں سے ایک سے قبول کر لی گئی) ہے  
(۲) یعنی بعد جیسے فَاَتَمَّا يَنْتَحِلُ عَنْ نَفْسٍ  
مَوْاعِدَةٍ (۱) وہ الفاظ کو اپنی جگہوں سے  
پھیرتے ہیں (۲) اس کے معنی بعد ہونے کی  
دلیل یہ ہے کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے  
مِنْ بَعْدِ مَوْاعِدِهِ (۱) اور جسے لَتَنْتَحِلَنَّ  
طَقَاتُ طَبَقٍ (۱) تمہیں ضرور چڑھنا ہے  
ایک منزل کے بعد دوسری منزل میں (۲) یہاں  
مراد ایک حالت کے بعد دوسری حالت ہے  
تنبیہ کی وجہ اس پر مِنْ اَجَابَاتِهِ (۱) تو اس  
وقت یہ آم ہوتا ہے، ابی شام نے اس  
کی مثال میں آیت ذیل کو پیش کیا ہے ثُمَّ  
لَا تَنْتَحِلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ  
وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ  
پھر ان پر میں اَوَّلُكَانِ کہا گئے سے اور یہی  
سے اور دائیں سے اور بائیں سے یہاں شام  
نے کہا ہے کہ اس کو مجرد من پر مفسر مانا  
جائیگا۔ اور من اور اس کے مجرد پر نہیں  
اور رضی استرآبادی نے شرح کا فیہ میں لکھا ہے

۱۔ ملاحظہ ہوا لاتقان فی علوم القرآن ج ۱  
ص ۱۶۴ طبع مصر ۱۳۶۰ھ



مکمل ہوتا ہے اور بنا ہے عین کلمہ ہے اور جب تک  
ہو جائے تو قرینہ ہونے میں ہے عیناً

عَنْبًا : گناہ، بدکاری، زنا، بیکفایت، علامہ

ابن الاثیر نے اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں :-

شَقَتْ اَسَادَہٗ بِلَاکَتِہٖ گناہ، غلطی، خطا، زنا

صاحب تلج العروس نے اس پر جو رد ازیت

کا ادا صاف کیا ہے، یہ عینت یَعْنَتْ

کا مصدر ہے جو باب یعمر سے آتا ہے۔ امام ابو

جعفر جعفری تاج المصادر میں لکھتے ہیں :-

”عَنْتَ کے معنی میں گناہ، گناہ، کسی ایسے کام

میں پڑنا کہ جس سے نکل نہ سکے کسی چیز سے ہڈی

ٹوٹ جانا، ارشاد باری اَلْحَنَّتْ مِنْکُمْ

میں عنت سے راہزنا اور بدکاری ہے اور

یہ مادہ شقّت کے معنی پر دلالت کرتا ہے“

اور علامہ ابوالسعود عمادی اپنی مشہور تفسیر ارشاد

العقل سلیم الی مزایا الکتاب الکبیر میں ارقام

نسبتاتے ہیں :-

”عنت اصل میں کہتے ہیں ہڈی کے جڑے

پیچھے ٹوٹ جانے کو۔ مگر بعد کو ہر اس شقّت اور

ضرر کے لیے کہ جو حالت سنورے پیچھے انسان

کو لاحق ہو اس کا استعارہ کر لیا گیا ہے“

۴	۵	۶
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۶	۷	۸
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۸	۹	۱۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۱۰	۱۱	۱۲
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۱۲	۱۳	۱۴
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۱۴	۱۵	۱۶
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۱۶	۱۷	۱۸
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۱۸	۱۹	۲۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۲۰	۲۱	۲۲
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۲۲	۲۳	۲۴
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۲۴	۲۵	۲۶
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۲۶	۲۷	۲۸
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

۲۸	۲۹	۳۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰

عَنْتًا : ہم سے، عَنْ حرف جر، ناسم منزع، متکلم

مجدور ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰

۲۵ ۱۴

عَنْتَ : انگوڑا، امام راعنب اصغہانی لکھتے

ہیں، ”عَنْتَ“ انگوڑا کو بھی کہتے ہیں اور اس کے

درخت کو بھی اس کا واحد عَنْتٌ ہے اور جمع اَعْنَابٌ

اور علامہ فیومی نے صعباح میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب

اور علامہ البرجیان ایک سی البحر المحیط میں اس لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

عَنْت سے مراد زنا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) مجاہد ابن جبر و ضحاک عطیہ حنفی اور عبدالرحمن بن زید نے یہی بیان کیا ہے، عَنْت کے معنی اصل میں شقت کے ہیں اور زنا کا نام بھی عَنْت اسی شقت کی بنا پر پڑا ہے کہ جو دنیا و آخرت میں زانی کو اس فعل کے نتیجہ میں اُٹھانی پڑتی ہے مبروکا بیان ہے کہ اصل میں عَنْت یہ ہے کہ عشق اور شہوت آدمی کو زنا پر مجبور کرے اور پھر آخرت میں اس کی سزا پائے اور دنیا اس پر بددعا کی جائے اور ابو عبیدہ اور زجاج نے عَنْت کے معنی ہلاکت کے کئے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس کا ترجمہ حد کیا ہے اور کچھ نے ایسے گناہ کا کہ جو غلبہ شہوت کی بنا پر صادر ہو ۱۱

اور امام ابو بکر عزیزی سبحانی نے زیرہ القلو میں بسند متصل مبروک سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک عَنْت کے معنی

لہذا البحر المحیط - ج ۲ - ص ۲۲۲ طبع مصر ۱۳۲۸ھ

حالت سے زیادہ تکلیف اٹھانے کے ہیں اور امام ابن جریر طبری اس کی تفسیر میں اختلاف اقوال نقل کرتے کے بعد منسلک تھے ہیں :-

”صحیح قول اس بارے میں یہ ہے کہ ارشاد الہی ذَلِكْ لِمَنْ حَسِبَ الْعَنْتَ مِنْكُمْ میں عَنْت سے مراد دینی اور دنیوی ضرر ہے کیونکہ عَنْت کہتے ہیں اس چیز کو جو انسان کو ضرر پہنچائے، چنانچہ عَنْت فلان فهو يَفْتَنُ عَنْتًا کا استعمال ایسا کام کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ جو دین یا دنیا میں ضرر رساں ہو اور اسی معنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے وَذُوْنَا عَنِتُّوْا وہ خوش میں تھیں جس قدر تکلیف پہنچے اور حضرت رسائی کے لیے عَنِتُّوْا فَلَاَنْ ظَلُوْا يُعْسِنُوْنَ بولاجانا ہے، اور بعض نے عَنْت کے معنی ہلاکت بھی کیے ہیں، بہر حال جو لوگ اس کی تاویل میں زنا کے معنی لیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ زنا ایک دینی ضرر ہے جو عَنْت میں داخل ہے اور جو لوگ اس کی توجہ میں گناہ کا ترجمہ کرتے ہیں وہ یہ بیان کرتے ہیں



لگنہ سب کے سب چونکہ دین کے لیے  
ضرر ہیں اس لیے عنت ہیں اور جو اس  
کی تشریح میں حقوت کے معنی بیان کرتے  
ہیں یعنی وہ حد شرعی کہ جو بدن کو ضرر پہنچاتی  
ہے وہ یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ حد محدود کے  
بدن کے لیے ضرر دہ سال ہے اس لیے وہ  
عتت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو لَعْنٌ حِثِّی الْعَنْتَ  
وَمَنْکُمْ فرمایا ہے اس میں عنت جمع  
معانی کو عام ہے اور یہ سب معانی نامیں موجب  
ہیں کیوں کہ زانی کو دنیا میں اس کی وجہ سے  
ایسی شدید سزا ملتی ہے جو اس کے بدن کے  
لیے سخت ضرر رسک اور پھر دین و دنیا میں  
اس کا گناہ اور حضرت علیہ السلام نیز تمام مفسرین  
کا کہ جو تفسیر کے اہل ہیں اس امر پر اتفاق ہے  
کہ یہاں عنت کے معنی زنا ہی کے ہیں  
اس لیے کہ زنا کو ذاتی طور پر لذت  
اور نقصان شہوت ہے لیکن چونکہ وہ  
عتت کا سبب ہے لہذا اس کے  
از شتاب کو عنت کی طرف منسوب اور اس

سے موصوت قرار دیا گیا ہے۔  
عَنْتٌ جھک گئے، ذلیل ہو گئے، رگڑ دینے  
(نَصًّا) عُنُو سے جس کے معنی عاجزی اور فرستنی  
کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ معد توت غائب  
اس کا ترجمہ صیغہ جمع اس لیے کیا کہ اس کا ماضی  
حوا ہے۔ (ملاحظہ ہو بُشْتِ ۱۱۰)  
عَنْتٌ ہم کو حضرت پہنچی، تم کو ایذا پہنچی  
عَنْت سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

عَنْتٌ نزدیکی، قریب پاس، امام  
راغب نے فرماتے ہیں:-

عَنْتٌ وہ لفظ ہے جو قریب کے لیے وضع  
کیا گیا ہے اس کا استعمال کسی کو مکان یعنی جگہ  
کے لیے ہوتا ہے اور کسی اعتقاد کے بارے  
میں اور کسی قرب و منزلت کے سلسلے میں  
چنانچہ آیات ذیل میں یہی قرب و منزلت  
کے معنی مراد ہیں اَلْاٰخِیَۃُ عِنْدَ رَبِّہِمْ  
(بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس)  
اِنَّ الْاٰلِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْکُرُوْنَ  
وہ شکر جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ

تکبر نہیں کرتے) قَالَ ذٰلِکَ مِنْ عِنْدِ رَبِّکَ  
 یُسْتَعِزُّونَ کُلٌّ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ  
 جو لوگ تیرے رب کے پاس میں پاکی بولتے  
 رہتے ہیں اس کی رات اور دن اس میں  
 اِنِّیْ لَیْ عِنْدَکَ مَبْتَئٰی فِی الْبَحْثِ  
 رب بنامیرے واسطے اپنے پاس ایک گھر  
 بہشت میں اور اسی معنی میں بولا جاتا ہے  
 اَللّٰهُ مَلٰئِکَتُہُمۡ یَقْرَءُوْنَ عِنْدَہٗ  
 فرشتے جو اللہ کے یہاں قرب و منزلت  
 رکھتے ہیں۔ اور کیا کریمہ قَالُوْا لَکَ یَعْنٰی اللّٰہُ  
 هٰذَا السَّکِیۡنُ یُوْنِ (تو وہ لوگ اللہ کے  
 یہاں وہی میں چھوٹے) اور تَحْسِبُوْکُمْ عَلٰی  
 وَہُوَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمٌ (اودم سمجھتے  
 ہو اس کو ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہاں بہت  
 بڑی ہے) نِیْرَانٌ کَانَ هٰذَا اٰھُوَ النَّحۡیۡنِ  
 عِنْدَکَ (اگر یہی دین حق ہے تیری طرف  
 سے) اِنِّیْ لَیْطُوْلُ مَقَامَاتِہٖ عِنْدَ مَجۡعِیْ  
 الہی ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی الانقان فی  
 علوم القرآن میں رقمطراز ہیں :-

عِنْدَکَ خوف مکان ہے جو حضور و قرب کے

مقابل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں حی ہوں  
 جیسے : رَاہُ مُسْتَقَرًّا اٰیۡتُہٗ (پھر  
 جب دیکھا اس کو: ہر جہاں اپنے پاس)  
 یَذَرُہُ الْمُنۡتَہٰی عِنْدَہٗ جَنَّۃُ النَّاۡوِیِ  
 و مدورۃ المنتہی کے پاس اس کے پاس بہشت  
 ہے آرام سے رہنے کی خواہ دونوں معنوی  
 جیسے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلۡمٌ مِّمَّا  
 اُنۡکَبَاطُ الْوُجُوہِ مَنْحَسِبِیۡنَ (پاس تھا ایک  
 علم کتاب کا) وَ تَلٰہُ عِندَہٗ  
 لَیۡسَ الْمُنۡصَافِیۡنَ (اور وہ سب ہمارے  
 نزدیک میں چٹ ہوئے) فِی مَفۡقِدِیۡہِ  
 عِنْدَہٗ مَلٰئِکَتُہُمۡ یَقْرَءُوْنَ عِنْدَہٗ  
 میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ  
 ہے) اَحْیَاۡہُ عِنْدَہٗ (یہ وہ زندہ ہیں اپنے  
 رب کے پاس) اِنِّیْ لَیْ عِنْدَکَ مَبْتَئٰی  
 الْبَحْثِ (بندے میرے لیے اپنے پاس ایک  
 گھر بہشت میں کہ ان سب آیات میں شرف  
 قرب و رفعت منزلت فرما رہے۔

اللہ یا تو طرف ہو کہ متعلیٰ ہے اور یا  
 صرف میں کے ذریعہ مجروح ہو کر جیسے فِیۡنِ  
 عِنْدَکَ (تو تیری طرف سے ہی) وَلَمَّا

جَاءَهُمْ فَتَأْتُوا قِنَ عِنْدَ الشَّيْءِ ۱۰  
بب پنچاں کے پاس رسول اللہ کی طرف  
سے ۱۰

اور علامہ احمد فیومی، لمعابح السنین میں قنطرار  
میں :-

عِنْدَ ظرف مکان ہے، لیکن جب زمان  
کی طرف مضاف ہو تو ظرف زمان بھی ہوتا  
ہے جیسے عِنْدَ الصُّبْحِ صبح کے وقت  
عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ سورج نکلنے کے  
قریب، اس پر حرف جر میں سے من کے  
علاوہ کوئی اور حرف نہیں آتا۔

عِنْدَ کی عین پر کسہ ہے اور یہی فصیح لغت  
ہے جس کو اہل فصاحت استعمال کرتے  
ہیں اور لریں فتح اور ضمہ بھی اس کے متعلق  
نقل کیا جاتا ہے اور اصل میں اس کا استعمال  
اس شے کے متعلق ہوتا ہے کہ جو تمہارے  
پاس موجود ہو، یا تمہارے قریب ہو، خواہ  
وہ کسی طرف سے ہو۔ اور کبھی دوسرے معنی  
میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ عِنْدِی  
ماں (میسے پاس ماں ہے) اس مل کے

یہ بھی بولا جائیگا جو ساتھ موجود ہے اور  
اس مال کے، یہ بھی کہ جو غائب ہو جہاں  
عند کے معنی ملکیت اور قبضہ میں ہونے  
کے ہیں اور اسی وجہ سے اس کا استعمال  
معانی (یعنی صفات) میں بھی ہوتا ہے  
چنانچہ بولا جاتا ہے عندہ خبر اس کے  
پاس بھلائی ہے اور ما عندہ شے اس  
کے پاس شے نہیں ہے کیوں کہ معانی کی جات  
متین نہیں ہوتیں۔ اور اسی معنی میں ارشاد  
ہے فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ  
عِنْدِكَ (اگر تم نے دس برس پورے کر دیے)  
تو یہ بھلائی میری ہی ہے یہاں مِنْ عِنْدِكَ  
یعنی من فضلت ہو، نیز حکم کے  
معنی میں بھی آتا ہے جیسے هَذَا عِنْدِي  
افضل من هَذَا (یہ میرے نزدیک اس  
سے بڑھ کر ہے) یہاں عِنْدِي یعنی حکمی  
ہے یعنی میری رائے اور فیصلہ میں یہ اس  
سے بڑھ کر ہے۔

اور علامہ سادہری نے تہذیب میں تصریح کی ہے  
کہ عند کے معنی قرب کے انتہائی عدد کے





۱۹ ۱۹ ۱۵ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۹  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۲۸ ۲۸ ۲۶ ۲۵ ۲۳ ۲۲ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۲۹ ۲۹ ۲۷ ۲۵ ۲۳ ۲۲ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

عَنْهَا : اس سے اَعَن حرف جر ماضیہ

واحد تمنت غائب مجرور ۱/۱۵ ۵/۱۵ ۶/۱۵

۱۴ ۱۵ ۱۳ ۱۲ ۹ ۸  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۱۴ ۱۵ ۲۱ ۲۳ ۲۴ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

عَنْهُمْ : ان سے عَن حرف جر ماضیہ

جمع نکر غائب مجرور ۱/۱۵ ۲/۱۵ ۳/۱۵

۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۱۴ ۱۵ ۲۱ ۲۳ ۲۴ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۱۴ ۱۵ ۲۱ ۲۳ ۲۴ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۱۴ ۱۵ ۲۱ ۲۳ ۲۴ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

۱۴ ۱۵ ۲۱ ۲۳ ۲۴ ۲۰  
۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹

عَنْهُمْ : ان دونوں سے اَعَن حرف جر ماضیہ

ضمیر ثانیہ غائب مجرور ۱/۱۵ ۲/۱۵ ۳/۱۵

عَنْهَا : مجھ سے اَعَن حرف جاراں و نایہ

ی ضمیر واحد متکلم مجرور ۱/۱۵ ۲/۱۵ ۳/۱۵

عَنْهَا : عنانہ کہنے والا، مخالف، ضدی

امام ابو بکر عزیز زلی لکھتے ہیں عِنْدَ وہ شخص ہے

جو تنہا ہے ساتھ مخالفت پیش آئے اور امام

راغب نے اس کا ترجمہ کیا ہے المعجب بسا

عِنْدَ یعنی جو کچھ اپنے پاس موجود ہے اس پر

آرا نے والا اور علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی

نے اس کے معنی اس شخص کے لکھے ہیں جو حق

کو جانتے پہچانتے ہوئے ہے، یہ عِنْدَ ہے جس

کے معنی راستے سے ادھر ادھر ہٹ جانے کے

ہیں بعد از قَوْل یعنی فاعل صفت شجرہ کا میض

ہے اس کی جمع عِنْدَ ہے ۱۲/۱۵ ۱۳/۱۵ ۱۴/۱۵

عِنْدًا ۱۸/۱۵

## فصل الواو

عَوَان : میض عمہ عورتوں اور بیٹیوں میں جو

درمیان میں ہو اس کو عَوَان کہتے ہیں اس کی

جمع عَوَان ہے قاعدہ کے اعتبار سے توجع

کے واسطے منہ ہونا چاہیے تھا مگر تخفیف کی بنا

پراس کو کس کن کہ دیا ہے ۔ ۱۸/۱۵

عَوَج : کجی ایسی کہ یہ عَوَج یعنی عوج

ہے جس کا استعمال ہوا ہے درجہ ہونے کے لیے

ہوتا ہے سم ہے، البتہ یہ ہے جو لغت کے

مشہور نام میں تصریح کی ہے کہ عَوَج کجی انگوٹھ

سے نظر آئے اس کے لیے عَوَج بالفتح آتا ہے

اور جو استنک سے نہیں بلکہ عقل و شعور سے سمجھ میں آئے اس کے لیے جو کچھ کسر الین آتا ہے ۱۱۵  
 ۱۲۰ عَوَّجًا ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵  
 عَوَّزَتْ: چھپی باتیں، پردہ کی باتیں عَوَّزَتْ  
 کی جمع علامہ فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ  
 عَوَّزَتْ کی جمع عَوَّزَاتٌ تخفیف کی عرض سے  
 ہو ورنہ قاعدہ کے لحاظ سے اس کے و او پر اسم ہونے  
 کی وجہ سے فتح ہونا چاہیے تھا، چنانچہ ذیل  
 کی یہی بولی ہے ۱۱۵  
 عَوَّزَتْ: کھلے، غیر محفوظ، خالی غائبہ مبدلین  
 بیرون آبادی نے قوموں میں اس کے سبب ذیل  
 معانی لکھے ہیں:-

(۱) سرحد وغیرہ میں خلل پڑنا، ۱۲۰ چپانے  
 کی جگہ (۳) مرد و عورت کی شرمگاہ (۴)  
 وہ وقت جو بے پردہ ہونے کا ہو۔ اور  
 یہ تین اوقات میں فجر سے پہلے، دوپہر  
 کے وقت، اور نماز عشاء کے بعد (۳) ہر  
 وہ شخص کے ظاہر ہونے سے آدمی  
 شرمے۔

اور امام راعب لکھتے ہیں:-

عَوَّزَتْ انسان کی شرمگاہ کو کہتے ہیں۔

جو کنایہ ہے اور اصل میں یہ عار ہے جو کہوں کہ  
 شرمگاہ کے کہنے میں عار محسوس ہوتی ہے  
 اور عورتوں کو بھی عَوَّزَتْ اسی بنا پر کہا جاتا ہے  
 کہ ان کے بھی غیر مردوں کے سامنے آنے  
 سے عار آتی ہے،

اور عَوَّاز اور عَوَّزَتْ اس شگاف کو بھی  
 کہتے ہیں کہ جو کپڑے یا گھرد وغیرہ کسی چیز میں  
 پڑ جاتا ہے ارشاد ہے إِنَّ بُيُوتًا عَوَّزَتْ  
 وَمَا لَهُنَّ بَعُورَةٌ اہم گھر کے کپڑے ہیں  
 حالانکہ وہ کھلے نہیں پڑے یعنی ان میں جگہ  
 جگہ سے گھسنے کی جگہ موجود ہے کہ جو چاہے  
 چلا آوے۔ اور آیہ کریمہ اَلَّذِيْنَ  
 لَا يَظْهَرُوْنَ اَعْلٰی عَوْرٰتِہِمْ اَلنِّسَاءُ (جو  
 عورتوں کی پرٹے کی بات سے آگاہ نہیں)  
 سے مراد بالغ بچے ہیں۔

اور امام ابو بکر مجتہبی نے ترمذیہ اقلیدس میں یہ اِنَّ  
 بُيُوتًا الْعَوْرَةَ میں لفظ عَوْرَةَ کی تشریح کرتے  
 ہوئے لکھتے ہیں۔

عَوْرَةُ کا مطلب یہ ہے کہ ہاٹے گھرد  
 پہ چورس کی آمد و رفت کے بہت مواقع  
 ہیں، محاورہ ہے عورت بیوت القوم

یعنی لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر چل دیئے  
اور اس دشمن یا جس کا جی چاہے وہاں  
گھس سکتا ہے۔ ۲۱/۸

عَوَقِبْتُ: اُسے ایذا دی گئی، سے تکلیف  
پہنچائی گئی، وہ ستایا گیا عِقَاب سے ماضی  
مَجْہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (۱۵) غنم ہو  
عِقَاب، ۱۶/۱۵

عَوَقِبْتُمْ: تمہیں ایذا دی گئی، تمہیں ستایا  
گیا عِقَاب سے ماضی مَجْہول کا صیغہ جمع مذکر  
ماضی، ۱۲/۲۲

## فصل الہام

عٰہِد: عہد، قول، قرار، پیمان، معاہدہ  
عٰہِدُوْہُ جمع، امام راغب فرماتے ہیں:-

”عٰہِد اللہ“ یعنی خدائی عہد پیمان کبھی تو  
اس طرح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اس بات  
کو ہماری عقلوں میں بٹھا دیتا ہے اور  
کبھی یہ شکل ہوتی ہے کہ اس کے پیغمبر کتاب  
و سنت کے ذریعہ اس بات کا تم کو حکم  
دیتے ہیں، اور کبھی خود اپنے التزام کی بنا  
پر ایک شے جو اصل شرع کے اعتبار سے

پسے ہم پر لازم نہ تھی اب لازم ہو جاتی ہے  
جیسے کہ نذر وغیرہ چنانچہ آیات ذیل میں  
یہ عہد کی آخری قسم ہی مراد ہے وَ مٰثِرُ  
مَنْ عٰہِدَ اللّٰہَ (اور ان میں سے کچھ  
ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ  
قول کیا تھا) اَوْ کَلَمًا عٰہِدًا وَ اَعٰہِدًا  
مَبْدُوْہًا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ سَعٰہِدَ کیا جب کبھی  
کوئی ذرا کر لینے میں تو ان کا کوئی نہ کوئی  
فریق اس کو اٹھا کر رکھ دیا کرتا ہے (و  
لَفَدْ کَاوٰنَاہُذَہُ وَاللّٰہُ مِنْ قَبْلِ رَحٰلِہُمْ  
پس خدا سے عہد کر چکے تھے)

(لاحظہ ہو اَعٰہِدَ) ۱۱/۱۶ ۱۲/۱۶ ۱۳/۱۶ ۱۴/۱۶ ۱۵/۱۶ ۱۶/۱۶ ۱۷/۱۶ ۱۸/۱۶  
عٰہِدًا ۱۹/۱۶ ۲۰/۱۶ ۲۱/۱۶ ۲۲/۱۶ ۲۳/۱۶ ۲۴/۱۶ ۲۵/۱۶ ۲۶/۱۶ ۲۷/۱۶ ۲۸/۱۶ ۲۹/۱۶ ۳۰/۱۶ ۳۱/۱۶ ۳۲/۱۶ ۳۳/۱۶ ۳۴/۱۶ ۳۵/۱۶ ۳۶/۱۶ ۳۷/۱۶ ۳۸/۱۶ ۳۹/۱۶ ۴۰/۱۶ ۴۱/۱۶ ۴۲/۱۶ ۴۳/۱۶ ۴۴/۱۶ ۴۵/۱۶ ۴۶/۱۶ ۴۷/۱۶ ۴۸/۱۶ ۴۹/۱۶ ۵۰/۱۶ ۵۱/۱۶ ۵۲/۱۶ ۵۳/۱۶ ۵۴/۱۶ ۵۵/۱۶ ۵۶/۱۶ ۵۷/۱۶ ۵۸/۱۶ ۵۹/۱۶ ۶۰/۱۶ ۶۱/۱۶ ۶۲/۱۶ ۶۳/۱۶ ۶۴/۱۶ ۶۵/۱۶ ۶۶/۱۶ ۶۷/۱۶ ۶۸/۱۶ ۶۹/۱۶ ۷۰/۱۶ ۷۱/۱۶ ۷۲/۱۶ ۷۳/۱۶ ۷۴/۱۶ ۷۵/۱۶ ۷۶/۱۶ ۷۷/۱۶ ۷۸/۱۶ ۷۹/۱۶ ۸۰/۱۶ ۸۱/۱۶ ۸۲/۱۶ ۸۳/۱۶ ۸۴/۱۶ ۸۵/۱۶ ۸۶/۱۶ ۸۷/۱۶ ۸۸/۱۶ ۸۹/۱۶ ۹۰/۱۶ ۹۱/۱۶ ۹۲/۱۶ ۹۳/۱۶ ۹۴/۱۶ ۹۵/۱۶ ۹۶/۱۶ ۹۷/۱۶ ۹۸/۱۶ ۹۹/۱۶ ۱۰۰/۱۶

عٰہِد: اس نے تاکید، اس نے عہد لیا  
اس نے قرار کیا دسمیوع، عٰہِدُ جس کے معنی  
تاکید کرنے اور عہد کرنے اور دیکھتے رہنے  
کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
امام ابو جعفر بیہقی نے تاج العصار میں مذکورہ  
بالا ہر معانی نقل کرنے کے بعد تصریح کی ہے  
کہ یہ ایک قسم کی نگرانی اور اس کی دیکھ بھال کرتے



رہنے پر دلالت کرتا ہے یہ بھی واضح رہے کہ پہلے  
معنی کی صورت میں اس کا تعبد بذریعہ اہل  
ہوتا ہے چنانچہ نام راغب مصنفانی مفردات  
القرآن میں منہ ماتے ہیں :-

عَبَدَ فُذْنٌ إِلَى فُذْنٍ کے معنی آتے  
ہر کسی سے عہد لینے اور اس پر قائم رہنے  
کی تاکید کرنے کے، ارشاد ہے وَلَقَدْ  
عَبَدْنَا الْإِلَهَ أَدَمَ وَآدَمَ  
عہد لیا تھا آدم سے، اَلْحَا عِبْدَ الْبَنِيكُمْ  
دیکھا میں نے، تاکید کی تھی تم کو

۳۰ ۲۹ ۲۸

عَبَدَ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ تمہارا عہد تمہارا اقرار عہد  
مضاف، کنہ منمیز جمع مذکر حاضر مضاف الیہ  
۱۰

عَبَدْنَا اہم نے عہد لیا، ہم نے تاکید کر دی  
عَبَدَ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ۱۰ ۱۵  
عَبَدَ اہم نے : اس کا اقرار اس کا عہد عہد  
مضاف، ذہنیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ

۳۱ ۳۲ ۳۳

عَبَدَ اہم نے : ان کا اقرار، ان کا عہد -  
عہد مضاف، عہد منمیز مذکر غائب مضاف الیہ

۳۴ ۳۵ ۳۶

عَبَدِي : میرا قلم میرا عہد عہد مضاف  
ی ضمیر واحد حکم مضاف الیہ ۱۰  
عَبَدِي : رنگین اور علم لغت میں  
رنگین اور ان کو کہتے ہیں جو مختلف رنگوں میں  
رنگی ہوئی ہو علمون جمع ۲۹ ۳۰ ۳۱

## فصل البیاء

عَبْدًا : عید خوشی کا دن امام راتب  
نہراتے ہیں :-

”عید وہ ہے جو بار بار عود کرے یعنی لوٹ  
لوٹ کر آئے، اور شریعت میں لفظ ”عید الفطر  
اور ”عید قربان“ کے لیے خاص ہے اور  
چونکہ شرعی طور پر یہ دن مسرت کے قرار دیتے  
گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا  
ہے ایام اکل وشرب وبعمال  
اکہ یہ دن کھانے پینے اور وصل کا  
لطف اٹھانے کے ہیں، بدیں وجہ لفظ  
عید کا استعمال ہر اس دن کے لیے  
ہو سکتا ہے لگا کہ جو مسرت اور خوشی کا دن  
ہو چنانچہ ارشاد الہی ہے اَنْزَلْنَا

تَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا  
عَبْدًا (ہمارے پر خزان بھرا ہوا آسمان سے  
کہ وہ دن عید ہے ہمارے) میں عید  
سے یہی سر تکاد (مراد ہے)  
اور نام ابو بکر غزنی نرسہ القلوب میں لکھتے  
ہیں :-

”ہر اجتماع کا دن عید ہے اور بعض کہتے  
ہیں بوم العید کے معنی میں وہ دن کہ  
جس میں فرحت و سرور نمود آئے“  
یعنی اصل میں عید تھا، عین کے کسرہ کی حرک  
سے وا کو یا سے بدل یا ہے فیہی نے  
لکھا ہے کہ :-

”اس کی جمع واحد کے لفظ پر اعباد آتی  
ہے تاکہ عوداً یعنی لکڑی کی جمع اَعْوَادُ  
اور اس میں فرق رہے اور بعض یہ کہتے ہیں  
کہ چونکہ اس کے واحد میں یا لازمی  
نتیجی اس لیے جمع میں بھی لازمی ہوئی“

عَبْدٌ : تائفہ کا بدلہ یہ ٹونٹ، حلالہ  
حارِ عید سے مشتق ہے جس کے معنی چلنے  
کے ہیں علامہ ناصر بن عبد الباقی مصری المغرب

میں لکھتے ہیں :-  
معبر وہ گندھے یا اونٹ ہیں جو غلہ کی بار  
برداری میں کام آتے ہیں بعد کو برتا فله  
کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہو گیا  
العام راغب انصہبانی لکھتے ہیں :-

”عبر وہ لوگ جو اپنے ساتھ غلہ لادے  
ہوں یہ غلہ لادنے والے مردوں اور اونٹوں دونوں  
کا نام ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایک  
کے لیے بھی ہوتا ہے یعنی کبھی اس سے  
صرف غلہ بار کرنے والے مرد یا صرف  
غلہ لادنے والے اونٹ بھی  
مراد ہوتے ہیں“

عَبْرَاتُ اَدْعِبْرَاتُ جمع ۱۳۰  
عِلْسَی، عَلِیْنِیَا و عَلِیْہِ الصَّلَاۃُ و السَّلَام  
مشہور و معروف جلیل القدر غیر کا نام امی، علامہ  
ابو حیان اندلسی البحر المحیط میں رقمطراز ہیں:  
”عِلْسَی عجمی نام ہے جو علیت اور غمیت  
کی بنا پر غیر منصرف ہے، سیبویہ نزدیک  
اس کا وزن فَعْلٰی ہے اور بار اس میں  
وہ ہے جو رباعی کے ساتھ ملحق ہوتی ہے  
جیسے کہ معزی کی، ہے، اند یا سے

مراد یہاں الف ہے چونکہ اس کی کتابت  
بشکل یاء ہوتی ہے اس لیے اس کو یاء  
کہتے ہیں ابوس نے کہا ہے کہ یہ یاء تائید  
کی نہیں ہے جس طرح سے ذکر ہی میں  
ہے کیوں کہ جب یہ نکرہ ہوتا ہے تو اس  
کو مصفوت کر لیتے ہیں اور حافظ ابو عمرو عثمان  
بن سعید دانی کہ جو فنِ قرأت میں صاحب  
القضایف ہیں اور عثمان بن سعید صیرفی خیر  
اس طرف گئے ہیں کہ اس کا وزن  
فَعْلَلٌ ہے لیکن اُستاذ ابوالحسن بن البازش  
نے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یاء  
اور واو رباعی میں اصل نہیں  
ہوا کرتے۔

اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ  
یہ بھی نام ہے ادب مجبی نام کو اہل عرب  
استعمل کرتے ہیں تو نخوی اس کے  
احکام تصریح پر اسی حد تک کلام کیا کرتے  
ہیں کہ جس حد تک عربی زبان سے اس  
کا تعلق ہوتا ہے چنانچہ عینی بھی  
اسی قسم میں داخل ہے (انتہی کلام)

اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ عَیْسَی  
کے مشتق ہے اور عَیْسَی کہتے ہیں اس  
سیدی کو جو مائل بصری ہو اس نے غلطی کی  
کیوں کہ عربی اشتقاق مجہی ناموں میں  
نہیں چلا کرتا۔

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس  
میں مسمراتے ہیں :-

عَیْسَی بالکسر حضرت مسیح صلوٰۃ اللہ  
علی نبینا وعلیہ وسلم کا نام نامی ہے جو ہری  
کا بیان ہے کہ یہ عبرانی یا سریانی ہے اور  
لیث کہتے ہیں کہ یہ الینوم سے معدول  
ہے چنانچہ سریانی زبان کے جاننے  
والے یہی بتاتے ہیں

اور علامہ سید محمود الوسی روح المعانی میں ارقام  
مسمراتے ہیں :-

عَیْسَی کی اصل عبرانی میں ایشوع ہے  
اس ہمزہ کے ساتھ جس کا امالہ میں ہیں ہے  
یا ہمزہ پر کسرہ ہے اس کے معنی سید عینی  
سردار کے ہیں اور بعض نے اس کا ترجمہ  
مبارک کیا ہے بعد کو اس کی تعبیر کے

عیسیٰ کر دیا گیا، اور جب اس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو عیسیٰؑ اور عیسیٰؑ بولتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادہ اور آپ کی پیغمبرانہ سیرت کا تفصیلی تذکرہ قرآن پاک میں جابجا نہایت سطر سے مذکور ہے یہ بھی واضح رہے کہ قرآن شریف میں اگرچہ پچیس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے مگر ان میں صرف چار حضرات کے میلاد مبارک کا بیان ہے جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان حضرات کی ولادت باسعادہ عام طریقے سے بالکل جدا گانہ محض کرشمہ ربانی اور قدرت الہی کے مظاہر کے نیسے خرق عادت کے طور پر واقع ہوئی تھی، ان چاروں حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت آدمؑ حضرت اسحاقؑ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کی مائیں بالجہ تمیز اور پھر ولادت ایسے وقت میں ہوئی جبکہ والدین بزرگوار

کی آخری منزلوں میں پہنچ کر اولاد کی کوئی توقع نہیں رکھتے تھے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور حضرت آدم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے مٹی ہی سے پیدا فرما دیا تھا۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش بیت لحم میں کھجور کے درخت کے تلے ہوئی تھی۔ اور سند امام احمد اور محمیین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوزائیدہ بچہ ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو شیطان اس کی ولادت کے وقت نہ چھو تا جو پھر وہ شیطان کے چھونے سے زور سے چلا اٹھتا ہے مگر حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے

۱۔ روح المعانی ج ۱۔ ص ۳۱۶ طبع منیر مصر۔ ۲۔ علامہ ابو البیہار المنہجیہ از حافظ ابن کثیر ج ۲ ص ۶۶۔ ۳۔ امام بیہقی نے اپنی روایت کی تصحیح کی ہے، اور حافظ ابن کثیر نے نسائی کی اسناد کے متعلق فرمایا ہے لا ہامی بہ۔

نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھ کو جھوٹ جانا۔ یہ حضرت کا کمال اخلاقی اور انتہائی حسن ظن تھا کہ اس کے حلف کو اپنے مشاہدہ پر مقدم رکھا اور جب اس نے قسم کھ کر بیان کیا تو آپ کو یقین آ گیا کہ واقعی ایسا ہوا چوری نہیں کرتا، بلکہ میری آنکھ نے خطا کی، غالباً آپ نے یہ خیال فرمایا ہو گا کہ اس مال میں اس کا بھی کچھ حق ہو گا یا کوئی اور وجہ ہو گی، حسن ظن کے واسطے بہت سے احتمالات نکل سکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد حدیثنا احمد بن سنان حدیثنا ابو معاویہ عن الاعمش عن المنہال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسکا پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو آپ اپنے اصحاب کے پاس

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ساتھ نہیں لگایا۔ لے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شبہ سراء میں حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے میری ملاقات ہوئی تھی، آپ نے ان کا حلیہ بھی بیان فرمایا کہ میانہ قامت، سرخ سپید تھے گویا جام سے نکل کر آ رہے ہیں (یہ آپ کے چہرہ مبارک کی طراوت اور زندگی کا بیان ہے) صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی صحف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) انصاریک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا کیا تو نے چوری کی وہ کہنے لگا نہیں صاحب میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

لے ابولیر والہ بن ہانہ ج ۲ ص ۵۰ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان نے اس واسطے باتہ نہیں لگایا کہ حضرت مریم علی نبینا وعلیہا السلام کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے خدا سے دعا مانگی تھی کہ شیطان کا ان پر دخل نہ ہو چنانچہ قرآن پاک سورہ آل عمران میں وہ دعا مذکور ہے حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تھی۔ لے ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الانبیاء: ذکر عیسیٰ علیہ السلام۔

کو نقل کر کے فرماتے ہیں :-

وهذا السناد صحيح یہ اسناد حضرت ابن عباس  
الی ابن عباس علی رضی اللہ عنہما یکصحیح ہے  
شرط مسلم ورواہ ابو مسلم کی شرط پر ہے، اور  
النسائی عن ابی النسائی نے بھی ابو معاویہ  
کہیہ عن ابی معاویہ سے بواسطہ ابوبکر بن  
بنحوہ ورواہ ابن اسناد سے ایسا ہی نقل کیا  
جبر عن مسلم بن جابر ابن جریث بن ابی معاذ  
جنادۃ عن ابی معاویہ سے بواسطہ مسلم بن جنادہ  
وهكذا ذکر غیر واحد اس کو روایت کیا ہے اور  
من السلف ایسا ہی سلف میں سے  
(۲۴۰-۱۹۲) بہت سے علماء نے ذکر کیا ہے  
اور امام احمد بن حنبل اپنی منہ میں حضرت ابوبکر  
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انبیاء سونیلے  
بھائی ہیں کہ ان کا دین ایک اور ماٹیں  
(یعنی شریعتیں) الگ الگ ہیں، اور میں سب  
لوگوں سے زیادہ عیسیٰ بن مریم د علیہ علی نبینا  
الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھتا ہوں کیونکہ  
میرے اور ان کے درمیان کوئی نئی نہیں  
وہ نازل ہونے والے ہیں جب تم ان کو دیکھو تو

تشریف لائے اس وقت ان اصحاب میں سے گھر  
کے اندر بارہ خواری موجود تھے، چنانچہ آپ کمرہ  
سے باہر تشریف لائے۔ ہر اقدس سے پانی  
کے قطرات ٹپکتے جاتے تھے آپ نے فرمایا  
تم سے بعض ایسے ہیں جو مجھ پر ایمان لانے کے  
بعد بارہ دفعہ میرا نکال دیں گے اس کے بعد فرما  
لگے تم میں سے کس پر میری شبیہ ڈالی جائے  
جو میری شبیہ قتل ہوا اور بھڑ (جنت میں) میرے  
ساتھ میرے درجہ میں ہو۔ اس پر ایک جوان جو  
سب میں نو عمر تھا اٹھ کھڑا ہوا آپ نے فرمایا بیٹھ  
جاؤ، دوبارہ پھر آپ نے یہی فرمایا اور پھر وہی  
جوان کھڑا ہوا، تیسری مرتبہ میں بھی یہی ہوا تب  
آپ نے فرمایا کہ ہاں تم وہی ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا  
کہ آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی گئی اور آپ کو  
گھر کے درخندان سے آسمان پر اٹھایا گیا،  
اس کے بعد یہودی دوڑائی اور انہوں نے اس  
شبیہ عیسے کو گرفتار کر کے قتل کیا اور سولی پر  
چڑھا دیا۔ اور ان عواریوں میں سے بعض نے  
آپ پر ایمان لانے کے بارہ دفعہ آپ کا نکال  
بھی کیا۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں اس روایت

تو چہاں لینا کیوں کہ وہ ایسے شخص میں جن کا رنگ  
سرخ پیدا ہے اور بال سیدھے آپ کے سر سے  
ایسا معلوم ہوگا کہ بغیر پانی لگے قطرات ٹپک رہے  
میں آپ دو در در رنگ کے کپڑوں میں ہوں گے  
آپ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے  
جنہ اٹھادیں گے اور سب مذاہب کو ختم کر  
دیں گے کہ بجز اسلام کے کوئی مذہب آپ  
کے عہد میں باقی نہیں رہے گا۔ حق تعالیٰ آپ ہی  
کے زمانہ میں سچ و جلال کذاب کو ہلاک کرے گا  
اور زمین پر ایسا امن ہو جائیگا کہ اونٹ اور شیر  
چیتے اور گائے بیل، بھیڑیے اور بکر یا ایک ساتھ  
چرتے ہوئے اور بچے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ  
کھستے ہوں گے مگر کوئی کسی کو کسی قسم کا گزند نہ  
پہنچائیگا۔ اور جب کہ اللہ چاہے گا آپ میں  
گئے پھر آپ کی وفات ہو جائے گی، تب مسلمان آپ  
کی نماز جنازہ ادا کریں گے اور آپ کی تدفین کریں گے  
یہ حدیث سنن ابوداؤد میں بھی موجود ہے  
حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی اسناد کو  
صحیح کہا ہے۔ جامع ترمذی میں روایت ہے

لے فتح الباری ۲/۵۰ ص ۳۵۰ - طبع میریہ -

۵ جامع ترمذی ابواب النبا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتاب کی تدفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو  
میں ہوگی۔ ابودود نے جو اس روایت کے  
ایک راوی ہیں تصریح کی ہے کہ ابھی رؤفہ الطہر  
میں ایک قبر کی جگہ بتی ہے۔ ۵

اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ  
والسلام کا آسمان سے نازل ہونا تواتر احادیث  
سے ثابت ہے اور قسطنطین پاک کی بعض  
آیات میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے  
اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی حیات اور متنبی قادریان علیہ ما علیہ کی خرافات  
کا اگر تفصیل مطالعہ مطلوب ہو تو علامہ محدث سید  
محمد النور شاہ کشمیری کی کتاب عقیدۃ الاسلام فی  
حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مطالعہ کرنا چاہیے  
جو عربی زبان میں اس موضوع پر بے نظیر کتاب  
ہو۔ اور اردو میں مولانا محمد سلیمان منصور پوری

مصنف رحمۃ اللعالمین کی کتاب غایۃ المرام  
اور حضرت الاستاذ علامہ محمود حسن خاں ٹوٹھی مصنف  
سبح المصنفین کی اصول توارث، معیار السنۃ  
لنظم السنۃ اور نقد ابن السنۃ وچرہ تصانیف

اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں اور پرفیسر محمد الیاس برنی کی کتب قادیانی مذہب کو متنبی قادیان اور اس کی امت کی ہفوات و خرافات کا انسائیکلو پیڈیا گنا چاہیے (ملاحظہ ہو مسیح اور توحی کی بحث دیکھنا ہو تو تنویر م)

۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عینۃ: زندگانی، گزران، یہ عاش عینۃ کا مصدر ہے جو باب صت سے آتا ہے اور جس کے معنی جینے کے ہیں۔ علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں لکھا ہے کہ یہ بروزن فعلۃ، عینۃ سے بیان نوع کے لیے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ عینۃ اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حیاۃ سے اخص ہے کیونکہ حیاۃ کا استعمال حیوان، باری تعالیٰ اور فرشتہ سب کے لیے ہوتا ہے۔ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عینۃ: فقر، احتیاج، مفلسی، بے مال، بے مال کا مصدر ہے جو باب صت سے آتا ہے اور جس

کے معنی فقیر مرنے کے ہیں۔ عینۃ: آنکھ، چشم، چشمہ، کندہ قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال ان ہی دو معنی میں ہوا ہے ورنہ بہت سے مختلف معانی میں متعل ہے امام راغب کے نزدیک اس کے اصل معنی آنکھ کے ہیں اور دیگر معانی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے چنانچہ ان کے خیال میں چشمہ کو جو عین کہتے ہیں وہ اسی تشبیہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سے قطرات اشک اُلتے ہیں اسی طرح چشمہ سے پانی اُلتا ہے اس کی جمع عینۃ اور عینۃ ہے ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

عینۃ: بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں، لیل، زنان فلاح چشم، عینۃ کی جمع جس کے معنی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی کے ہیں۔

عینۃ: تیری دونوں آنکھیں عینۃ عینۃ کا تشبیہ حالت دفع، صاف ہے کہ منیر واحد مذکر حاضر معان الیہ یہ اصل میں

۱۔ کتاب مذکور ج ۲۹ - ص ۳۴ بر حاشیہ تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر۔



عَيْنًا يَكُ تَحَاثُّنِيهِ كَالْوَرْدِ مَصْنُوعٌ كَيْ سَبَبِ  
حذف ہو گیا ہے ۱۵

عَيْنَيْنِ: دُوحْتُمِ عَيْنٌ كَاتِنِيهِ بِمَالَاتِ  
رفع ۲۶

عَيْنًا: اس کی دونوں آنکھیں عَيْنًا  
عَيْنٌ كَاتِنِيهِ مَصْنُوعٌ كَالْوَرْدِ مَصْنُوعٌ كَيْ سَبَبِ  
مضاف الیہ یون تثنیہ اضافت کی وجہ سے

حذف ہو گیا ہے ۱۳

عَيْنًا: اس کی آنکھ عَيْنٌ مَصْنُوعٌ  
ہا صمیر واحد موصوف غائب مضاف الیہ  
۱۱ ۲۰

عَيْنِي: میری آنکھ عَيْنٌ مَصْنُوعٌ  
واحد متکلم مضاف الیہ امام راغب نے لکھا  
ہے کہ وَلَيْسَتْ عَلَى عَيْنِي (اور نہ تو تیار  
ہو میری آنکھ کے سامنے) میں علی عینی سے  
مراد میری حفاظت و نگہداشت ہے -

۱۶  
۱۱

عَيْنِي: میری دونوں آنکھیں عَيْنِي  
عَيْنٌ كَاتِنِيهِ بِمَالَاتِ لُغْبِ مَصْنُوعٌ  
لُغْبِ صمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ اصل  
میں عَيْنَيْنِ مَصْنُوعٌ كَالْوَرْدِ مَصْنُوعٌ كَيْ سَبَبِ  
سبب گر پڑا - ۱۲ ۱۶

عَيْنَيْنِ: دُوحْتُمِ عَيْنٌ كَاتِنِيهِ  
بِمَالَاتِ لُغْبِ ۱۵

عَيْنُونُ: حُشْمِ عَيْنٌ كَيْ جَمْعِ ۱۳

۲۹ ۲۶ ۲۵ ۲۳ ۱۹  
۲۲ ۱۸ ۱۶ ۱۴ ۸

عَيْنُونًا ۲۶  
عَيْنُونًا: ہم تھک گئے ہم عاجز ہو گئے

عَيْنُونُ: جس کے معنی تھکنے اور عاجز ہونے  
کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم - امام راغب نے لکھا  
ہیں اَعْيَا کہتے ہیں اس غلجہ کی کو جو چلنے سے  
بدن کو لاحق ہوتی ہے اور عَيْنُونُ کہتے ہیں اس  
درماندگی کو جو کسی کام کے انجام دینے یا برائے  
سے پیش آتی ہے -

۲۶  
۱۵

تَمَّ الْمَجْلَدُ الرَّابِعُ مِنْ لَفَاتِ الْقُرْآنِ

بِحَمْدِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ